نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن بدنی و اخلاقی اور اوصافِ عبدیت پر مشتمل

اوصافِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف:

صوفی محمد نواز

۱۰-۱۰-۰۹

نبی کریم ﷺ کے محاسن بدنی واخلاقی
اوراوصافِ عبدیت پر مشتمل

اوصافِ رسول ﷺ

صوفی محمد نواز

ادارہ انوار مصطفیٰ ﷺ
گلی نمبر 22 نیواں محلّہ چاہ میراں لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷۹۱۲۵

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	—	اوصافِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
موضوع	—	حضور کے محاسنِ بدنی واخلاقی اور اوصافِ عبدیت کا بیان
مؤلف	—	صوفی محمد نواز (ایم اے اسلامیات، عربی، ایجوکیشن) ایم ایس سی (ریاضی)
پروف ریڈنگ	—	محمد طیب، فاروق امجد
تاریخ اشاعت	—	اکتوبر ۲۰۰۷ء
تعداد	—	۵۰۰
کمپوزنگ	—	ورڈز میکر
باہتمام	—	ادارہ انوارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مطبع	—	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	—	200 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ انوار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

گلی نمبر 22 نیواں محلّہ چاہ میراں لاہور

فہرست اوصافِ رسول ﷺ

مضمون	صفحہ
باب نمبر۱	۲۱
تخلیق اوّل نورِ مصطفیٰ ﷺ	
۱-تخلیق کائنات کی غرض وغایت	۲۱
۲-احادیث کی روشنی میں تخلیق اول کا بیان	۲۴
۳-حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت	۲۵
۴-تمام انبیاء کرام سے اول تخلیق نورِ محمد ﷺ	۲۶
۵-عالمِ ارواح میں فیضانِ نورِ مصطفیٰ ﷺ	۲۷
۶-نورِ مصطفیٰ ﷺ کی خصوصیت	۲۷
قرآنِ کریم کی روشنی میں تخلیق میں اوّلیتِ مصطفیٰ ﷺ	۲۸
۸-علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	۳۰
حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح	۳۰
(ب) حضور ﷺ کا وجہِ تخلیقِ کائنات ہونا	۳۲
۱-اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو کچھ پیدا نہ کیا جاتا	۳۳
۲-اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب	۳۴
۳-اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب	۳۵
(ج) تخلیق حضرت آدم سے قبل نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر	۳۷
۱-احادیث سے آیت میثاق کی تشریح	۳۸
۲-مختلف تفاسیر سے وضاحت	۳۹
۳-تفسیر روح البیان میں وضاحت	۴۰
۴-تفسیر خازن	۴۰
۵-تفسیر درِ منثور	۴۰
۶-امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفسیر	۴۱
۷-قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	۴۱
۸-تفسیر ابن کثیر میں وضاحت	۴۲
۹-تفسیر ضیاء القرآن میں وضاحت	۴۳
باب نمبر۲	۴۴
میثاقِ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ	
۱-آیت میثاق	۴۴
۲-آیت میثاق کا ماحصل	۴۷

مضمون	صفحہ
۳-احادیث کی روشنی میں آیت میثاق کی وضاحت	۴۸
۴-تفاسیر کی روشنی میں آیت میثاق کی وضاحت	۴۹
ہر نبی کا اپنی امت سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لینا	۵۰
۵-تفسیر تبیان القرآن میں خوبصورت وضاحت	۵۰
۶-انبیاء کرام کا اپنے اپنے ادوار میں عہد میثاق کو نبھانا	۵۱
۷-تمام انبیائے کرام حضور ﷺ کے تابع ہیں	۵۲
۸-انبیاء کرام پر حضور ﷺ کی اطاعت	۵۲
۹-شبِ معراج آیتِ میثاق پر عمل کا اہتمام	۵۳
۱۰-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق و خدمت کیلئے انبیاء کرام کا نمائندہ بن کر آنا	۵۴
۱۱-میثاقِ مصطفیٰ ﷺ کب لیا گیا	۵۵
۱۲-زمانۂ میثاق مصطفیٰ ﷺ	۵۸
(ب) تخلیق حضرت آدم علیہ السلام اور نورِ مصطفیٰ ﷺ	۶۰
۱-حضرت آدم علیہ السلام کا حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا	۶۲
حضرت شیث علیہ السلام کی طرف انتقال نور محمد ﷺ	۶۳
۳-طینتِ مصطفیٰ ﷺ	۶۵
۴-نورِ مصطفیٰ ﷺ کی اصلاب طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف منتقلی	۶۵
(ج) میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا بیان	۶۸
۱-احادیث کی روشنی میں میثاقِ الست کا بیان	۶۹
۲-حضرت آدم و حضرت موسیٰ کے درمیان مکالمہ	۷۲
باب نمبر ۳	۷۴
گزشتہ کتبِ سماوی اور صحائف میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ	
۱-حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر مصطفیٰ ﷺ کرنا	۷۴
۲-حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حضور ﷺ کے متعلق دعا	۷۵
۳-زبورِ مقدس میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ	۷۷
۴-حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر مصطفیٰ ﷺ کرنا	۷۸
۵-حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اولاد کو تاکید کرنا	۷۹
(ب) توارۃ و انجیل میں مذکور اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان	۸۱

مضمون	صفحہ
۲-حدیثِ مبارک سے تصدیق	۸۳
تورات میں مذکور حضور ﷺ کے	
جملہ اوصاف کی قرآنی تصدیق	۸۳
۴-فلاحِ دارین کا حصول	۸۵
۵-تورات میں مذکور اوصافِ مصطفیٰ ﷺ	
کی احادیثِ صحیحہ سے تصدیق	۸۶
ایک یہودی کی تورات میں مذکور اوصافِ	
مصطفیٰ کی حضور ﷺ کے سامنے	
تصدیق کرنا	۸۷
یہودیوں کے متبحر عالم حضرت عبداللہ	
بن سلام کی گواہی	۸۸
۸-قرآن کریم کی روشنی میں توراۃ وانجیل	
میں	۹۱
ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اور اوصافِ	
امت محمدیہ ﷺ	۹۱
۹-تورات میں حضور ﷺ کے اخلاق	
اور امت کی اطاعت کا ذکر	۹۲
۱۰-حضور ﷺ کے اوصاف دیکھ کر	
یہودی کا مسلمان ہونا	۹۴
۱۱-حقانیت مصطفیٰ ﷺ کی دلیل	۹۴
۱۲-تورات کے متن میں موجود ذکر	
خیرالوریٰ ﷺ	۹۵
۱۳-آغازِ تبلیغ اور فتح مکہ کا ذکر	۹۶
۱۴-حضور ﷺ کی آمد کا ذکر	۹۶
۱۵-بعض اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر	۹۶
۱۶-انجیل کے متن میں ذکر مصطفیٰ ﷺ .	۹۷
۱۷-امام الانبیاء ﷺ کی تصدیق	
انبیائے کرام	۹۸
۱۸-حضور ﷺ کے غلبہ کی خبر	۹۸
۱۹-انجیل برناباس میں حضور ﷺ کے	
اسم مبارک محمد کا ذکر	۹۹
۲۰-انجیل میں حلیہ مصطفیٰ ﷺ کا	
ذکر خیر	۱۰۰
۲۱-قیصر روم کی گواہی	۱۰۱
(ح) حضور ﷺ کے متعلق بشارتِ حضرت	
عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کی قرآنی تصدیق	۱۰۹
حدیث پاک میں بشارت عیسوی کی تائید	۱۱۱
حاکم حبشہ نجاشی کی تصدیق	۱۱۲
تفسیر ضیاء القرآن	۱۱۴
یہود کے حق چھپانے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ..	۱۱۵
تفسیر مظہری سے وضاحت	۱۱۶
یہود کا اوصاف مبارک چھپانا	۱۱۷
باب۴	۱۱۹
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کی آمد کے درمیانی عرصہ میں ذکر خیرالوریٰ ﷺ	
(ا) آمد باسعادت سے قبل اہل کتاب کا	
حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا ..	۱۱۹
ا-تفسیر ابن کثیر کی رو سے آیت کی وضاحت	۱۲۰

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲-امام ابن جریر کی وضاحت	۱۲۱	۶-یہود کا سوالات کر کے پہچاننا	۱۳۷
۳-امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	۱۲۲	باب نمبر ۵	۱۳۸
۴-حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی وضاحت	۱۲۲	**حضور نبی کریم ﷺ کا خاندان**	
۵-تفسیر ضیاء القرآن	۱۲۳	۱-بہترین خاندان کے بہترین فرد	۱۴۰
۶-تفسیر تبیان القرآن میں وضاحت	۱۲۴	بنو ہاشم کی فضیلت	۱۴۲
۷-اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ کا خطاب	۱۲۵	۳-بہترین زمانہ میں بعثت	۱۴۴
(ب) اہل کتاب کا جانتے ہوئے انکار	۱۲۶	(ب) حضور ﷺ کی ولادتِ مبارک	۱۴۶
۱-اہل کتاب کے حضرت جبرائیل علیہ السلام پر الزام کا جواب	۱۲۹	(ج) اجسادِ انبیاء علیہم السلام کی پرورش میں خصوصیت	۱۵۰
۲-اہل کتاب کا بُرا سودا	۱۳۱	(د) حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ	۱۵۳
۳-اہل کتاب جانتے ہوئے بھی ایمان نہ لائیں گے	۱۳۲	(ر) بعثت سے قبل نباتات و جمادات کا بارگاہِ نبوی ﷺ میں سلام	۱۵۷
۴-اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر فضل عظیم	۱۳۲	(س) اعلانِ نبوت سے قبل حیاتِ مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت	۱۵۹
(ج) اہل کتاب کا حضور ﷺ کو پہچاننا	۱۳۳	باب نمبر ۶	۱۶۴
۱-اہل کتاب کا حضور ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا	۱۳۴	**حضور نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک**	
۲-حضرت عبد اللہ بن سلام کی تصدیق	۱۳۴	حضور ﷺ کی خلقت کے متعلق امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	۱۶۴
۳-تفسیر ابن کثیر کی ایمان افروز تحریر	۱۳۴	حضور ﷺ کے خصوصی محاسن کے متعلق امام ابراہیم بجوری کا ارشاد	۱۶۵
۴-اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل کتاب کو تنبیہ	۱۳۵	۱-سرِ اقدس کے موئے مبارک	۱۶۵
۵-اہل کتاب کے لئے نبوتِ مصطفیٰ ﷺ پر سب سے بڑی گواہی	۱۳۶	۲-زلف مبارک کی لمبائی	۱۶۶
		سرِ اقدس کے موئے مبارک میں مانگ مبارک	۱۶۷

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲-سرِ اقدس	۱۶۸	۵-حضرت علامہ خواجی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح	۱۸۸
۳-پیشانی مبارک	۱۶۸	۱۹-بغل مبارک	۱۸۹
۴-چشمان ودہن مبارک	۱۶۹	۲۰-دستِ مبارک اور دستِ مبارک کی خوشبو	۱۹۰
۵-پلکیں مبارک	۱۷۰		
۶-کان مبارک	۱۷۱	۲۱-پشت مبارک	۱۹۲
۷-آبرو مبارک	۱۷۱	۲۲-مہرِ نبوت	۱۹۲
۸-بینی مبارک	۱۷۲	۲۳-پنڈلیاں مبارک	۱۹۴
۹-دانت مبارک	۱۷۲	۲۴-پاؤں مبارک	۱۹۵
۱۰-رخسار مبارک	۱۷۳	۲۵-قد مبارک	۱۹۵
۱۱-لب مبارک	۱۷۳	۲۶-حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ حلیہ مبارک	۱۹۶
۱۲-ریش مبارک	۱۷۴		
۱۳-آواز مبارک	۱۷۵	باب نمبر ۷	۱۹۸
۱۴-گردن مبارک	۱۷۷	**جمالِ مصطفیٰ ﷺ**	
۱۵-چہرہ مبارک	۱۷۸	۱-چہرۂ انور کی چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک	۲۰۱
۱۶-کندھے اور سینہ مبارک	۱۸۰		
۱۷-بطن مبارک	۱۸۲	۲-چودھویں رات کے چاند کی طرح چہرۂ مبارک کی خوبصورتی	۲۰۲
قلبِ مصطفیٰ ﷺ	۱۸۳		
۱-قلبِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق فرمانِ الٰہی	۱۸۵	۳-چاند کی مثل خوبصورت چہرۂ مبارک	۲۰۳
۲-قلب انور کی بیداری کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان	۱۸۶	۴-چاند سے خوبصورت چہرۂ مبارک	۲۰۳
		۵-چہرۂ مصطفیٰ ﷺ میں سورج کا عکس بننا	۲۰۴
۳-قلب مبارک کے متعلق حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی گواہی	۱۸۷	۶-چہرۂ مصطفیٰ کی طلوعِ آفتاب سے تمثیل	۲۰۵
۴-حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی	۱۸۸	۷-جگمگ کرتا چہرۂ مبارک	۲۰۷
		۸-ڈھالی ہوئی چاندی کی مثل سفید و	

مضمون — صفحہ

چمکتا چہرہ ۲۰۸
۹- سونے کی طرح چمکتا چہرۂ مبارک ۲۰۸
۱۰- چہرۂ مبارک سے نور کی جھڑیاں گرنا ... ۲۰۹
۱۱- پھول کی مثل کھلا ہوا چہرہ مبارک ۲۱۰
۱۲- چہرۂ مبارک سے نور کی جھڑیاں بکھرنا ... ۲۱۱
۱۳- چہرۂ مبارک گویا کہ قرآن کا ایک ورق ۲۱۱
۱۴- تجھ سا تو حسین آنکھ نے دیکھا نہیں ہے ۲۱۲
۱۴- بے مثل حسن و جمال ۲۱۴
۱۵- حضور نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گیا ۲۱۴
۱۶- روشن چہرۂ مبارک ۲۱۶
۱۷- جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا سورج پر غالب آنا ۲۱۷
۱۸- صداقت کا امین چہرۂ مبارک ۲۱۸
۱۹- حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے مشابہ چہرۂ مبارک ۲۱۹
جمالِ مصطفیٰ ﷺ اور نمازِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک منظر ۲۲۰
۲۱- چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی نماز میں آخری جھلک کا منظر ۲۲۱
۲۲- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے سلام پھیرتے وقت چہرۂ مصطفیٰ ﷺ پر نظر . ۲۲۳
۲۳- حسن سرکار ﷺ کو نظر بھر کو دیکھنے کی کسی میں ہمت نہ تھی ۲۲۴
۲۴- حُسنِ مصطفیٰ ﷺ اور حُسنِ یوسف علیہ السلام ۲۲۵
۲۵- حسنِ کل ۲۲۶
۲۶- جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق تقاضائے ایمان ۲۲۷
۲۷- حُسنِ کامل کی چمک ۲۲۸
۲۸- سرکارِ دو عالم ﷺ کے حسن کے بارے میں صحابہ، صوفیاء اور علماء کا عقیدہ ... ۲۲۸
۲۹- ایک عارف کامل کا بیان ۲۲۹
۳۰- شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت ۲۲۹
(ب) خوشبوئے بدن محبوب خدا ﷺ . ۲۳۱
۱- مشک و عنبر سے خوشتر خوشبو مبارک ۲۳۲
۲- رات کے وقت خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ سے پہچان مصطفیٰ ﷺ ۲۳۳
۳- دستِ مبارک کی خوشبو ۲۳۳
۴- دستِ مبارک کو چہروں سے لگانے والے کا بیان ۲۳۴
۵- پسینہ مبارک کی خوشبو تمام چیزوں سے عمدہ ۲۳۵
۶- پسینہ مبارک کے موتی مشک سے زیادہ خوشبودار تھے ۲۳۵
۷- پسینہ مبارک کو خوشبو میں ڈالنا ۲۳۶
(ج) تبسم مصطفیٰ ﷺ ۲۳۹
تبسم کے دوران نور کا اخراج ۲۴۱

مضمون	صفحہ

(د) جلالِ مصطفیٰ ﷺ ۲۴۳
۱-آپ ﷺ کا دشمنوں پر رعب ۲۴۵
۲-حضور ﷺ کا قیصرِ روم پر رعب طاری ہونا ۲۴۶
جلالِ مبارک، مومنوں پر قربِ الٰہی کا ذریعہ ۲۴۷
۴-اچانک دیکھنے والے پر ہیبت کا طاری ہونا ۲۴۹
باب نمبر ۸ .... ۲۵۲

حضور ﷺ کی قوت مبارک

۱-حضور ﷺ کے لئے زمین کا سمٹ جانا ۲۵۳
۲-نامی گرامی عرب پہلوانوں کو پچھاڑنا ۲۵۴
۳-رکانہ پہلوان کا غرور خاک میں ملادیا ۲۵۴
۴-ابوالاسود جمحی پہلوان کا چت ہونا ۲۵۶
۵-خندق کے پتھر کا ٹوٹ جانا ۲۵۶
(ب) حضور ﷺ کی شجاعت وبہادری ۲۵۸
۱-رات کے وقت شجاعت وبسالت کا مظاہرہ ۲۶۲
۲-حالتِ نیند میں دشمن کے حملے کے دورانِ شجاعت مبارک ۲۶۳
۳-دورانِ جنگ شجاعت کا حال ۲۶۴
۴-سب سے بڑھ کر بہادری ۲۶۷
۵-جنگِ اُحد میں ایک طاقتور دشمن کا مقابلہ ۲۶۸
باب نمبر ۹ .... ۲۷۰

بشریت ونورانیتِ مصطفیٰ ﷺ

(ا) بشریتِ مصطفیٰ ﷺ ۲۷۰
۱-انبیاء (علیہم السلام) کی بشریت کے متعلق کفار کا عقیدہ ۲۷۲
۲-انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے متعلق قرآنی عقیدہ ۲۷۴
۳- قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی وضاحت ۲۷۶
۴-صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا حضور ﷺ کے مثل ہونے کی نفی کرنا ۲۷۸
۵-علماء وصوفیاء کرام کے اقوال ۲۸۱
(ب) نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ ۲۸۴
۱-فرمایا تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا ۲۸۶
۲-علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت. ۲۸۷
۳-صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی وضاحت ۲۸۸
۴-امام فخر الدین راضی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت. ۲۸۸
حضور ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا.. ۲۸۸
۵-حضور ﷺ سراجاً منیراً ہیں ۲۸۹
۶-حضور ﷺ کی نورانیت کا تحفظ ۲۹۰
۷-والنجم سے مراد حضور ﷺ ہیں...... ۲۹۰
وصف ملکوتی سے اللہ تعالیٰ کی خلت ۲۹۲

مضمون	صفحہ

اوصاف ملکی سے دائمی ذکر و عبادت فرمانا ۔ ۲۹۳
انبیاء کرام (علیہم السلام) کی نورانیت کی ضرورت و اہمیت ۲۹۳
حضور ﷺ کے اوصاف ملکوتی کی وضاحت ۲۹۵
نورانی و بشری اوصاف کا حسین امتزاج ... ۲۹۶
ملکی اوصاف سے قوت حاصل کرنا ۲۹۷
باب نمبر ۱۰ ...... ۲۹۹

محاسن خلقِ مصطفیٰ ﷺ

(ا) کلامِ مصطفیٰ ﷺ ۲۹۹
۱- حضور ﷺ کا اندازِ کلام ۳۰۰
۲- ہر لفظ کو تین بار دہرانا ۳۰۱
۳- کلامِ سرکار ﷺ کے الفاظ کا شمار کرنے کی سہولت ۳۰۲
۴- مقررہ دنوں میں وعظ و نصیحت ۳۰۲
(ب) رسالت مآب ﷺ کا خلقِ عظیم ۳۰۴
۱- کمال درجہ کا اخلاقِ مبارک ۳۰۶
۲- یہاں فحش گوئی کا احتمال تک نہیں ۳۰۷
۳- حالتِ غصہ کے وقت اخلاقِ کریمہ ... ۳۰۸
۴- حضور ﷺ نے کبھی ذاتی انتقام نہ لیا ۳۰۸
۵- حضور ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کی چند صفات ۳۰۹
۶- حضور ﷺ کے اخلاق کی انتہا ۳۱۱
۷- اخلاقِ کریمہ کے روشن پہلو ۳۱۲
۸- بے مثل وانوکھا اخلاقِ مبارک ۳۱۳
۹- برے لوگوں سے اخلاق کے ساتھ پیش آنا ۳۱۴
۱۰- اخلاقِ کریمہ کی حدود و قیود ۳۱۵
۱- حضور ﷺ نے سوائے جہاد کے کسی کو نہ پیٹا ۳۱۶
۱۲- دس سال خدمت کرنے والے کی گواہی ۳۱۷
(ج) حضور ﷺ کا حُسنِ معاشرت ۳۲۰
۱- گھر کے اندر معمولاتِ مبارک ۳۲۰
۲- حاضرین پر خصوصی شفقت ۳۲۲
۳- زائرین کا راہ نما بن کر جانا ۳۲۳
۴- لوگوں سے میل ملاقات کی کیفیت ... ۳۲۳
۵- حاضرین سے لوگوں کے حالات معلوم فرمانا ۳۲۴
۵- اچھے لوگوں کی قدر کرنا ۳۲۵
۷- میانہ روی اختیار فرمانا ۳۲۵
۸- ہر کام کے لئے مکمل سامان کی دستیابی ۳۲۵
۹- حق پر استقامت ۳۲۶
۱۰- لوگوں کی خیر خواہی کرنے والوں سے محبت ۳۲۶
۱۱- اہل مجلس کا اعزاز فرمانا ۳۲۷
۱۲- ہر سائل پر توجہ فرمانا ۳۲۸
۱۳- افرادِ امت پر والد کی طرح شفقت .. ۳۲۸
۱۴- مجلس محمدی ﷺ کا حال ۳۲۸

مضمون	صفحہ
(د) حضور ﷺ کا حیا مبارک	۳۱۱
۱-کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیا مبارک .	۳۳۵
۲-انتہائی حیا مبارک کی حدیث	۳۳۶
۳-چہرۂ مبارک سے حیا کے اثرات کا ظاہر ہونا	۳۳۶
۴-غیر محرم خواتین کے متعلق حیا مبارک .	۳۳۷
باب نمبر ۱۱	۳۳۸
حضور نبی کریم ﷺ کا سراپا رحمت	
۱-حضور ﷺ مومنوں کے لئے خصوصی رحمت	۳۴۰
۲-حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں ..	۳۴۱
۳-امت کو غمگین دیکھ کر آپ ﷺ کا غمخوار ہونا	۳۴۲
۴-حضور ﷺ مومنوں پر مہربان و رحم کرنے والے ہیں	۳۴۲
۵-درِ حبیب کریم ﷺ پر لعنت کا سودا نہیں	۳۴۴
۶-سرکارِ دو عالم ﷺ کی رحمت کی وسعت	۳۴۵
۷-حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کی گواہی	۳۴۶
۸-رحمت اور جود کا واقعہ	۳۴۷
آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی اور رحمت	۳۴۹
۹-امت کے بے سہارا افراد پر رحمت ...	۳۴۹
۱۰-احکام دین کے بارے میں امت پر رحمت	۳۵۰
(ب) حضور ﷺ کی وفا مبارک	۳۵۱
۱-غربا و مساکین سے وفا	۳۵۲
۲-اہلِ محبت سے وفا	۳۵۴
اپنوں سے حسنِ وفا کے واقعات	۳۵۴
۳-رضاعی والدہ اور بہن سے حسنِ سلوک	۳۵۵
۴-رضاعی والدہ کا اعزاز و اکرام	۳۵۶
۵-حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے وفا	۳۵۶
۶-قرابت داروں سے وفا	۳۵۷
۷-حسن عہد	۳۵۷
باب نمبر ۱۲	۳۵۹
حضور ﷺ کے اوصافِ عبدیت	
(الف) عباداتِ مصطفیٰ ﷺ	۳۵۹
۱-رات کے وقت عبادات	۳۶۳
۲-دائمی عبادات مبارک	۳۶۵
۳-رات کے وقت قیام و سجود کا معمول .	۳۶۷
۴-عبادات میں مشقت کا حال	۳۶۹
۵-رات کی نفل عبادات میں قرأت کا حال	۳۷۱
۶-قرأت میں خوش الحانی	۳۷۲
۷-دن کے وقت نفلی عبادات	۳۷۳
۸-نمازِ چاشت کی ادائیگی	۳۷۴
۹-سفر میں نماز چاشت کو ترک فرمانا	۳۷۵

مضمون	صفحہ
۱۰- گھر میں نفل نماز کا معمول	۳۷۵
۱۱- دن میں عبادت کے معمولات	۳۷۶
۱۲- نفلی روزے	۳۷۷
۸- ہر ماہ میں روزہ کا معمول	۳۷۹
(ب) خشیتِ الٰہی	۳۸۰
۱- سب سے زیادہ خشیتِ الٰہی رکھنے والے	۳۸۲
۲- حضور ﷺ کی خشیت کا والہانہ انداز	۳۸۳
۳- نماز میں خشیتِ الٰہی کا منظر	۳۸۴
۴- تلاوتِ قرآن کے دوران خشیتِ الٰہی کا حال	۳۸۵
۵- سورج گرہن کے وقت خشیتِ الٰہی	۳۸۶
(ج) حضور ﷺ کی شانِ عاجزی وانکساری	۳۸۸
۱- اللہ تعالیٰ کی طرف سے تواضع اختیار کرنے کا حکم	۳۹۰
۲- حضور ﷺ کی معاشرتی تواضع	۳۹۰
۳- سواری کے سلسلے میں تواضع	۳۹۱
۴- دعوت میں تواضع کا پہلو	۳۹۲
۵- لوگوں کے گھروں میں تواضع کا اہتمام	۳۹۳
۶- صحابہ کرام ؓ کی بزم میں تواضع	۳۹۳
۷- گھر میں تواضع کا حال	۳۹۴
۸- حج میں تواضع کا پہلو	۳۹۴
۹- فتح مکہ کے موقع پر عاجزی	۳۹۵
۱۰- مرعوب آدمی سے اظہارِ عجز	۳۹۵
۱۱- وفود سے تواضع کے ساتھ پیش آنا	۳۹۵
۱۲- اہل وعیال وخدام سے تواضع	۳۹۶
۱۳- گھریلو کام کاج میں شانِ عجز	۳۹۶
۱۴- تعظیم بجالانے والوں کی تربیت	۳۹۷
(د) حضور ﷺ کا توکل علی اللہ	۳۹۸
۱- حضور ﷺ کو توکل علی اللہ کا حکم	۴۰۲
۲- انبیاء کرام کا اللہ تعالیٰ پر توکل	۴۰۴
۳- حضور ﷺ کے توکل علی اللہ کی مثالیں	۴۰۶
۴- حضور ﷺ کے توکل کی انفرادیت	۴۰۷
۵- حفاظتِ جان کے متعلق توکل مبارک	۴۰۹
۶- معاملاتِ جہاد میں توکل	۴۱۰
۷- معاملاتِ رزق میں توکل علی اللہ	۴۱۱
۸- مادی وسائل میں توکل	۴۱۲
باب نمبر ۱۳	۴۱۳
حضور نبی کریم ﷺ کی سخاوت	
۱- زبانِ مبارک سے کبھی لفظ نہیں نہ فرمایا	۴۱۵
۲- درِ نبوی ﷺ میں سائلین کی سفارش پر اجر	۴۱۶
۳- حضور ﷺ کے خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مزید عطائیں	۴۱۷
۴- پہاڑ کی مقدار کے برابر سونا خرچ کرنے کی خواہش	۴۱۹
۵- ناشائستہ بھکاریوں پر عطائیں	۴۲۱
۶- اختیار و سخاوت کا انوکھا انداز	۴۲۳

صفحہ	مضمون

۷-تحفہ کے بدلے تحفہ عطا فرمانا ۴۲۴
۸-حضور ﷺ کی شانِ غنیٰ ۴۲۴
۹-تحفہ کے پھل کے بدلے زیورات کی عطا ۴۲۵
۱۰-رمضان المبارک میں شانِ سخاوت .. ۴۲۵
۱۱-خزانوں کے مالک وسخی ۴۲۶
۱۲-اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے سخی . ۴۲۷
۱۳-دشمنوں کو عطائے کثیر سے محب صادق بنانا ۴۲۷
۱۴-آپ ﷺ کے وعدے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عطا فرمانا ۴۲۹
۱۵-خزانوں کو تقسیم کرنے والے ۴۳۰
۱۶-عطائے بے پناہ سے دل موہ لینا..... ۴۳۱
۱۷-عطائے حافظہ وعلم ۴۳۲
۱۸-مختلف عطائیں ۴۳۳
۱۹-غزوۂ ہوازن کے موقع پر عطائیں ... ۴۳۴
۲۰-حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر عطا ۴۳۴
باب نمبر ۱۴ .... ۴۳۶
حضور ﷺ کا فقر وصبر
(الف) فقرِ مصطفیٰ کریم ﷺ ۴۳۶
۱-دنیاوی مال ومتاع میں فقر ۴۳۸
۲-فقر مصطفیٰ ﷺ کا ایک عملی پہلو ۴۴۰
۳-حالت فقر میں شان بے نیازی ۴۴۱
۴-فقر وفاقہ میں طمانیت ۴۴۳
۵-حضور ﷺ کے گھروں میں فقر کا سماں ۴۴۴
۶-مہینہ بھر گھر میں چولہے کا نہ جلنا ۴۴۶
۷-سونے کے پہاڑوں کو اللہ کے نام خرچ کرنے والا فقر ۴۴۸
۸-حج کے دوران فقرِ مصطفےٰ ﷺ ۴۴۹
۹-نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کا فقر .. ۴۴۹
۱۰-فقرِ محمدی ﷺ کا ایک منظر ۴۵۲
۱۱-فقرِ محمدی ﷺ اور ملتِ اسلامیہ ۴۵۳
۱۲-حضور ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فقر ۴۵۴
۱۳-سفر میں فاقہ کشی کا حال ۴۵۵
۱۴-حضور ﷺ کی دعوت کا واقعہ ۴۵۶
(ب) حضور ﷺ کا صبر مبارک ۴۶۰
۱-صبر بحکمِ الٰہی ۴۶۱
۲-مکہ میں بے مثل صبر مبارک ۴۶۳
۳-بھوک پیاس میں بے انتہا صبر مبارک ۴۶۴
۴-صاحبزادے کے وصال پر صبر ۴۶۴
۵-اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف پر صبر ۴۶۶
۶-اللہ کی راہ میں پہنچنے والے زخموں پر صبر ۴۶۷
۷-حضور ﷺ کا انتہائی صبر ۴۶۸
۸-منافقین کے رویہ پر صبر ۴۶۹
باب ۱۵ .... ۴۷۲
صداقتِ مصطفیٰ ﷺ
۱-ایسے صادق جو کبھی نہ بہکے ۴۷۴

مضمون	صفحہ
۲-حضور ﷺ کا حق لانا اور سچوں کی تصدیق کرنا	۴۷۵
۳-غمی وخوشی میں حق کے امین	۴۷۶
۴-ایسی بات کا امین جو صراطِ مستقیم ہو	۴۷۸
۵-حضور ﷺ صراطِ مستقیم کی دعوت دینے والے ہیں	۴۷۸
۶-اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شاعری نہیں سکھائی	۴۷۹
۷-حضور ﷺ کو جنون سے کوئی واسطہ نہیں	۴۸۱
۸-حضور ﷺ کاہن نہیں	۴۸۱
۹-ابوجہل کا اقرارِ صداقت	۴۸۲
۱۰-حضور ﷺ کو سچا ماننے والوں کے مقام	۴۸۳
۱۱-تسلیم صداقت مصطفیٰ ﷺ کے لئے اہم شرط	۴۸۵
۱۲-مزاح میں بھی سچی بات فرمانا	۴۸۵
۱۳-کفار ومخالفین کا اقرارِ صداقتِ مصطفیٰ ﷺ	۴۸۷
(ب) حضور ﷺ کی امانت داری	۴۸۹
۱-حضور ﷺ وحی الٰہی کے انوکھے امین	۴۹۰
۲-گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امانت داری	۴۹۳
۳-حضور ﷺ کی امانت داری پر اعتراض منافقت ہے	۴۹۴
۴-امانتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی تصدیق	۴۹۶
باب نمبر ۱۶	۴۹۸
حضور ﷺ کے فضلات کی خصوصیت	
۱-پسینہ مبارک کا خوشبودار ہونا	۵۰۰
۲-حضور ﷺ کے تھوک مبارک کے متعلق صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے رویہ سے استدلال	۵۰۱
۳-ایک واقعہ سے استدلال	۵۰۳
فضلاتِ مبارکہ کی طہارت کے متعلق روایات	۵۰۵
۵-استنجا کے ڈھیلوں کا خوشبودار ہونا	۵۰۶
۶-حضرت قاضی عیاض کی تصریح	۵۰۷
۷-بول مبارک نوش کرنے کے واقعات	۵۰۷
۸-امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز تبصرہ	۵۰۸
۹-خون مبارک کو ادباً وتعظیماً پینے کے واقعات	۵۰۹
۱۰-حضرت علامہ غلام رسول سعیدی کی ایمان افروز وضاحت	۵۱۰
۱۱-بعد میں آنے والے علماء کی عقیدت کا حال	۵۱۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہر قسم کی حمد وثنا ہے کہ جس کی قدوسیّت کی کوئی حد نہیں، وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے، وہ ابد سے ازل تک اپنی تمام صفات کے ساتھ کامل ہے، وہ اپنی قدرت وتخلیق اور اختیارِ حیات وممات میں بے مثل بادشاہ ہے، اس کے لئے تمام مخلوقات کو حشر کے روز اکٹھا کرنا کچھ مشکل کام نہیں، اس نے اپنی تمام مخلوقات کے تمام افعال و اعمال اور ان کے انجام کا احاطہ کر رکھا ہے، کوئی نافرمان وسرکش اس کے ملک سے فرار حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی جن وانس کے تمام نافرمان اپنی بداعمالیوں سے اس کے مقام میں سے کوئی ذرہ بھر کمی کر سکتے ہیں اور نہ کوئی عبادت واطاعت کے ذریعے اس کے مقام میں اضافہ کرسکتا ہے مگر اس نے اپنے ارادہ وکرم سے تمام مخلوقات میں سے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کو اپنی بارگاہ میں بلند رتبہ عنایت فرمایا جبکہ انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے حضرت سیدنا ومولانا وملجأنا وماوانا وشفیعنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام اولین وآخرین کا سردار، خاتم الرسل بنایا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ پر بے حساب و بے شمار درود وسلام ہوں۔ دائمی طور پر رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ ﷺ پر۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کرام علیہم السلام پر یہ خصوصی فضل وکرم ہے کہ اس نے ہر امت پر اپنی توحید ووحدانیت کے اقرار، بندگی واطاعت کے ساتھ ساتھ اپنے نبی محترم کی رسالت کا اقرار لازم فرمایا۔ ہر امت کی نیکی وطاعت کو اپنے نبی محترم کے طریقۂ مبارک سے مشروط فرمایا جبکہ امام الانبیاء حضور سرورِ کونین ﷺ کی نبوت کا اقرار تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا اور پھر اپنے سب انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے تمام اقوام و

ملل سے ان کے ادوار میں عہد لیا کہ جب وہ نبی محترم ﷺ تشریف لے آئیں تو تم ان پر ایمان لے آنا جیسا کہ اس عہد کے متعلق خود خالق کائنات اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں یوں آگاہ فرمایا:

''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○'' (آل عمران:۸۱،۸۲)

''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لے آئیں جو تمہاری تصدیق کریں تو تم ضرور بضرور اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور میرے اس وعدے کو پختگی سے پکڑتے ہو تو انبیاء کرام (علیہم السلام) نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں اور جو کوئی اس عہد سے پھرے گا وہی فاسق ہوگا''

قرآن کریم کی دیگر کئی آیات اس بات پر شاہد ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام آسمانی صحائف وکتب میں حضور ﷺ کے اوصافِ جلیلہ کا ذکر فرمایا اور جلیل القدر انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو نبی آخر الزماں ﷺ کے جملہ اوصافِ مبارکہ سے آگاہ کیا حتیٰ کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو حضور ﷺ کے ذاتی نام مبارک ''احمد'' کے متعلق آگاہ کر کے آمدِ باسعادت کی خوشخبری ان الفاظ میں دی ''وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ'' اور میں تمہیں اپنے بعد آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام مبارک احمد ہے (صف:۶/۶۱) پس ہمارے رسول کریم ﷺ بہت بلند مقام کے حامل ہیں۔ دین اسلام میں سب سے اہم رکن اللہ تعالیٰ کی توحید

وحضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ہے اور یہ سب سے پہلا اور بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں کئی مواقع پر ارشاد فرمایا ''اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ'' اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ (النساء:۱۳۶/۴) پس معلوم ہوا کہ ایمان پہلے ہے اور عمل اس کے بعد جبکہ ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ خالق کائنات پر ایمان لانا ہے اس کے ذاتی وابدی کیا اوصاف ہیں۔ اس کے رسول ﷺ کے کیا خصائص ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے اوصافِ جلیلہ اور اپنے حبیب ﷺ کے خصائصِ مبارک کو بیان کیا اور حضور ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کے اوصافِ مطہرہ اور اپنے خصائصِ مبارکہ کا ذکر فرمایا ہے۔ نیز صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے خود بھی حضور ﷺ کے کئی خصائص مبارکہ کا مشاہدہ کیا اور انہیں اپنے پیروکار افراد کے سامنے پیش کیا۔ یہ تمام اوصاف ہمارے سامنے آج قرآن کریم، تفاسیر، احادیث، فقہ وسیرت وتاریخ کی کتب میں بکھرے پڑے ہیں۔ ان کے متعلق جاننا ہر صاحبِ ذوق مسلمان کے لئے انتہائی اہم ہے بلکہ انہیں جاننے اور تسلیم کئے بغیر کسی بھی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر مسلمان کو اپنے آبا واجداد، آل اولاد، بھائیوں، تمام رشتہ داروں، پسندیدہ اموال، گھاٹے کے غم سے نڈھال کرنے والی تجارت اور پرآسائش مکانات غرضیکہ دنیا ومافیہا کی تمام اشیاء سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے اور خبردار کر دیا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے اس سطح کی محبت نہ کر سکے تو پھر انہیں اس حکم عدولی پر اللہ تعالیٰ کے اس عذاب سے ڈرنا چاہئے جس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ'' یعنی اگر مذکورہ بالا تمام چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے پیاری ہیں تو پھر انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی امر بھیج دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (التوبہ:۲۴/۹)

جبکہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ " اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو پھر عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جو اللہ سے محبت کریں گے اور وہ ان سے محبت کرے گا جو مومنوں پر مشفق اور کفار پر سخت ہوں گے' اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور وہ اس کی محبت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کھائیں گے (المائدہ:۵۴)

حضور ﷺ نے بھی اس حقیقت کو یوں بیان کیا "لَا یَجِدُ اَحَدٌ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَكُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا " کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان کی حلاوت نہ چکھ سکے گا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تمام ماسوا سے زیادہ محبت نہ کرے (بخاری:۴' کتاب الادب ح ۹۷۸) ان دلائل سے ثابت ہوا کہ تمام فرائض' واجبات اور تمام اشیاء سے زیادہ اہم بات اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانا اور محبت کرنا ہے۔ ایمان ومحبت کا یہ اہم تقاضا ہے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے اوصاف سے بھی محبت کی جائے اور ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کی جائیں۔

حضور ﷺ پر قربان جائیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی تخلیق' میثاق نبوت' حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہونے والے اپنے ذکر خیر کے متعلق' اپنے خاندان' اپنی اولاد' بچپن' جوانی' بڑھاپا' وصال' وصال کے بعد عالمِ برزخ میں اپنے مقام' روز قیامت اپنے لئے سب سے پہلے اذنِ شفاعت' اپنے لئے مقامِ محمود پر فائز کئے جانے' جنت میں سب سے پہلے داخلہ کے بارے میں اور جنت میں سب سے بلند وعزت والے مقام میں قیام کے متعلق ہمیں روشناس فرمایا۔ قرآن کریم اور احادیث وسیرت کی کتب میں رسالت مآب ﷺ کے بشری محاسن' اوصاف جمال واخلاق و عادات' خصائص مردانہ و جرأت وشجاعت' قوت وجلال' صبر واستقامت' سخاوت' فقر'

صداقت وامانت، وفا وایفا، اوصاف کریمانہ یعنی رحمت وشفقت، لطف وکرم، چشم پوشی و درگزر، کو انتہائی احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان اوصاف مبارکہ کے علاوہ حضور ﷺ کی شانِ عبدیت خاصہ کا ذکر مبارک بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جب کوئی حضور ﷺ کی اپنے پروردگار سے محبت، عبادت واطاعت، اخلاص، زُہد وتقویٰ، خشیت الٰہی، اللہ کے حضور عجز وانکساری، توکل علی اللہ، اللہ تعالیٰ کے نام پر ہر چیز کی قربانی اور انفاق کا جذبہ و عملِ صادق جیسے اوصافِ بندگی کا الفاظ میں کچھ ذکر پڑھتا ہے تو پھر آدمی کی عقل دھنگ (دنگ) رہ جاتی ہے اور جتنا کوئی مومن آدمی اپنے نبی مکرم سرورکونین ﷺ کی محبت میں ڈوب کر آپ ﷺ کے اوصافِ مبارکہ کا زیادہ عرفان حاصل کرے گا اسی قدر اس کے قلب میں آقائے کریم ﷺ کی محبت کا اور غلبہ ہوگا۔ اسی لحاظ سے اس کا ایمان کامل سے اکمل ہوتا چلا جائے گا۔ اسی نسبت سے اس کے قلب میں اللہ جل شانہ کی محبت جلوہ گر ہوگی کیونکہ حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا بندۂ خاص اور خاتم الرسل سمجھ کر محبت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے گویا حضور ﷺ سے محبت، حضور ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق عبدیت خاصہ ونبوت ورسالت کی بناء پر ہے۔ پس سرورِکونین ﷺ سے محبت اللہ تعالیٰ سے عین محبت کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا جزو لاینفک ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

جو مسلمان بھی حضور ﷺ کے قرآن واحادیث میں بیان کردہ خصائصِ جسمانی، روحانی ونبوی کا مطالعہ محبت وایمان سے کرے تو اس کے عقائد خود بخود وہ ہو جائیں گے جو کہ جمہور صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، تابعین، آئمہ فقہائے کرام، اولیاء اتقیاء اور علماءِ حق کے تھے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ کے اوصاف مبارکہ کا ذکر ہر دور میں صلحائے امت کا اولین مشغلہ رہا ہے۔ اس طرح وہ بھی حضور ﷺ کے خصائصِ مبارکہ کے علم واقرار سے ان کی جماعت میں شامل ہو جائے گا اور امید ہے کہ وہ ارشادِ نبوی کے مطابق محشر وجنت میں انہی حضرات کے ساتھ ہوگا ''مَنْ اَحَبَّ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔

راقم الحروف نے زیرِ نظر کتاب میں حضور ﷺ کے نورِ مبارک کی اوّل تخلیق، میثاق نبوت مصطفیٰ ﷺ، تخلیق حضرت آدم کے وقت نبوت مصطفیٰ ﷺ، تمام آسمانی کتب میں حضور ﷺ کے ذکر اور آپ پر ایمان لانے کے عہد کا ذکر، اہل کتاب کے آپ کو پہچان کر انکار کرنے کا ذکر، حضور ﷺ کے جسمانی حسن و جمال، حلیہ مبارک، اخلاقیات و اوصافِ مردانہ و پیغمبرانہ اور اوصافِ عبدیت خاصہ کا ذکر کیا ہے۔ میں نے قرآن و احادیث اور فقہائے مسالک اربعہ اور متاخرین علمائے اہلسنّت والجماعت کی مشہور کتب سے استفادہ کیا ہے اور انہی کی فکر کے تحت اپنی طرف سے تمام قارئین کرام کیلئے آسان الفاظ استعمال کرنے کی سعی کی ہے۔ مجھے اپنی علمی و عملی بے مائیگی کا پورا پورا اقرار ہے جبکہ اس کا لکھا جانا اور چھپ کر عوام الناس تک پہنچنا محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے اور حضور ﷺ کی نگاہِ شفقت ہے۔

آخر میں میں اپنے قریبی مخلص دوست صوفی محمد شفیق صاحب نقشبندی مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے اس کتاب کی تحریک کی بڑی تاکید کے ساتھ ترغیب دی اور یہ بھی ترغیب دی کہ میں یہ کتاب ہر مرحلہ میں باوضو لکھوں اور جتنی جلدی ہو سکے اسے مکمل کروں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کتاب کو مکمل طور تمام مراحل میں باوضو تحریر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اپنی رضا و کرم سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

صوفی محمد نواز

20 جنوری 2007ء

بروز ہفتہ بشب 12:10

باب نمبرا

تخلیق اوّل نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔تخلیق کائنات کی غرض وغایت:

اللہ جل شانہ ازل سے اپنے تمام اوصافِ جمیلہ کے ساتھ موجود تھا۔مخلوق کی تخلیق سے قبل اکیلا اپنی صفات وذاتِ باکمال کے ساتھ قائم تھا۔ اس میں وہ تمام اوصافِ مبارکہ موجود تھے جن کا اظہار اس نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا۔مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے وہ خود ہی اپنی ذاتِ بابرکات کا قدردان تھا۔اس کے علاوہ کسی بھی قسم کی مخلوق کا وجود نہ تھا۔ وہ ایک مخفی خزانہ تھا جسے اس وقت سوائے اس کی اپنی ذات مبارکہ کے کوئی دوسرا نہ جانتا تھا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت وارادہ کے ساتھ چاہا کہ اس کی قدر کرنے والے ہوں تو اس نے کائنات کے تمام نظام کو تخلیق فرمایا تاکہ زمین وآسمان کی تمام مخلوقات کا ہر نفس اس کی حمد وثناء میں رطب اللسان ہو جائے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا:

''وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا'

اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ اسی کا سامنے خوشی سے یا مجبوری سے سجدہ ریز ہے(رعد:۱۵/۱۳)

''وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ '

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی

تسبیح نہیں سمجھتے (بنی اسرائیل:۴۴/ ۱۷)۔

''وَالطَّيْرُ صَٰٓفَّٰتٍ ط كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ '

اور پر پھیلانے والے پرندوں کو بھی اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔ (نور:۴۱/۲۴)

''وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ''

اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں (شوریٰ:۵/۴۲)

''وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ○''

اور تارے اور درخت اس کے سامنے سربسجود ہیں۔ (رحمٰن:۶/۵۵)

''سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ '

اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو مخلوق آسمانوں پر اور جو زمین پر ہے (حشر:۱/۵۹)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ نے مخلوقات کی لاکھوں انواع پیدا فرمائیں مگر ان میں ملائکہ' جنات اور انسانوں کو کئی خوبیوں کی بناء پر سب پر فوقیت دی۔ ملائکہ کو نور سے تخلیق فرمایا لہٰذا ان میں نافرمانی کا جذبہ ہی نہ رکھا۔ ان کے اجسام لطیف بنائے اور انہیں آسمانوں پر آباد کیا اور زمین و آسمان کے متعلق امور پر انہیں متعین فرمایا۔ قرآن و حدیث کی رو سے آسمانوں کے چپہ چپہ پر فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف ہیں جبکہ زمین پر جن و انس کو بسایا اور ان کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام بھیجے۔ ان کے ذمے اپنی پرستش کرنا لازم فرمایا اور ان کی تخلیق کا مقصد یوں بیان فرمایا:

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○'

ہم نے جنس و انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا (ذاریات:۵۶/۵۱)

ملائکہ اور جنات پر انسان کو فضیلت عطا فرمائی اور انسانوں میں سے انبیاء کرام کو اپنی اطاعت' عبادت و معرفت کے لئے پسند فرمایا۔ انبیاء کرام کے قلوب و ارواح میں اپنی محبت و بندگی کے خصوصی اسرار کھولے اور انہیں اپنے اختیاری چناؤں سے تمام مخلوقات پر فوقیت و غلبہ عطا فرمایا۔ ان کی ظاہری و باطنی خود تربیت فرمائی۔ انہیں علم و عمل

۲۹۱۱۲۵

کے لحاظ سے بھی دوسروں سے سربلند فرمایا۔

یہ انبیاء کرام کی فضیلت ہے کہ پروردگار عالم نے ان کی مبارک ہستیوں کے ذریعے ان کی امتوں کو ہدایت عطا فرمائی۔ ہر امت کے لئے فلاح و کامیابی اس کے اپنے نبی محترم کی اطاعت میں رکھی۔ لہٰذا ہر امت کو اپنے نبی محترم کی تعلیم کے مطابق اپنی بندگی کا حکم فرمایا پھر انبیاء کرام علیہم السلام میں سے حضرت محمد ﷺ، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کو کثرتِ افراد و عبادت، علم و عرفان کی بناء پر فضیلت عطا فرمائی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں سے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی امت کو ایمان و عمل صالح کے لحاظ سے برتری عطا فرمائی۔ امت محمدیہ ﷺ کے مومن افراد باقی تمام امتوں کے کل افراد سے بھی دوگنا زیادہ ہوں گے پھر ہمارے نبی محترم ﷺ کی نبوت کا اقرار تمام انبیاء کرام سے عالم ارواح میں لیا گیا۔ ہر نبی محترم علیہ السلام نے اپنی امت سے حضور ﷺ کی بعثت کے وقت آپ ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات میں سے انبیاء کرام افضل و برتر ہیں اور تمام انبیاء کرام کے پیشوا حضرت محمد ﷺ ہیں اور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کرام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عارف و قدردان ہیں اور تمام امتوں سے زیادہ آپ ﷺ کی امت ایمان و عمل صالح میں سبقت رکھتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے مقصود عین حضور ﷺ ہیں۔ نیز ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قدردان پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی روح مبارک کے نورِ مبارک کو اپنے نورِ ذات کے فیضان کے ساتھ (امرِ کن) سے پیدا فرمایا جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سب سے بڑے قدردان و محب ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے آخیر میں آپ ﷺ کا ظہور فرمایا اور آپ ﷺ کے ذریعہ جن وانس کی کل تعداد میں سے زیادہ تر کو اپنی بندگی، ہدایت اور رحمت سے فیض یاب کیا یعنی تخلیق کائنات کا مقصد پہچانِ ربوبیت ہے۔ رب تعالیٰ کے سب سے بڑے عابد و عارف اور قدردان حضور ﷺ ہیں۔ اس لحاظ سے بھی

آپ ﷺ ہی اول مخلوق ہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قدر دان اور عابدِ خاص ہوا سے ہی اوّل الخلق ہونا چاہئے۔

۲- احادیث کی روشنی میں تخلیق اول کا بیان:

نبی کریم ﷺ نے اپنے کئی ارشاداتِ مبارکہ میں اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنی پہچان کرانے کے لئے تمام کائنات کے منظّم نظام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو کائنات کے تمام افراد میں سے میری ہستی مبارک کو بلند درجہ عطا فرمایا اور تمام مخلوقات میں سے تخلیق کے لحاظ سے بھی مجھ ہی (ﷺ) کو سبقت عطا فرمائی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے اولؔ روحِ مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق فرمایا اور آپ ﷺ پر تمام قسم کی سعادتوں کا اتمام فرمایا۔ ان باتوں کا علم ہمیں ذیل کے ارشاداتِ نبوی سے ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث عبدالرزاق ابو بکر بن ہمام نے اپنے مصنف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اُخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلَ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَآءَ قَالَ یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءَ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُّوْرِہٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَۃِ حَیْثُ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتُ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا جَنَّۃٌ وَّلَا نَارٌ وَّلَا مَلَكٌ وَّلَا سَمَآءٌ وَّلَا

میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے اول کس چیز کو پیدا فرمایا۔ فرمایا اے جابر! تحقیق اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت ودوزخ، ملائکہ

شَمْسٌ وَّلَا قَمَرٌ وَّلَا جِنّی وَّلَا اِنْسِی۔ — آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ بھی نہ تھا (زرقانی جلد اول، ص ۴۶)

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ۔ (میلادِ مصطفی از علامہ رضاء المصطفیٰ، ص ۱۰۴) — میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس مقصد کے لئے میں نے نور محمد ﷺ کو تخلیق کیا۔

اس حدیث پاک کا پوری کائنات میں اظہار ہو چکا ہے اور امت محمدیہ ﷺ کے اربوں انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت میں مصروف ہیں اور تا قیامت کھربوں انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی حضور ﷺ کو اپنا آقا و مولا، خاتم النبیین تسلیم کر کے اور کمال رغبت سے آپ ﷺ کے طریقہ مبارک کے مطابق کر کے مقصدِ بندگی کو حاصل کریں گے۔ گویا اس طریق سے بھی حضور ﷺ کے اول الخلق ہونے سے اللہ تعالیٰ کی توحید والوہیت کا انکار نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر کوئی حرف آتا ہے بلکہ حضور ﷺ ہی وہ پہلے بندۂ خاص ہیں کہ جن کی تبلیغ سے کھربوں کی تعداد میں انسان اور جنوں کو عبدیت کا سلیقہ آیا اور حضور ﷺ کے فیضان سے ان کی بندگی کو قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت:

وَفِیْ حَدِیْثِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنْ اَنَا، اَنَا الَّذِیْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَوَّلَ كُلِّ شَیْءٍ نُوْرِیْ فَسَجَدَ لِلّٰهِ فَبَقٰی فِیْ سُجُوْدِهٖ سَبْعَ مِائَةِ عَامٍ فَاَوَّلُ كُلِّ شَیْءٍ سَجَدَ لِلّٰهِ نُوْرِیْ وَلَا فَخْرَ یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنْ اَنَا، اَنَا — اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! تو جانتا ہے میں کون ہوں۔ میں وہ ہوں جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ تو میرے نور نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ سات سو سال سجدہ میں رہا تو سب سے پہلے جس نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا

اَلَّذِیْنَ خَلَقَ اللّٰہُ الْعَرْشَ مِنْ نُّوْرِیْ وَالْکُرْسِیَّ مِنْ نُّوْرِیْ وَاللَّوْحَ وَالْقَلَمَ مِنْ نُّوْرِیْ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَنُوْرَ الْاَبْصَارَ مِنْ نُّوْرِیْ وَالْعَقْلَ مِنْ نُّوْرِیْ وَنُوْرُ الْمَعْرِفَۃُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ نُّوْرِیْ وَلاَ فَخْرَ ۔

(جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۲۴۵، از عارف سید عبدالرحمٰن عیدروس)

۔ وہ میرا نور تھا۔ یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا۔ اے عمر! کیا تو مجھے جانتا ہے میں کون ہوں۔ میں وہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو میرے نور سے بنایا اور کرسی کو میرے نور سے بنایا اور لوح وقلم کو میرے نور سے بنایا اور شمس وقمر اور آنکھوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ مومنوں کے دلوں میں نورِ معرفت کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ یہ (بات میں) فخراً نہیں کہتا۔

۴۔ تمام انبیاء کرام سے اول تخلیق نورِ محمد ﷺ:

سورۂ احزاب کی آیتِ میثاق ''وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ '' الخ کے تحت تمام مفسرین قدیم نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے کہ جس میں حضور ﷺ کے مخلوق اول ہونے کا ذکر خیر کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اسی آیت کریمہ کے تحت امام المفسرین ابن جریر یہ حدیث نقل فرماتے ہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنِ جَرِیْرٍ عَنْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ قَالَ ذُکِرَلَنَا اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ کُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِیَآءِ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ ۔

ابن جریر قتادہ سے راوی ہیں ''واذ اخذنا الایۃ'' فرمایا کہ ہمارے لئے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں پیدائش میں اول انبیاء ہوں اور بعثت میں آخر ہوں۔

وَاَخْرَجَ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَۃِ عَنْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ

یعنی ابن ابی شیبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ''واذ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ قَالَ بَدَیٔ بِیْ فِی الْخَیْرِ وَکُنْتُ اٰخِرُهُمْ فِی الْبَعْثِ ۔

اخذنا ''الخ پڑھتے۔ فرماتے بھلائی میں مجھ سے ابتدا کی گئی اور میں ان انبیاء سے تشریف لانے میں آخر ہوں۔

۵- عالمِ ارواح میں فیضانِ نورِ مصطفیٰ ﷺ:

احادیث میں اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ پروردگارِ عالم نے سب سے پہلے اپنے امرکُن سے مصطفیٰ کریم ﷺ کے نور کو تخلیق کیا اور پھر اس نور سے دیگر اشیاء کو تخلیق فرمایا۔ گویا کائنات کی ہر چیز حضور ﷺ سے فیض پا رہی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نورِ مصطفیٰ ﷺ کے اول تخلیق کے متعلق حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

درحدیث صحیح وارد شدہ کہ ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ''

حدیث صحیح میں آیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے پیدا کی وہ میرا نور تھا

(مدارج النبوۃ، مرقات شرح مشکوٰۃ لملاعلی القاری جلد ۱، صفحہ ۱۴۰، جواہر البحار جلد ۲، صفحہ ۱۹۶، از فاسی، جواہر البحار جلد ۲، صفحہ ۲۲۰، از روح البیان، نشر الطیب صفحہ ۴)

اس حدیث کو تمام مفسرین اور سیرت نگاروں نے درج کیا اور اسی حدیث مبارکہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ اس حدیث کی صداقت کے لئے یہی بات کافی ہے۔

۶- نورِ مصطفیٰ ﷺ کی خصوصیت:

پروردگارِ عالم جل شانہ نے حضور ﷺ کی روحِ مبارک کے نور کو اپنی ذاتِ پاک کے نورِ عین کے فیض سے تخلیق فرمایا اور آپ ﷺ کے نورِ مبارک میں بے شمار اوصاف کو کمال حد تک ودیعت فرمایا جس کا ذکر اس حدیث پاک میں کیا گیا ہے۔

قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ نُوْرِیْ مِنْ نُّوْرِ عِزَّتِهٖ ۔

(شمائل الاتقیا، صفحہ ۴۲، اللشیخ العارف

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنی عزت کے نور کے فیض سے پیدا فرمایا

رکن الدین المتعلم ۵ ۲ ۷ھ)

علماء اہل سنت والجماعت نے یہاں اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ ''فَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ مِّنْ نُّوْرِ عِزَّتِهٖ'' کا مطلب یہ ہے کہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کا مادہ نورِ الٰہی نہ تھا کہ جس سے شرک کا احتمال ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کمال احتمال سے اپنی قدرت کاملہ سے حضور ﷺ کی روح انور کے نور مبارک کو تخلیق فرمایا اور تمام مخلوقات میں سے تخلیق میں سبقت عطا فرما دی۔ بقول خواجہ محمد شاہ الدینؒ

اصفیاء سے اولاً جس کا نور ذات کبریا سے ہے ظہور
لامکاں جس کے لئے ہے کوہِ طور من وعن سب جسم وجاں سے نور ونور

قرآنِ کریم کی روشنی میں تخلیق میں اوّلیتِ مصطفیٰ ﷺ:

روایات میں اس بات کا ذکر بھی موجود ہے کہ تخلیق کے بعد نورِ مصطفیٰ ﷺ نے اپنے پروردگار کی ہزاروں سال تک عبادت کی جیسا کہ روایت میں آتا ہے:

فَسَجَدَ لِلّٰهِ فَبَقٰى فِىْ سُجُوْدِهٖ سَبْعَ مِائَةَ عَامٍ فَاَوَّلُ كُلِّ شَىْءٍ سَجَدَ لِلّٰهِ نُوْرِىْ ۔
(جواهر البحار ۲، ص ۳۴۵)

پس اس (نور محمد ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کے حضور سات سو برس تک سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے پہلے میرے نور نے سجدہ کیا

جبکہ حضرت جابر کی روایت کے الفاظ ہیں کہ

فَعَبَدَ لِلّٰهِ ذٰلِكَ النُّوْرُ فِىْ كُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَةٍ ۔ (تحفۃ الرضانی میلادِ مصطفیٰ ص ۶۳ طبع مکتبہ جمال کرم لاہور)

پھر اس نور نے ہر حجاب میں ایک ایک ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اقل، اکثر کی نفی نہیں کرتا۔

مسفرین کرام نے قرآن کریم سے بھی اس بات کو ثابت کیا ہے جیسے کہ سورۂ انعام کی آیت ۱۴ میں آتا ہے:

قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ

فرما دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں

اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ (۷ پ' الانعام ۱۴)

سب سے پہلے اللہ کے حضور گردن جھکاؤں اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا۔

اس آیت کریمہ سے بھی حضور ﷺ کا اول الخلق ہونا ثابت ہوتا ہے جیسے کہ اس آیت کریمہ سے صاحب تفسیر صاوی نے استدلال کیا ہے۔

فَهُوَ اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى الْاِطْلَاقِ ۔

حضور علی الاطلاق بغیر کسی قید کے اول مسلمین ہیں (تفسیر صاوی جلد۲' صفحہ ۷)

جبکہ سورۂ زمر میں یوں فرمایا گیا ہے:

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ (۲۳پ' زمر' ۳۹/۱۲)

اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے اول گردن جھکاؤ۔

نیز سورۂ زخرف میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۔ (۲۵پ' زخرف ۴۳/۸۱)

تم فرماؤ بالفرض رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی پوجا کرتا۔

پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی ایک اور آیت کریمہ کے ذریعے اپنی بندگی کے اقرار کا اظہار فرمایا تو اس میں سے بھی آپ ﷺ کے اول الخلق و اول العابدین ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ۔

(پارہ ۸' الانعام ۱۶۱ تا ۱۶۳)

تم فرماؤ بے شک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک، دین ابراہیم کی ملت جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔ تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

۸- علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

اس آیت کے تحت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مفید بات تحریر فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تمام مخلوق سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو اس کا جواب ہاں میں حضور ﷺ نے سب انبیاء کرام سے بھی پہلے دیا۔

فَـاِنْ قِيْـلَ اَوَ لَيْـسَ اِبْـرَاهِيْـمَ وَالـنَّبِيُّـوْنَ قَبْـلَـهٗ قُلْنَا عَنْهُ جَوَابَانِ اَحَـدُهُـمَـا اَوَّلُهُـمْ مِنْ حَيْثُ اِنَّـهٗ مُـقَـدَّمٌ عَـلَيْهِـمْ فِـى الْـخَلْقِ وَفِى الْـجَـوَابِ يَـوْمَ اَلَسْـتُ بِـرَبِّكُمْ ثَـانِيْهُـمَـا اِنَّـهٗ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ اَهْلِ مِلَّتِهٖ ۔

(تفسیر الفتوحات الالٰھیہ جلد ۲، صفحہ ۱۱۷)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام حضور ﷺ سے پہلے (مسلمان) ہیں ہم دلیل دیں گے کہ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ سب انبیاء سے اول ہیں۔ اس حیثیت سے کہ پیدائش اور الست بربکم کے جواب میں حضور ﷺ ان سب پر سبقت رکھتے ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے دین والوں سے اول المسلمین ہیں۔

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح:

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ يَعْنِىْ اَوَّلُ مَنِ اسْتَسْلَمَ عِـنْـدَ الْاِيْجَادِ لِاَمْرِ كُنْ وَعِـنْـدَ قَبُوْلِ فَيْضِ الْمُحَبَّةِ لِقَوْلِهٖ يُـحِبُّهُـمْ وَيُـحِبُّـوْنَـهٗ وَلَاسْتَسْلَامُ لِلْمُحَبَّةِ فِىْ قَوْلِهٖ يُحِبُّوْنَهٗ دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُـوْرِىْ كَـذَا فِـىْ لِتَـاْوِيْلَاتِ

وانا اول المسلمین یعنی امر کن کے ایجاد کے وقت اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے فیض محبت کے قبول کے وقت پہلا فرماں بردار میں ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول یحبونہ میں محبت کے لئے پہلا فرماں بردار میں ہوں۔ اس پر حضور ﷺ کے قول مبارک اول ماخلق اللہ نوری

النَّجْمِيَّةِ ۔ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا) بطور محبت ہے۔ تاویلات نجمیہ میں ایسا ہے

(تفسیر روح البیان جلد ۲' زیر آیت بالا)

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْاِيْجَادِ لِاَمْرِ كُنْ كَمَا قَالَ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ ۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا (تفسیر نیشاپوری' جلد ۲' زیرِ آیتِ بالا)

احادیث صحیحہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو تخلیق فرمایا تو ان میں سے ان ارواح پر اپنے انوار کی خصوصی تجلیات برسائیں جن کو دنیا میں ایمان و معرفت حق سے سرفراز کرنا مقصود تھا جیسا کہ ذیل کی حدیث پاک میں آیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰـهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِي ظُلْمَةٍ فَاَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاهُ ضَلَّ فَلِذٰلِكَ اَقُوْلُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ

(احمد' ترمذی' مشکوٰۃ' کتاب الایمان' ح ۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور ان پر نور کی تجلی فرمائی جس کو یہ نورانیت مل گئی اس کو ہدایت نصیب ہوئی اور جس کو نورانیت سے حصہ نہ ملا وہ گمراہ رہا۔ سرکار نے فرمایا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ علم الٰہی پر قلم خشک ہو چکا ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عام مومنین کی ارواح پر اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں تخلیق کے وقت اپنے نور کی تجلیات برسا کر انہیں ایمان و عمل صالح کے ساتھ دوسرے منکر افراد پر فضیلت بخشی ہے تو سرورِ کائنات ﷺ کی روح مبارک کی طبعاً و خلقاً پاکیزگی و طہارت اور نورانیت و لطافت کا کون مکمل ادراک کر سکتا ہے۔

(ب) حضور ﷺ کا وجہِ تخلیقِ کائنات ہونا

اس کائنات کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا راستہ بتانے کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں۔ ہر لحاظ سے انبیاء علیہم السلام اعلیٰ درجات کے حامل ہیں۔ ان سے بھی حضور ﷺ کی رسالت ونبوت کا اقرار کرایا گیا اور ان میں جلیل القدر انبیاء علیہم السلام نے حضور ﷺ کی امت میں شامل ہونے کی خواہش کی۔ آپ ﷺ کو عزت وبزرگی کے لحاظ سے تمام کائنات پر درجوں فضیلت عطا فرمائی گئی۔ آپ ﷺ کو تمام کائنات کے لئے رحمت بنا دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ پوری کائنات کے رسول اعظم ہیں۔ گمراہوں کو حضور ﷺ کے ذریعے ہدایت دی گئی ہے۔ کائنات کی تمام مخلوقات آپ ﷺ کے دین کی اطاعت پر مجبور ہے۔ اب تا قیامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ہی نورِ ہدایت ملے گا جو صدق دل سے حضور ﷺ کی عظمت کا اقرار کرے گا اور حضور ﷺ کے نقش پا مبارک کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور حضور ﷺ کی سنت مطہرہ کی اتباع کرے گا۔ پس معلوم ہوا ہے کہ زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے اور بندگی اس وقت قبول کی جائے گی جب بندہ سرورِ کونین ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے گا۔ اس لحاظ سے حضور ﷺ وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے وجودِ مبارک سے ہی اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے مقصد کی تعبیر فرمائی۔ اس بات کو آقائے نامدار ﷺ نے خود کئی مقامات پر اپنی زبانِ حق ترجمان سے بیان فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعْرِفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِیْ وَلَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ الدُّنْيَا ۔

(مواہب وشرحہ للزرقانی جلدا' صفحہ ۵۳' صلوٰۃ الاصفا لاعلیٰ حضرت صفحہ ۱۳' موضوعاتِ کبیر للقاری الحنفی صفحہ ۵۸' خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۳' ابن عساکر)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا کیا کہ ان کو تمہاری اس کرامت اور قدر ومنزلت سے باخبر کروں جو تمہاری میرے ہاں ہے اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا

لَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا وَّلَا جِنًّا وَّلَا مَلَكًا ۔

(جواہر البحار جلد ۳' صفحہ ۳۷' از صاوی)

اے حبیب ﷺ! اگر تمہیں پیدا نہ کرتا تو میں نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو' نہ جن کو نہ فرشتہ کو۔

حضرت امام ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وفی حدیث رواه صاحب شفاء الصدور وغیرة قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَوْلَاكَ مَاخَلَقْتُ اَرْضِیْ وَلَاسَمَائِیْ وَلَا رَفَعْتُ هٰذِهِ الْخَضْرَآءِ وَلَا بَسَطْتُ هٰذِهِ الْغَبْرَآءِ ۔ (جواہر البحار جلد ۲' صفحہ ۱۰۷)

ایک اور حدیث میں ہے جس کو صاحب شفاء الصدور وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (ﷺ) مجھے میری عزت اور جلال کی قسم اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں اپنی زمین پیدا کرتا اور نہ اپنا آسمان' نہ اس آسمان کو بلند کرتا اور نہ اس زمین کو بچھاتا پھیلاتا

۱۔ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو کچھ پیدا نہ کیا جاتا:

سرورِ کونین ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر فرمایا کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں حضرت محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی نہ پیدا کرتا۔ حضرت امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی یوں وضاحت فرمائی ہے:

وَفِیْ رَوَايَاتِ اُخِرِ لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُ

یعنی اور روایتوں میں ہے (کہ اللہ

السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَلاَ الطَّوْلَ وَلاَ الْعَرْضَ وَلاَ وَضَعَ ثَوَابَ وَلاَ عِقَابَ وَلَا خَلَقْتُ جَنَّةَ وَلاَ نَارًا وَّلَا شَمْسًا وَّلاَ قَمَرًا ۔

(جواہر البحار جلد ۲، صفحہ ۵۷، ۳۴۳، از عارف عیدروس)

تعالیٰ نے فرمایا) اگر میرا حبیب نہ ہوتا تو نہ میں آسمان کو تخلیق کرتا نہ زمین کو اور نہ لمبائی اور نہ چوڑائی کو اور نہ ثواب وعذاب کو مقرر کرتا اور نہ جنت کو پیدا کرتا نہ دوزخ کو نہ سورج کو نہ چاند کو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمایا:

فَلَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ وَلاَ خَلَقْتُ عَرْشًا وَّلَا كُرْسِيًّا وَّلَا لَوْحًا وَّلَا قَلْمًا وَّلَا سَمَآءً وَّلَا اَرْضًا وَّلَا جَنَّةً وَّلَا نَارًا وَّلَا دُنْيَا وَّلَا اُخْرٰى ۔

(جواهر البحار جلد ۳، صفحه ۲۳۵، از محمد مغربی)

اللہ جل جلالہ نے فرمایا اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو اے آدم میں تمہیں پیدا نہ کرتا اور نہ عرش کو پیدا کرتا اور نہ کرسی اور نہ لوح کو اور نہ قلم کو اور نہ آسمان کو اور نہ زمین کو اور نہ بہشت کو نہ دوزخ کو اور نہ دنیا کو نہ آخرت کو۔

۲- اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب:

روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو اس حقیقت سے آگاہ فرمایا۔

قَالَ تَعَالٰى لِاٰدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ ۔

(زرقانی شرح مواهب جلد ۱، صفحه ۴۴، ۶۲، اشعة اللمعات جلد ۴، صفحه ۶۶۴)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عالم بالا میں انتہائی بلند عرش کے مقام پر فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لَهٗ فِيْ لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ

اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) سے فرمایا اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو میں

اَلْاَفْلَاکَ ۔(فیوض الحرمین لشاہ ولی اللہ صفحہ ۵۲، انیس الجلیس صفحہ ۱۳۰)

آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

تمام صوفیاء کرام نے ان احادیث کو اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے جیسے کہ اولیائے نقشبند کے امام و پیشوا حضرت شیخ احمد محمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات شریف میں اس حدیث شریف کو درج فرمایا۔

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ ۔ (مکتوبات مجدد سرهندی جلد ۳، صفحه ۲۳۲)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب) اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

۳- اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ سے قبل آنے والے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ اے عیسیٰ علیہ السلام! میرے محبوب نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا کیونکہ اگر میں نے انہیں پیدا نہ کیا ہوتا تو کسی چیز کو بھی پیدا نہ فرماتا

روی ابو الشیخ فی طبقات الاصفهانیین والحاکم عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اُوْحِیَ اللّٰهُ اِلٰی عِیْسٰی آمِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمُرْ اُمَّتَكَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِهٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَّاخَلَقْتُ آدَمَ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَآءِ فَاضْطَرِبَ فَکَتَبْتُ عَلَیْهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَکَنَ صححه الحاکم ۔

(زرقانی شرح مواهب، جواهر البحار)

ابو الشیخ طبقات اصفہانیین میں اور امام حاکم حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ تو حضرت محمد ﷺ پہ ایمان لا اور اپنی امت کو بھی یہ حکم دے کہ وہ بھی حضور ﷺ پہ ایمان لائیں۔ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت کو نہ دوزخ کو اور بے شک میں نے عرش کو پانی پہ پیدا کیا تو وہ مضطرب ہونے لگا پھر میں نے اس پہ لآ

اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تو وہ سکون میں آیا۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا۔ الخ

پس مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ خاتم الرسل، حبیب خدا، رحمۃ للعلمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ اگر کوئی تعقل پسند ان احادیث کو ضعیف کہہ کر ان کا انکار کرتا ہے تو کرے لیکن ان احادیث کو گزشتہ اجل علماء وصوفیاء کرام نے اپنی اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے اور ان روایات کا اقرار کرتے ہوئے حضور ﷺ کی بعثت، کو وجہِ تخلیق کائنات ہونے کا اقرار کیا ہے اور سیرت وفضائل مصطفیٰ ﷺ کی کتب میں نقل کر کے اپنے دلائل کے ساتھ ان روایات کی تائید کی ہے۔

اَنَـا مِـنْ نُّـوْرِ اللّٰہِ وَالْـمُـؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ ۔

میں اللہ تعالیٰ کے نور کے فیضان سے پیدا کیا گیا ہوں اور تمام مومن میرے نور سے پیدا کیے گئے ہیں

(مدارج النبوۃ، جواھر البحار)

خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ ۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور فیضان سے پیدا کیا گیا اور مومن میرے نور سے تخلیق کیے گئے

(مکتوبات امام ربانی جلد۳، صفحہ ۲۳۱)

عَبْـدُالـرَّزَّاقِ عَـنْ مُّـعَـمَّرٍ عَنِ ابْنِ الْـمُـنْـكَـدَرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُـوْلَ اللّٰہِ صَـلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَـنْ اَوَّلِ شَـیْءٍ خَـلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی؟ فَـقَـالَ: ھُـوَ نُـوْرُ نَبِیِّكَ یَاجَابِرُ ثُمَّ خَـلَـقَ فِیْـہِ كُـلَّ خَیْرٍ وَخَلَقَ بَعْدَہٗ كُـلَّ شَـیْءٍ ۔ (الجزء المفقود من الجز الاول عن المصنف طبع بیروت ص ۶۳، مصنف عبدالرزاق اردو ص ۹، طبع مکتبہ قادریہ لاہور)

امام عبدالرزاق، معمر سے وہ ابن المنکدر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جابر! وہ تیرے نبی کا نور تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر خیر وبھلائی کو پیدا کیا اور اس کے بعد ہر چیز کو پیدا کیا۔

(ج) تخلیق حضرت آدم سے قبل نبوتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے جب زمین پر انسان کی آبادی کا نظام ترتیب دے دیا' نیکی و بدی' اور خیر و شر کا تعین فرما دیا' انسانوں کی ارواح کی تخلیق فرما دی اور اب زمین پر انسان کو بسایا جانا تھا تو اس وقت بھی انبیاء کرام کو فضیلت عطا کی گئی اور ان میں سے پانچ جلیل القدر انبیاء کرام کی ارواح سے پروردگارِ عالم نے یہ عہد کیا کہ تم گواہ رہنا جو انسان دنیاوی زندگی میں سچائی پر قائم رہیں گے میں انہیں اجر عظیم عطا کروں گا اور جو لوگ دنیاوی زندگی میں کفر و بدعملی کو اپنائیں گے تو میں نے ایسے منکر قسم کے لوگوں کے لئے دردناک عذاب تیار کر لیا ہے جس میں انہیں مرنے کے بعد جکڑ لیا جائے گا اور اس طرح ان پانچ انبیاء کرام سے پختہ وعدہ لے کر دنیا میں تمام انسانوں کو اس وعدے سے انبیاء کرام' آسمانی کتب اور قرآن کریم کے ذریعے خبردار کر دیا گیا۔

اس میثاق میں جن پانچ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سرفہرست امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا ذکر مبارک کیا گیا اس کے بعد حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا نام لیا گیا۔ اس آیت کریمہ میں اگر دنیاوی زمانے کو مدنظر رکھا جاتا تو پھر حضور ﷺ کا ذکر خیر آخر میں کیا جاتا مگر حضرت نوح علیہ السلام سے بھی پہلے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر خیر کرنے میں دراصل حضور ﷺ کے اول الخلق اور اول النبی ﷺ ہونے کی طرف واضح ثبوت ہے تاکہ تمام جہان والوں کو معلوم ہو جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آنے والے

انسانوں کے لئے اپنے حق پر مبنی دستور کا اعلان فرمایا اور اس میثاق میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے پانچ کا انتخاب کیا تو اس موقع پر بھی حضور ﷺ کو بحیثیت نبی باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر تقدم عطا فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(پارہ ۲۱، الاحزاب ۷/۳۳)

اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے وعدہ لیا تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے ان سے سخت عہد لیا تا کہ ہم سچوں سے ان کے سچ کا سوال کریں اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کا اسلوبِ بیان ظاہر کر رہا ہے کہ یہ میثاق جو پانچ انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا گیا وہ عالمِ ارواح میں لیا گیا کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں آنے کے بعد لیا گیا ہے یہ بات اس آیت کریمہ سے ثابت نہیں ہوتی جبکہ ''وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ'' اور جب ہم نے نبیوں سے وعدہ لیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ مجموعی طور پر لیا گیا جب دنیا میں ان پانچ انبیاء کرام علیہم السلام کا اکٹھا ہونا حیاتِ ظاہری میں ثابت نہیں ہے اس لئے واضح ہوا کہ یہ میثاق عالمِ ارواح میں لیا گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں تمام قدیم مفسرین کرام نے حضور ﷺ کی تخلیق میں اولیت کا ثبوت مراد لیا ہے اور اس مقام پر ان احادیث کو نقل کیا ہے جن میں حضور ﷺ نے اپنی تخلیق و نبوت میں اولیت کا ذکر فرمایا ہے۔

۱- احادیث سے آیت میثاق کی تشریح:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِذْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس فرمان خداوندی ''وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ

اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ قَالَ كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِى الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِى الْبَعْثِ ۔

مِيْثَاقَهُمْ " کی تفسیر میں فرمایا کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پیدائش میں مقدم ہوں' اول ہوں اور معبوث ہونے میں آخر ہوں (رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ صفحہ ۱۱ تا ۱۲)

ذَكَرَ السُّيُوْطِىُّ وَقَالَ اَخْرَجَهٗ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ فِىْ تَفْسِيْرِهٖ اَبُوْ نَعَيْمٍ فِى الدَّلَائِلِ وَزَادَ فِىْ اٰخِرُهٗ فَبَدَا بِهٖ قَبْلَهُمْ ۔

(خصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۳)

حضرت امام سیوطی نے اتنا اور ذکر کیا پس اس لئے رب کریم نے انبیاء سے پہلے حضور سے شروع کیا (یعنی پہلے مِنْكَ فرمایا) بعد میں وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى الخ فرمایا۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةَ قَالَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ ۔

(ترمذی جلد دوم ابواب المناقب حدیث رقم ۱۵۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ سرورِ کونین ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں تخلیق کے لحاظ سے انبیاء کرام پر سبقت رکھتا ہوں اور میں اس سے قبل نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا تانا بانا بنایا جا رہا تھا۔

۲-مختلف تفاسیر سے وضاحت:

اب قارئین کرام کے سامنے مفسرین متقدمین کی وہ تفسیری آرا پیش خدمت کی جاتی ہیں جن میں انہوں نے اس آیت کریمہ میں بیان کردہ مضمون کی وضاحت فرمائی ہے۔

۳۔تفسیر روح البیان میں وضاحت:

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے تحت یہ روایت درج کی گئی ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُنْتُ اَوَّلُهُمْ خَلْقًا وَّآخِرُهُمْ بَعْثًا ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں انبیاء سے پیدا ہونے میں اول ہوں، معبوث ہونے میں آخری ہوں۔

۴۔تفسیر خازن:

حضرت علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وقدم النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی الذکر تشریفا له وتفضیلا ولماروی البغوی باسناد الثعلبی عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِی الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ قَالَ قَتَادَةَ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللهِ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ فَبَدَاَ بِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (تفسیر خازن، زیرآیت نمبر۶، سورۂ احزاب)

اس آیت میں حضور ﷺ کا ذکر حضور ﷺ کی تعظیم اور فضیلت کے لئے پہلے کیا اور اس وجہ سے جس کو امام بغوی نے باسناد ثعلبی، ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں پیدائش میں انبیاء سے اول ہوں اور تشریف آوری میں ان سے آخر ہوں۔ حضرت قتادہ نے فرمایا اسی کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک میں ہے "واذاخذنا" الخ اسی لئے پہلے حضور ﷺ کا ذکر کیا

۵۔تفسیر درِ منثور:

تفسیر درمنثور میں سرورِ کونین ﷺ کی تخلیق مبارک کا یوں ذکر فرمایا گیا ہے:

واخرج الحسن بن سفیان وابن ابی حاتم وابن مردویه و ابونعیم فی الدلائل والدیلمی وابن عساکر

ابو نعیم دلائل میں، دیلمی اور ابن عساکر بطریق قتادہ حسن سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور ﷺ سے

من طريق قتادة عن الحسن عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی قول اللّٰه تعالٰی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ الاية قَالَ كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِی الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ فَبَدَئ بِهٖ قَبْلَهُمْ ۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول (واذاخذنا ۔ الایۃ) میں راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں خلقت میں اول انبیاء ہوں اور بعثت میں ان سے آخر ہوں۔ اسی لئے ان سے پہلے میرا ذکر ہوا۔

(تفسیر درمنثور زیرآیت ۶، سورۂ احزاب)

۶- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفسیر:

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کے تحت جو احادیث درج فرمائی ہیں ان میں سے چند احادیث ذیل میں درج کی گئی ہیں۔

وَاَخْرَجَ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰی اَسْتَنْبَئْتَ قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ حِيْنَ مِنِّیْ الْمِيْثَاقِ ۔

ابن سعد نے اخراج کیا کہا کہ ایک مرد نے حضور ﷺ سے کہا کہ کب آپ سے خبر طلب کی گئی۔ فرمایا کہ جب مجھ سے وعدہ لیا گیا تو آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

وَاَخْرَجَ الْبُزَّازُ وَالطِّبْرَانِیُّ وَالْاَوْسَطِ وَاَبُوْنُعَيْمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی كُنْتُ نَبِيًّا قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔

بزاز اور طبرانی اوسط میں اور ابونعیم دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ومخرج ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ! آپ کب نبی تھے؟ فرمایا (کہ میں اس وقت بھی نبی تھا) جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

۷- قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لَهُ وَاَشْعَارًا يُّمَا اَخْبَرَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ قَالَ كُنْتُ اَوَّلُ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ رَوَاهُ سعد عن قتادة ورواه البغوی ۔

(الحدیقہ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ لامام عبدالغنی النابلسی الحنفی ج ا صفحہ ۳۰)

حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے اس آیت میں حضور ﷺ کا ذکر پہلے کیا اور اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جس کی حضور ﷺ نے خبر دی کہ میں پیدا ہونے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے اول ہوں اور تشریف لانے کے اعتبار سے آخر ہوں۔

۸۔تفسیر ابن کثیر میں وضاحت:

ابن ابوحاتم' ابوذرعۃ محمد بن بکار' سعید بن بشیر' قتادہ' امام حسن بصری' ابوہریرہ نے حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَاِذْ اَخَذْنَا'' الایۃ کے تحت روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خلقاً اول انبیاء ہوں اور بعثاً ان سے آخر ہوں۔اسی لئے میرا ذکر ان سے پہلے کیا اور اس حدیث کو سعد بن ابی عروبہ نے قتادہ سے مرسلاً روایت کیا۔

۹۔تفسیر ضیاء القرآن میں وضاحت:

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام سے یہ پختہ وعدہ لیا گیا کہ تبلیغ دین کی جو ذمہ داری انہیں سونپی گئی ہے اس میں وہ سرِ مو غفلت نہیں کریں گے۔

پہلے اجمالاً انبیاء کرام کا ذکر فرمایا بعد میں چند اولی العزم رسولوں کے نام کی تصریح کردی جو صاحبِ کتاب اور صاحبِ حیثیت تھے ان میں سب سے پہلے حضور ﷺ کا ذکر فرمایا تاکہ حضور ﷺ کی عظمت وشوکت کا اظہار ہو جائے۔ نیز اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا اگرچہ حضور ﷺ کی بعثت تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) کے بعد میں ہوئی لیکن تخلیق میں اولیت کا شرف حضور فخر الاولین و آخرین ﷺ کو ہی ہے۔

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ جب حضور ﷺ سے اس آیت کریمہ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلُهُمْ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ ۔

یعنی پیدائش میں میں سب نبیوں سے پہلے تھا اور بعثت میں سب نبیوں کے بعد

(تفسیر ضیاء القرآن، ج۴، ص ۱۶)

باب نمبر۲

میثاقِ نبوتِ مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ تمام قدرتوں کا مالک ہے جب اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء کرام کی ارواحِ مبارکہ کی تخلیق فرمائی تو پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کی گواہی اور آپ ﷺ کی مہمات میں آپ ﷺ کی مدد کرنے کا ان سے وعدہ لیا حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ بخوبی جانتا تھا کہ اس نے خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کسی بھی نبی محترم کے دور میں نہیں فرمانی تو پھر اس کا کیا مقصد تھا کہ ان سے عالم ارواح میں وعدہ لیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے امام الانبیاء احمد مصطفیٰ ﷺ کی شان کا اظہار کرنا مقصود تھا اور پھر اس میثاق کو قرآن کریم میں درج کر کے اُمت محمدیہ ﷺ کو بتانا مقصود تھا کہ تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں ہمارے پیارے نبی ﷺ کا امتی ہونے کا شرف عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ کمال حد تک اپنے نبی محترم ﷺ کی تعظیم وقدر کریں اور ان کے احکامات بلاحیل وحجت بجا لائیں کیونکہ حضور ﷺ وہ عظیم مرسل ہیں کہ جن کی اطاعت کا انبیاء علیہم السلام بھی اقرار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو اپنے حبیب ﷺ کی نبوت واطاعت کے اقرار کے اس عہد سے یوں خبردار کیا جو اس نے انبیاء کرام علیہم السلام سے عالمِ ارواح میں لیا تھا۔

ا- آیت میثاق:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ — اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے وعدہ لیا

اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ

(پ ۳ آل عمران ۳/۸۱)

کہ جب تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں پھر تمہارے ہاں وہ رسول تشریف لے آئیں اس کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے تو ضرور اس پر ایمان لے آنا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس پر ذمہ داری قبول کرتے ہو تو انبیاء نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پس تم اس بات پر ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔

اس آیت کریمہ کا یہ حصہ کہ جس میں فرمایا ''وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ '' اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے وعدہ لیا کہ جب تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں'' اس سے معلوم ہوا کہ:

(۱) کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ انبیاء کرام سے مجموعی طور پر لیا کیونکہ اگر یہ وعدہ فرداً فرداً لیا گیا ہوتا تو ''وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ '' نہ فرمایا جاتا بلکہ یہ فرمان ہوتا کہ ہم نے ہر نبی سے اس کی زندگی میں وعدہ لیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ میثاق' نبوتِ مصطفیٰ ﷺ عالم اروح میں لیا گیا کیونکہ اس آیت کا یہ جملہ کہ جس میں انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور اقرار کیا اور عرض کیا ''قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا '' انہوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں۔ یہ جملہ بھی تمام انبیاء کرام کے مجموعی اقرار کو ظاہر کرتا ہے جبکہ دنیاوی زندگی میں تمام انبیاء کرام کا اجتماع نہیں ہوا جس سے معلوم ہوا کہ یہ میثاق عالم ارواح میں لیا گیا۔

(۲) اس آیت کریمہ کا یہ جملہ ''لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ' جب تمہیں (تمہاری دنیاوی زندگی) میں کتاب وحکمت دے دوں' ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت انبیاء کرام کو کتاب وحکمت کی تفصیل عطا نہیں کی گئی تھی بلکہ خلعت نبوت سے سرفراز کیا

گیا تھا۔

(۳) آیت کریمہ کا یہ حصہ کہ جس میں فرمایا "ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ" پھر وہ رسول تشریف لے آئیں جو اس کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب نبی آخرالزمان ﷺ تشریف لائیں گے تو وہ تم سب کی تصدیق کریں گے۔ تمہاری نبوتوں اور شریعتوں کو سچا قرار دیں گے۔ یہ منصب بھی حضور ﷺ نے ادا کیا اور تمام انبیاء کرام کی تصدیق فرمائی اور اپنی امت کے لئے تمام انبیاء سابقین علیہم السلام پر ایمان اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کو لازم قرار فرمایا۔

(۴) پھر انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم دنیا میں جاؤ تمہاری شریعت وحکمت نافذ ہو جائے اور لوگ اس پر عمل کر رہے ہوں مگر اسی وقت اگر ہمارا رسولِ محترم ﷺ تشریف لے آئے تو تم ہمارے نبی محترم پر ایمان لے آنا اور ان کے دینی احکامات پر عمل کرنا اور مہمات میں ان کی مدد کرنا' اپنی شریعت کو ترک کر دینا اور آپ ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہو جانا پس اس سے مراد حضور ﷺ ہی ہیں۔

(۵) پھر اللہ تعالیٰ نے کمال اہتمام سے فرمایا "أَأَقْرَرْتُمْ" کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو تو تمام انبیاء کرام نے مجموعی طور پر اقرار کیا اور یوں عرض کیا "أَقْرَرْنَا" ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ اس پر بھی بات کو ختم نہ کیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "فَاشْهَدُوْا" تم سب اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ ہم سب ایک دوسرے کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا اقرار اور اطاعت کریں گے۔ اگر وہ ہمارے دور میں تشریف لے آئیں اور اس امر پر ہم ایک دوسرے کے گواہ ہیں اس کے بعد اس میثاق نبوت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا "وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ" اور میں بھی تمہارے ساتھ تمہارے اس اقرار پر گواہ ہوں۔

اگر اللہ جل شانہ یہ بات بھی نہ فرماتا تو پھر بھی بات شک وشبہ سے بالاتر تھی مگر اللہ

تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے انبیاء کرام میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں یعنی میں نے یہ تم سے وعدہ لیا اور تم سب نے اس کا اقرار کیا ہے اس سے بھی حضور ﷺ کے کمالات کا اظہار فرمایا گیا۔

(۶) اقرار لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کی شان وشوکت' نبوت کی اہمیت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا'' فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ '' جوکوئی اس کے بعد انکار کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں (آل عمران:۸۲)

اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ میں خطاب تو انبیاء کرام سے فرمایا گیا ہے مگر اس سے مراد ان کی امتیں ہیں کیونکہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح گردانی ہی نہیں کر سکتے جبکہ امت میں سے فاسق لوگ ہو سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے رائے دی ہے اس سے مراد انبیاء کرام (علیہم السلام) اور ان کی امتیں بھی ہیں اور اگر فرض محال وہ بھی اس حکم کو نہ بجا لاتے تو ان کا شمار فاسقوں میں کر دیا جاتا۔

۲-آیت میثاق کا ماحصل:

یہ آیت کریمہ ظاہر کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کی ارواح کو اکٹھا کر کے ان سے حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے اور ان کی دینی امور میں مدد کرنے کا اقرار لیا جس کا انہوں نے پاس کیا اور اپنے اپنے ادوار میں آپ ﷺ کا انتظار کرتے رہے اور جب ان کے وصال کا وقت قریب آ جاتا تو وہ اپنی امت کے افراد کو اکٹھا کرتے اور ان کے سامنے حضرت محمد ﷺ کے اوصاف بیان کرتے اور انہیں وصیت فرماتے کہ اگر وہ رسول کریم ﷺ تمہاری زندگی میں تشریف لے آئیں تو تم ان پر ایمان لے آنا اور آپ ﷺ کی غلامی کرنا۔ ہر امت اپنے نبی محترم کے سامنے اس بات کا اقرار کرتی تھی۔ حتیٰ کہ گزشتہ انبیاء کرام اور آسمانی صحائف میں بھی آپ ﷺ کے خاص خاص اوصافِ جمیلہ بیان کئے گئے تھے جس کا ذکر تفصیل سے اس کے بعد کیا جائے گا۔

پس معلوم ہوا کہ گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں نے سرور کونین ﷺ پر ایمان رکھا اور آپ ﷺ سے محبت وعقیدت کا اظہار کیا اور خواہش کی کہ کاش آپ ﷺ تشریف لے آئیں تا کہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لا کر دونوں جہان کی عظیم سعادتوں سے بہرہ مند ہوں۔ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر دور میں حضور ﷺ کا چرچا ہوتا رہا اور جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اب حکم بھی آپ ﷺ کا ہے، اطاعت بھی اور کلمہ بھی، شریعت ودستور حیات بھی۔

حضرت خواجہ محمد شاہ الدین رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ خوب شعر فرماتے ہیں:

منتظر ہوں جس کے تمام انبیاء — ہو لقب جس کو ملا محبوبیت غفران کا

ہو سکے بیان وصف رخ انور محمد ہے محال — ذہن میں آتا نہیں مضمون اس کی شان کا

۳- احادیث کی روشنی میں آیت میثاق کی وضاحت:

حضور ﷺ نے خود اپنے کئی ارشادات میں بھی اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسد مبارک کی تخلیق سے قبل میری نبوت کا میثاق لیا گیا جس میں سے چند احادیث ذیل میں دی گئی ہیں:

وَاَخْرَجَ اِبْنِ مَرْدَوِیَہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی اُخِذَ مِیْثَاقُكَ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔

ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مخرج کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کا میثاق کب لیا گیا؟ فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّۃَ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟ فرمایا کہ جب حضرت

آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (مشکوٰۃ سوم کتاب الفتن' ح ۵۵۱۰)

لَوْلَاکَ یَامُحَمَّدُ لَمَا خَلَقْتُ الْکَائِنَاتِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

اے محمد ﷺ اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا

(جواہر البحار جلد۲' صفحہ ۲۳۵' عن روح البیان جلد ۶' صفحہ ۲۶۷ عن کتاب البرہان لکرمانی)

ان آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے نور مبارک کو اپنے نور کے فیض سے تخلیق فرمایا۔ اس لئے آپ ﷺ کی ذات مبارک' اللہ تعالیٰ کے نور کی مظہر ہے۔

گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی خوشخبری اور انہیں تاکید کی کہ جب آپ ﷺ کی تشریف آوری ہو جائے تو آپ ﷺ پر ایمان لے آنا اور اتباع کرنا جبکہ تمام انبیاء کرام نے معراج کی رات حضور ﷺ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کی بزرگی کا اقرار کیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا لِاُعْرِفَھُمْ کَرَامَتِكَ وَمَنْزِلَتِكَ عِنْدِیْ وَلَوْلَاکَ مَاخَلَقْتُ الدُّنْیَا ۔

(ابن عساکر)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب ﷺ! میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا کیا کہ ان کو تمہاری اس کرامت اور قدر ومنزلت سے آگاہ کروں جو میرے ہاں ہے اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا

ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّاَرْضًا

(جواہر البحار جلد۲ صفحہ ۲۹ عن صادی)

اللہ عزوجل نے فرمایا اے حبیب ﷺ! اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمان اور زمین کو پیدا نہ کرتا۔

۴۔ تفاسیر کی روشنی میں آیت میثاق کی وضاحت:

تمام مفسرین کرام نے آیت میثاق کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں بڑی ایمان

افروز تفسیر تحریر فرمائی جسے پڑھ کر قلب میں سرورِ کونین ﷺ کی عظمت مبارکہ بیٹھ جاتی ہے اور مومن آدمی کا ایمان تر و تازہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے اے میرے پروردگار تیرا کرم ہے تو نے مجھے اپنے حبیب و خاتم النبییّن ﷺ کی امت میں پیدا کیا ہے۔

ہر نبی کا اپنی امت سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لینا:

امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس بنی کو بھیجا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس کی حیات میں محمد (ﷺ) معبوث ہو گئے تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائے گا اور صرور بہ ضرور آپ ﷺ کی نصرت کرے گا اور پھر وہ نبی اللہ کے حکم سے اپنی قوم سے یہ عہد لیتا تھا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے گا اور ان کی نصرت کرے گا۔ بشرطیکہ وہ اس وقت زندہ ہو ورنہ اپنی امت سے یہ عہد لیتا تھا کہ اگر ان کی زندگی میں وہ معبوث ہو جائیں تو وہ ان پر ایمان لائیں' ان کی تصدیق کریں اور ان کی نصرت کریں (جامع البیان ج ۳' ص ۲۳۹' ملتقطا مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

۵۔تفسیر تبیان القرآن میں خوبصورت وضاحت:

اس سورت کے شروع سے اب تک جتنی آیات ذکر کی گئی ہیں ان میں اہل کتاب کی تحریفات اور خیانتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ انہوں نے اللہ کی کتاب میں تحریف کی اور ان کتابوں میں سیدنا محمد ﷺ کے جو اوصاف ذکر کیے گئے ان کو چھپایا یا ان کو تبدیل کر دیا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان کو اس تحریف اور خیانت سے منع کیا جائے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے پر راغب کیا جائے۔ زیرِ نظر آیت کی میں بھی اس

مقصود کی تاکید کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام سے عالم ارواح میں یا بعثت کے بعد بذریعہ وحی یہ میثاق اور پختہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائے گا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرے گا اور آپ ﷺ کی مہمات میں آپ کی نصرت اور مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لینے کے بعد اس کی تاکید کے لئے ان سے صراحتاً اقرار کرایا پھر اس کی مزید تاکید کے لئے فرمایا تم سب اس پر گواہ رہنا اور میں بھی گواہوں میں سے ہوں پھر اس کے بعد فرمایا ''پھر اس کے بعد جو عہد سے پھرا وہی لوگ نافرمان ہیں'' اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ کلام انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی طرف متوجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کے بعد اس سے پھرنا انبیاء علیہم السلام سے متصور نہیں ہے اور چونکہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر اس امت کے زمانہ میں وہ نبی اُمی مبعوث ہو جائیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ اس نبی امی پر ایمان لے آئیں جس نبی کی امت نے بھی اس عہد سے روگردانی کی وہ فاسق اور نافرمان ہوگا۔ علامہ سید محمود آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ یہ کلام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف متوجہ ہو یعنی یہ فرض محال اگر نبیوں میں سے کوئی اس عہد سے پھرا تو وہ بھی فاسق ہو جائے گا اور اس میں ان کی امتوں سے تعریضاً خطاب ہے یعنی صراحتاً انبیاء علیہم السلام کی طرف سند اور کنایۃً ان کی امتوں کی طرف اسناد ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

(روح المعانی، ج ۳، ص ۲۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، تبیان القرآن زیر آیت آل عمران: ۸۱)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اے محمد (ﷺ) تمام امتوں میں سے جو شخص بھی اس عہد کو پکا کرنے کے بعد پورا نہیں کرے گا تو وہ فاسق ہوگا۔

۶- انبیاء کرام کا اپنے اپنے ادوار میں عہد میثاق کو نبھانا:

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:
یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے

تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ کبھی ان میں سے کسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب وحکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد اسی کے زمانے میں رسول علیہ السلام آ جائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت وامداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہیں کہ اپنے علم ونبوت پر نظر رکھ کر اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے۔ ان سے کہا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور میرا ابوجھل مضبوط عہد لے جا رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں ہمارا اقرار ہے۔ تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں۔ اب عہد ومیثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق، بے حکم اور بدکار ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کر دے کہ وہ بھی حضور ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تابعداری میں لگ جائے (تفسیر ابن کثیر زیر آیت آل عمران:۸۱)

۷- تمام انبیائے کرام حضور ﷺ کے تابع ہیں:

تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے تابع ہیں کیونکہ حضرت محمد ﷺ ہی نبی مطلق، رسول مستقل شارع ہیں جیسے کہ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں عارفین نے کہا کہ سیدنا محمد ﷺ ہی نبی، مطلق رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں اور آپ کے ماسوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے تابع ہیں (روح المعانی ج۳، ص۲۱۰، مطبوعہ بیروت، بحوالہ تبیان القرآن دوم ص ۲۳۱)

۸- انبیاء کرام پر حضور ﷺ کی اطاعت:

اس آیت کریمہ میں بیان کردہ حکم ربانی کے مطابق تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر آپ ﷺ کی اطاعت واجب تھی اگر حضور ﷺ کسی بھی جلیل القدر نبی محترم کے دور میں مبعوث کر دیئے جاتے تو وہ نبی محترم دل وجان سے آپ ﷺ کی اطاعت

کرتا کیونکہ وہ دنیا میں آنے سے پہلے اس بات کا اقرار کر چکے تھے۔ اسی بات کو آقائے نامدار (ﷺ) نے بیان فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک (حضرت) موسیٰ علیہ السلام اگر تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا (تفسیر ابن کثیر، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۳۸)

۹-شبِ معراج آیتِ میثاق پر عمل کا اہتمام:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے میثاق تو پہلے ہی کر لیا مگر تمام انبیاء کرام آپ ﷺ کی تشریف آوری کے مشتاق رہے ہاں ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف سے نمائندہ بن کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب بھیجے جائیں گے اور عرصہ دراز تک حضور ﷺ کے دین مبارک پر عمل فرمائیں گے بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو شب معراج شریف حضور ﷺ کی امامت ونبوت کو بالمشافہ طور پر تسلیم کرنے کا موقع عطا کیا گیا اور یوں پوری کائنات کے معززین نفوسِ قدسیہ نے شان وعظمت مصطفیٰ ﷺ کا برملا اور رغبت کے ساتھ اظہار فرمایا اس موقع پر حافظ ابن کثیر کی تشریح بڑی موزوں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانہ میں بھی آپ ﷺ کی نبوت ہوتی آپ ﷺ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپ ﷺ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کے امام آپ ہی بنائے گئے۔ اسی طرح میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ کو فیصلوں کے لئے لانے میں شفیع آپ ﷺ ہی ہوں گے۔ یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ ﷺ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور کل رسول اس دن اس کام سے منہ پھیر لیں گے لیکن آپ ﷺ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے۔ اللہ

تعالیٰ اپنے درود وسلام آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ بھیجتا رہے قیامت کے دن تک' آمین (ابن کثیر زیر آیت آل عمران: ۱۸)

۱۰۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق وخدمت کیلئے انبیاء کرام کا نمائندہ بن کر آنا:

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری دور میں حضرت امام مہدی کے زمانہ میں آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے اور بنفس نفیس حضور ﷺ کی نبوت کی پہلے سے کی گئی تصدیق کا اعادہ فرمائیں گے۔ وہ حضور ﷺ کے دین مبارک کا بول بالا فرمائیں گے اور تقریباً پینتالیس (۴۵) برس کا طویل عرصہ اسی خدمت میں گزاریں گے۔ شادی فرمائیں گے آپ کی اولاد ہوگی اور آپ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی تصدیق کرنا اور آپ ﷺ کے مشن مبارک کی خدمت' جہاد کرنا ہے' انبیاء کرام کے اس میثاق نبوت مصطفیٰ ﷺ کا بھی عملی مظاہرہ ہو جائے گا۔ اس کے متعلق حضور ﷺ نے اپنے ذیل کے ارشادات میں حق پر مبنی معلومات عطا فرمائی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ اَحَدٌ رواه مسلم وفی روایة لهما قال كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ۔

(بخاری ومسلم' مشکوٰۃ جلد سوم' کتاب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم' ابن مریم تم میں ضرور نازل ہوں گے' حاکم عادل کی صورت میں' وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ موقوف کریں گے' جوان اونٹنیوں کو کھلی چھوڑ دیں گے' ان سے محنت کا کوئی کام نہیں لیا جائے گا' دشمنی اور آپس میں بغض رکھنا' ایک دوسرے سے حسد کرنا ختم ہو جائے گا۔ وہ مال کی طرف لوگوں کو بلائیں گے لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا (مسلم) اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب

الفتن ح ۵۲۷۰) عیسٰی بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

وعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لاَ اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ

(مشکوٰۃ جلد سوم کتاب الفتن ح ۵۲۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ قیامت تک غلبے کے ساتھ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا۔ فرمایا کہ عیسٰی بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں، تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عزت بخشی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسٰی بن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ پس شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس (۴۵) سال رہ کر وفات پائیں گے۔ وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن کیے جائیں گے۔ پس میں اور عیسٰی بن مریم دونوں ایک ہی قبر سے ابو بکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے۔ اسے ابن الجوزی نے کتاب الوفاء میں روایت کیا ہے۔

(مشکوٰۃ، جلد سوم، کتاب الفتن، ح ۵۲۷۲)

۱۱- میثاقِ مصطفیٰ ﷺ کب لیا گیا:

جیسا کہ اس سے قبل احادیث کی روشنی میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی ربوبیت کو ظاہر فرمانے کا ارادہ فرمایا تو حضور ﷺ کی روح مبارک کے نور کو تخلیق فرمایا پھر جسے چاہا تخلیق فرمایا پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کو پیدا فرمایا تو اس وقت ان سے مذکورہ بالا میثاق لیا۔ اگرچہ احادیث میں اس کا کوئی خاص زمانہ بیان نہیں کیا گیا مگر بعض احادیث میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے تصریح فرمائی کہ میرا اس

وقت یثاق لیا گیا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور مٹی کے درمیان تھے۔ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیریں تحریر فرما دی تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت حضور ﷺ کے یثاق مبارک کا زمانہ بھی تحریر فرما دیا تھا۔ نیز آپ ﷺ کو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے خاتم النبیین بنا کر تخلیق کر لیا تھا کیونکہ آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے خلائق کی تقدیر کو لکھ لیا تھا۔ گویا زمین آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ وعلم میں تھی تو اس وقت حضور ﷺ کی روح مبارک کے نور کا خلق فرمایا جانا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرْوٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اللّٰہُ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَعَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو بنانے سے پچاس ہزار سال قبل خلائق کی تقدیریں تحریر فرما دی تھیں۔ اس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا (مسلم، مشکوٰۃ، جلد اوّل کتاب الایمان، ۷۲)

عن عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ شَیْءٍ بِقَدَرٍ حَتّٰی الْعَجْزِ وَالْکَیْسِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز مقدر ہو چکی ہے حتیٰ کہ دانائی وحماقت۔

(مسلم، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، ح ۷۳)

ان احادیث میں پانی کی اول تخلیق کا ذکر ہے اس سے اولیت مصطفیٰ ﷺ پر زد نہیں آتی کیونکہ پانی بھی نور ہے اور دو گیسوں ہائیڈروجن اور آکسیجن سے مل کر بنا ہے جو جلنے پر روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہے پھر پانی سے نباتات وحیوانات کی تخلیق کی گئی۔

عِمْرَانُ ابْنُ الْحُصَیْنِ اَرَاَیْتَ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ الْیَوْمَ وَیَکْدَحُوْنَ فِیْہِ

حضرت عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ مزینہ کے دو شخصوں

اَشَیْءٌ قُضِیَ عَلَیْھِمْ وَمَضٰی عَلَیْھِمْ مِنْ قَدَرٍ مَا سَبَقَ اَوْ فِیْمَا یُسْتَقْبَلُوْنَ بِہٖ مِمَّا اَتَاھُمْ بِہٖ نَبِیُّھُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّۃُ عَلَیْھِمْ فَقُلْتُ بَلْ شَیْءٌ قُضِیَ عَلَیْھِمْ وَمَضٰی فِیْھِمْ وَتَصْدِیْقُ ذٰلِکَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا) ۔

(مسلم، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، ح ۸۰)

نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ بتائیں کہ بندے جو عمل کرتے ہیں یا اس میں کوشاں رہتے ہیں کیا وہ چیز ان کے لئے مقدر کر دی گئی ہے، ازل سے لکھی جا چکی ہے، وہ ان پر گزر چکی ہے یا مستقبل میں پیش آنے والی ہے جو ان کے نبی لے کر آئے اور ان پر (بندوں) حجت قائم ہو چکی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ازل میں اس کا حکم ہو چکا ہے اور وہ لوگوں پر واقع ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق کتاب الٰہی سے ہوتی ہے۔ آیت میں ہے قسم ہے جان اور اس ذات پاک کی جس نے اس کو برابر کیا اور دل میں برائی اور بھلائی کو ڈالا۔

جب عام لوگوں کی تقدیر پہلے سے لکھ دی گئی تھی تو آقائے نامدار ﷺ کی شانِ نبوت ورسالت و دیگر اوصافِ مبارکہ بھی روزِ اوّل سے مقدر کر دیئے گئے تھے تو پھر ان کو تسلیم کرنے میں کون سی ممانعت ہے۔

وعن ام سلمۃ قالت یارسول اللہ لَا یَزَالُ یُصِیْبُکَ کُلَّ عَامٍ وَّجَعٌ مِّنَ الشَّاۃِ الْمَسْمُوْمَۃِ الَّتِیْ اَکَلْتَ قَالَ مَا اَصَابَنِیْ شَیْءٌ مِّنْھَا اِلَّا وَھُوَ مَکْتُوْبٌ عَلَیَّ وَآدَمُ فِیْ طِیْنَتِہٖ ۔

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، ح ۱۱٦)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کو زہر آلود بکری کا گوشت کھا لینے کی وجہ سے ہر سال تکلیف ہوتی ہے۔ سرکار نے فرمایا وہ میرے لئے اس وقت مقدر کر دی گئی تھی جبکہ جناب آدم علیہ السلام کے پتلے کے لئے مٹی خمیر ہو رہی تھی

یہ حدیث مبارکہ بھی سرورِ کونین ﷺ کے روزِ اوّل سے تحریر شدہ حالات

وواقعات کی خبر دے رہی ہے یعنی آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کے لئے مٹی خمیر کی جا رہی تھی نہ جانے اس میں کتنا وقت لگایا گیا ہوگا جبکہ اس سے بھی قبل حضور ﷺ کے حالات وواقعات کو درج کر لیا گیا تھا جیسا کہ روایت سے زہر آلود بکری کے گوشت کے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

عَنْ عِبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ فَقَالَ لَهُ اُكْتُبْ قَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اُكْتُبِ الْقَدَرَ فَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ ۔

(ترمذی، مشکوۃ کتاب الایمان ج ۸۷)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ قلم ہے۔ اس کو حکم ہوا کہ لکھ، قلم نے پوچھا کیا لکھوں؟ حکم ہوا کہ تقدیر کو لکھ لہٰذا اس نے ماضی میں جو ہوا اور جو مستقبل میں ہونے والا ہے سب کچھ لکھ دیا۔

ترمذی شریف کی اس آیت میں قلم کے اول خلق ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ علماء کرام نے اس روایت میں ایک باریک نکتہ سے اولیت مصطفیٰ ﷺ کا استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلم کو بنایا گیا تو اسے حکم دیا گیا کہ تقدیر لکھ تو اس نے جو ماضی میں ہوا تھا اور مستقبل میں ہونے والا تھا لکھ لیا۔ معلوم ہوا کہ قلم کی تخلیق سے قبل بھی کچھ تخلیق ہوا تھا۔ یہ نور مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہی اشارہ ہے جو قلم سے بھی قبل تخلیق فرمایا گیا۔

۱۲- زمانۂ میثاق مصطفیٰ ﷺ:

ذیل کی روایات میں حضور ﷺ کے نورِ مبارک کی موجودگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان روایات میں تعارض اس لئے تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ اقل، کثیر کی نفی نہیں کرتا۔ ان روایات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا میثاقِ مبارک حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کی تخلیق سے ہزاروں سال پہلے لیا گیا۔

وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ الْقَطَّانِ كُنْتُ نُوْرًا بَيْنَ يَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ آدَمَ

ابن القطان کی حدیث میں ہے (حضور ﷺ نے فرمایا) کہ میں پیدائش

بِاَرْبَعَةِ عَشَرَ اَلْفِ عَامٍ الخ — سے پہلے چودہ ہزار سال اپنے رب کے سامنے نور تھا

(جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۲۹۴، از عارف نابلسی از ابن حجر مکی، جواہر البحار، جلد ۳، صفحہ ۳۱۹، از مغربی بحوالہ مقام رسول ﷺ، از علامہ منظور احمد فیضی مدظلہ عالی)

اگر چودہ ہزار سال کا زمانہ آخرت کے دن کے لحاظ سے مراد ہے تو پھر اس دور کی طوالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ایک اور روایت درج کی گئی ہے جس سے حضور ﷺ کے نورِ مبارک کے زمانہ کے متعلق ایک خبر ملتی ہے۔ یہ روایت اکثر قدیم وجدید سیرت نگاروں نے اپنی کتب میں تحریر کی ہے۔

وروی فی التشریفات عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ان النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَئَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَمْ عُمِرْتَ مِنَ السِّنِیْنَ قَالَ وَاللّٰهُ لَا اَدْرِیْ غَیْرَ اَنَّ كَوْكَبًا فِی الْحِجَابِ الرَّابِعِ یُظْهِرُ فِیْ كُلِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً رَاَیْتُهٗ اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِیْلَ وَعِزَّةِ رَبِّیْ اَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ ۔

(جواہر البحار، جلد ۲ ص ۴۰۸، روح البیان جلد ۲ ص ۶۱۸، سیرت حلبیہ)

تشریفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا تو نے عمر کے کتنے سال گزارے۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا اللہ کی قسم سوائے اس کے میں کچھ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے نوری حجابات سے چوتھے پردہ میں ستر ہزار سال کے بعد ایک دفعہ نوری تارا ظاہر ہوتا ہے۔ میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام میرے رب کی عزت کی قسم وہی تارا میں ہی ہوں۔

(ب) تخلیق حضرت آدم علیہ السلام اور نورِ مصطفیٰ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

جب اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کو بنا لیا اور ان میں طرح طرح کی مخلوقات کو بسا لیا تو پھر زمین کی خلافت کے لئے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے جسدِ مبارک کو تخلیق فرمایا اور آپ علیہ السلام کے جسد مبارک کو اپنی مشیت کے مطابق ڈھالا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ایک گڑھا رکھا جس میں نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا صدف رکھا پھر حضرت آدم علیہ السلام کے جسد مبارک میں ان کی روح پھونکی اور انہیں اپنی طرف سے علم ودیعت کر کے تمام فرشتوں پر فضیلت بخشی اور تمام ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے تعظیمی سجدہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے تمام ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے انکار کیا اور نوعِ انسانیت کو گمراہ کرنے کا فعل بد اپنے ذمہ لے لیا اور ہمیشہ کے لئے لعنت کا سزاوار ہوا۔

حضرت علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور آپ علیہ السلام کی پیشانی میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوہر کا صدف رکھے جانے کے متعلق بڑی خوبصورت وضاحت تحریر فرمائی ہے۔

چوں تسویہ قالب ادم باتمام	جب قالب آدم تکمیل کے مرحلے سے گزر
رسید وقت دمیدن روح آمد	گیا اور اس میں روح پھونکنے کا وقت آیا۔

اول خطاب بجبرائیل علیه السلام رسید که اے جبرائیل آں درج گرانمایه عالی مقدار کا از خاك پاك کافور ناك روضه مقدسه لولاك صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ که ترتیب نموده بودے، وباب تسنیم وسلسبیل غوطه داده وجائی صدف گوهر نور محمد ﷺ است وباسق عرش آویخته است بیارو درمیان دوابروی آدم آنجاو دیعت نه که صفائے نور وے آدم علیه السلام ازاں نور خواهد بود جبرائیل فرمان بجاآورد ۔

اس وقت سب سے پہلے حضرت جبرائیل کو خطاب ہوا کہ اس عالی مرتبت ذی عزت وذی وقار جوہر کو (جو باعث تخلیق کائنات خواجہ لولاک جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کے روضہ پاک کی خاک اقدس سے بنایا اور اس کو آب تسنیم اور نہر سلسبیل سے دھویا گیا تھا) جو نور محمدی ﷺ کے گوہر کا صدف ہے جس کو عرش کے پائے میں لٹکایا گیا تھا لے کر آئیں اور جبین آدم میں جو گڑھا میں نے رکھا ہے اس سے اس گڑھے کو پر کریں اور یہ امانت جناب آدم علیہ السلام کی پیشانی کی تابندگی کا سبب ہوگی۔ حضرت جبرائیل نے حکم کی تکمیل کی

(معارج النبوۃ رکن اول صفحہ نمبر ۲۱۸)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو اس لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ ان کی پیشانی میں نورِ محمدی ﷺ تھا۔

اِنَّ الْمَلَائِكَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ جِبْهَتِهٖ ۔

(تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۲۱۸)

تحقیق ملائکہ جنہیں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں محمد ﷺ کا نور تھا

بقول حضرت خواجہ محمد شاہ الدین رحمۃ اللہ علیہ

سجدۂ آدم بجا لائے سبھی ملکوت جبکہ نور احمدی اس میں منور ہوگیا

طوقِ لعنت اس لئے ابلیس کو ڈالا گیا — شاہِ دین کے نور کا جس وقت منکر ہو گیا

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کا حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا:

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت رہنے لگے تو کسی طرح شجر ممنوعہ کو کھا لیا جس کی بناء پر آپ علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کو زمین پر اتار دیا گیا۔ زمین پر آ کر حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتے رہے حتیٰ کہ بمطابق بعض روایات تین سو سال گزر گئے پھر ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی سے مغفرت طلب کی تو پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ اکثر سیرت کی کتب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذیل کی روایت کو اس جگہ نقل کیا ہے۔ اس لئے اس جگہ اسے نقل کیا جا رہا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اقْتَرَفَ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِيْ فَقَالَ اللّٰهُ يَا آدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ لِاَنَّكَ يَا رَبِّ خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى صَدَقْتَ يَا آدَمُ اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام نے خطا کی تو کہا اے رب! محمد ﷺ کے طفیل تو میری مغفرت کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے پوچھا اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ان کو ابھی پیدا نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کیا اے رب میں نے محمد ﷺ کو یوں پہچانا کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں پھونکی میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا قوائم عرش پر میں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا دیکھا۔ میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کی طرف

اِلٰی وَاِذَا سَاَلْتَنِیْ بِحَقِّهٖ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَّا خَلَقْتُكَ ۔

(البدایہ والنہایہ' ج ۱' ص ۷۵' نسیم الریاض' ج ۲' ص ۲۲۴' حاکم' مواھب' ج ۱' ص ۱۲) ۔

اضافت نہیں کی ہے مگر اس ہستی کی جو تیرے نزدیک احب الخلق (سب مخلوق سے زیادہ محبوب) ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا محمد ﷺ میرے نزدیک البتہ احب الخلق ہیں جس وقت تم نے بحق محمد ﷺ مجھ سے سوال کیا ہے تحقیق میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا

منذر کی روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کے یہ الفاظ آئے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتَهٗ عَلَيْكَ اَنْ يَّغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ ۔

یا اللہ میں تجھ سے تیرے بندے محمد ﷺ کی جاہ ومرتبت کے طفیل اور اس کی کرامت کے صدقے میں جوان کو تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔

حضرت شیث علیہ السلام کی طرف انتقال نور محمد ﷺ:

پھر جب زمین پر خلافت حضرت آدم علیہ السلام کا آغاز ہوا تو آپ علیہ السلام کی پیشانی میں نورِ مصطفیٰ ﷺ چمکتا تھا اور فرشتے آپ علیہ السلام کی زیارت کے لئے آتے تھے پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کی حضرت اماں حوا علیہا السلام کے بطن سے اولاد کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر بار ایک بیٹا اور ایک بیٹی تولد ہوتے مگر جب حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ اکیلے پیدا ہوئے اور نورِ محمد ﷺ صلب حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام کے رحم طاہرہ سے ہوتے ہوئے حضرت شیث علیہ السلام کی جبین میں چمکنے لگا۔ علامہ قسطلانی اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

وَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی حَوَّا لِتَسْكُنَ اِلٰی اٰدَمَ وَيُسْكِنُ اِلَيْهَا فَحِيْنَ

جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا اسلام کو اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ حضرت

صَارَ لَدَيْهَا فَاضَتْ بَرَكَاتُهُ عَلَيْهَا فَوَلَدَتْ تِلْكَ الْاَعْوَامُ الْحَسْنَآءُ اَرْبَعِيْنَ وَلَدًا فِيْ عِشْرِيْنَ بَطْنًا وَوَضَعَتْ شَيْئًا وَحْدَهُ كَرَامَةً لِمَنْ اِطَّلَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالنُّبُوَّةِ سَعْدَهُ ۔

(مواهب اللدنيه، ج ۱، ص ۱۲)

آدم علیہ السلام کے پاس قرار پکڑیں اور حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا علیہا السلام کے پاس آرام لیں۔ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حواء سے مقاربت کی حضرت آدم علیہ السلام کی برکات حضرت حوا علیہا السلام پر فائض ہوئیں۔ حضرت حوا نے ان نیک سالوں میں بیس بطنوں میں (ہر بطن میں ایک بچہ ایک بچی) چالیس بچے جنے اور حضرت شیث علیہ السلام کو تنہا اس ذات کی بزرگی کی وجہ سے جنا جس کے سعد کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی اطلاع دی (وہ سعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں)

حضرت شیث علیہ السلام حسن و جمال، فضل و کمال، محاسن و کمالات میں تمام اولاد آدم علیہ السلام سے افضل و اعلیٰ تھے۔ آپ ظاہری و باطنی حسن میں حضرت آدم علیہ السلام کے مرقع تھے۔ جب حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حوا سے آپ علیہ السلام میں منتقل ہو گیا۔ جب جناب شیث علیہ السلام سن بلوغ کو پہنچے تو بحکم الٰہی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے اور ارشاد رب العالمین سنایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جناب شیث سے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا عہد لیا جائے۔ چنانچہ جناب شیث علیہ السلام سے عہد لیا گیا کہ اس نور کی حفاظت میں سعی بلیغ کریں گے اور اس نور کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرات کو منتقل کیا جائے گا۔

یہ عہد نامہ یاقوتی قلم سے جنتی حدیر کے خلہ پر لکھا گیا اور اس پر فرشتوں کی شہادت لی گئی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے اپنی مہر سے سربہ مہر کیا اور تابوت سکینہ جس میں انبیاء علیہم السلام کی شبیہیں تھیں جو جنت سے لا کر حضرت آدم علیہ السلام کو دی گئی تھیں میں محفوظ کر دیا گیا۔ اس عہد نامہ میں یہ بات بھی لکھی گئی کہ اس عہد نامہ کو نسل در نسل لکھا جائے اور ان عہد ناموں کو اسی تابوت سکینہ میں محفوظ کیا جائے۔ یہ سلسلہ حضرت شیث علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک چلتا رہا اور عہد نامے لکھے اور محفوظ کئے

جاتے رہے اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تک یہ عہد نسل درنسل چلتا رہا اور ہر کسی نے اس عہد نامے کی پابندی کی (حدیقۃ الاسرار صفحہ ١١)

٣۔ طینتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم شریف کے نورِ مبارک کا انتقال حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ تک ہوتا رہا جبکہ روح مبارک کا انتقال حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن میں ہوا کیونکہ ایک جسم میں دو روحیں منتقل نہیں کی گئیں اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں منتقلی اصل میں جسم مبارک کے جوہر کا انتقال تھا یہ جوہر بھی نور ہی تھا جیسے کہ علامہ ڈاکٹر رضا محمد شاہ ہاشمی نے یوں تحریر فرمایا ہے۔

قانون قدرت کے مطابق شکم مادر میں ابتدائی طور پر ہر انسان کا مادہ تخلیق منتقل ہوتا ہے روح منتقل نہیں ہوتی۔ آپ علیہ السلام کا مادہ تخلیق جسم مبارک کا جوہر جو نور تھا۔ ہزار ہا سال سے اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا وہی صدف رحم آمنہ میں منتقل ہوا۔ (تحفۃ الرضانی میلادِ مصطفیٰ)

٤۔ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقلی:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد ہر ایک کی اولاد اسلام کی طرح پر نکاح سے ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی خود وضاحت فرمائی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک کسی نے بدفعلی نہیں کی۔ میرے والدین کو ایسے صلبوں اور رحموں سے نکالا گیا کہ جنہوں نے کبھی غلط کاری نہ کی اور وہ سبھی مومن تھے اور دورِ جاہلیت کی برائی نے مجھے چھوا نہیں۔ ان باتوں کا ذکر ذیل کی روایات میں کیا گیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''خَرَجْتُ مِنْ نِّكَاحٍ وَّلَمْ اُخْرِجَ مِنْ سِفَاحٍ مِّنْ لَّدُنْ آدَمَ اِلٰى اَنْ وَلَدَنِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ'' (طبرانی المعجم الاوسط)

''میں نکاح کے طریقے پر پیدا ہوا ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر

میرے والدین تک کبھی کسی کے اندر سفاحت یعنی غلط کاری کا شائبہ تک نہیں پایا گیا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ اِلَّا جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِيْ خَيْرِهِمَا، فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ اَبَوَيْنِ، فَلَمْ يُصِبْنِيْ شَيْءٌ مِّنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ وَخُرِجْتُ مِنْ نِّكَاحٍ، وَلَمْ اُخْرَجْ مِنْ سَفَاحٍ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ، حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلٰى اَبِيْ وَاُمِّيْ، اَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَّ خَيْرُكُمْ اَبًا''

(بیہقی، دلائل النبوۃ، البدایۃ والنہایۃ جلد۲، ص ۲۵۵)

''جب بھی نسل انسانی کو دو طبقات میں تقسیم کیا گیا تو مجھے (یعنی میرے نور کو) ان میں سے بہتر طبقہ میں رکھا گیا۔ پس میرے نسب کو ہر جگہ ایسے والدین (کی صلبوں اور رحموں) سے نکالا گیا کہ جن کے باعث میرے نسب کو دورِ جاہلیت کی کسی برائی نے چھوا تک نہیں۔ میرے سلسلہ نسب میں ہمیشہ نکاح قائم رہا کبھی بھی میرے تولد (یعنی نور کی منتقلی) میں غلط کاری کا دخل نہیں ہوا۔ یہ پاکیزگی اور طہارت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے (حقیقی) والدین (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) تک برقرار رہی ہے حتیٰ کہ (اسی طہارت نسبی کے ساتھ) میری ولادت ہوئی۔ پس میں اپنے ذاتی شرف اور نسبی شرف دونوں میں تم سب سے بہتر ہوں''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَا وَلَدَنِيْ مِنْ سَفَاحِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ، مَّا وَلَدَنِيْ اِلَّا نِكَاحٌ كَنِكَاحِ الْاِسْلَامِ'' (بیہقی، السنن الکبریٰ ج۵ ح ۱۳۸۵۴)

''میری پیدائش میں دورِ جاہلیت کی غلط کاری کا شائبہ تک نہیں، میری پیدائش اسلام کے نکاح کی طرح نکاح کے طریقہ پر ہوئی''

ایک دوسری روایت اسی ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی

ہے:

''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ یَلْتَقِ اَبَوَایَ قَطُّ عَلٰی سَفَاحٍ، لَمْ یَزِلِ اللّٰہُ یَنْقِلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَۃِ مُصَفًّی مُھَذَّبًا وَّلَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِھِمَا'' (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے والدین نے کبھی بھی غلط کاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے (میرے نور کو) ہمیشہ پاک اصلاب (پشتوں) سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا جبکہ اس نے مجھے ہر قسم کی نجاست و غلاظت جاہلیت سے پاک وصاف رکھا، اور جب بھی نسل انسانی دو طبقوں میں تقسیم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے بہتر طبقہ میں ظاہر فرمایا''

جزی اللہ عنا سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما ھو اھلہ۔ مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم۔ صلی اللہ علیک یا محمد نور من نور اللہ
صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا حبیب اللہ
الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا نور اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وعلی آلک واصحابک یا سیدی یا رحمۃ للعالمین
برائے ایصال ثواب! تمام امت مسلم خاص [illegible]

(ج) میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تا کہ یہ اقرار ان پر دلیل ہو اور وہ بہانہ نہ کر سکیں کہ ہمیں کسی نے سمجھایا نہیں۔ ہمارے والدین کفر پر تھے اس لئے ہم بھی کفر پر ہی قائم رہے۔ یہ میثاق الست' عشاقِ الٰہی کے لئے بڑی اہمت کا حامل ہے کیونکہ انہوں نے اپنے پروردگار کا اقرار بڑی محبت اور رغبت کے ساتھ کیا تھا جبکہ کفار و منافقین نے حالت ناپسندیدگی میں اقرار کیا۔ عہد الست' تا قیامت آنے والے تمام انسانوں سے لیا گیا تھا۔ قرآن وحدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ میثاق حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں میدان عرفات میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے برآمد کیا۔ ان میں انبیاء ورسل اور تمام امتیں شامل تھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میثاق الست کا قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ ۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝

(پ ۹' اعراف: ۱۷۲)

اے نبی محترم اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ کے پروردگار نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور خود ان کے نفس کو ان پر گواہ بنایا اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو انہوں نے اقرار کیا کہ کیوں نہیں یعنی ہاں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں' کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل ہیں۔

احادیث میں صراحت کے ساتھ اس بات کا ذکر موجود ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار انبیاء کرام علیہم السلام نے کیا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی پہلے ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا محبت کاملہ کے ساتھ اقرار کیا پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور پھر باقی لوگوں نے اقرار کیا جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے:

میثاق والے دن سب سے پہلے ''بلیٰ'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

(کشف الغمہ جلد۲ صفحہ۴۳، مدارج النبوۃ جلد۱ صفحہ۱۱۵، رواہ ابو سہل القطان فی جزء من امالیہ)

اس آیت کریمہ کے بعد اس کی حکمت کو مزید اس طرح بیان کیا گیا۔

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

(پ ۹، اعراف: ۱۷۲)

یا تم یہ نہ کہو کہ ہم سے قبل ہمارے آباؤ اجداد نے شرک کیا تھا۔ ہم تو ان کے بعد آئے کیا تو ہمیں اس شرک کی بناء پر ہلاک کرتا ہے جو کہ باطل پرستوں نے کیا۔

اس آیت کریمہ کے تحت بعض اہل محبت علماءِ کرام نے بڑا خوبصورت نکتہ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تو تمام مومن و منکر افراد سے اکٹھا لیا کیونکہ اگر بعد میں کوئی اس کی ربوبیت کا انکار بھی کر دے گا تو اس سے اس کی شان بے نیازی ذرا کم نہ ہوگی لیکن جب اپنے حبیب و خاتم الرسل ﷺ کی نبوت کا عہد لیا تو اس عہد میں صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو شامل کیا تا کہ پوری کائنات میں شانِ مصطفیٰ ﷺ کا اظہار ہو اور کوئی نبوت مصطفیٰ ﷺ کا اقرار کرنے کے بعد انکار کرنے والا نہ ہو اور عام لوگوں کے لئے اور خاص کر امت اسلامیہ کو مصطفیٰ ﷺ کے لئے ایمان واطاعت کا ذریعہ بنے نیز وہ حضور ﷺ کی عظمت کو سمجھنے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

۱- احادیث کی روشنی میں میثاقِ الست کا بیان:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَخَذَ اللّٰہُ الْمِیْثَاقَ مِنْ ظَھْرِ اٰدَمَ بِنَعْمَانَ یَعْنِیْ عَرَفَةَ فَاَخْرَجَ مِنْ صُلْبِہٖ کُلَّ ذُرِّیَّةٍ ذَرَاھَا فَنَثَرَھُمْ بَیْنَ یَدَیْہِ کَالذَّرِّ ثُمَّ کَلَّمَھُمْ قُبُلاً قَالَ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غَافِلِیْنَ اَوْتَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَکَ اٰبَآءُ نَا مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْ بَعْدِھِمْ اَفَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ

(احمد، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، ح ۱۱۳)

سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جناب آدم کی پشت کی ذریت سے عہد ومیثاق وادی نعمان یعنی میدان عرفات میں لیا اور جناب آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی تمام ذرّیت کو برآمد کر کے چیونٹیوں کی طرح پھیلا دیا پھر سب کے سامنے سب سے دریافت فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں ہم تیری وحدانیت کی شہادت دیتے ہیں۔ رب نے فرمایا روز قیامت نہ کہنا کہ ہم غفلت میں تھے اور یہ بھی نہ کہنا کہ شرک تو ہمارے اسلاف نے کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے کیا اے رب تعالیٰ تو ہم کو باطل پرستوں کے عمل کی وجہ سے ہلاک فرمائے گا۔

جبکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے:

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ قَالَ جَمَعَھُمْ فَجَعَلَھُمْ اَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَھُمْ فَاسْتَنْطَقَھُمْ فَتَکَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ عَلَیْھِمُ الْعَھْدَ وَالْمِیْثَاقَ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ فَاِنِّیْ اُشْھِدُ عَلَیْکُمُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ وَاُشْھِدُ

حضرت ابی بن کعب رب تعالیٰ کے اس حکم کے بارے میں روایت کرتے ہیں جس میں رب کریم فرماتا ہے (ترجمہ آیت) جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا راوی فرماتے ہیں ان سب کو جمع فرمایا اور ان کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا۔ ان کو صورت عطا کی نطق کی صلاحیت دی تو وہ بولے پھر ان سے عہد ومیثاق کیا اور ان کی جانوں کو ان پر گواہ بنا کر معلوم

عَلَيْكُمْ اَبَاكُمْ اٰدَمَ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذَا اِعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَا
اِلٰهَ غَيْرِىْ وَلَا رَبَّ غَيْرِىْ وَلَا
تُشْرِكُوْا بِىْ شَيْئًا اِنِّىْ سَاُرْسِلُ
اِلَيْكُمْ رُسُلِىْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِىْ
وَمِيْثَاقِىْ وَاُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِىْ قَالُوْا
شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا
غَيْرُكَ فَاَقَرُّوْا بِذٰلِكَ وَرُفِعَ عَلَيْهِمْ
اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَرَاٰى
الْغَنِىَّ وَالْفَقِيْرَ وَحَسَنَ الصُّوْرَةِ وَ
دُوْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ
بَيْنَ عِبَادِكَ قَالَ اِنِّىْ اَحْبَبْتُ اَنْ
اُشْكَرَ وَرَاَى الْاَنْبِيَآءَ فِيْهِمْ مِثْلُ
السُّرُجِ عَلَيْهِمُ النُّوْرُ خُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ
اٰخَرَ فِى الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهٗ
تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ
النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ عِيْسَى ابْنِ
مَرْيَمَ كَانَ فِىْ تِلْكَ الْاَرْوَاحِ فَاَرْسَلَهٗ
اِلٰى مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَحُدِّثَ عَنْ
اُبَىٍّ اَنَّهٗ دَخَلَ مِنْ فِيْهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ

(احمد، مشکوۃ کتاب الایمان، ۱۱۴)

فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا کیوں نہیں تب رب تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور تمہارے والد جناب آدم کو گواہ بناتا ہوں کہ کل قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے اور انہیں جانتے تھے جان لو کہ میرے سوا نہ تو کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب لٰہذا میرے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہراؤ میں تم میں اپنے رسول بھیجوں گا جو میرا عہد و میثاق تمہیں یاد دلاتے رہیں گے اور میں تم میں (ہدایت کے لئے) کتاب نازل کروں گا۔ تب ان سب نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں تو ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے۔ تیرے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے اور نہ کوئی تیرے سوا معبود ہے۔ اس کے بعد جناب آدم کو بلند مقام پر لایا گیا جہاں سے انہوں نے اپنی ذریت کو دیکھا۔ ان میں غنی بھی تھے اور فقیر بھی، خوبصورت بھی تھے اور بدصورت بھی۔ تب آدم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے پوچھا خداوند تو نے سب کو ایک جیسا کیوں نہ بنایا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ جناب آدم نے اس مجمع میں انبیاء کو دیکھا کہ وہ (اندھیرے میں) چراغوں کی مانند ہیں

ان پر خاص قسم کی نورانیت چھائی ہے جس طرح عوام سے عہد لیا گیا اس طرح انبیاء سے بھی عہد لیا گیا جس کی جانب اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے (جبکہ ہم نے انبیاء سے عہد (آیت کے دوسرے حصہ) عیسیٰ ابن مریم تک جب کہ ان ارواح میں موجود تھے اور انہیں حضرت مریم کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت ابی بن کعب راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ یہ روح حضرت مریم کے منہ کے راستہ میں داخل ہوئی۔

۲۔ حضرت آدم وحضرت موسیٰ کے درمیان مکالمہ:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ اٰدَمُ وَ مُوْسٰى عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِىْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰئِكَتَهٗ وَاَسْكَنَكَ فِىْ جَنَّتِهٖ ثُمَّ اَهْبَطْتَّ النَّاسَ بِخَطِيْئَتِكَ اِلَى الْاَرْضِ قَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسٰى الَّذِىْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ وَاَعْطَاكَ الْاَلْوَاحَ فِيْهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَىْءٍ وَّقَرَّبَكَ نَجِيًّا كَمْ وَجَدْتَّ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰى بِاَرْبَعِيْنَ عَاماً قَالَ اٰدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَّ فِيْهَا وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَتَلُوْمُنِىْ عَلٰى اَنْ عَمِلْتُ عَمَلاً كَتَبَهُ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام آپس میں رب تعالیٰ کے سامنے مصروف مذاکرہ ہوئے اور اس میں جناب آدم موسیٰ پر غالب ہوئے جناب موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا اے آدم آپ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ اپنی روح پھونکی پھر فرشتوں کا مسجود بنایا اپنی جنت میں رکھا لیکن آپ کی لغزش کی وجہ سے بندوں کو زمین کی طرف اتار دیا۔ جناب آدم نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ اے موسیٰ آپ بھی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے شرف سے مشرف فرمایا آپ کو الواح توریت ملیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کے لئے آپ کو تقرب عطا ہوا

عَلَيَّ اَنْ اَعْمَلَهُ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَنِيْ بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میری تخلیق سے کتنے سال قبل اللہ رب العالمین نے الواح توریت لکھیں۔ موسیٰ نے جواب دیا چالیس سال۔ تب آدم علیہ السلام نے جناب موسیٰ سے دریافت کیا کہ آپ کو توریت میں یہ آیت ملی وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى

كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيَّ اَنْ اَعْمَلَهُ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقُنِيْ بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى ۔(رواہ مسلم)

('مشکوٰۃ' جلد دوم کتاب الایمان' ح ۷۴)

جناب موسیٰ نے فرمایا ہاں تب جناب آدم نے فرمایا کیا آپ مجھے ایسے عمل پر ملامت کرتے ہیں جو میری تخلیق سے چالیس سال قبل لکھا جا چکا تھا اور اللہ نے لکھ دیا تھا کہ میں یہ کام کروں گا۔ سرکار نے فرمایا کہ آدم موسیٰ پر غالب آئے

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چالیس برس قبل توریت کو تحریر فرمالیا تھا جس پر حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا نیز حضور ﷺ کا بھی ذکر کیا گیا۔ یہ مسلم شریف کی روایت سے بھی حضور ﷺ کے اول الخلق ہونے کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ بات دو بزرگ انبیاء علیہم السلام کے درمیان کب ہوئی۔ اگر یہ گفتگو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں آنے کے بعد ہوئی تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی آپس میں ملاقات و گفتگو کسی بھی دور میں عالم دنیا یا عالم برزخ میں ممکن ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب توریت کی تفصیلات معلوم تھیں۔ یہ معلومات آپ علیہ السلام کو کیسے حاصل ہوئیں۔ اس پر غور کرنے سے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کے کئی پہلوؤں کا پتہ چلے گا۔

باب نمبر ۳

گزشتہ کتبِ سماوی اور صحائف میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنا:

حضرت نوح علیہ السلام کو عالمِ ارواح میں لیا گیا میثاق نبوت یاد کرایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے بھی اپنی اولاد اور دیگر مومن حضرات کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کیا اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا وعدہ لیا اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے قوم پر عذاب آنا ٹھہر گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ اس کشتی کے تختوں پر تمام انبیاء علیہم السلام کے نام بھی لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہ کشتی اس وقت مکمل ہوئی جب اس کے ایک تختے پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم مبارک لکھا گیا۔ اس کے متعلق سیرت کی کتب میں ذیل کی روایت ملتی ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور فرمایا کشتی کے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے تیار کیے جائیں اور ہر تختے پر ایک نبی کا نام لکھا جائے۔ جب تختے تیار ہو گئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے جبرائیل امین علیہ السلام کی مدد سے ہر تختے پر ایک نبی کا نام لکھ دیا۔ دوسرے دن جب کام شروع کیا تو دیکھا کہ تمام نام محو ہو چکے ہیں۔ آپ بہت متفکر ہوئے۔ دوسرے دن پھر جب جبرائیل امین علیہ السلام کی مدد سے نام لکھے گئے مگر تیسرے دن پھر محو ہو گئے۔ تیسرے دن آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی مولا ہر روز ہماری محنت ضائع ہو جاتی ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کام کا آغاز ہمارے نام سے کرو اور ختم میرے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اسی حکم خدا کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام کے نام لکھنے شروع کئے۔ اس طرح یہ کشتی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہی اور شیطان کے تمام حربے ناکام ہوئے۔ جب آپ نے سب سے آخر میں اسم گرمی محمد ﷺ لکھا تو غیب سے آواز آئی ''یانوح الا ان قدتمت سفینتك'' یعنی اے نوح اب تمہاری کشتی مکمل ہوئی۔

(میلاد مصطفیٰ ﷺ از علامہ محمد رضاء المصطفیٰ ص ۱۳۸)

۲-حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حضور ﷺ کے متعلق دعا:

روایت میں آیا ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل پاک میں سے اللہ تعالیٰ نے دس ہزار انبیاء علیہم السلام معبوث فرمائے۔ اس لئے آپ ﷺ کا لقب جد الانبیاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور ﷺ کے فضائل سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو حضور ﷺ کے فضائل مبارک سے آگاہ فرمایا اور ان سے فرمایا کہ وہ حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد ہونے کے بعد ان پر ایمان لے آئیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کی تعمیر فرمائی چونکہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کا حج لوگوں پر فرض کیا گیا اور آئندہ تا قیامت اربوں انسانوں نے اس گھر کے حج سے اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کو حاصل کرنا تھا اس لئے اس کی تعمیر بہت عظیم کام تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے تعمیر کرایا گیا اور اس کی آباد کاری بھی گلشن ابراہیمی کے انوکھے پھول حضرت محمد ﷺ نے اپنے دور میں کرنا تھی۔ اس لئے تعمیر کعبہ کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام دیواریں بناتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اینٹیں اور گارا وغیرہ پکڑاتے تھے اور ساتھ ساتھ دونوں باپ بیٹا بارگاہِ خداوندی میں اپنے لئے یہ دعائیں مانگ رہے تھے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ

اور جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہم السلام) اس گھر کی بنیادیں اٹھاتے تھے (دعا مانگتے تھے) اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اسے قبول

اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

(پ ا' بقرہ: ۱۲۷ تا ۱۲۹)

فرما۔ بے شک تو سننے والا علم والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمیں ہمارے حج کے مناسک سکھا اور ہم پر خصوصی توجہ فرما۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور پاک کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیہ مبارکہ ''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ......'' کے تحت مفسرین کرام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ اے الٰہ العلمین ''وہ نبی آخر الزمان ﷺ کہ جن کے ذریعے تو اپنی رحمتوں کو عام فرمائے گا اور وہ کثیر تعداد میں تیری عبادت کریں گے ان کے ذریعے اس گھر کو آباد کر کہ وہ اس گھر کو عبادت گزاروں، اعتکاف کرنے والوں، عمرہ و حج کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھیں اور اس نبی کو میری اولاد میں سے پیدا فرما کہ وہ ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک وصاف کرے۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

حضور ﷺ نے بذاتِ خود اس دعائے ابراہیمی کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

''وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِىْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَ بَشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّىَ الَّتِىْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِىْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ'' (مسند احمد، شرح السنہ، مشکوۃ کتاب الفتن، ح ۵۵۱۱)

میں تمہیں اپنے معاملے کی ابتدا بتاتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا اور

حضرت عیسیٰ کی بشارت اپنی والدہ ماجدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا اور ان کے لئے ایک نور خارج ہوا تھا جس سے شام کے محل چمک اٹھے تھے۔

۳۔ زبورِ مقدس میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ:

سیرت کی کتب میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی صورت میں حضور ﷺ کے اوصافِ جمیلہ نازل کیے گئے۔ زبورِ مقدس میں بھی حضور ﷺ کی آمد باسعادت اور دیگر اوصافِ مبارکہ کا ذکر وضاحت کے ساتھ موجود تھا۔ ہمارے پاس دلیل کے طور پر سیرت کی کتب میں وہب بن منبہ کی روایت ہے جس میں حضور ﷺ اور آپ علیہ السلام کی امت کے وہ اوصاف بیان ہوئے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم اور معتبر احادیث میں بھی ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کی روایت کو پڑھ لیجئے۔

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد نبی ﷺ کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ زبور میں داؤد علیہ السلام پر وحی کی گئی تھی۔ اے داؤد! عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہوگا' وہ صادق اور سید ہوگا' میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ وہ مجھ پر کبھی ناراض ہوگا' میں نے اس کے تمام اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف۔ اولیٰ سب کام) ان کے ارتکاب سے پہلے ہی معاف کر دیئے ہیں' ان کی امت پر رحم کیا گیا ہے' میں نے انبیاء علیہم السلام کو جیسے نوافل عطا کئے ہیں ان کو بھی اس طرح کے نوافل عطا کئے ہیں اور میں نے نبیوں اور رسولوں پر جس طرح کے فرائض فرض کئے ہیں' ان پر بھی ویسے فرائض فرض کئے ہیں حتیٰ کہ جب قیامت کے دن وہ میرے پاس آئیں گے تو ان کا نور نبیوں کے نور کی طرح ہوگا کیونکہ میں نے ان پر فرض کیا ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کریں جیسا کہ میں نے اس سے پہلے نبیوں پر وضو فرض کیا تھا اور میں نے ان پر غسل جنابت فرض کیا ہے جس طرح نبیوں پر غسل جنابت فرض کیا تھا اور میں نے ان کو حج کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے نبیوں کو حج کا حکم دیا تھا اور میں نے ان کو جہاد کا حکم دیا ہے

جیسا کہ پہلے نبیوں کو جہاد کا حکم دیا تھا' اے داؤد میں نے محمد (ﷺ) اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے' میں نے ان کو چھ ایسی فضیلتیں عطا کی ہیں جو کسی اور امت کو عطا نہیں کیں' میں خطا اور نسیان پر ان کی گرفت نہیں کرتا اور وہ نادانستہ طور پر جو گناہ کر بیٹھیں پھر مجھ سے معافی طلب کریں تو میں ان کو معاف کر دیتا ہوں اور وہ آخرت کے لئے جو نیکی کریں میں اس کو دگنا چوگنا کر دیتا ہوں' اور ان کی نیکیوں کا میرے پاس اس سے بھی افضل ذخیرہ ہے اور جب وہ مصائب پر صبر کر کے کہیں گے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْـہِ رَاجِعُوْن تو میں ان کو صلوٰۃ' رحمت اور جنات النعیم کی طرف ہدایت عطا کروں گا اور جب وہ مجھ سے دعا کریں گے تو میں اس کو فوراً قبول فرماؤں گا یا اس کے عوض ان سے کوئی برائی دور کروں گا اور یا ان کے لئے آخرت میں اجر کو ذخیر کروں گا۔ اے داؤد! محمد ﷺ کی امت سے جو شخص یہ شہادت دے گا کہ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں واحد ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ اس شہادت میں صادق ہوگا' تو وہ میری جنت میں اور میری کرامت میں میرے ساتھ ہوگا' اور جس نے مجھ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اس نے محمد ﷺ کی تکذیب کی ہو اور ان کے پیغام کی تکذیب کی ہو اور میری کتاب کا مذاق اڑایا ہو تو میں اس کی قبر میں اس پر عذاب انڈیل دوں گا اور جب وہ قبر سے اٹھے گا تو فرشتے اس کے چہرے اور اس کی دبر پر ضرب لگائیں گے پھر میں اس کو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دوں گا؟

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۸۱' البدایہ والنہایہ ج ۲' ص ۶۲' تہذیب تاریخ دمشق' ج ۱ ص ۳۴۵' ۳۴۴)

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر مصطفیٰ ﷺ کرنا:

حضرت سلیمان بن داؤد علیہم السلام عظیم بادشاہ اور اللہ کے مقرب نبی ہوئے ہیں۔ روایات سے ان کے ہاں بھی ذکر مصطفیٰ کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے بھی میثاق مصطفیٰ ﷺ کی پابندی کرتے ہوئے اپنی امت کو حضور ﷺ کے اوصاف سے آگاہ فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ جب وہ نبی آخر الزمان ﷺ تم میں سے کسی کی زندگی میں آ جائیں تو ان کی ایمان کے ساتھ پیروی کرنا۔ ذیل کی ایک روایت سے

حضور ﷺ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی محبت کا تعین ہوتا ہے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو ایک نگ عطا فرمایا۔ اس نگ کو آپ نے اپنی انگوٹھی میں جڑ والیا اس نگ پر لکھا ہوا تھا ''کان نقش کاتم سلیمان بن داؤد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ''

یعنی اس انگوٹھی کے نگ پر لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔ اب یہ بات ماننی پڑے گی کہ جس کے نام کی برکت سے سلیمان علیہ السلام کا اتنا عظیم دربار لگ جاتا اور ہر چیز آپ پر عیاں اور تمام حجابات ہٹا دیئے جاتے وہ خود کتنی عظمتوں اور شانوں کا حامل ہوگا۔ (خصائص الکبریٰ جلد اوّل ص ۲۱)

۵-حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اولاد کو تاکید کرنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ذریت سے حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک دس ہزار انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔ ان میں سے اکثر نے ملت ابراہیمی کا پرچار کیا جبکہ حضرت داؤد، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب زبور، توراۃ اور انجیل نازل فرمائیں جن میں حضور ﷺ کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور تاکید فرمائی کہ جب حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہو جائے تو ان پر ایمان لے آنا۔ سب نے اس بات کا اقرار کیا۔ کئی انبیاء علیہم السلام کو شریعت داؤدی، موسوی کے تحت مامور فرمایا گیا۔ اس طرح حضور ﷺ کے متعلق ہر نبی اپنی امت کو تاکید کرتا تھا کہ جب حضور ﷺ معبوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لے آنا اور ہر نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میثاق نبوت مصطفیٰ ﷺ کی یاد دہانی کرائی جاتی حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب وہ نبی آخر الزمان میرے بعد تشریف لانے والے ہیں۔ دوسری طرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی نورِ محمدی ﷺ کو اسلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں منتقل کرنے کا عہد لیا۔ یہ سلسلہ ان کی اولاد میں چلتا رہا حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صلب سے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک

سے تولد ہوئے۔

وہ عہد اللہ تعالیٰ ہر نبی علیہ السلام سے اس کے عہد زندگی میں لیتا رہا اس کا ثبوت قرآن مجید کے علاوہ اس حدیث سے ملتا ہے۔

وعن علی ابن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّہٗ قَالَ لَمْ یَبْعَثَ اللّٰہَ تَعَالٰی نَبِیًّا مِّنْ آدَمِ فَمَنْ بَعْدَہٗ اِلَّا اَخَذَ عَلَیْہِ الْعَھْدُ فِیْ مُحَمَّدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَعَثَ وَھُوَ حَیٌّ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ وَلَیَنْصُرَنَّہٗ وَیَاْخُذُ الْعَھْدُ بِذٰلِكَ عِلٰی قَوْمِہٖ۔

(مواھب اللدنیہ' ج ۱' ص ۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے کسی نبی کو معبوث نہیں فرمایا مگر اس نبی سے حضور ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر محمد ﷺ معبوث کئے جائیں اور وہ نبی زندہ ہو تو اس کو چاہئے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور وہ نبی آپ کی نصرت و مدد کرے اور نبی ان کل امور کے ساتھ اپنی قوم سے بھی عہد لے۔

(ب) توارۃ وانجیل میں مذکور اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان

توراتِ مقدس حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک ہی بار پوری کی پوری لکھی ہوئی اتاری گئی۔ انجیل مقدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کی صورت میں نازل کی گئی۔ اللہ جل شانہ نے ان دونوں کتابوں میں اپنے حبیب پاک ﷺ کے اوصافِ مبارک کا اپنی شان کے مطابق ذکر فرمایا تاکہ آپ ﷺ کی آمد کی اہل کتاب میں خوب دھوم مچی ہو اور انہیں تورات وانجیل کی روشنی میں احمد مجتبیٰ ﷺ کو پہچاننے میں ذرا بھر دشواری نہ ہو۔ نیز اہل کتاب کے ذریعے سے دیگر کافر اقوام تک بھی یہ بات پہنچ جائے کہ اب اس رسولِ اعظم ﷺ کی آمد آمد ہے جو باعث تخلیق کائنات ہیں اور جب وہ تمام کائنات کے لئے سراپۂ رحمت وبخشش اور رؤف ورحیم بن کر آجائیں تو اہل کتاب ان کی صداقت کی گواہی دے کر آگے بڑھیں اور ان کے ساتھ دیگر اقوام بھی تمام نوع انسانیت کے رسول کریم ﷺ کی غلامی کو اختیار کر کے دونوں جہانوں کی سعادت مندیوں سے بہرہ مند ہوں۔ چنانچہ پروردگارِ عالم نے ہمیں تورات و انجیل میں مذکور ذکر خیر الوریٰ ﷺ سے یوں خبردار کیا:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ

(پ ۹ اعراف: ۱۵۷/۷)

جو لوگ ہمارے اس نبی اُمی کی اطاعت کریں گے جن کے متعلق وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان ﷺ کے جس عظیم الشان وصف مبارک کا ذکر کیا ہے وہ ہے ''نبی اُمّی'' تمام جید مفسرین اور آئمہ لغت نے ''امی'' کی یہ تشریح کی ہے کہ ''امی'' وہ ہوتا ہے جو لکھنے اور پڑھنے کے فن میں اس حالت میں ہو جیسا کہ بچہ ولادت کے تحت ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلی کتب میں ہمارے آقا کریم ﷺ کا یہ وصف مبارک بیان کر کے اہل کتاب کو یہ بات ذہن نشین کرا دی کہ جو ہمارے حبیب ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں گے اس کو ہم ہی بذریعہ وحی یا الہام یا براہ راست تمام علوم سکھائیں گے۔ انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا معلم نہ ہوگا بلکہ ہم اسے تمام کائنات کے لئے معلم بنا کر بھیجیں گے۔

یہ آیت کریمہ نص قطعی ہے اس کا انکار کوئی مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ اگر انکار کرے گا تو مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اوصافِ رسول ﷺ کا اقرار کرے جو تورات و انجیل میں مذکور ہوئے ہیں اور ان میں سے چند ایک کا ذکر قرآن کریم میں بھی دہرا دیا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب پر حجت قائم کرے اور قیامت کے روز ان کے پاس حضور ﷺ کے انکار کا کوئی جواز نہ ہو۔

اس آیت کریمہ کا یہ جملہ کہ ''یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ'' کہ جن کے بارے میں تورات و انجیل میں بھی ذکر خیر پاتے ہیں اور ان آیات کی یہ لوگ دن رات تلاوت بھی کرتے ہیں اور ان کے مفہوم و معنی سے بھی واقف ہیں۔ اس آیت کریمہ سے بالکل واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل میں حضور ﷺ کے چیدہ چیدہ اوصافِ مبارکہ کا ذکر فرمایا تھا۔ اسی لئے اس کے متعلق قرآن کریم میں اس آیت کریمہ میں خبر دے دی گئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت بھی آپ ﷺ نبی تھے اس لئے آپ ﷺ کے اسماءِ مبارکہ میں سے سیدنا محمد اور سیدنا احمد ﷺ ان کتب مبارکہ میں درج تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کو ولادت سے پہلے بھی نبی برحق ماننا قرآن سے ثابت ہے۔

۲- حدیثِ مبارک سے تصدیق:

حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا: ''قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَّعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ '' کہ توراۃ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات لکھی ہوئی ہیں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم ان کے پاس مدفن ہوں گے۔ ابو مودود نے فرمایا کہ حجرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے (مشکوۃ سوم کتاب الفتن ۵۵۲۳ بحوالہ ترمذی)

۳- تورات میں مذکور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ اوصاف کی قرآنی تصدیق:

اس مذکورہ بالا آیت مبارک کے اگلے حصے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ اوصاف مبارکہ کا ذکر کیا گیا ہے جو تورات وانجیل میں بھی درج کئے گئے تھے۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(پ ۹، اعراف ۷/۱۵۷)

وہ انہیں نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال قرار دیتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں اور ان سے وہ بوجھ جو ان کے سر پر تھا اور ان سے وہ طوق جو ان کے گلے کا ہار تھا اسے اتارتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تورات وانجیل کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا وصف یہ بیان ہوا ہے کہ ''يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ'' کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں نیکی کا حکم دیں گے یعنی یہ بات پہلی امتوں کو واضح کر دی گئی کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور مبارک نیکی ہوگا کیونکہ وہ تو ہمارے حکم کے بغیر بات بھی نہیں کریں گے۔ پس معلوم ہوا کہ جو نیکی کا سرچشمہ ہو وہ کیسے گناہ کر سکتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں۔

۲- اس آیت کریمہ میں دوسرا وصف یہ بیان ہو رہا ہے کہ ''وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ'' اور وہ انہیں برائی سے منع کریں گے یعنی لوگ تو برائی کر کے، گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر

کے جہنم کے گڑھے میں کودنے کی کوشش کر رہے ہوں گے مگر ہمارے حبیب ﷺ انہیں برائی سے روکیں گے‘ برائی کے تصور سے آگاہ فرمائیں گے پھر وہ آپ ﷺ کی تربیت کاملہ سے اتنے پاک وصاف ہو جائیں گے کہ ان کے قلوب میں بھی گناہ کا تصور نہ گزرے گا۔

۳-’’وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتُ‘‘ وہ نبی آخرالزمان ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرما دیں گے یعنی اگر اہل کتاب و دیگر لوگوں نے بعض حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام قرار دے لیا ہوگا تو آپ ﷺ اپنے اختیار مبارک سے دوبارہ نہیں حلال قرار دیں گے جیسے کہ بنی اسرائیل نے اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دے رکھا تھا مگر حضور ﷺ نے اسے حلال قرار دیا اور بنی اسرائیل کے اس قول کی تردید کی کہ اونٹ کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حرام کیا تھا حالانکہ انہوں نے منت پورا ہونے پر خود کھانا چھوڑ دیا تھا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنے کا اختیار دیا ہے اور اس کا ذکر آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے صدیوں پہلے تورات وانجیل میں فرما دیا۔

۴-’’وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ‘‘ اور ناپاک چیزوں کو ان کے لئے حرام قرار دیں گے۔

اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو توراۃ وانجیل کے نزول کے وقت بھی خبر دے دی کہ اگر تم تورات وانجیل کے احکامات کے مطابق نجس چیزوں کو خود حلال قرار دے لو گے جیسے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھا کیونکہ انہوں نے سود کو جائز قرار دے دیا تھا‘ شراب پیتے تھے اور سور کی چربی استعمال کرتے تھے اور خون‘ خنزیر کا گوشت‘ رشوت کھاتے تھے حالانکہ یہ سب چیزیں ان پر حرام کر دی گئی تھیں۔ اس آیت کے اس جملہ میں بھی حضور ﷺ کے اختیار مبارک کا اظہار ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ ان پر یہ چیزیں حرام فرما دیں گے۔

۵-’’وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ‘‘ اور ان سے وہ

بوجھ جوان کے سر پر تھا اور ان سے وہ طوق جوان کے گلے کا ہار تھا اتار دیں گے۔

اصر لغت میں اس بوجھ کو کہتے ہیں جو حرکت کرنے سے روک دے‘ اس بوجھ سے مراد وہ سخت قسم کے احکامات تھے جن کا عہد بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔ گناہ کرنے والے کے عضو کاٹ دینے کا حکم‘ کپڑے سے نجاست لگنے پر اسے کاٹ دینے کا حکم‘ قتل عمداً و خطاً پر ہر صورت میں قصاص کا حکم‘ ہفتے کے روز تمام کاموں کو ترک کر دینے کا حکم‘ نماز صرف گرجا میں پڑھنے کا حکم‘ ایام حیض میں عورت کے ساتھ اٹھنا‘ بیٹھنا‘ کھانا‘ پینا منع تھا۔ مال غنیمت کو جلانا ضروری تھا۔ یہ سب وہ سخت قسم کی دینی پابندیاں تھیں جو دین موسوی میں ان کے لئے طوق بن چکی تھیں اور جب امام الانبیاء ﷺ تشریف لائے تو آپ نے ان تمام احکامات کی تخفیف فرما دی مثلاً صغیرہ گناہوں کے لئے توبہ‘ کپڑے پر نجاست لگنے کی صورت میں دھونے کا حکم‘ ایام حیض میں عورتوں سے سوائے صحبت کے دیگر پابندیاں ہٹا دی گئیں‘ اہل اسلام کے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا‘ نماز کا وقت آنے پر پوری زمین پر نماز ادا کرنے کی اجازت عطا فرما دی اور قتل عمداً و خطاً کے لئے معاف کر دینے‘ غلام آزاد کر دینے‘ دیت ادا کرنے کی چھوٹ عطا فرما دی۔

(خلاصہ تفسیر مظہری‘ جلد ۴‘ ص ۱۰۱)

۴- فلاحِ دارین کا حصول:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل میں سرور کونین ﷺ کے خاص خاص اوصاف بیان کرنے کے بعد اہل کتاب و دیگر اہل ایمان کے متعلق ارشاد فرمایا جو نبی اُمّی ﷺ پر کامل ایمان رکھیں گے اور اس بات کی زبان و قلب سے گواہی دیں گے نیز آپ ﷺ کی تعظیم کریں گے یعنی آپ ﷺ سے کلام میں‘ احکامات پر عمل کے دوران کمال عاجزی کریں اور دشمنوں کے خلاف جہاد میں اور تبلیغ دین میں آپ ﷺ کے معاون بنیں اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کریں جو کہ نور ہدایت و نور عین ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خوشخبری عطا فرمائی کہ انہیں دنیا و آخرت میں عزت و فلاح عطا کی جائے گی اور وہ ہمیشہ جنت کے باغوں میں سکون کریں گے‘ ایمان

کی تازگی کے لئے یہ آیتِ کریمہ پڑھ لیجئے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (پ۹ اعراف ۷/۱۵۷)	پس جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی عزت کریں اور ان کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم ﷺ کی شان کو خوب دوبالا کیا ہے۔ پہلے آپ ﷺ پر ایمان لازم کیا، پھر تعظیم، پھر نصرت اور پھر قرآن کریم کی اتباع کا ذکر کیا پھر فرمایا کوئی بھی فرد چاہے وہ اہل کتاب میں سے ہو یا کوئی اور مومن جب وہ ان شرائط کو پورا کرے گا تو اسے بارگاہِ خداوندی سے کامیابی کا تمغہ عطا کیا جائے گا۔

۵- تورات میں مذکور اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کی احادیثِ صحیحہ سے تصدیق:

سرورِ کونین ﷺ کے وہ اوصاف تورات میں تحریر تھے جو قرآن کریم میں بھی موجود ہیں۔ تورات مقدس میں آپ ﷺ کے اخلاق، اعلیٰ عاداتِ مبارکہ، حلم و بردباری جیسے اوصاف موجود تھے۔ اس میں آپ ﷺ کے غلبہ مبارک اور دین کے مکمل طور پر قیام کا بھی ذکر خیر تھا۔ ذیل میں پہلے وہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو مسلمان ہونے والے یہودیوں نے بتائے یا انہوں نے خود تورات مقدس سے پڑھے تھے۔

عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ (يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ	عطاء بن یسار کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے وہ اوصاف بتائیے جو تورات میں ہیں۔ فرمایا ہاں خدا کی قسم، توریت میں بھی آپ کے اوصاف ہیں جیسے قرآن مجید میں بعض ہیں یعنی اے

اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا) وَحِــرْزًا لِلْاُمِّيِّيْـنَ اَنْـتَ عَبْـدِىْ وَرَسُـوْلِىْ سَمَّيْتُكَ المتوَكِّلَ لَيْسَ بِـفَـظٍّ وَّلَا غَـلِيظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِى الْاَسْـوَاقِ وَلَا يَـدْفَـعُ بِـالسَّيِّـئَةِ السَّيِّـئَةَ وَلٰـكِنْ يَّعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّـقْبِـضَـهُ الـلّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعِوَجَاءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا

غیب کی خبریں بتانے والے! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا ہے، نگہبان، خوشخبری دیتا، ڈر سناتا اور ان پڑھوں کی پناہ، تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ متوکل وہ ہوتا ہے جو بدخو، سخت گیر اور بازار میں چلانے والا نہ ہو اور نہ ایسا کہ برائی کا بدلہ برائی سے دے بلکہ درگزر کرے اور معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کو وفات نہیں دے گا جب تک اس کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھی نہ کر دے اور وہ کہہ اٹھیں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور اس کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔

(بخاری و مشکوٰۃ کتاب الفتن حدیث ۵۵۰۵)

۶-ایک یہودی کی تورات میں مذکور اوصافِ مصطفیٰ کی حضور ﷺ کے سامنے تصدیق کرنا:

وَعَـنْ اَنَـسٍ اَنَّ غُلَامًا يَهُوْدِيًّا كَانَ يَـخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ يَـعُـوْدُهٗ فَـوَجَدَا اَبَاهُ عِنْدَ رَاْسِـهٖ يَقْرَءُ التَّوْرٰةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّمَ يَا يَهُـوْدِيُّ اَنْشُـدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِىْ اَنْزَلَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار پڑ گیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ پس اس کے باپ کو اس کے سرہانے پایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا اے یہودی! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں

التَّوْرٰةِ عَلٰی مُوْسٰی هَلْ تَجِدُنِی التَّوْرٰةِ نَعْتِی وَصِفَتِی وَمَخْرَجِی قَالَ لَا قَالَ الْفَتٰی بَلٰی وَاللهِ یَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّا نَجِدُلَكَ فِی التَّوْرَاةِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَاِنِّی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَقِیْمُوْا هٰذَا مِنْ عِنْدِ رَاْسِهٖ وَلُّوْا اَخَاكُمْ ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهِقِیُّ فِی دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

جس نے حضرت موسیٰ پر توریت نازل فرمائی۔ کیا تم توریت میں میری تعریف و توصیف اور میری آمد کا ذکر پاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ لڑکے نے کہا کیوں نہیں۔ یارسول اللہ! خدا کی قسم۔ ہم آپ کی تعریف و توصیف اور آمد کا ذکر توریت میں پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اسے اس کے سرہانے سے اٹھا دو کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ کتاب الفتن، ۵۵۵۰)

۷۔ یہودیوں کے متبحر عالم حضرت عبداللہ بن سلام کی گواہی:

حضرت عبداللہ بن سلام، حضور ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے قبل یہودیوں میں اپنے علم و فضل کے لحاظ سے بلند درجہ رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ کے تمام یہودی ان کی اور ان کے والد کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے دینی معاملات میں ان کی رائے لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام تورات کے عالم ہونے کی بناء پر حضور ﷺ کے ان اوصاف کو جانتے تھے جو تورات میں درج تھے۔ اس لئے جونہی سرورِ کائنات ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہ فوری طور پر حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اور دیگر تمام یہودیوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول نہ کی۔ یہ واقعہ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَلَغَ عَبْدَاللهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن سلام کو رسول اللہ ﷺ کی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِیٌّ قَالَ مَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمِنْ اَیِّ شَیْءٍ يَّنْزِعُ الْوَلَدُ اِلٰی اَبِيْهِ وَمِنْ اَیِّ شَیْءٍ يَّنْزِعُ اِلٰی اَخْوَالِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِیْ بِهِنَّ اٰنِفًا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَّاَمَّا الشَّبَهُ فِی الْوَلَدِ فَاِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَشِیَ الْمَرْاَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهٗ كَانَ الشَّبَهُ لَهٗ وَاِذَا سَبَقَ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ اِنْ عَلِمُوْا بِاِسْلَامِیْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَهُمْ بَهَتُوْنِیْ عِنْدَكَ فَجَائَتِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُاللّٰهِ الْبَيْتَ فَقَالَ

مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا علم ہوا تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے میں آپ سے تین ایسی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں جن کا علم نبی کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ قیامت کی سب سے پہلی نشانی کون سی ہے؟ وہ کھانا کون سا ہے جس کو جنتی سب سے پہلے کھائیں گے؟ کس وجہ سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ اور کس وجہ سے اپنے ماموں وغیرہ کے مشابہ ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ باتیں تو مجھے جبرائیل ابھی بتا کر گئے ہیں۔ عبداللہ بن سلام کہنے لگے کہ سارے فرشتوں میں سے یہود کے یہی تو دشمن ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب میں لے جائے گی اور اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کا نچلا حصہ ہوگا اور بچے کی مشابہت کا معاملہ یوں ہے کہ آدمی جب اپنی بیوی سے ہم بستر ہوتا ہے تو آدمی کو پہلے انزال ہو جائے تو بچہ اس کے مشابہ ہوگا اور عورت کو اگر پہلے انزال ہوگا تو اس سے مشابہت رکھتا ہوگا۔ وہ عرض

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْيَرُنَا وَابْنُ اَخْيَرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ

گزار ہوئے' میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں' پھر عرض پرواز ہوئے یارسول اللہ یہود بڑی بہتان تراش قوم ہے۔ اگر انہیں میرے اسلام لانے کے متعلق پتہ چل گیا اس سے پہلے ان سے دریافت فرمائیں تو وہ مجھ پر الزام تراشی کریں گے۔ پس یہودی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت عبداللہ بن سلام گھر میں چھپ گئے۔ رسول اللہ نے دریافت فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں؟ یہودی کہنے لگے وہ ہمارے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں' وہ ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر آدمی کے بیٹے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم یہ دیکھو کہ عبداللہ مسلمان ہو گئے ہیں تو؟ کہنے گے اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے۔ اس پر حضرت عبداللہ نکل کر ان کے پاس آ گئے اور کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ کہنے لگے یہ ہم میں برا آدمی ہے اور برے آدمی کا بیٹا ہے پھر ان سے لعن طعن کرنے لگے۔ (بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء ح ۵۵٦)

۸-قرآن کریم کی روشنی میں توراۃ وانجیل میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اور اوصافِ امت محمدیہ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی آنکھوں سے غفلت وتعصب کے پردوں کو اتارنے کے لئے، سرور کونین ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے ان اوصاف کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا جو اس سے قبل تورات وانجیل میں بھی بیان فرمائے تھے تاکہ شانِ مصطفیٰ ﷺ کا خوب اظہار ہو اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ حضور ﷺ کی نبوت ہم پہچان نہیں سکے اور اہل کتاب حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے اوصاف کو ان میں دیکھ کر یقین محکم کرلیں اور حضرت محمد ﷺ خاتم الرسل ہیں اور آپ ﷺ پر ایمان لا کر سعادتِ دارین حاصل کریں۔

آیئے دیکھیں اس آیت کریمہ میں صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے عبادتِ الٰہی سے مزین چہروں کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے جو کہ پہلے تورات وانجیل میں درج کیا گیا تھا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِىْ

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور طاقتور ہیں اور آپس میں بہت رحم دل ہیں تو کبھی انہیں رکوع

وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○

(پ ۲۶، الفتح: ۴۸/۲۹)

کرتے اور کبھی سجود کرتے دیکھتا ہے وہ اللہ کے فضل اور رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کے ایمان وعبادت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں ہیں۔ نیز ان کی صفات انجیل میں درج ہیں۔ یہ صحابہ ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے اپنی کونپلیں نکالی پھر ان کو تقویت دی پھر وہ مضبوط ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ بونے والے کو اس کا جوبن خوش کر رہا ہے تا کہ اسے دیکھ کر کفار غیض میں جلتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والوں سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کا یہ حصہ کہ ''مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ' تصدیق کرتا ہے کہ یہ اوصاف مبارکہ تورات وانجیل میں بھی مذکور تھے۔ اس آیت میں ''كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ '' فرما کر حضور ﷺ کے صحابہ کرام کو ایمان وعمل صالح کی کھیتی سے تشبیہ دی گئی جنہیں بونے والے حضور سرورِ کونین ﷺ دیکھ کر خوب خوش وخرم ہیں مگر کفار غضب سے جلتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ تورات وانجیل میں امت محمدیہ کے ذکر کی دلیل ہے اور یہ آیت اس موضوع پر احادیث کی بھی تصدیق کرتی ہے۔

۹۔ تورات میں حضور ﷺ کے اخلاق اور امت کی اطاعت کا ذکر:

اللہ تعالیٰ نے تورات مقدس میں حضور ﷺ کے خلق مبارکہ کا ذکر بھی بڑی تفصیل سے تحریر فرما دیا تھا تا کہ کسی اہل کتاب کو حضور ﷺ کی آمد کے بعد آپ کو پہچاننے میں ذرا بھر بھی کوئی دشواری نہ ہوتا کہ وہ کسی بھی طرح آپ ﷺ کا انکار نہ کر سکیں جیسے کہ تورات کے حوالے سے ذیل کی روایت میں حضور ﷺ کے اخلاق اور

آپ ﷺ کی امت کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَعَنْ كَعْبٍ يَحْكِيْ عَنِ التَّوْرٰةِ قَالَ نَجِدُ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَّلَا غَلِيْظٌ وَّلَا سَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ وَفِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَّيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِّلشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَآءَ وَقْتُهَا يَتَاَزَّرُوْنَ عَلٰى اَنْصَافِهِمْ وَيَتَوَضَّئُوْنَ عَلٰى اَطْرَافِهِمْ مُنَادِيْهِمْ يُنَادِيْ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِي الصَّلٰوةِ سَوَآءٌ لَّهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ رَوَى الدَّارِمِيُّ مَعَ تَغْيِيْرٍ يَّسِيْرٍ۔

(مشکوٰۃ ۳' کتاب الفتن ح ۵۵۲۲)

حضرت کعب احبار نے توریت کے حوالے سے فرمایا کہ ہم لکھا ہوا پاتے ہیں: محمد اللہ کے رسول ہیں' میرے صاحب اختیار بندے ہیں' نہ تندخو' نہ فحش گو اور نہ بازاروں میں چلانے والے اور نہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرماتے ہیں۔ ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ' جائے ہجرت طیبہ اور شام ان کا ملک ہے۔ ان کی امت الحمادون ہے یعنی سکھ اور دکھ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے اور ہر بلندی پر تکبیر کہیں گے' سورج کا خیال رکھیں گے' وقت آنے پر نماز پڑھیں گے' ان کے تہبند نصف پنڈلیوں تک ہوں گے' وہ اپنے اعضاء پر وضو کریں گے۔ ان کا مؤذن فضا میں آواز بلند کیا کرے گا۔ جہاد میں ان کی صف اور نماز میں ان کی صف برابر ہو گی۔ رات کے وقت ان کی گنگناہٹ شہد کی مکھی کے بھنبھنانے جیسی ہو گی۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور دارمی نے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۱۰- حضور ﷺ کے اوصاف دیکھ کر یہودی کا مسلمان ہونا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ کسی یہودی کی رسول اللہ ﷺ پر کچھ اشرفیاں قرض تھیں اس نے حضور ﷺ سے تقاضا کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس (اس وقت) کچھ نہیں کہ میں دے سکوں۔ یہودی بولا محمد ﷺ جب تک دے نہ دو گے میں تم کو نہیں چھوڑوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو میں تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا چنانچہ آپ اس کے پاس بیٹھ گئے اور وہیں حضور ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہودی کو دھمکانے لگے اور کچھ وعدے کرنے لگے۔ صحابہ کی حرکت کو رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایک یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے ہم سے یہ بات برداشت نہیں ہوتی آپ ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے حق تلفی کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ کسی معاہد کی ہو یا غیر معاہد کی۔ جب دن چڑھ گیا تو اچانک یہودی بولا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور میرا آدھا مال اللہ کے لئے وقف ہے خدا کی قسم میں نے جو معاملہ آپ کے ساتھ کیا وہ صرف اس وجہ سے کیا کہ میں نے توریت میں دیکھا تھا کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی پیدائش مکہ میں ہوگی اور طیبہ اس کا مقام ہجرت ہوگا۔ اس کی حکومت شام میں ہوگی۔ وہ بدخو درشت مزاج نہ ہوگا۔ بازاروں میں چیخ وپکار نہ کرے گا، فحش کلام اور بے حیائی کی باتیں نہیں کرے گا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ میرا مال موجود ہے آپ جیسا مناسب ہو اس میں تصرف کریں (تفسیر مظہری، ج ۴، ص ۳۹۹)

۱۱- حقانیت مصطفیٰ ﷺ کی دلیل:

یوں تو دوسرے انبیاء کرام بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری برابر سناتے آئے ہیں لیکن جتنے اہتمام اور صراحت کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے

بشارت دی وہ کسی اور سے منقول نہیں ہے۔ قریب العہد ہونے کی وجہ ممکن ہے۔ یہ خصوصیت ان کے حصہ میں آئی ہے۔ یہود ونصاریٰ کی مجرمانہ غفلت نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل تورات وانجیل وغیرہ کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا اس لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن کریم کے اس صاف وصریح بیان کو اس تحریف شدہ بائبل میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے جھٹلانے لگے اس کے باوجود خاتم الانبیاء ﷺ کا یہ بھی معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے ان منحرفین کو اتنی قدرت نہیں دی کہ وہ تمام پیش گوئیوں کو بالکل محو کر دیں۔ علماء اسلام نے موجودہ بائبل کے بیسوں مقامات سے ان پیش گوئیوں کو نکال دکھلایا جس کا اعتراف یا نیم اقرار پادریوں کو بھی کرنا پڑا کہ ان کا مصداق محمد ﷺ ہی ہو سکتے ہیں (شرح جلالین ج ۶ ص ۵۱۵ از مولانا محمد نعیم)

۱۲- تورات کے متن میں موجود ذکرِ خیر الوریٰ ﷺ:

موجودہ تورات وانجیل کئی مراحل سے گزری ہے اور ان کے مختلف ادوار کے نسخہ جات میں فرق پایا جاتا ہے۔ موجودہ تورات وانجیل میں ایسی آیات کا پایا جانا جن میں حضور ﷺ کے اوصاف کا ذکر ہے یہ بات بھی سرورِ کونین ﷺ کی حقانیت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے ان میں تحریف کر دی ہے۔ اس کے باوجود حضور ﷺ کے عشاق کے لئے یہ بات ایمان کی تازگی کا سامان ہے کہ آج بھی تورات کے متن میں آپ ﷺ کا ذکر موجود ہے اور مرد خدا موسیٰ علیہ السلام نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے کہ ''اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اس کے سب مقدس لوگ تیرے میں ہیں ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا''

(تورات استثناء باب ۳۳' آیت ۳' پرانا عہد نامہ ص ۲۰۱ مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور ؟؟)

۱۳- آغازِ تبلیغ اور فتح مکہ کا ذکر:

تورات کے پرانے (۱۹۲۷ء) کے اردو ایڈیشن میں یہ آیت اس طرح تھی' دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا' اور نبی مکہ مکرمہ میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ داخل ہوئے تھے' اس طرح یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح منطبق ہوتی تھی۔ عیسائیوں نے دیکھا تو انہوں نے اس آیت کے الفاظ بدل دیئے اور یوں لکھ دیا ''اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا' تورات پرانے (۱۹۲۷ء کے) ایڈیشن میں یہ آیت اس طرح تھیں:

''اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا' دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی''

(کتاب مقدس' استثناء' باب ۳۳' آیت ۲' ص ۱۹۲' مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی' انارکلی لاہور' ؟؟)

۱۴- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا ذکر:

میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا' اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا۔ جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب ان سے لوں گا (تورات استثناء' باب ۱۸' آیت ۱۹/۱۵' پرانا عہد نامہ ص ۱۸۴' مطبوعہ بائبل سوسائٹی)

۱۵- بعض اوصافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر:

دیکھو! میرا خادم (پچھلے ایڈیشنوں میں ''بندہ'' تھا۔) جس کو میں سنبھالتا ہوں' میرا برگزیدہ جس سے خوش ہوں۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی' وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا○ وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازار میں اس کی آواز سنائی دے گی○ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ راستی سے حکومت کرے گا○ وہ ماندہ نہ ہو گا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے۔ جزیرے اس کی شریعت قبول کریں گے○ جس نے آسمان کو پیدا کیا اور

تان دیا جس نے زمین کو اور جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا۔ جو اس کے بار کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے یعنی خداوند یوں فرماتا ہے میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا۔ تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا ٥ اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا ٥ تو اندھوں کی آنکھیں کھولنے اور اسیروں کو قید سے نکالنے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے ٥ یہوداہ میں ہوں یہی میرا نام میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتیوں کے لئے روانہ رکھوں گا ٥ دیکھو پرانی باتیں پوری اور نئی باتیں بتاتا ہوں' اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں ٥

(تورات' سعیاہ' باب ۴۲' آیت ۹' مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور' ص ۶۹۴)

۱۶- انجیل کے متن میں ذکر مصطفیٰ ﷺ:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے زمانہ اقدس کے دوران کوئی نبی نہیں ہے۔ اس لئے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب انجیل مقدس میں حضور ﷺ اور آپ کی امت کے تمام ضروری اوصافِ مبارکہ کا ذکر کر دیا گیا تاکہ جب رسالت مآب ﷺ کی آمد ہو تو اہلِ انجیل کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہو اگرچہ موجودہ اناجیل کے متعلق خود کرسچیئن اقرار کرتے ہیں کہ ان کے متن کے اندر تحریف موجود ہے پھر بھی محبان مصطفیٰ ﷺ کے لئے فرحت کا سامان موجود ہے۔ آیئے انہیں پڑھتے ہیں:

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لئے میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ اسے اور بھی بہت

سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمہارے رب کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا

(یوحنا کی انجیل، باب ۱۶، آیت ۱۴-۷ پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور، ص ۱۰۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو خاتم الرسل ﷺ کا اہم وصف یہ بتایا تھا کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو میری رسالت کی تصدیق کریں گے جیسے کہ اس آیت میں آیا ہے ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں یہ بات ذہن نشین کرا دی کہ احمد مصطفیٰ ﷺ سراپہ ہدایت ہوں گے۔ تم ان کی پیروی کرنا وہ تمہیں صراطِ مستقیم دکھلائیں گے''

وہ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا (یوحنا، باب ۱۶، آیت ۱۳)

۱۷- امام الانبیاء ﷺ کی تصدیقِ انبیائے کرام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک فرمان میں یہ بھی بتایا کہ جو میرے بعد آئیں گے وہ تمام انبیاء کرام کے سردار ہیں اور سب کی تصدیق کرنے والے ہیں جیسے کہ فرمایا ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ سے اس کا کچھ نہیں'' (یوحنا کی انجیل، باب ۱۴، آیت ۳۰، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، ص ۹۹)

۱۸- حضور ﷺ کے غلبہ کی خبر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ بھی خبر دی کہ وہ احمد مجتبیٰ ﷺ جب تشریف لائیں گے تو ان کو غلبہ و فتح عطا کی جائے گی اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم سے بادشاہی لے کر ان کو عطا کر دی جائے گی۔ اس بات کا اقرار ہرقل نے اپنے وزراء و اراکین حکومت کی موجودگی میں بھی کیا تھا۔

یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لی

جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔

(متی کی انجیل، باب ۲۱، آیت ۴۳، ۴۲، مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور، ص ۲۵، ۱۹۹۲ء)

لیکن جب وہ مددگار آئے گا جن کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہو تو وہ میری گواہی دے گا۔

(یوحنا کی انجیل، باب ۱۴، آیت ۲۶، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، ص ۱۱۰، ۱۹۹۲ء)

۱۹۔ انجیل برنباس میں حضور ﷺ کے اسم مبارک محمد ﷺ کا ذکر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو بالکل واضح طور پر حضور ﷺ کا اسم ذاتی محمد ﷺ بتایا کہ وہ تمام جھوٹے نظریات کو نابود کر دیں گے۔ وہ آخری نبی بن کر آئیں گے ان کے بعد کوئی بھی نہیں آئے گا۔ ہاں کثرت سے جھوٹی نبوت کی گواہی دینے والے آئیں گے۔

''بلکہ میرا اطمینان تو اس رسول کی تشریف آوری سے ہو گا جو میرے بارے میں تمام جھوٹے نظریات کو نیست و نابود کر دے گا۔ اس کا دین پھیلے گا اور سارے جہان کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے اسی طرح کا وعدہ کیا تھا''

اس کے بعد پادری نے ایک اور سوال پوچھا کہ کیا اس رسول کی آمد کے بعد اور نبی بھی آئیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

''یعنی آپ کے بعد اللہ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئیں گے جنہیں شیطان کھڑا کرے گا''

اس پادری نے دوسرا سوال کیا اس مسیحا کا نام کیا ہو گا اور کن علامات سے اس کی آمد کا پتہ چلے گا؟ اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''مسیحا کا نام ''قابل تعریف'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روحِ مبارک کو پیدا کیا تو آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا ''اے محمد! انتظار کرو میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار

مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن ترا دین کبھی فنا نہیں ہوسکتا۔ آپ نے کہا محمد ﷺ اس کا بابرکت نام ہے''

پھر تمام سامعین نے یہ سن کر یہ کہتے ہوئے فریاد کرنی شروع کی:

O GOD SEND US THY MESSENGER. O MUHAMMAD, COME QUICKLY FOR THE SALVATION OF THE WORLD.

''اے خدا! اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج۔ یارسول اللہ! دنیا کی نجات کے لئے جلدی تشریف لے آیئے''(باب ۹۷)

حضرت مسیح اپنے حواری برناباس سے اپنے آخری حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میرے قتل کی سازش کی جائے گی۔ چند ٹکوں کے عوض مجھے میرا ایک حواری گرفتار کرا دے گا لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اٹھا لے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اس کو میرے بجائے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔

طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب محمد ﷺ تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں تب میری یہ بدنامی اختتام پذیر ہوگی اور اللہ تعالیٰ یوں کرے گا کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں' وہ مجھے یہ انعام دے گا' لوگ مجھے زندہ جاننے لگیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس رسوا کن موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں (انجیل برناس باب ۱۱۲' بحوالہ ضیاء القرآن' جلد ۵' ص ۲۲۱)

۲۰۔ انجیل میں حلیہ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر خیر:

مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تم نبی اُمی عربی کی تصدیق کرنا جو اونٹ کی سواری کریں گے' زرہ پہنیں گے' عمامہ پہنیں گے جو کہ تاج ہے اور نعلین پہنیں گے اور ان کے پاس لاٹھی ہوگی' ان کے سر کے بال گھنگھریالے ہوں گے' کشادہ پیشانی ہوگی' خوبصورت بھویں ہوں گی' بڑی بڑی

آنکھیں ہوں گی' بڑا دہانہ ہوگا اور گہری سیاہ آنکھیں ہوں گی' کھڑی ناک ہوگی' فراخ پیشانی' گھنی داڑھی ہوگی' چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح ہوگا' ان سے مشک کی خوشبو آئے گی' ان کی گردن میں چاندی اور گلے میں سونا چھلک رہا ہوگا' ان کے گلے کے نیچے ناف تک بال ہوں گے' ان کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت ہوں گے' جب وہ لوگوں کے درمیان ہوں گے تو ان پر چھا جائیں گے اور جب وہ چلیں گے تو لگے گا جیسے بلندی سے ڈھلوان کی طرف آ رہے ہوں اور ان کی اولاد کم ہوگی

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۷۸' تہذیب تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۴۵)

۲۱- قیصر روم کی گواہی:

اس جگہ قیصر روم کی حضور ﷺ کی حقانیت کی اپنے عمائدین حکومت کے سامنے تصدیق اہل ایمان کے لئے تازگی ایمان کا باعث ہے جو اس نے اس وقت کی جبکہ اس نے حضور ﷺ کی طرف سے دین اسلام اور اپنی نبوت کو تسلیم کرنے کے بارے میں خط کو وصول کیا اور اس نے اس وقت ابوسفیان سے حضور ﷺ کے متعلق چند باتیں دریافت کیں۔ ابوسفیان نے اس وقت مشرک ہوتے ہوئے بھی حضور ﷺ کے متعلق درست معلومات دیں اور خود ابوسفیان پر بھی اثر ہوا۔ اس واقعہ کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ ہم یہ پورا واقعہ قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّدْفَعَهُ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى لِيَدْفَعَهُ اِلٰى قَيْصَرَ وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشٰى مِنْ حِمْصَ اِلٰى اِيْلِيَاءَ شُكْرًا لِمَا اَبْلَاهُ اللّٰهُ فَلَمَّا جَآءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ قَرَاَهُ الْتَمِسُوْا لِيْ هَا هُنَا اَحَدًا مِّنْ قَوْمِهٖ لِاَسْاَلَهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ اَنَّهٗ کَانَ بِالشَّامِ فِیْ رِجَالٍ مِّنْ قُرَیْشٍ قَدِمُوْا تِجَارًا فِی الْمُدَّةِ الَّتِیْ کَانَتْ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ کُفَّارِ قُرَیْشٍ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ فَوَجَدَنَا رَسُوْلَ قَیْصَرَ بِبَعْضِ الشَّامِ فَانْطُلِقَ بِیْ وَبِاَصْحَابِیْ حَتّٰی قَدِمْنَا اِیْلِیَاءَ فَاُدْخِلْنَا عَلَیْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسِ مُلْکِهٖ وَعَلَیْهِ التَّاجُ وَاِذَا حَوْلَهٗ عُظَمَآءُ الرُّوْمِ فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ اِلَیْهِ نَسَبًا قَالَ مَا قَرَابَةُ مَا بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ فَقُلْتُ هُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَلَیْسَ فِی الرَّکْبِ یَوْمَئِذٍ اَحَدٌ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِمَنَافٍ غَیْرِیْ فَقَالَ قَیْصَرُ اَدْنُوْهُ وَاَمَرَ بِاَصْحَابِیْ فَجُعِلُوْا خَلْفَ ظَهْرِیْ عِنْدَ کَتِفِیْ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لِاَصْحَابِهٖ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ کَذَبَ فَکَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ وَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَیَآءُ یَوْمَئِذٍ مِّنْ اَنْ یَّاْثُرَ اَصْحَابِیْ عَنِّی الْکَذِبَ لَکَذَبْتُهٗ حِیْنَ سَاَلَنِیْ عَنْهُ وَلٰکِنِّیْ اسْتَحْیَیْتُ اَنْ یَّاْثُرُوا الْکَذِبَ عَنِّیْ فَصَدَقْتُهٗ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهٗ کَیْفَ نَسَبُ هٰذَا الرَّجُلِ فِیْکُمْ قُلْتُ هُوَ فِیْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا فَقَالَ کُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ عَلَی الْکَذِبِ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ کَانَ مِنْ آبَائِهٖ مِنْ مَّلِکٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ یَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ فَیَزِیْدُوْنَ اَوْ یَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ یَزِیْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ یَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ الْاٰنَ مِنْهُ فِیْ مُدَّةٍ نَحْنُ نَخَافُ اَنْ یَّغْدِرَ قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ وَلَمْ یُمْکِنِّیْ کَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِیْهَا شَیْئًا اَنْتَقِصُهٗ بِهٖ لَا اَخَافُ اَنْ تُؤْثَرَ عَنِّیْ غَیْرُهَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ اَوْ قَاتَلَکُمْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَکَیْفَ کَانَتْ حَرْبُهٗ وَحَرْبُکُمْ قُلْتُ کَانَتْ دُوَلًا وَّسِجَالًا یُدَالُ عَلَیْنَا الْمَرَّةَ وَنُدَالُ عَلَیْهِ الْاُخْرٰی قَالَ فَمَاذَا یَاْمُرُکُمْ بِهٖ قَالَ یَاْمُرُنَا اَنْ نَّعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا نُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا وَّیَنْهَانَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ حِیْنَ قُلْتُ ذٰلِکَ لَهٗ قُلْ لَهٗ

اِنِّیْ سَاَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهٖ فِیْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ ذُوْ نَسَبٍ وَّكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِیْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ قُلْتُ رَجُلٌ يَاْتَمُّ بِقَوْلٍ قَدْ قِيْلَ قَبْلَهٗ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ قُلْتُ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهٖ وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّ ضُعَفَائَهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا فَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تَخْلِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا يَسْخَطُهٗ اَحَدٌ وَّسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُوْنَ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ وَقَاتَلَكُمْ فَزَعَمْتَ اَنْ قَدْ فَعَلَ وَاَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهٗ تَكُوْنُ دُوَلًا وَّيُدَالُ عَلَيْكُمُ الْمَرَّةَ وَتُدَالُوْنَ عَلَيْهِ الْاُخْرٰى وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى وَتَكُوْنُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَاَلْتُكَ بِمَاذَا يَاْمُرُكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَاْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ قَالَ وَهٰذِهٖ صِفَةُ النَّبِيِّ قَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ وَلٰكِنْ لَّمْ اَظُنَّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ وَاِنْ يَّكُ مَا قُلْتَ حَقًّا فَيُوْشِكُ اَنْ يَّمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَلَوْ اَرْجُو اَنْ اَخْلُصَ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لُقِيَّهٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِئَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَ (يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا

اللّٰہَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ)

قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا اَنْ قَضٰى مَقَالَتَهٗ عَلَتْ اَصْوَاتُ الَّذِيْنَ حَوْلَهٗ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّوْمِ وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ فَلَا اَدْرِيْ مَاذَا قَالُوْا وَاُمِرَ بِنَا فَاُخْرِجْنَا فَلَمَّا اَنْ خَرَجْتُ مَعَ اَصْحَابِيْ وَخَلَوْتُ بِهِمْ قُلْتُ لَهُمْ لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ هٰذَا مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ يَخَافُهٗ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ ذَلِيْلًا مُّسْتَيْقِنًا بِاَنَّ اَمْرَهٗ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ قَلْبِيْ الْاِسْلَامَ وَاَنَا كَارِهٌ

(بخاری جلد دوم' کتاب الجہاد والسیر ح ۲۰۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کے لئے مکتوب گرامی بھیجا اور اسے دعوت اسلام دی اور وہ گرامی نامہ دحیہ کلبی کے ہاتھوں بھیجا اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ یہ حاکم بصرہ کے سپرد کر دیں تا کہ وہ قیصر تک پہنچا دے۔ ان دنوں چونکہ قیصر کو اللہ تعالیٰ نے افواج ایران پر فتح دی تھی تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے حمص سے ایلیا گیا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی قیصر کو موصول ہوا تو پڑھ کر کہنے لگا کہ ان کی قوم کے کسی آدمی کو تلاش کر کے لاؤ تا کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس سے کچھ دریافت کروں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان نے بتایا کہ ان دنوں وہ قریش کے بعض افراد کے ساتھ شام میں بغرض تجارت موجود تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان صلح کی مدت مقرر ہوئی تھی۔ ابوسفیان نے بتایا کہ ہمیں قیصر کے قاصد نے شام کے کسی مقام پر پایا۔ پس وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ایلیا لے گیا۔ جب ہم قیصر کے پاس پہنچے تو وہ اپنے دربار میں تاج پہن کر بیٹھا تھا اور روم کے بڑے بڑے سردار اس کے گرد موجود تھے۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو تو سہی کہ ان میں سے نسب کے لحاظ سے کون مدعی نبوت سے زیادہ قریب ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا' میں بلحاظ نسب اوروں کی نسبت اس کے زیادہ قریب ہوں۔

پوچھا تمہارے اور ان کے درمیان کیا رشتہ ہے؟ میں نے جواب دیا وہ میرا چچا زاد بھائی ہے کیونکہ ہماری اس جماعت میں بنی عبدمناف میں سے میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ تو قیصر نے کہا کہ میرے نزدیک آ جاؤ اور میرے ساتھیوں سے کہا کہ وہ میرے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں مدعی نبوت کے بارے میں کچھ سوالات کرنے لگا ہوں اگر یہ (ابوسفیان) جھوٹ بولے تو تم اس کی تکذیب کر دینا۔ ابوسفیان کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم اس روز اگر یہ حیا مانع نہ آتی کہ ساتھی مجھے جھوٹا کریں گے جبکہ سوالات کے وقت میں غلط بیانی کروں گا تو میں ضرور جھوٹ بولتا لیکن مجھے اس بات سے حیا آئی کہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھیں۔ پس میں نے اس سے سچ سچ بیان کر دیا۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا اس سے پوچھو کہ تمہارے درمیان اس شخص کا نسب کیا ہے؟ میں نے جواب دیا وہ ہم میں عالی نسب ہے۔ پوچھا کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم نے اسے جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا کیا اس کی پیروی کرنے والے قوم کے سردار ہیں یا کمزور لوگ؟ میں نے جواب دیا وہ تو کمزور لوگ ہیں۔ پوچھا ان کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹتی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ پوچھا کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد ناراض ہو کر واپس اپنے دین میں آیا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پوچھا کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں اور ہماری ان کے ساتھ لڑائی نہ کرنے کی ایک مدت مقرر ہے لیکن ہمیں وعدہ خلافی کا خدشہ ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اس کے علاوہ میرے لئے ایک جھوٹا کلمہ بھی شامل کرنا ممکن نہ ہوا کیونکہ ڈر تھا کہ ساتھی مجھے جھوٹا کر دیں گے۔ پوچھا کیا کبھی تم نے اس سے یا اس نے تم سے لڑائی کی ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں۔ پوچھا تو تمہاری اور اس کی لڑائی کا انجام کیا ہوتا تھا؟ میں نے جواب دیا لڑائی تو ڈول کی طرح ہے۔ پس کبھی وہ ہم پر غلبہ پا لیتے

ہیں کبھی ہم ان پر۔ پوچھا وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ میں نے جواب دیا وہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم صرف ایک خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جن کو ہمارے آباؤ اجداد پوجتے تھے ان کی پرستش سے ہمیں منع کرتا ہے اور ہمیں نماز پڑھنے' صدقہ دینے' پرہیزگاری' وعدہ پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ تو اس (قیصر روم) نے اپنے ترجمان سے کہا جب میں یہ سب کچھ بیان کر چکا کہ اس سے کہو میں نے تم سے اس کے نسب کی بابت پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے اور ہر رسول اپنی قوم کے لئے ایسے نسب میں مبعوث ہوا اور میں نے تم سے پوچھا کہ تم میں سے کیا کسی نے پہلے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ (اگر ایسا ہوتا تو) میں کہہ دیتا کہ وہ اس بات میں اپنے پیش رو کی پیروی کر رہا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے کیا تم نے اسے جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ اس کا تم نے نفی میں جواب دیا تو میں نے جان لیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کوئی لوگوں سے جھوٹ بولنا تو چھوڑ دے لیکن اللہ پر جھوٹ باندھے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ پس میں نے (اپنے دل میں) کہا اگر اس کے آباؤ اجداد میں کوئی باشادہ ہوا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ وہ اس طریقے سے اپنے بڑوں کی بادشاہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کی پیروی کرنے والے قوم کے امیر لوگ ہیں یا غریب' تو تم نے بتایا کہ اس کے پیروکار غریب لوگ ہیں اور رسولوں کے پیروکار غریب ہی ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کامل کی خاصیت یہی ہوتی ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین سے ناخوش ہو کر پھرا ہے؟ تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ پس ایمان کا خاصہ یہی ہے کہ جب وہ دلوں میں رچ بس جاتا ہے تو اس سے کوئی ناخوش نہیں ہوتا۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے؟ تو تم نے جواب دیا کہ نہیں اور رسول ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتے پھر میں نے

تم سے پوچھا کہ کیا تم اس سے اور وہ تم سے لڑا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ ایسا ہوا ہے اور تمہاری اور اس کی جنگ ڈول کی طرح رہی ہے۔ ایک دفعہ وہ تم پر غالب آ جاتا ہے اور دوسری دفعہ تم غالب آ جاتے ہو۔ رسولوں کی اسی طرح آزمائش ہوتی رہی ہے لیکن آخرکار کامیابی اس کے قدم چومتی ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ کن باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے؟ تم نے بتایا وہ تمہیں یہی حکم دیتا ہے کہ خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہیں ان سے روکتا ہے جن کی عبادت تمہارے آباؤ اجداد کرتے تھے اور تمہیں نماز، صدقہ، پرہیز گاری، ایفائے عہد اور ادائے امانت کا حکم دیتا ہے۔

اس نے کہا یہی تو نبی کی صفت ہے۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ نبی (آخرالزمان) ظاہر ہونے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ تم میں ہوگا اور جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اگر یہ درست ہے تو عنقریب وہ (جانِ رحمت) میرے قدموں کی اس جگہ کے بھی مالک ہوں گے۔ اگر مجھے امید ہوتی کہ میں ان کی بارگاہ تک پہنچ جاؤں گا تو حاضری کا شرف ضرور حاصل کرتا۔ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے مبارک قدموں کو دھوتا (یعنی خدمت گزار بن جاتا) ابوسفیان نے کہا کہ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے گرامی نامے کو منگوایا۔ وہ پڑھا گیا۔ اس میں لکھا تھا ''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے' یہ محمد اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل شاہ روم کی جانب ہے۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے۔ اسلام قبول کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر تم اس بات سے پھرو تو رعایا کا وبال بھی تمہارے سر ہوگا اور اے اہل کتاب ایک کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں اللہ کو چھوڑ کر۔ پس اگر اس بات سے پھریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

ابوسفیان نے فرمایا کہ جب وہ اپنی گفتگو ختم کر چکا تو اس کے اردگرد جو رومی سردار

لگے تو ان کی آوازیں بلند ہو گئیں اور بڑا شور و غل ہوا لیکن میں نہیں جان سکا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہمیں باہر چلے جانے کا حکم دیا گیا تو ہم باہر نکل آئے۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہر نکلا اور ہمیں علیحدگی ملی تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ابی کبشہ کے بیٹے (رسول خدا) کا درجہ کتنا بلند ہو گیا ہے کہ بنی اصفر (رومیوں) کا بادشاہ اس سے ڈرتا ہے۔ ابوسفیان فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس روز سے ذلت محسوس کرنے لگا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس کا دین عنقریب غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کو داخل فرما دیا حالانکہ میں اسے ناپسند کرتا تھا۔

(ح) حضور ﷺ کے متعلق بشارتِ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کی قرآنی تصدیق

سرورِ کونین ﷺ وہ مبارک ہستی ہیں کہ شہنشاہ کائنات اللہ جل شانہ نے پہلے تو یہ اہتمام فرمایا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان اور آپ ﷺ کے احکامات بجا لانے کا وعدہ لیا جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے ادوار میں احمد مجتبیٰ ﷺ کے انتظار میں ادب سے آنکھیں بچھائے رہے حتیٰ کہ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا دور آ گیا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے سے قبل اپنی امت کے مخلص افراد کو خاتم النبیین ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی۔ آپ ﷺ کے اسم مبارک ''احمد'' کے متعلق انہیں آگاہ فرمایا۔ آپ ﷺ کے خاص خاص اوصاف و عاداتِ مبارکہ کا ذکر فرمایا۔ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک' ولادت کے مقام' جائے ہجرت کے متعلق جامع قسم کی معلومات دیں تاکہ جب نبی آخرالزمان ﷺ تشریف لائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی' اپنے نبی محترم کے حکم کے مطابق آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور ان کی غلامی سے دہرے ثواب کے مستحق ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے قربان جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری ولاریب کلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ خطبہ درج فرمایا تاکہ ملت اسلامیہ کے قلوب میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے متعلق یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہمارے آقا کریم ﷺ

کا ڈنکا گزشتہ تمام انبیاء نے بجایا ہے اور ان میں سے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کی امت میں پیدا ہونے کی تمنا کی جبکہ ہم گناہ گاروں کو حضور ﷺ کی امت میں پیدا ہونے کا ہمارے رب تعالیٰ نے عظیم شرف عطا فرمایا ہے۔ آیئے قرآن کے الفاظ میں حضرت سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی احمد مجتبیٰ ﷺ کی آمدِ باسعادت کے متعلق خوشخبری پڑھیں۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○

(پ ۲۸، صف: ۶/۶۱)

اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا، اے بنی اسرائیل میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہارے پاس پہلے سے موجود تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول (ﷺ) کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اس کا نام احمد (ﷺ) ہے۔ پس جب وہ ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آ گیا تو کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے۔

گویا حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ درس دیا کہ جب میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ کی خبر دوں تو اس بات کو خوب عقل و شعور کے ساتھ سمجھ لو کہ امام الانبیاء ﷺ کی آمد کی خبر تمہارے لئے باعث مسرت ہے۔ تم اسے سن کر خوشی کا اظہار کرو اور پورے اخلاص کے ساتھ اسے پانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تقریباً ساڑھے پانچ صدیاں پہلے آمد مصطفیٰ ﷺ کی خبر سنا کر اپنی امت کو خوش خبری سنا رہے ہیں اور ان کی امت کے مخلص افراد نے واقعتاً اس پر خوشی و امید کا اظہار کیا تو جب وہ احمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئیں تو ان کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر ادا کرنا اور اس روز آپ ﷺ کا خوب ذکر خیر کرنا اور درود و سلام کے گجرے پیش کرنا، قرآنی تعلیمات کے

عین مطابق ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن کثیر نے یوں تحریر کیا ہے:

عالی جناب حضور محمد ﷺ کی بابت اگلے انبیاء کرام علیہم السلام برابر پیشین گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفتیں سناتے رہے اور آپ کی اتباع اور نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے' ہاں آپ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے۔ اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوئی۔ جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعا خلیل اور نوید مسیح کی طرف کی ہے اس سے یہی مراد ہے (تفسیر ابن کثیر)

حدیث پاک میں بشارت عیسوی کی تائید:

حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ اے کائنات کے مکینو! اس میں ذرا شک نہ کرنا' وہ نبی رحمت میں ہی ہوں' جس کے متعلق میرے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اور جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی میرے متعلق اپنی امتوں کو آگاہ کیا۔

سنئے آقائے نامدار ﷺ کا وہ انتہائی خوشبودار ارشاد کہ جس میں اپنی زبانِ حق ترجمان سے یہ فرمایا کہ:

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِيْ دَعْوَةُ إِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ	حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب نبیوں سے آخری لکھا ہوا تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں گوندھے ہوئے تھے اور میں تمہیں اپنے معاملے کی ابتدا بتاتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا' حضرت

وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ ۔

(شرح السنہ' احمد' مشکوۃ سوم کتاب الفتن ح ۵۵۱۱)

عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا اور ان کے لئے ایک نور خارج ہوا تھا جس سے شام کے محل چمک اٹھے تھے (شرح السنہ) میں روایت کیا اسے احمد نے حضرت امامہ سے ساخبرکم آخر تک روایت کیا۔

یہ حدیث پاک حدیث کی کئی کتب میں درج ہے اور آئمہ حدیث نے صحیح حدیث فرمایا ہے۔ ویسے بھی یہ مذکورہ بالا آیت قرآنی کی تائید کر رہی ہے اس میں خصوصی طور پر سرورِ کونین ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کیا ہے کہ جس میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا جس میں انہیں بتایا گیا کہ محترم و خوش نصیب بی بی آمنہ تیرا لخت جگہ نبی آخرالزمان ہے۔ اس کا نام احمد رکھنا۔ نیز اس حدیث میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کے اس قول کی تصدیق فرمائی کہ حضور ﷺ کی ولادت کے موقع پر میرے بطن سے نور خارج ہوا۔ اس نور کی اتنی تیز روشنی تھی کہ مجھے شام کے محلات رات آخری پہر میں روشن نظر آئے۔ نیز حضور ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کے خواب کو بچپن میں ان سے سنا ہو گا یا اس کی خبر اپنے علم غیب سے دی۔

یہاں تفسیر ابن کثیر کی چند سطور کا ذکر ایمان کی تازگی کا باعث ہو گا۔

ان دونوں کے ساتھ آپ کا اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار درود ورحمت بھیجے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کرام علیہم السلام کی متواتر پیشین گوئیوں کے بھی جب آپ روشن دلیل لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے (تفسیر ابن کثیر' ج ۵' ص ۵۶)

حاکم حبشہ نجاشی کی تصدیق:

جب چند مسلمان اہل مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے حضور ﷺ کے حکم سے

حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں سکون سے زندگی بسر کرنے لگے یہ بات کفار مکہ کو بھلی نہ لگی انہوں نے عمرو بن العاص کی رہنمائی میں کچھ لوگ قیمتی تحائف کے ساتھ حبشہ کے والی نجاشی کے پاس بھیجے۔ وہ نجاشی کے پاس پہنچے اسے وہ تحائف پیش کئے پھر کہا کہ یہ ہمارے قبیلے کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بگڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں۔ ہماری قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے۔ نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں۔ حکم دیا کہ انہیں حاضر کرو۔ چنانچہ یہ مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار میں آئے۔ ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تھے۔ باقی لوگ ان کے ماتحت تھے۔ یہ جب آئے تو انہوں نے سلام تو کیا لیکن سجدہ نہیں کیا۔ درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔ پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہماری طرف بھیجا اور اس رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم نماز پڑھتے رہیں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا کہ ایسا نہ ہو کہ ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے۔ درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کے لئے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مختلف ہیں۔ اس پر بادشاہ نے پوچھا بتلاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں تعلیم فرمایا ہے کہ وہ کلمتہ اللہ ہیں، روح اللہ ہیں، جس روح کو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں جنہیں کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقعہ تھا۔ بادشاہ نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو! اور اے واعظو! عالمو! اور درویشو! ان کا اور ہمارا اس بارے میں ایک ہی عقیدہ ہے، اللہ کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدے میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں۔ اے جماعت مہاجرین تمہیں مرحبا ہو اور اس رسول کو بھی مرحبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ

کے سچے رسول ہیں۔ وہی ہیں جن کی پیش گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو سہو۔ اللہ کی قسم اگر ملک کے اس جھنجھٹ سے میں آزاد ہوتا تو میں قطعاً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ کی جوتیاں اٹھاتا' آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا۔ اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تحفہ لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ ان مہاجرین کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو جلد ہی حضور ﷺ سے آ ملے۔ جنگ بدر میں بھی آپ نے شرکت کی۔ اس شاہ حبشہ کے انتقال کی خبر جب حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے اس کے لئے بخشش کی دعا مانگی (تفسیر ابن کثیر' ج ۵' ص ۵۶۵۵)

تفسیر ضیاء القرآن:

مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت رقمطراز ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا یہ انداز بھی بڑا نرالا ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کبھی کسی شخص نے اپنے فرزند کا نام احمد نہیں رکھا تھا تا کہ اس بشارت کے مصداق کے بارے میں ذرا سا شائبہ بھی پیدا نہ ہو لیکن جب اس اسم کو ذات پاک مصطفوی سے نسبت ہوگئی تو یہ نام اس قدر مقبول ہوا کہ اب اس نام کے لوگوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔

حضور ﷺ سے پہلے کیونکہ بعثت محمدی کا چرچا عام تھا یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ایک نبی آنے والا ہے جس کا نام محمد ہو گا چنانچہ والدین نے اپنے بچوں کے نام محمد تجویز کیے کہ شاید یہ سعادت ان کے حصہ میں آئے۔ حضور ﷺ سے پہلے سات ایسے آدمی ملتے ہیں جن کا نام محمد ہے لیکن ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے اپنے پیارے بندے کے ان دو ناموں کو ہر اشتباہ اور التباس سے بالاتر رکھا۔

کہ بے شک اس بشارت کا مصداق صرف نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر ہے کیونکہ الفاظ ''یاتی من بعدی '' میرے بعد آئے گا اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت

عیسیٰ کے بعد حضور ﷺ کے سوا کسی نے بھی رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ دوسری نشانی ذکر کی کہ ان کا نام احمد ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی نبی یا رسول کا نام احمد نامی ہونا تو کجا کسی فرد بشر کا نام بھی احمد نہ تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف آپ نے ہی رسالت کا دعویٰ فرمایا اور صرف آپ کا اسم گرامی ہی احمد تھا اس لئے اس بارے میں ذرا شک نہ رہا کہ اس بشارت کا مصداق حضور ﷺ کی ہی ذات گرامی ہے (تفسیر ضیاء القرآن)

یہود کے حق چھپانے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی:

زمانۂ رسالت مآب میں کچھ یہودی بظاہر مسلمان ہو گئے لیکن اندر سے یہودیت پر قائم رہے۔ وہ جب مسلمانوں سے ملتے تو کہتے کہ بے شک ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ جب ان سے مسلمان سوال کرتے کہ بتاؤ تورات میں حضور ﷺ کا ذکر خیر موجود ہے تو ان کی زبان سے سچی بات نکل جاتی اور وہ مسلمانوں کے سامنے اقرار کرتے کہ ہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کے اوصافِ جلیلہ تورات میں موجود ہیں لیکن جب بعد میں آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو کوستے کہ تم نے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے سامنے سچی بات کیوں کہہ دی ہے۔ اب تو وہ تم پر دلیل قائم کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور تم پر یہ حجت قائم کریں گے کہ یہ لوگ باوجود اس کے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو پہچان لیا تھا پھر بھی ایمان نہ لائے۔ وہ اپنی احمقیت سے سمجھتے تھے کہ ہم اس طرح اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دے لیں گے مگر اللہ تعالیٰ تو دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے بھی واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی یہ مکالمہ بازی یوں درج کی ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا	اور جب اہل ایمان سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اور جب علیحدہ ہوتے ہیں اور آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے وہ

تَعْقِلُوْنَ ○ اَوَ لَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ (بقرہ:۷۶-۷۷)

بات کرتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کر دی ہے تاکہ وہ تم پر تمہارے رب کے سامنے دلیل دیں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کا یہ جملہ نوٹ کر کے رسول اکرم ﷺ کے ان اوصاف جمیلہ کی تصدیق فرما دی ہے جو تورات میں درج تھے کہ انہوں نے کہا ''اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ '' کہ تم مسلمانوں سے وہ بات کرتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کر دی ہے تاکہ وہ تم پر تمہارے رب کے سامنے دلیل دیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن کریم میں جواب دیا کہ تم چھپاؤ یا نہ مانو تمہاری تمام حرکات ہمارے سامنے ہیں اور تم تورات کے مطابق حضور ﷺ کے جملہ اوصاف دیکھ کر بھی آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔

یہود کی اس محاورہ بازی کے متعلق علامہ ابن جریر تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب منافقین و یہود حضرت سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب سے ملتے تو یہ کہتے کہ ہم ایمان لے آئے' اور ابو العالیہ اور قتادہ نے بیان کیا کہ جب یہ آپس میں ملتے تو کہتے کہ تمہاری کتاب میں جو (حضرت) محمد (ﷺ) کی صفات بیان کی گئی ہیں وہ تم مسلمانوں کے سامنے کیوں بیان کرتے ہو' وہ اس بیان کو تمہارے خلاف حجت بنا لیں گے کہ جب یہ وہی آنے والے نبی ہیں تو تم ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے (جامع البیان ج۱ص۲۹۲' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

تفسیر مظہری سے وضاحت:

جب منافقین و یہود مومنین خالص سے ملتے ہیں تو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہاری طرح خالص ایمان لے آئے (تفسیر مظہری' اول ص ۱۴۶)

''وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ '' (اور جب اکیلے ہوتے ہیں ایک دوسرے

کے پاس بعض سے کعب بن اشرف اور وہب بن یہودا اور دیگر رؤسا یہود مراد ہیں۔

"قَالُوْا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ" تو کہتے ہیں کیا تم کہے دیتے ہو مسلمان سے وہ علم جو اللہ نے تم پر ظاہر کیا تاکہ تم سے جھگڑیں اس کے ذریعہ تمہارے رب کے آگے۔ حاصل یہ ہے کہ جب آپس میں ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوتے ہیں اور کوئی غیر نہیں ہوتا جو کافر اوروں کو ایمان کی ترغیب دیتے ہیں اور خود اپنے کو بھول گئے ہیں ان کو دوسرے کافر برا بھلا کہتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ اے بیوقوفو! ان سے ایسا برتاؤ مت کرو اور محمد ﷺ کی نعت جو تورات میں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے وہ ان لوگوں سے نہ کہو ورنہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کو یہ تمہارا کہنا ایک حجت ہو جائے گا۔ کہیں گے کہ اے اللہ یہ لوگ محمد ﷺ کی سچائی کو خوب جانتے تھے اور ہم کو ان کے اتباع کا حکم کرتے اور اس پر بھی کھلم کھلا اور پوشیدہ ہر حالت میں کفر کرتے تھے (تفسیر مظہری، جلد اول، ص ۱۴۷)

یہود کا اوصاف مبارک چھپانا:

تمام مفسرین نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ اہل کتاب حضور ﷺ کے اوصافِ مبارکہ کہ دانستاً چھپاتے تھے جیسے کہ علامہ ابن جریر فرماتے ہیں زیادہ صحت کے قریب یہ ہے کہ تورات میں نبی ﷺ کی جو صفات مذکور تھیں ان میں سے دانستہ تحریف کرتے تھے اور آپ کی صفات کو تبدیل کر کے بیان کرتے تھے (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۲ مطبعۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ تورات میں مذکور تھا کہ آپ کا گورا رنگ ہے اور متوسط قد ہے اور جب ان سے آخری نبی کی صفات پوچھی جاتیں تو یہ کہتے ان کا سانولا رنگ ہے اور لمبا قد ہے (جامع البیان ج ۱ ص ۲۹۲ مطبعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ بحوالہ تفسیر تبیان القرآن)

مجاہد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قریظہ والے دن یہودیوں کے قلعہ تلے کھڑے ہو کر فرمایا اے بندر اور خنزیر اور طاغوت کے عابدوں کے بھائیو تو وہ آپس میں کہنے لگے یہ ہماری گھر کی باتیں انہیں کس نے بتا دیں؟ خبردار اپنی آپس کی خبریں انہیں،

نہ دو ورنہ انہیں اللہ کے سامنے حجت ہو جائے گی۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گوتم چھپاؤ لیکن مجھ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی، تم یہ جو چپکے چپکے اپنے لوگوں سے کہتے ہو کہ اپنی باتیں ان تک نہ پہنچاؤ اور تم جو اپنی کتاب کی باتوں کو چھپاتے ہو تم میں تو تمہارے اس برے کام سے بخوبی آگاہ ہوں اور تم جو اپنا ایمان ظاہر کرتے ہو اس تمہارے اعلان کی حقیقت کا علم بھی مجھے حاصل ہے (تفسیر ابن کثیر، اول ص ۱۴۳)

بقول حضرت خواجہ محمد شاہ الدین رحمۃ اللہ علیہ

ناسخ ہو کر توریت، انجیل و زبور کا
مانع ہو وہ شرک و کذب جفا و غرور کا

باب ۴

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے درمیانی عرصہ میں ذِکر خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ا) آمد باسعادت سے قبل اہل کتاب کا حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا:

جیسا کہ اس سے قبل دلائل سے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ تورات و انجیل میں حضور ﷺ کے جملہ اوصاف مبارکہ کا ذکر موجود تھا اور قرآن کریم کا بھی ذکر موجود تھا جنہیں یہودی پڑھ کر لوگوں کو سناتے تھے جس سے یہ اوصاف مبارکہ لوگوں میں مشہور ہو چکے تھے حتیٰ کہ مشرکین قبائل سے بھی وہ کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک نبی محترم ایک عظیم کتاب لے کر آئیں گے اور ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔
اس کے علاوہ جب اہل کتاب کی مشرکین سے جنگ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی عاجزی سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! جس نبی کے آنے کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے ان کی برکت سے ہمیں مشرکین پر فتح عطا فرما تو اللہ تعالیٰ انہیں فتح عطا فرماتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا یوں ذکر کیا ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب یعنی (قرآن) آئی جو ان کے پاس والی کی تصدیق کرتی تھی اور اس سے قبل وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے

كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (پ ۱' بقرہ: ۸۹)

تھے مگر جب ان کے پاس آیا جسے وہ جانتے تھے تو اسے ماننے سے منکر ہو گئے۔ پس نہ ماننے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے احسان جتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم تو سرکارِ دو عالم ﷺ کی آمد سے قبل ان کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے تھے۔ اب جبکہ حضور ﷺ قرآن کریم لے کر آ چکے ہیں جو تورات کی تصدیق کرتا ہے اور تم نے قرآن کریم اور ہمارے حبیب ﷺ کو پہچان لیا ہے تو اب تعصب و ہٹ دھرمی سے انکار کرتے ہو۔ جاؤ تم اس انکار کی بناء پر ہماری رحمت سے دور کر دیئے گئے ہو۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حضور ﷺ کی آمد سے صدیوں قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے یہود دعائیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا تھا اگر ان کا عمل باطل ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کا رد فرماتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبول کرنے کا احسان جتلایا اور اس احسان کو یاد کرایا تو اس سے معلوم ہوا اب آپ ﷺ کے امتی آپ ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں کر سکتے ہیں۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر کی رو سے آیت کی وضاحت:

حافظ ابن کثیر صاحب نے اس جگہ بڑی خوبصورت تفسیر تحریر کی ہے جبکہ مفسرین نے بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب کبھی یہودیوں اور عرب کے مشرکین کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ عنقریب اللہ کی سچی کتاب لے کر اللہ کے ایک عظیم الشان پیغمبر ﷺ تشریف لانے والے ہیں ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں ایسا قتل و غارت کریں گے کہ تمہارا نام و نشان مٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے کہ اے اللہ تو اس نبی محترم ﷺ کو جلد بھیج جس کی صفتیں ہم تورات میں پاتے ہیں تا کہ ہم ان پر ایمان لا کر ان کے ساتھ ہو کر اپنا بازو مضبوط کر کے تیرے دشمن سے انتقام لیں۔ مشرکوں سے کہا کرتے تھے کہ اس نبی محترم ﷺ کا زمانہ

بالکل قریب آ گیا ہے لیکن جس وقت حضور ﷺ معبوث ہوئے تمام نشانیاں آپ ﷺ میں دیکھ لیں پہچان لیا' دل سے قائل ہو گئے مگر چونکہ آپ ﷺ عرب میں سے تھے حسد کر کے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی لعنت میں آ گئے بلکہ وہ مشرکین مدینہ جو ان سے یہ سنتے چلے آتے تھے انہیں ایمان نصیب ہوا اور حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر وہ یہود پر غالب آ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ' حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ' حضرت داؤد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان یہودِ مدینہ سے کہا بھی' کہ تم تو ہماری شرک کی حالت میں ہم سے حضور ﷺ کی نبوت کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے جو جو اوصاف تم حضور ﷺ کے بیان کرتے تھے وہ تمام اوصاف آپ ﷺ میں ہیں پھر تم خود ایمان کیوں نہیں لاتے؟ آپ کا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟ تو سلام بن مشکم نے جواب دیا کہ ہم انہیں نہیں کہتے تھے۔ اس کا ذکر اسی آیت میں ہے کہ پہلے سے مانتے تھے' منتظر تھے لیکن آنے کے بعد حسد اور تکبر سے اپنی ریاست کے کھوئے جانے کے خیال سے صاف انکار کر بیٹھے۔

(تفسیر ابن کثیر' زیر آیت مذکورہ بالا)

۲- امام ابن جریر کی وضاحت:

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود' اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عرب میں معبوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ ﷺ کے متعلق کہتے تھے اس کا انہوں نے انکار کر دیا۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء نے ان سے کہا اے یہودیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ' جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے فتح کی دعا کرتے تھے' تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی ﷺ معبوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی ﷺ کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں'

اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی ﷺ نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ (جامع البیان ج ا ص ۳۲۵' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' بیان القرآن' اول ص ۴۷۱)

۳- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابو نعیم نے دلائل النبوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہود کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یوں فتح کی دعا کرتے تھے ''اے اللہ! ہم نبی امی کے وسیلہ سے تجھ سے نصرت طلب کرتے ہیں' تو ہماری مدد فرما' تو ان کی مدد کی جاتی اور جب وہ نبی آ گئے جن کو وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے ان کا کفر کیا۔

امام ابو نعیم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس طرح دعا کا ذکر کیا ہے:

اے اللہ! اپنے اس نبی کے وسیلہ سے ہماری مدد فرما اور اس کتاب کے وسیلہ سے جو تو ان پر نازل کرے گا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے تو ان کو آخر زمانہ میں مبعوث فرمائے گا۔ (الدر المنثور ج ا ص ۸۸' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ' ایران)۔

۴- حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی وضاحت:

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ '' یعنی نبی ﷺ کے معبوث ہونے سے پہلے ''يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا'' وہ کفار پر فتح مانگا کرتے تھے یعنی حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب کی یہ حالت تھی کہ مشرکین عرب کے مقابلہ میں حضور ﷺ کے وسیلے اور برکت سے مدد طلب کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اے اللہ اس نبی محترم ﷺ کی برکت سے جو آخر زمانہ میں معبوث ہو گا اور جس کی صفت اور

حالات ہم تورات میں دیکھتے ہیں ہماری مدد کر اور حق تعالیٰ کی طرف سے امداد ہوتی تھی اور مشرکین جو ان کے مقابل ہوتے ان سے کہا کرتے کہ اب نبی آخر الزمان ﷺ کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے وہ ہماری تصدیق فرمائیں گے پھر ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں اس طرح قتل اور ہلاک کر ڈالیں گے جیسے عاد اور ثمود اور ارم برباد اور ہلاک کئے گئے۔ یا یہ معنی ہیں کہ یہود مشرکین پر جناب رسول اللہ ﷺ کی نعت اور اوصاف ظاہر کرتے اور کہتے کہ عنقریب ایک نبی محترم ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ اس تقدیر پر ''يَسْتَفْتِحُوْنَ'' میں سین مبالغہ کے لئے ہوگا اور نیز سین سے اس طرف یہی اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کی نعت بیان کرنے والا گویا اپنے نفس سے خود یہ سوال کرتا ہے کہ ایسے نبی کب ہوں گے (تفسیر مظہری، جلد اص ۱۶۲)

''فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا '' پس جب آ پہنچا ان کے پاس وہ جس کی جان پہچان رکھتے تھے'' ما موصولہ ہے اور ضمیر جو اس کی طرف عائد ہے محذوف ہے اور مراد ماعرفوا سے محمد ﷺ ہیں کیونکہ تورات میں جو آپ ﷺ کی صفات مذکور ہے اس سے آپ کو بخوبی پہچان چکے تھے۔ ''كَفَرُوْا بِه'' تو انکار کر دیا۔ اس کفر کی وجہ دو ہو سکتی ہیں یا تو اس بات کی ضد کہ یہودیوں میں سے کوئی نبی کیوں نہ ہوا یا مال اور ریاست کے جانے کا خوف۔

''فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ '' پس خدا کی پھٹکار کافروں پر بجائے عَلَى الْكَافِرِيْنَ کے عَلَيْهِمْ ضمیر کے ساتھ لانے کا موقع تھا لیکن اس لئے ظاہر کر دیا کہ معلوم ہو جائے کہ یہی لوگ لعنت کے مستحق ہیں کیونکہ ان میں کفر موجود ہے۔ اس صورت میں الکافرین میں ال عہد کا ہو گا اور یا ال جنس کا لیا جائے۔ اس وقت یہ معنی ہوں گے کہ اللہ کی لعنت تمام کافروں پر ہے اور منجملہ ان کے یہ بھی ہیں سو یہ بھی ملعون ہوئے۔

۵۔ تفسیر ضیاء القرآن:

جب کبھی ان یہود کی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے ظاہری

امکانات ختم ہو چکتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام کھول کر جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی صفات و کمالات کا ذکر ہوتا وہاں ہاتھ رکھتے اور ان الفاظ سے دعا کرتے۔ ''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ نَبِيِّكَ الَّذِیْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تَبْعَثَهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْيَوْمَ عَلٰى عَدُوِّنَا فَيُنْصَرُوْنَ'' (روح المعانی' القرطبی وغیرہ)

اے اللہ ہم تجھے اس نبی کا وسیلہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح دے تو حضور پرنور ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا (تفسیر ضیاء القرآن' جلد اول' ص ۷۴)

۶۔ تفسیر تبیان القرآن میں وضاحت:

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ عالی اس آیت کریمہ کے تحت بڑی ایمان افروز وضاحت یوں فرماتے ہیں:

نبی ﷺ کے زمانہ میں جو یہودی تھے وہ یہ جانتے تھے کہ تورات میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کے معبوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے لیکن وہ حسد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہیں لائے اور ان کو یہ ڈر تھا کہ اگر آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ان کو جو نذرانے ملتے تھے اور وہ مجرموں سے جو رشوتیں وصول کرتے تھے وہ بند ہو جائیں گی اور عام یہودیوں پر جو یہود کی ریاست تھی وہ ختم ہو جائے گی اور وہ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وحی نازل کر دے' ان کی خواہش تھی کہ بنو اسرائیل ہی میں سے وہ نبی معبوث ہو' انہوں نے پہلے نبیوں کا بھی انکار کیا اب ہمارے نبی محترم ﷺ کو نہ مان کر نیا انکار کیا' اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو ذلت کی زندگی دی اور آخرت میں ان کو ذلیل کرنے اور عذاب کا مستحق قرار دیا۔ ان آیات میں مقربین کے وسیلہ سے دعا کا ثبوت ہے اور بالخصوص ہمارے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ آپ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے اور یہ کہ آپ کی بعثت سے پہلے ہی آپ کا شہرہ تھا' اور آپ کے نام کے وسیلہ سے حاجت روائی ہوتی تھی' بنو اسرائیل حسد اور سرکشی کی وجہ سے آپ پر ایمان نہ لائے' اس سے معلوم ہوا کہ حسد

اور سرکشی حرام ہے اور حسد کی وجہ سے انسان اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ حسد کرنے کی وجہ سے بنو اسرائیل دولت ایمان سے محروم رہے' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا' اس سے معلوم ہوا کہ ذلت اور اہانت والا عذاب کفار کے ساتھ خاص ہے' اگرچہ بعض گناہ گاروں کو عذاب' ذلت اور اہانت کا عذاب نہیں ہوگا بلکہ وہ ان کی طہارت و پاکیزگی کا سبب ہوگا (تفسیر تبیان القرآن' جلد اول' ص ۴۷۲)

۷- اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ کا خطاب:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے ارشاد فرمایا تم قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتے جبکہ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم صرف اپنے نبی علیہ السلام اور اس سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن و صاحب قرآن ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہو اگر تم پہلے انبیاء (علیہم السلام) کے اتنے ہی وفادار تھے تو بتاؤ کہ تم نے ان انبیاء کرام کو ناحق شہید کیوں کیا تھا۔ پس تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو بلکہ نبی آخر الزمان ﷺ کا انکار بھی ناحق کر رہے ہو لہٰذا فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (بقرہ:۹۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لاؤ جن کو اللہ نے نازل کیا تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائیں گے' جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس کے ماسوا کا کفر کرتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اور جو (اصل) کتاب ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والی ہے آپ کہیے اگر تم (تورات پر) ایمان لانے والے ہو تو اس سے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے۔

(ب) اہل کتاب کا جانتے ہوئے انکار

پروردگار عالم نے اہل کتاب کے رسول اکرم ﷺ کو ہر طرح سے پہچان کر بھی انکار کرنے کے عمل کی مذمت فرمائی ہے اور اس بات کی گواہی دی ہے کہ جب ہمارے آخری پیغمبر ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور آپ ﷺ نے گزشتہ انبیاء کرام و تورات کی تصدیق فرما دی ہے تو انہوں نے ایمان لانے کے بجائے شیاطین کی پیروی کو اپنا لیا اور بہت گھاٹے کا سودا کیا جبکہ قرآن کریم اور تورات کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۔

(بقرہ:۱۰۱)

اور جب کوئی ان کے پاس رسول آیا جو اس کی تصدیق کرنے والا تھا کہ جو ان کے پاس تھا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس بات کو اس طرح پس پشت ڈال دیا جنہیں کتاب دی گئی تھی گویا کہ وہ انسے بالکل ہی نہیں جانتے۔ اور اس کی پیروی کرنے لگے جو شیاطین سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے۔

ان آیات کے تحت اکثر مفسرین نے تحریر فرمایا ہے ایک دفعہ یہود کے چند علماء حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے چند سوالات پوچھے جن کا جواب

اس وقت سوائے نبی کے کوئی اور نہ دے سکتا تھا۔ جب حضور ﷺ نے ان سوالات کے درست جواب دے دیئے نیز انہوں نے تورات میں مذکور آپ ﷺ کے اوصاف مبارکہ سے آپ ﷺ کو پہچان لیا تو پھر کہنے لگے کہ یہ تو بتاؤ کہ آپ ﷺ کا دوست کون سا فرشتہ ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین۔ اس پر وہ کہنے لگے وہ تو یہودیوں کے سخت دشمن ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ یہودیوں کے لئے عذاب وغیرہ کے احکامات لے کر آئے ہیں پھر انہوں نے کہا کہ اگر جبرائیل علیہ السلام کے بجائے میکائیل علیہ السلام ہوتے تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آتے۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل ومیکائیل علیہم السلام کی امانت داری کی گواہی دی جس کا ذکر اس کے بعد آئے گا۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابن جریر یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ معبوث ہوئے اور آپ ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کیا کیا عہد و میثاق لئے ہیں۔ ایک یہودی عالم مالک بن صیف نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے متعلق ہم سے کوئی عہد نہیں لیا اور نہ ہم سے کوئی میثاق لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب بھی یہ کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے''۔

(جامع البیان ج ا ص ۳۵۱' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس جگہ اس روایت کو درج کرنا باعث تازگیٔ ایمان ہے جو حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ عالی نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہم آپ سے چار ایسی چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں جن کا جواب نبی کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔ فرمایا تم جو چاہو سوال کرو لیکن اس کی ضمانت دو کہ اگر تم ان جوابات کا صدق پہچان لو تو پھر تم اسلام قبول کر لو گے۔ انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ انہوں نے سوال کیا کہ تورات نازل ہونے سے پہلے حضرت یعقوب

نے کون سے طعام کو حرام کیا تھا؟-آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو اس کی ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو نازل کیا ہے کیا تم کو معلوم ہے کہ حضرت یعقوب سخت بیمار ہو گئے اور جب ان کی بیماری طول پکڑ گئی تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دے دی تو میں اپنا پسندیدہ طعام اور مشروب اپنے اوپر حرام کرلوں گا اور ان کا پسندیدہ طعام اونٹ کا گوشت تھا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ ان کا دوسرا سوال تھا کہ مرد کا پانی کیسا ہے اور عورت کا پانی کیسا ہے؟ اور مذکر اور مؤنث کیسے بنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تم کو معلوم ہے کہ مرد کا پانی سفید اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے اور جس کا پانی غالب ہو بچہ اسی (جنس) کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے بچہ کی تخلیق ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ ہو جا۔ ان کا تیسرا سوال تھا اس نبی اُمی کی نیند کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم کو اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ اس نبی اُمی کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا۔ انہوں نے کہا بہ خدا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ گواہ ہو جا۔ انہوں نے کہا اب آپ ﷺ ہمیں یہ بتائیں کہ فرشتوں میں سے آپ ﷺ کا دوست کون ہے؟ اور آپ ﷺ کے دین قبول کرنے یا نہ کرنے کا مدار اس سوال کے جواب پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا دوست جبرائیل علیہ السلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا اس کے وہی دوست تھے۔ انہوں نے کہا اب ہم آپ کو چھوڑتے ہیں اگر کوئی اور فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم آپ ﷺ کی اتباع کر لیتے اور آپ پر ایمان لے آتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جبرائیل علیہ السلام کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا وہ ہمارا دشمن ہے' پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۳۴۲'۳۴۱' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ سیوطی نے اس کا امام طیالسی' ابونعیم' بیہقی اور ابن ابی حاتم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(درمنثور ج ۱ ص ۹۰'۸۹' مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمی ایران' تفسیر تبیان القرآن اول ص ۴۷۸)

۱- اہل کتاب کے حضرت جبرائیل علیہ السلام پر الزام کا جواب:

حضور ﷺ کے دورِ مبارک کے اہل کتاب کے لئے آپ ﷺ کو پہچاننے کے بعد انکار کا کوئی بہانہ نہ رہا تو انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام پر الزام لگایا کہ وہ ہمارے دشمن ہیں جبکہ حضرت میکائیل علیہ السلام ہمارے دوست ہیں حالانکہ یہ دونوں جلیل القدر فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر بالکل اسی طرح عمل کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ انہیں حکم صادر فرماتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صداقت و امانتداری کی گواہی دی اور ارشاد فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے ہمارے حکم سے یہ قرآن کریم حضرت محمد ﷺ کے قلب پر نازل کیا ہے۔ اس لیے ان سے دشمنی اللہ تعالیٰ سے دشمنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دشمن رکھتا ہے۔ ان کے کفر نفاق میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صداقت و امانت کے متعلق یوں ارشاد فرمایا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

(پ ۱ بقرہ: ۹۷)

آپ فرما دیجئے کہ جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ بے شک جبرائیل ہی نے آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن اتارا جو پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور کامیابی کی بشارت ہے

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تسلی دی اے محبوب ﷺ جو آپ ﷺ کی نبوت و قرآن کریم کو نہیں مانیں گے میرا ان سے اعلان جنگ ہے کیونکہ آپ ﷺ اور قرآن کا انکار صرف کافر ہی کر سکتے ہیں حالانکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے حکم سے قلبِ مصطفیٰ ﷺ پر نازل کرنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اس کے آگے حضرت جبرائیل و میکائیل علیہم السلام کے دشمنوں سے اللہ تعالیٰ نے خود اعلان جنگ فرمایا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

پس جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس

وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝

(پ ا' بقرہ: ۹۸/۹۹)

کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو بے شک اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ اور بے شک ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کی ہیں اور صرف فسق کرنے والے ان کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کی پرانی روش کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عہد سے انکار ہی کیا سوائے مخلص لوگوں کے اور ان سے فرمایا:
''وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا
''اور جب ہم نے تم سے میثاق لیا اس کو یاد کرو اور جب ہم نے تم پر طور کو بلند کیا کہ جو ہم تمہیں دیتے ہیں اسے قوت سے تھام لو اور سنو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کا پاس نہ کرتے تھے۔(پ ا' بقرہ: ۹۳) اس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

(پ ا' بقرہ: ۱۰۰)

اکثر اوقات ان میں سے جب کسی فریق نے عہد کیا تو پھر اس پر عمل نہ کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں سے اکثر کا ایمان نہ تھا

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے بار بار یہ عہد لیا تھا کہ تم محمد (ﷺ) پر ایمان لانا لیکن انہوں نے اس عہد اور میثاق کا انکار اور کفر کیا اور اللہ تعالیٰ نے تورات میں آپ ﷺ کی صفات کو بیان کیا تھا جس کو انہوں نے چھپایا۔

جب ہمارے نبی ﷺ آئے اور آپ ﷺ دین کے عام اصولوں اور عقائد میں تورات کی تصدیق کرتے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید' قیامت' جزا و سزا' رسولوں کی تصدیق اور تقدیر پر ایمان وغیرہ تو وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے اور قرآن پر ایمان نہ لانا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ ان کا مکمل تورات پر ایمان نہ ہو' اس لئے اللہ تعالیٰ کی

کتاب (تورات) کو پس پشت ڈال دیا۔ انہوں نے مکمل تورات کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ تورات کے صرف اس حصہ کو ترک کیا تھا جس میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ اولاد اسماعیل سے ایک نبی آنے والا ہے اور یہ بشارت ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ اور کسی پر منطبق نہیں ہوتی تھی (تفسیر تبیان القرآن اول ص ۴۸۱)

۲- اہل کتاب کا بُرا سودا:

جب اہل کتاب نے حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی خوش خبریوں اور تورات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ کے مطابق آپ ﷺ کو پہچان لیا مگر ہٹ دھرمی کی بناء پر انکار کر دیا تو حقیقت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے دوری اختیار کی جو انہیں نبی آخرالزمان ﷺ کی تصدیق سے حاصل ہونے والی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ انہوں نے رحمت کے بدلے انکار کے ذریعے ذلت آمیز عذاب خرید لیا ہے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (پ ۱ بقرہ:۹۰)

کیسا برا سودا ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا یہ کہ اس چیز سے انکار کریں کہ جو اللہ نے نازل فرمائی ہے یہ کہ اپنے فضل سے جس بندے کو چاہے نواز دے۔ پس یہ غضب درغضب کے مستحق ہو گئے اور ایسے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب ہے

کیونکہ اہل کتاب گمان رکھتے تھے کہ وہ نبی اُمی ﷺ ان میں سے آئیں گے جبکہ انہیں بتا دیا گیا تھا کہ وہ اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ہوں گے۔ اس لئے اس آیت کریمہ میں انہیں جواب دیا گیا کہ اللہ کی مرضی وہی تھی جو اس نے عملاً کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں سے ارشاد فرمایا کہ اہل کتاب ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ان کی عادت میں یہ بات شامل ہے کہ کلام اللہ کو سن کر اس میں تحریف کرتے ہیں۔

۳- اہل کتاب جانتے ہوئے بھی ایمان نہ لائیں گے:

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

(پ ا' بقرہ: ۷۵)

اے مسلمانو! کیا تمہیں امید ہے کہ وہ تمہارے لئے ایمان لے آئیں گے بلکہ ان میں ایک گروہ ایسا تھا جو اللہ کا کلام سنتے تھے پھر سمجھ لینے کے بعد اسے جان بوجھ کر بدل دیتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے یہ الفاظ کہ 'یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ '' یہ سمجھنے کے بعد کلام اللہ کو بدل دیتے ہیں ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے تورات میں مذکورہ اوصاف مصطفیٰ ﷺ کو مٹایا۔

ابو العالیہ نے کہا کہ یہود سیدنا حضرت محمد ﷺ کی صفات میں تحریف کرتے تھے اور دنیاوی مال کی وجہ سے اس میں تبدیلی کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے اپنی خواہش کے مطابق تورات میں احکام لکھ دیئے اور جو احکام ان کو ناپسند تھے ان کو انہوں نے تورات سے مٹا دیا۔ نیز انہوں نے تورات سے سیدنا محمد ﷺ کا نام مٹا دیا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا

(جامع البیان' ج ا' ص ۳۰۱' ۳۰۰' مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

۴- اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر فضل عظیم:

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بڑا جان فزاح مژدہ سنایا کہ اے میرے مومن بندو! جو میرے نبی محترم ﷺ کے مطیع ومحبانِ باوفا ہو' کفار واہل کتاب تو نہیں چاہتے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خیر وفضل اتارا جائے مگر میں نے تمہارے لئے اپنے فضل عظیم کو مخصوص فرما دیا ہے تمہیں رسول عظیم ﷺ عطا کئے گئے جن کا عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام سے میثاق لیا گیا' جو ساری کائنات کے لئے تا قیامت رسول ہیں اور پوری کائنات کے لئے رحمت ہیں مگر تمہارے لئے رحمتِ خاصہ ہے کہ تمہیں میں نے

اپنی اطاعت وبندگی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت وفرمانبرداری کے لئے چن لیا ہے۔ یہی میرا تم پر فضل عظیم ہے۔ میرے محترم قارئین کرام اگر محبت کی نگاہ سے اس آیت کریمہ کو دیکھو گے تو یہی بات سمجھ آئے گی۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

(پ ا ' بقرہ: ۱۰۵)

ایسے لوگ اہل کتاب میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے اور مشرکوں میں سے نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے بھلائی نازل ہو۔ اور اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔

(ج) اہل کتاب کا حضور ﷺ کو پہچاننا:

جب حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو آس پاس کے یہود ونصاریٰ کے علماء نے حضور ﷺ کو ان اوصاف سے پہچان لیا مگر انہوں نے اپنی قوم کے افراد کے سامنے غلط بیانی کی جبکہ حضور ﷺ کی آمد باسعادت و اعلان نبوت کے وقت اتنے معجزات ظاہر ہوئے اور قرآن کریم کا آنا بھی سب سے بڑا معجزہ تھا اسے دیکھ کر بھی انہوں نے انکار کی روش کو ہی اختیار کیا اور عقلِ سلیم اور دل کی بات پر تصدیق کی بجائے تکذیب کی راہ اپنا لی حالانکہ وہ حضور ﷺ کے متعلق اپنے انبیاء کرام کی پیش گوئیوں کے مطابق قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کے اوصاف مبارکہ کو دیکھ کر اس طرح پہچان چکے تھے جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پروردگارِ عالم جل واعلیٰ ان کے بارے میں اسی حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

(پ ۷ انعام: ۶/۲۰)

جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے خود کو خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۱- اہل کتاب کا حضور ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچاننا:

اس بات کا بعض سلیم الطبع یہودی اقرار کرتے تھے بلکہ وہ اقرار کرتے کہ ہم اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ حضور پرنور ﷺ کو پہچانتے ہیں جیسے کہ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

ابن جریج نے بیان کیا کہ اہل کتاب میں سے جو مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے کہا بہ خدا ہم نبی کریم ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے کیونکہ ہماری کتاب میں آپ ﷺ کی صفت اور شناخت مذکور ہے اور رہے ہمارے بیٹے تو ہم نہیں جانتے کہ ہماری بیویوں نے کیا کچھ کیا ہے

(جامع البیان' جز ۷' ص ۲۱۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' بحوالہ تبیان القرآن' ۳' ص ۴۱۷)

۲- حضرت عبداللہ بن سلام کی تصدیق:

ابوحمزہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی ہے کہ اہل کتاب آپ ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ بتاؤ! یہ معرفت کیسی تھی؟ حضرت ابن سلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کی صفت اور نعت بیان کی ہے ہم آپ کو اس صفت اور نعت سے پہچانتے تھے۔ جب ہم نے آپ ﷺ کو تمہارے درمیان دیکھا تو ہم نے آپ کو اس طرح پہچان لیا جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے کو دوسرے لڑکوں کے درمیان پہچان لیتا ہے اور اللہ کی قسم! مجھے سیدنا محمد ﷺ کی معرفت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس کی ماں کیا کرتی رہی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا

(روح المعانی' جز ۷' ص ۱۲۰' مطبوعہ بیروت)

۳- تفسیر ابن کثیر کی ایمان افروز تحریر:

پھر اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن اور نبی کریم ﷺ کو ایسے

بہتر طور پر جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں مرسلین متقدمین کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ سارے پیغمبر وجودِ محمد ﷺ کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ وہ محمد ﷺ کی ہر صفت سے ان کے وطن، ان کی ہجرت، ان کی امت کے اوصاف، غرض یہ کہ اپنی کتابوں میں ان ساری باتوں کا داخلہ پاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ "اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝" یعنی جن لوگوں نے اپنی ذاتوں کو نقصان پہنچا لیا وہی ہیں کہ ایمان نہیں لاتے حالانکہ بات بالکل واضح ہے۔ انبیاء کرام نے آپ ﷺ کی بشارتیں دی ہیں اور قدیم زمانے سے آپ ﷺ کی پیغمبری اور آپ ﷺ کے وجود کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، زیر آیت انعام ۲۰)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ بیان ہوتا ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں دیا تھا۔ جس میں فرمایا تھا کہ تورات میں میری خوشخبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی پیش گوئی سناتا ہوں جو نبی اُمی عربی مکی احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے اور حضرت محمد ﷺ کل انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا نہ رسول نبوت و رسالت، سب آپ ﷺ پر من کل الوجوہ ختم ہو گئی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل کتاب کو تنبیہ:

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے فرمایا کہ تم پر اب حجت قائم ہو چکی ہے جبکہ تم نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا ہے اور اس کی آیات کو جھٹلایا ہے۔ اب ایسے ظالموں کے لئے کوئی فلاح نہیں کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر نبی آخر الزمان ﷺ کا انکار کیا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (پ۷، انعام: ۶/۲۱)

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر بہتان لگائے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔

۵۔ اہل کتاب کے لئے نبوتِ مصطفیٰ ﷺ پر سب سے بڑی گواہی:

جب اہل کتاب نے گزشتہ تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) کی واضح بشارتوں کو حضور ﷺ کے متعلق ماننے سے انکار کر دیا اور مشرکین مکہ سے بھی غلط بیانی کی کہ حضرت محمد ﷺ وہ نبی نہیں جن کی ہماری کتابوں میں بشارت دی گئی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی نبوتِ مبارک گواہی دی' یہ گواہی سب سے بڑی ہے یہ میرے آقا ﷺ کی شانِ مبارک کا بھی اظہار کر رہی ہے سنیئے وہ گواہی کیا ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ لا شَهِیْدٌ م بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ قف وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ م بَلَغَ

(پ۷' انعام: ۱۹/ ۶)

آپ ان سے پوچھئے کہ گواہی کے لحاظ سے کون سی بڑی چیز ہوسکتی ہے آپ فرما دیں اللہ ہی سب سے بڑا گواہ ہے۔ بے شک یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤ اور اسے ڈراؤ جس تک یہ پہنچے

پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح یوں کی ہے۔

کفار مکہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ جو نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اسے کیونکر تسلیم کیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہی تھا تو اسے آپ ﷺ کے بغیر کوئی دوسرا نہ مل سکا۔ آپ ﷺ اپنے دعوے کی صداقت پر کوئی گواہ پیش کیجئے۔ ہم نے تو یہود ونصاریٰ سے بھی آپ کی نبوت کے متعلق دریافت کیا ہے اور انہوں نے واضح الفاظ میں ہمیں بتایا ہے کہ ان کی آسمانی کتابوں میں آپ کی نبوت کا ذکر تک نہیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو فرمایا گیا کہ آپ انہیں کہیے کہ میری نبوت کا گواہ خود رب العالمین ہے۔ کیا اس سے سچا اور زیادہ معتبر کوئی اور گواہ بھی ہوسکتا ہے۔ جب خود اللہ تعالیٰ میری نبوت اور صداقت کا گواہ ہے تو مجھے کسی اور گواہ کی ضرورت کیا ہے؟ (ضیاء القرآن اول' ص ۵۴۲)

۶- یہود کا سوالات کر کے پہچاننا:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ابھی ان چیزوں کی جبرائیل نے خبر دی ہے۔ عبداللہ نے کہا فرشتوں میں وہ یہودیوں کا دشمن ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر دے گی اور اہل جنت جو طعام سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے اور بچے کی مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت سے عمل تزویج کرتا ہے تو اگر مرد کا پانی غالب ہوتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ یہود کو اگر میرے اسلام قبول کرنے کا علم ہو گیا تو وہ مبہوت ہو جائیں گے۔ سو یہود آئے اور عبداللہ مکان کے ایک کونے میں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا عبداللہ بن سلام تم میں کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ ہم سب سے بڑے ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر عبداللہ اسلام لے آئیں تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے پناہ میں رکھے۔ تب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے اور کہا ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' تو انہوں نے کہا ہم میں سب سے بدتر شخص ہے اور سب سے بدتر شخص کا بیٹا ہے۔

(البخاری، ج ۴، رقم الحدیث ۳۳۲۹)

باب نمبر ۵

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے شرافت' پسندیدہ فضائل کے لحاظ سے بہترین خاندان میں پیدا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ انہوں نے بیت اللہ شریف میں حج وعمرہ اور تبلیغ دین کی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی اولاد بہت پھیلی مگران میں سے ایک خاندان ہمیشہ بیت اللہ شریف کی خدمات پر مامور رہا اور دین ابراہیمی پر قائم رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد' خاندانِ حضرت اسماعیل علیہ السلام میں سے دینی و دنیاوی عزت واحترام میں ممتاز رہے۔ وہ حرمِ مکۃ المکرّمہ میں حجاج کرام کی خدمات بجا لانے اور حج کی عبادات کی سربراہی کی بناء پر تعظیم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے حتیٰ کہ جب قریش میں بت پرستی کا دور شروع ہوا تو اس وقت جناب ہاشم وعبدالمطلب اس سے محفوظ رہے اور ملت ابراہیمی پر قائم رہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبی آباؤ اجداد زمانہ جہالت کی سفاکی و ناپاکی سے محفوظ رہے اور زمانہ جہالت میں جبکہ زنا وحرام کاری کو معیوب نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ زمانہ جاہلیت کے شعراء شراب وحرام کاری پر فخر کیا کرتے تھے۔ اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کا برے افعال سے دور رہنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور جن خوش نصیب افراد کی پیشانیوں میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتا تھا انہوں نے اس تقدس کا پورا پورا خیال رکھا اور اسے پاک اصلاب سے ارحامِ طاہرہ میں منتقل کیا۔ اس طرح اس نور کے اظہار کی امین حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بنیں۔

جب عرب زمانہ جاہلیت کے اندھیرے میں ڈوب گیا تو اس دور میں بھی حضور ﷺ کے نسبی افراد نیکی و خدا خوفی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ غرباء مساکین یتامیٰ مہمانوں اور غلاموں کی مدد و خدمت اور سخاوت ان کی خاندانی روایت تھی اور وہ خود بت پرستی کی لعنت سے محفوظ تھے۔ اس کے علاوہ خاندانی روایات، صلہ رحمی، آپس میں محبت و امداد باہمی میں بھی یکتائے روزگار تھے اور جناب ہاشمؓ اور عبدالمطلبؓ نے اپنی صلاحیتوں سے پورے عرب میں نیک نامی اور شہرت میں نام پیدا کر لیا تھا۔ ان کو امارت و نجابت، عزت و احترام میں منفرد مقام حاصل تھا۔ خود حضور ﷺ نے آباؤ اجداد کی شرافت و بزرگی اور طہارت نسبی کو یوں بیان کیا ہے۔

وَعَنِ الْعَبَّاسِ اَنَّهٗ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَآئِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّ خَيْرُهُمْ بَيْتًا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی، مشکوٰۃ جلد سوم کتاب الفتن ح ۵۵۰۹)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے گویا انہوں نے کوئی نامناسب بات سنی تھی۔ پس نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے مجھے بہترین مخلوق میں رکھا پھر ان کے گروہ بنائے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے تو مجھے ان کے بہتر قبیلے میں رکھا پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے ان کے بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں ان میں ذاتی طور پر اور گھرانے کے لحاظ سے بہتر ہوں۔

۱۔ بہترین خاندان کے بہترین فرد:

حضرت شیث علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک جب بھی قبائل و خاندان کی تقسیم کا مرحلہ آیا ہر دور میں حضور ﷺ کے نسبی بزرگوں کو نیکی و پرہیزگاری اور دنیاوی جاہ وجلال کے اعتبار سے دوسرے افراد پر فضیلت حاصل رہی۔ حضور ﷺ نے ہر دور میں اپنے نسبی افراد کو کھجور کے اس درخت سے تشبیہ دی ہے جو ایک بلند ٹیلہ پر ہو جسے دوسرے تمام درختوں پر فضیلت حاصل ہو۔ اس لئے آپ ﷺ نے خود وضاحت فرما دی کہ میں بہترین خاندان کا بہترین فرد ہوں۔

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ قُرَيْشًا جَلَسُوْا فَتَذَاكَرُوْا اَحْسَابَهُمْ بَيْنَهُمْ فَجَعَلُوْا مِثْلَكَ مِثْلَ نَخْلَةٍ فِيْ كَبْوَةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ فِرَقِهِمْ وَخَيْرَ الْفَرِيْقَيْنِ ثُمَّ خَيَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ الْقَبِيْلَةِ ثُمَّ خَيَّرَ الْبُيُوْتَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا ۔

(ترمذی دوم ابواب' المناقب ج ۱۵۴۰)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب ونسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں رکھا اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا پھر تمام قبائل کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر اس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں ان میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں

ایک مرتبہ کسی نے بنو ہاشم کے متعلق کچھ نازیبا الفاظ کہے تو پھر حضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوکر بنو ہاشم کی فضیلت کو یوں بیان فرمایا:

عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَةَ قَالَ

حضرت مطلب بن وداعہ سے

جَآءَ الْعَبَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَاَنَّہٗ سَمِعَ شَیْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا وَّخَیْرِھِمْ نَفْسًا ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِیَ عَنْ سُفْیَانَ ۔

(ترمذی دوم ابواب المناقب ۱۵۴۱)

روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے گویا کہ انہوں نے کوئی بات سنی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین میں رکھا پھر ان کے دو گروہ بنائے تو مجھے اچھے گروہ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے ان میں سے اچھے خاندان میں رکھا اور سب سے اچھی شخصیت بنایا۔

ان احادیث کے الفاظ ''فَاَنَا خَیْرُھُمْ بَیْتًا وَّخَیْرُھُمْ نَفْسًا'' کہ میں ان سے خاندان اور ذاتی طور پر بہترین فرد ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام اولین و آخرین کے سردار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد پسندیدہ دینی و دنیاوی خصائل سے متصف رہے۔ کسی دور میں بڑے بڑے حادثات زمانہ کے اثرات سے محفوظ رہے۔ ان کی عزت پر کوئی داغ نہ آیا نہ ہی انہیں کسی بھی داخلی و خارجی وجوہات کی بناء پر معاشرتی رذالت ونحوست سے کبھی واسطہ پڑا نہ انہوں نے کسی مقام پر اپنے لئے کسی معاشرتی تذلت کو پسند کیا بلکہ ہر دور میں انہیں حج کے جملہ مناسک کی ادائیگی میں سیادت وتولیت کا مقام حاصل رہا اور مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج کی

پانی پلانے اور کھانا کھلانے کی خدمت میسر رہی۔ وہ مسافروں کی تواضع کرتے، مظلوموں کی مدد کرتے اس لئے پورے عرب، عراق اور روم میں ان کی شہرت تھی۔

بنو ہاشم کی فضیلت:

حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بہت پھیلی مگر ان میں سے اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو سب سے فضیلت بخشی اور کنانہ میں قریش کو فضیلت عطا کی۔ قریش میں کئی قبائل تھے نیز ان کی عرب کے دیگر اہم قبائل سے رشتہ داریاں تھیں مگر قریش میں بنو ہاشم کا پورے عرب میں سے زیادہ احترام کیا جاتا تھا۔ بنو ہاشم میں حضور ﷺ کو اولین وآخرین پر فضیلت حاصل رہی ہے۔ یہ بات حضور ﷺ کے ارشاد سے معلوم ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِىْ عَمَّارٍ شَدَّادٍ اَنَّهٗ سَمِعَ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِىْ هَاشِمٍ

(مسلم۳، کتاب الفضائل ح ۵۸۲۱)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو فضیلت دی اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی۔

ایک دفعہ حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اقرار کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے مشارق ومغارب میں سے چھان بین کی مگر میں نے آپ ﷺ سے افضل کوئی آدمی نہیں دیکھا اور اچھے خصائل وفطرت سلیمہ کے لحاظ سے بنو ہاشم سے افضل کسی کو نہیں دیکھا جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور عرض کیا۔

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّلَمْ اَرَ بَنِىْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّلَمْ

میں زمین کے مشارق ومغارب میں پھرا ہوں پس میں نے محمد ﷺ سے افضل کوئی مرد نہیں دیکھا اور خاندان بنی

اَرَبَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ ۔ ہاشم سے کسی خاندان کو افضل نہیں پایا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۲۴۰)

جب قریش میں بت پرستی اور مشرکانہ رسم ورواج ہو گیا اور زنا، شراب، جوا، بداخلاقی، خاندانی نحوست، نہتے لوگوں پر ظلم، ملت ابراہیمی سے دوری جیسے امراض پیدا ہوئے تو اس دور میں بھی بنو ہاشم کو ان گناہوں کی آلودگی سے دور رکھا گیا اس دور میں ان کا زنا سے بچنا محض اللہ تعالیٰ کا کرم تھا اس بات کی گواہی دیتے ہوئے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''لَمْ یُصِبْہُ شَیْءٌ مِّنْ وَّلَادَۃِ الْجَاھِلِیَّۃِ''

''آپ ﷺ کے نسب پاک (کے دامن) پر جاہلی طرز زندگی کا کوئی دھبہ نہیں پڑا''

اچھی عادات و خصائل اور نسل در نسل اچھائی کی منتقلی کے لحاظ سے بنو ہاشم ایک منفرد حیثیت رہی اور لوگ بنو ہاشم کے آگے انہی خصائل کی بناء پر ادباً سر تسلیم کرتے تھے کیونکہ بنو ہاشم میں حضرت عبداللہ والد ماجد حضور نبی کریم ﷺ بہترین فضائل میں انوکھے تھے اور حضور ﷺ کا کیا کہنا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ قُرَیْشًا جَلَسُوْا فَتَذَاکَرُوْا اَحْسَابُھُمْ بَیْنَھُمْ فَجَعَلُوْا مِثْلَکَ مِثْلِ نَخْلَۃٍ فِیْ کَبْوَۃٍ مِنَ الْاَرْضِ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ فِرَقِھِمْ وَخَیْرُ الْفَرِیْقَیْنِ، ثُمَّ خَیْرُ الْقَبَائِلِ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ الْقَبِیْلَۃِ، ثُمَّ الْبُیُوْتَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ بُیُوْتِھِمْ فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُھُمْ بَیْتًا''

''میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب ونسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ

نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں بہترین جماعت میں رکھا اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا پھر تمام قبائل کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا پھر اس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں ان میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں''

(ترمذی ابواب المناقب ج ۲ ۳۶۰۸)

۳-بہترین زمانہ میں بعثت:

جس زمانہ میں حضور ﷺ کی آمد باسعادت ہوئی اس دور میں انسانیت ثقافت وتمدن اور عقل وشعور کے لحاظ سے اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ وہ اس قابل ہو چکی تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی حکمت ودانائی کو سمجھ سکے اور انہیں جادو ٹونہ' فصاحت وبلاغت اور وحی الٰہی کے درمیان فرق آسانی سے سمجھ آ سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی حضور ﷺ کے حکیمانہ اور حق پر مبنی بیان پر مختصر وقت میں ہزاروں افراد پرہیز گار بن گئے جن افراد کی عقل ودانش فطرت سلیم پر تھی سینکڑوں میلوں کا فاصلہ طے کر کے بھی حضور ﷺ کے وفادار خادم بن گئے اور حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں فرداً فرداً اور گروہ درگروہ لوگ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور ایک نگاہِ ایمان سے صحابیت کا اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ وہ دور کہ جس دور میں سب سے زیادہ تعداد میں لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کی معیت میں عبادت پرخلوص طور پر سرانجام دی وہ دور' حضور ﷺ کی حیات ظاہری کا دور ہے یہ زمانہ تخلیق انسانیت کے مقصد کے حصول کا سب سے بڑا دور تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے پناہ فیوض وبرکات نازل کئے گئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والعصر کہہ کر اس زمانہ کی قسم یاد فرمائی اور حضور ﷺ نے اپنے زمانے کی فضیلت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے آدمیوں کے بہتر زمانے میں پیدا فرمایا گیا

حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ ۔(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(مشکوٰۃ ۳ کتاب الفتن ۵۴۹۲)

ہے۔ زمانے کے بعد زمانہ گزرتا آیا یہاں تک کہ میری جلوہ گری اس زمانے میں ہوئی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْهِ

(بخاری دوم کتاب الانبیاء، ح ۷۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے نوعِ انسانی کے بہترین زمانہ میں معبوث فرمایا گیا۔ زمانے پر زمانے گزرتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس زمانے میں رکھا گیا جس میں موجود ہوں۔

(ب) حضور ﷺ کی ولادتِ مبارک

جب نورِ مصطفیٰ ﷺ حضرت عبداللہ کے صلب مبارک میں آیا تو حضرت عبداللہ کا ماتھا نورِ مصطفیٰ ﷺ سے چمکنے لگا۔ حضرت عبداللہؓ بہت خوبصورت تھے اور ان کی پیشانی خوب روشن اور چمکدار تھی جو انہیں دیکھتا وہ دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ان کے شامل حال رہتا تھا۔ ان کی خوش نصیبی اور مقام عزوشرف کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام الانبیاء ﷺ ان کے فرزند ارجمند ہیں۔

جب حضرت عبداللہ جوان ہوئے تو عرب کے بڑے بڑے شرفاء نے اپنی بیٹیوں کے رشتہ کی انہیں پیشکش کی مگر اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو روزِ ازل سے عطا کر دی تھی۔ جب جناب عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا تو نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کے رحم پاک میں منتقل ہو گیا تو انہیں انتہائی فرحت ہوئی۔ کئی مرتبہ خواب میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبریاں دی جاتی تھیں حتیٰ کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے بطن مبارک میں جلوہ گر ہوتے ہوئے عام عورتوں کی طرح کوئی ثقالت و تکلیف محسوس نہ ہوئی اور جب ولادت کا وقت آیا تو صبح صادق کے وقت اتنا نور ظاہر ہوا جس سے اتنی روشنی ظاہر ہوئی کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس کی روشنی میں ملک شام کے محلات دیکھ لئے اور ولادت کے وقت محسوس فرمایا کہ ان کے بطن سے نور خارج ہوا ہے جیسے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس کو یوں بیان کیا ''خَرَجَ مِنِّیْ نُوْر'' کہ میرے بطن سے نور خارج ہوا۔ اس

روایت کو اکثر سیرت نگاروں نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ ذیل میں ولادتِ باسعادت کے وقت چند روایات کو درج کیا گیا ہے۔

"وَاِنَّ اُمّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْہُ نُوْرًا اَضَاءَ تْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ"

"بے شک حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کے تولد کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے" (یعنی دکھائی دینے لگے) (نشر الدر اعلیٰ مولد ابن حجر ص ۱۰۷)

احمدؒ بزارؒ طبرانی اور حاکم نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کرم ﷺ نے فرمایا:

"اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ وَاَنَا اٰدَمُ لِمُنْجَدَلٍ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ عَنْ ذٰلِکَ اِنِّیْ دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاہِیْمَ وَبَشَارَۃُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ وَکَذٰلِکَ اُمَّھَاتُ النَّبِیّٖنَ یَرَیْنَ" (نشر الدر علی مولد ابن حجر، ص ۱۰۷)

"میں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں زمین پر پڑے ہوئے تھے اور میں تمہیں اس بارے میں اطلاع دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا دیکھا خواب ہوں۔ یونہی تمام پیغمبروں کی مائیں خواب دیکھتی ہیں یعنی اس قسم کا خواب دیکھتی ہیں جیسا میری والدہ نے دیکھا تھا"

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَتْ اُمِّیْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ اِنَّہٗ سَطَحَ مِنْھَا نُوْرًا اَضَاءَ تْ مِنْہُ قُصُوْرُ بَصْرٰی"

(نشر الدرر علی مولد ابن حجر، ص ۱۰۸)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری ولادت کے وقت میری والدہ نے

اپنے سے ایک نور نکلتا ہوا دیکھا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔

اس روایت میں اس بات کا ذکر موجود ہے۔حضور ﷺ کی والدہ نے ولادتِ مبارک کے وقت نور نکلتا ہوا دیکھا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور آپ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں۔فرماتی ہیں:

''لَقَدْ رَأَیْتُ اَیَّ رُؤْیَةٌ عَیْنِ بَصَرِیَّةٍ یَقْظَةً لَیْلَةَ وَضَعْتُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُوْرًا اَضَاءَ تْ لَهُ قُصُوْرُ الشَّامِ حَتّٰی رَأَیْتُهَا''

''میں نے یقین کے ساتھ دیکھا یعنی سر کی آنکھوں سے حالت بیداری میں اور اس رات دیکھا جس رات نبی کریم ﷺ کو میں نے تولد دیا۔ایک عظیم الشان نور نکلا کہ جس سے شام کے محلات چمک اٹھے حتیٰ کہ میں نے ان کو دیکھ لیا'' (نثر الدرر علی مولد ابن حجر'ص ۱۰۸)

اس روایت میں شام کے محلات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ولادتِ نبی کریم ﷺ کے وقت ظاہر ہونے والے نور کی روشنی میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیکھ لیا۔

ایک روایت یوں آئی ہے:

''اِنَّهَا قَالَتْ لَمَّا وَضَعْتُهُ خَرَجَ مَعَهُ نُوْرَ اَضَاءَ لَهُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَاَضَاءَ تْ لَهُ قُصُوْرُ الشَّامِ وَاَسْوَاقِهَا حَتّٰی رَأَیْتُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبَصْرٰی''

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دیا تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نور نکلا۔اس سے مشرق ومغرب کے درمیان تمام اشیاء روشن ہو گئیں۔اس سے شام کے محلات اور بازار بھی روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھیں (نثر الدرر علی مولد ابن حجر'ص ۱۰۸)

علامہ ابن کثیر کا بیان ہے کہ:

فَوَلَدَتْهُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِیْ　　　تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اس رات

هٰذِهِ اللَّيْلَةُ الشَّرِيْفَةَ الْمُنِيْفَةَ فَظَهَرَ لَهُ مِنَ الْاَنْوَارِ الْحِسِيَّةُ وَالْمَعْنَوِيَّةُ مَا بَهَرَ الْعُقُوْلُ وَالْاَبْصَارُ كَمَا شَهِدَتْ بِذٰلِكَ الْاَحَادِيْثَ وَالْاَخْبَارَ عِنْدَ عُلَمَآءِ الْاَخْيَارِ۔

شریفہ بلند قدر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنا تو حضور کے انوارِ حسیہ اور معنویہ اتنے ظاہر ہوئے جنہوں نے عقلوں اور آنکھوں کو حیران کر دیا جیسا کہ علماءِ اخبار کے نزدیک اس کی احادیث و اخبار گواہی دیتی ہیں (مولد رسول اللہ لابن کثیر، صفحہ ۱۹)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں:

''وُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ مَخْتُوْنًا مَسْرُوْرًا يَعْنِىْ مَقْطُوْعُ السَّرَةِ' فَأَعْجَبَ بِذٰلِكَ جَدُّهٗ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ' وَقَالَ: لَيَكُوْنَنَّ لِبَنِىَ هٰذَا شَانٌ عَظِيْمٌ''

''رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب اس پر متعجب ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یقیناً عظیم شان کا مالک ہوگا'' (الطبقات الکبریٰ از ابن سعد، جلد اول، ص ۵۱)

درویش وصوفی حضرت خواجہ محمد شاہ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ولادتِ باسعادت کو نظم کے ان الفاظ میں بیان کیا:

ہو گئے بطحا ویثرب نور ونور | جبکہ وہ سرور ﷺ تولد ہوگیا
کیا فضائے خوشگوار آنے لگی | وقت آمد جبکہ احمد مصطفیٰ ﷺ ہو گیا
گر گئے کعبہ کے بت اور شور برپا ہوگیا | جبکہ ظاہر نور احمد ﷺ کا ہو گیا
حاسدوں کا حسد سے دل جل کے کولا ہوگیا | مومنوں کا دل منور ماہِ پارا ہو گیا
ہویدا نام تھا جن کا صحیفوں اور کتابوں میں | آ گیا وہ عالم فاضل وجید مبارک ہو مبارک
ممیز نور تھا، نورِ خدا سے اوّلاً جن کا | وہ ہیں پیدا ہوئے سرمد مبارک ہو مبارک ہو

(ج) اجسادِ انبیاء علیہم السلام کی پرورش میں خصوصیت

احادیث سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا بچپن عام لوگوں کے بچپن سے بالکل مختلف ہوا ہے۔ ان کی ایام طفولیت میں اپنے پروردگار کی طرف رغبت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل تھی۔ عالم شیر خوارگی میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی نبوت اور کتاب کے عطا کئے جانے کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اس وقت بھی اپنی نبوت و بندگی کا فہم عطا کیا گیا تھا اس لئے فرمایا:

''اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَطَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا''

بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے کتاب دی گئی ہے اور نبی بنایا گیا ہے (مریم:۳۰)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم سے الگ اور تنہا جنگل میں غار کے اندر پرورش پانے کے باوجود ستاروں' چاند اور سورج کی پرستش سے بیزار ہوئے اور فرمایا:

''اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ'' (الانعام:۶/۷۹)

بے شک میں اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور

زمین کو بنایا ہے۔ سب سے جدا ہو کر اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل یہ حضرت ذکریا کو بشارت دی گئی کہ ہم تمہیں بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔

اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اور صحابہ' آئمہ' اولیاء اور علماء عام مسلمانوں کی اولادوں کو بھی بچپن ہی سے اپنے والدین کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی تو خود انبیاء علیہم السلام کی معرفتِ حق کا بچپن میں کیا عالم ہوگا اور امام الانبیاء کرام علیہم السلام کا بچپن کتنا پاکیزہ ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات میں انبیاء کرام علیہم السلام کی جسمانی نظافت اور پرورش کے انداز کو ارواح اہل جنت اور ملائکہ کی مثل قرار دیا ہے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارک کی پرورش' پاکیزگی و طہارت کے لحاظ سے ملائکہ واہل جنت کی ارواح کے طریقے پر ہوتی ہے اور ان میں سفلی خصوصیات کا غلبہ وفساد نہیں ہوتا۔ اس موضوع پر چند احادیث یوں ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَجْسَادَنَا تَنْبُتُ عَلٰی اَرْوَاحِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ۔ اَخْرَجَهُ الْبَیْهَقِیّ عَنْ عَآئِشَةِ ۔	بے شک ہمارے اجساد اہل جنت کی ارواح پر نشو ونما پاتے ہیں

(خصائص کبریٰ' جلد ا' صفحہ ۷۰' زرقانی جلد ۴' صفحہ ۲۲۹)

دیوبند مکتبہ فکر کے نمایاں عالم دین محمد انور کشمیری یوں لکھتے ہیں:

وَفِیْ كَنْزُ الْعَمَّالِ اِنَّ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ نَابَتَتْ عَلٰی اَجْسَادِ الْمَلَآئِكَةِ وَاَسْنَادُهُ ضَعِیْفٌ ۔	یعنی کنزل العمال میں ایک حدیث ہے کہ انبیاء کے اجساد ملائکہ کے اجساد پر نشو ونما پانے والے ہیں۔
وَمُرَادُهُ اَنَّ حَالَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فِیْ حَیَاتِهِمْ وَكَحَالِ الْمَلَآئِكَةِ بِخَلَافِ عَامَةِ النَّاسِ	اس کا مطلب یہ ہے کہ حیات دنیاوی میں انبیاء علیہم السلام کا حال ملائکہ کے حال کی طرح ہے۔ بخلاف عام لوگوں

فَـاِنْ ذٰلِكَ حَـالُهُـمْ فِـى الْجَنَّةِ فَلَا تَـكُوْنَ فُـضُلَاتُهُمْ غَيْرَ رَشْحَاتِ عِرْقٍ ۔(فیض الباری جلد ۱ص ۲۵۱)

کے کہ ان کا یہ حال جنت میں ہوگا۔ انبیاء کے فضلات شریفہ پسینے کے چند قطرات کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام تقریباً دو ہزار سال سے آسمانوں پر تشریف فرما ہیں اور جنت سے رزق کھاتے ہیں اور وہاں ان کے جسم سے کوئی فضلہ خارج نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام بھی حیاتی ظاہری کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہیں۔ یہ باتیں بھی مذکورہ بالا احادیث کی تصدیق کر رہی ہیں۔

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا مَعْشَرُ الْاَنْبِيَآءَ تَنْبَتُ اَجْسَادُنَا عَـلٰی اَرْوَاحِ اَهْـلِ الْجَنَّةَ اَخْرَجَهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ لَيْلٰی

بے شک ہم گروہِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ہمارے اجسادِ اہل جنت کی ارواح پر نمو حاصل کرتے ہیں۔

(خصائص الکبریٰ، جلد ۱ صفحہ ۷۰ شرح شفاء للقاری علی ہامش نسیم جلد ۱ صفحہ ۳۶۰)

(د) حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ

حضور نبی کریم ﷺ کے کئی صفاتی اسماء مبارکہ کا ذکر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ حضرت قاضی ابو بکر بن عربی نے جامع الترمذی کی شرح میں بعض صوفیاء کے حوالے سے درج کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء مبارکہ ہیں اور مصطفیٰ کریم ﷺ کے بھی ایک ہزار اسماء گرامی ہیں۔ حضور ﷺ کے اسماء مبارکہ میں مادہ ' حمد' بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مادہ سے حضور ﷺ کے چار اسماء گرامی محمد' احمد' حامد' محمود مشتق ہیں اور محمد' احمد اور محمود کے معنی ہیں تعریف کیا گیا جبکہ محمد اور احمد اسم تفضیل ہیں جن میں وسعت و کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کائنات میں جن وانس اور خود اللہ جل شانہ آپ ﷺ کی توصیف فرما رہا ہے جیسے کہ فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (احزاب: ۵۶/۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔
اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود خوب سلام بھیجو۔

یہ آیت کریمہ اعلان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت اپنے محبوب ﷺ کا ذکر خیر کر رہے ہیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔

حضور ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے محمد' احمد' ماحی' حاشر اور عاقب گزشتہ کتب سماوی میں بھی درج تھے اور ان کتب کے حوالے سے گزشتہ اقوام و امم ان سے واقف تھیں۔ اس کے متعلق گزشتہ کتب میں سے کچھ تحریریں تورات وانجیل کے حوالے سے

اس کتاب میں شروع میں درج کی جاچکی ہیں۔

حضور ﷺ نے بذاتِ خود اپنے اسماء مبارکہ میں سے پانچ کا ذکر اس حدیث میں کیا ہے:

عن مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ اَسْمَآءَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ

(بخاری، مسلم و ترمذی، جلد دوم، شمائل ترمذی، ح ۳۴۷)

حضرت محمد بن جبیر اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک میرے کئی نام (القاب) ہیں۔ میرا نام ''محمد'' ہے ''احمد'' ہے اور میرا نام ''ماحی'' ہے کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میرا نام ''حاشر'' ہے یعنی قیامت کے دن لوگ میرے قدموں پر (میرے بعد) اٹھائے جائیں گے اور میرا نام ''عاقب'' (سب سے پچھلا) ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس روایت میں حضور ﷺ نے اپنے اسم مبارک ''ماحی'' کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹا دے گا اس میں شانِ اختیار پائی جاتی ہے اور فرمایا کہ میں عاقب ہوں جس کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی ظلی، بروزی نبی نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے خود کو نبیُ توبہ فرمایا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے ذریعے لاتعداد لوگوں کو توبہ کی توفیق دے گا اور نیز آپ ﷺ بذاتِ خود بھی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع لانے والے ہیں۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقِيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ کے ایک راستے میں

وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَّاَنَا نَبِیُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ وَاَنَا الْمُقَفِّیْ وَاَنَا الْحَاشِرُ وَنَبِیُّ الْمَلَاحِمِ ۔

(مسلم، کتاب الفضائل، ح ۲۳۵۵، شمائل ترمذی ح ۳۴۸)

آنحضرت ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (اے حذیفہ!) میں ''محمد'' اور ''احمد'' ہوں۔ نبی رحمت اور نبی توبہ ہوں اور میں مقفّی (سب سے پیچھے آنے والا) ہوں، میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں نبی ملاحم (خدا کی راہ میں جنگ کرنے والا) ہوں

اس حدیث میں فرمایا ''اَنَا نَبِیُّ الرَّحْمَةِ'' میں نبی رحمت ہوں یعنی پوری کائنات پر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ نیز فرمایا کہ میں نبی ملاحم ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم پر جہاد کرنے والا ہوں۔ حضور ﷺ کے اسم ذاتی ''محمد'' کا معنی ہے تعریف کیا گیا۔ کفار اس معانی کو سمجھتے تھے ایک دفعہ باہم مشورہ میں کہنے لگے ہم ایک طرف انہیں ''محمد'' کہہ کر ان کی تعریف کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی مذمت کرتے ہیں اس لئے انہوں نے لفظ مذمم منتخب کیا اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تو ''محمد'' ہوں، کفار کسی مذمم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ روایت یوں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَّلَعْنَهُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَّیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَّاَنَا مُحَمَّدٌ ۔

(مشکوٰۃ کتاب الفتن ح ۵۵۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی بدزبانی اور لعنت کرنے کو مجھ سے کیسے پھیرتا ہے؟ وہ مذمم کو برا بھلا کہتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں جبکہ میں محمد ہوں (بخاری)

حضور ﷺ کی روایات میں چار کنیتیں درج کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔ ابو القاسم، ابو ابراہیم، ابو الارامل اور ابو المومنین۔ حضور ﷺ کے اسماء مبارک کے ساتھ ان کنیتوں کا

اکٹھا کرنا صرف آپ ﷺ کا ہی خصوصی وصف ہے کوئی دوسرے شخص کو حضور ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ یہ کنیت رکھنے کا حق نہیں ہے جیسے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے:

''لَا تَجْمَعُوْا بَيْنَ اِسْمِيْ وَكُنْيَتِيْ، فَاِنِّيْ اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ، اَللّٰهُ يُعْطِيْ وَاَنَا اَقْسِمُ'' (مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۴۳۳)

''میرا نام اور میری کنیت مت اکٹھی کرو، میں ابو قاسم ہوں (شانِ قاسمیت میں کوئی میرا ثانی نہیں) اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں ہی تقسیم کرتا ہوں''

(ر) بعثت سے قبل نباتات و جمادات کا بارگاہِ نبوی ﷺ میں سلام

یہ بھی حضور سید عالمین ﷺ کا اعزازِ مبارک ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شجر وحجر کو اعلان نبوت سے قبل حضور ﷺ کی پہچان عطا فرمائی۔ جب آپ مکۃ المکرمہ کے بعض اطراف میں جاتے تو راستے میں آنے والے درخت اور پہاڑ حضور ﷺ کے قریب آنے پر آپ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ سلام عرض کرتے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ — اے اللہ کے رسول آپ ﷺ پر سلام ہو

ان روایات کے راوی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود بھی درختوں اور پتھروں کے سلام کی آواز کو سنا پھر عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا دیا۔ امام ترمذی اور دارمی نے اس حدیث کو نقل کیا اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم کسی نواحی بستی کی طرف نکلے تو کوئی پتھر اور درخت سامنے نہ آتا مگر وہ یہی کہتا تھا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو (ترمذی جلد دوم کتاب المناقب ح ۱۵۶۰)

عَنِ ابْنُ مُعَاذٍ الضَّبِيُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِمَكَّةَ حَجَرًا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ لَيَالِيَ بُعِثْتُ اِنِّيْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے بعثت کی راتوں میں سلام کیا کرتا تھا۔ اسے اب بھی پہچانتا ہوں (ترمذی دوم' ابواب المناقب' ح ۱۵۵۸)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا' میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں

(شرح مسلم' جلد ۳' کتاب الفضائل' ح ۵۸۲۲)

یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کی مثل ہے مگر اس میں حضور ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ جو پتھر مجھے اعلانِ نبوت سے قبل سلام عرض کرتا تھا میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں اور درختوں کو یہ معرفت عطا کی تھی کہ وہ حضور ﷺ کو اعلانِ نبوت سے قبل بھی جانتے تھے آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تبھی تو سلام عرض کرتے تھے۔

(س) اعلانِ نبوت سے قبل حیاتِ مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کے اعلانِ نبوت سے قبل آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اور عمدہ اخلاق وخصائل کا ذکر قرآن کریم میں اجمالاً کیا ہے اور اعلانِ نبوت سے قبل آپ ﷺ کی صداقت وامانت کو حقانیت کے طور پر بیان کیا ہے۔ اہل مکہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے عالم شیر خوارگی' بچپن' جوانی اور پختہ عمر کا ایک لمبا دور قریب سے دیکھا تھا۔ انہوں نے بچپن میں حضور ﷺ کی انتہائی نظافت اور ہم عمر بچوں سے منفرد عادات کو دیکھا تھا اور ابتدائی جوانی کے ایامِ مبارک کی حکیمانہ معاملہ فہمی کا بھی نظارہ کیا تھا۔ انہوں نے عرب نوجوانوں کو زمانہ جاہلیت میں اپنے دامنوں کو ہر قسم کی برائیوں میں الٹتے پلٹتے دیکھا مگر حضور ﷺ عرب میں انتہائی خوبرو' توانا ہونے کے باوجود ان برائیوں سے کوسوں دور تھے اور آپ ﷺ کا دامن زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں سے یکسر معطر و پاک تھا۔ آپ ﷺ کی حیا مبارک' سخاوت' صلہ رحمی' بیماروں' مسافروں' یتیموں' غلاموں' بیواؤں' مسکینوں سے عملی محبت کسی سے پوشیدہ نہیں تھی۔ پھر اس دور میں کاروباری صداقت کا شہرہ تھا۔ آپ ﷺ کا آشیانہ مبارک اہل مکہ کی قیمتی چیزوں کا امینِ صادق تھا۔ لوگ بغیر خوف وخطر حضور ﷺ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ انہیں اسی حالت میں وہ امانتیں واپس فرما دیتے۔ اس لئے مکۃ المکرمہ میں آپ ﷺ ایک امین کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ اسی چالیس

(۴۰) سالہ دور میں کسی بھی فرد سے جھوٹی بات نہ فرمائی اور نہ جھوٹ میں مدد دی' نہ ہی کبھی جھوٹے کا ساتھ دیا' نہ کسی سے جھوٹا وعدہ کیا اس لئے آپ ﷺ صادق کے لقب سے مشہور تھے۔

اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کئی مواقع پر اہل مکہ کے بڑے بڑے روساء میں بھی مقامِ عزت سے نوازا۔ جب تعمیر کعبہ ہوئی تو قریب تھا کہ قریش کے بڑے چار قبیلے حجر اسود کو نصب کرنے میں لڑ پڑتے مگر جب انہوں نے فیصلہ کیا کہ جو کل پہلے حرم شریف میں داخل ہوگا اس سے یہ مسئلہ حل کرایا جائے گا پھر جب اگلے روز سب سے پہلے حرم شریف میں حضرت محمد ﷺ داخل ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے فیصلے پر خوشی و اعتماد کا اظہار فرمایا اور آپ ﷺ کی حکمت و دانائی کی بھی خوب داد دی۔ الغرض حضور ﷺ پورے مکہ اور آس پاس کی وادیوں میں پوری قوم سے انوکھے نرالے تھے۔

حضور ﷺ کے کردار کی مٹھاس کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے دیکھا تو آپ ﷺ کے منفرد کردار کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے تصدیق کی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو انتہائی متموّل ہونے کے باوجود حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا اور نکاح کے بعد جب حضور ﷺ کو قریب سے دیکھا تو خود کو تمام مال ومتاع سمیت حضور ﷺ کی چاکری میں لگا دیا۔ کبھی کوئی شکوہ شکایت نہ کیا۔ نہ آپ ﷺ سے کبھی اختلاف کیا اور جب آپ ﷺ نے انہیں پیغام حق دیا تو انہوں نے کسی دلیل کے بغیر قبول کیا اور زمین پر پہلی خوش نصیب مومنہ بنیں اور اعلان نبوت سے کچھ عرصہ قبل جب حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبت و عبادت میں منہمک ہو گئے اور ہر قسم کی دنیاوی مصروفیات کو ترک کر دیا تب بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کبھی اعتراض نہ کیا بلکہ ایک قوی خادمہ کے طور پر آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور اپنی زندگی کا تمام سرمایہ بھی حضور ﷺ کے ہاتھوں تبلیغ دین پر خرچ کر دیا تب حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وفات سے قبل ایک موتیوں والے پُرسکون جنت کے گھر کی بشارت دی۔

حضرت زید بن حارثہ جو کہ راہزنوں کے ہاتھوں فروخت ہو کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے ان کے والد ایک مدت تک ان کے ہجر و فراق میں مرثیہ خواں رہے۔ جب انہیں معلوم ہوا تو وہ مکہ میں حضور ﷺ سے اپنے فرزند کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگے اور اس کے لئے منہ مانگی قیمت ادا کرنے کی پیشکش بھی کی مگر حضور ﷺ نے فرمایا اگر زید اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ جانا چاہے تو اسے بغیر کسی معاوضہ کے جانے کی عام اجازت ہے۔ اس پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا وہ ان کی حضور ﷺ سے گہری محبت کے ساتھ، حضور ﷺ کی غلاموں اور بے سہارا قسم کے لوگوں پر شفقت کا بھی کھلا ثبوت ہے اور اعلانِ نبوت سے قبل حضور ﷺ کی ذات کے باکمال ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جو حضور ﷺ میں اوصافِ جمیلہ کو دیکھا ہے میں ان کی بناء پر حضور ﷺ کو چھوڑ کر اپنے والد اور چچا کے ساتھ واپس نہیں جا سکتا۔ اعلانِ نبوت سے قبل حضور ﷺ کے بارے میں آپ کے خادم کے یہ الفاظ اعلانِ نبوت سے قبل زندگی کی اہمیت کو دوبالا کر رہے ہیں۔

جیسا کہ اس سے قبل اس کتاب میں مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی قبل نبی تھے۔ عالم بالا میں انبیاء کرام سے آپ ﷺ کی نبوت کا میثاق لیا گیا۔ ہر دور میں انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ کی بشارتیں دیں۔ زبور، تورات و انجیل میں آپ کے اوصاف کو مفصل طور پر بیان کیا گیا۔ آپ ﷺ نبی پیدا ہوئے آپ ﷺ کی نبوت کی حقانیت کی دلیل آپ کی بعثت سے قبل حیاتِ مبارکہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلانِ نبوت سے قبل حیاتِ مبارکہ کی حقانیت نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کے طور پر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

(پ ۱۱، یونس: ۱۶/۱۱)

اے نبی محترم فرما دیں کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اس قرآن کو تم پر نہ پڑھتا اور نہ ہی وہ تمہیں اس کے متعلق خبر دیتا۔ میں نے تو اس سے قبل تم میں اپنی عمر گزار دی

ہے پھر بھی تم سمجھ سے کام نہیں لیتے

اس آیت کریمہ کے پہلے جزو میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا کہ اے نبی محترم ﷺ! آپ ﷺ لوگوں کو بیان فرما دیں اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی تو میں ہرگز تمہیں قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کی تعلیم نہ دیتا اور نہ وہ تمہیں اس کے متعلق میرے ذریعے اس روشن کتاب کی کوئی خبر دیتا اور اگر میں نے اپنی مرضی سے اعلان نبوت کرنا ہوتا تو پہلے کب کا یہ اعلان کر چکا ہوتا بلکہ میرا تمہارے سامنے کلمۃ الحق بیان کرنا اس کے حکم سے ہی ہے۔

اس آیت کے دوسرے حصے میں بعثت سے قبل حیاتِ مبارکہ کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا اور فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے تمہارے سامنے چالیس سالہ پاکیزہ زندگی بسر کی ہے حالانکہ تم سب جہالت میں ڈبکیاں مار رہے تھے۔ پس زمانہ جاہلیت کی برائیوں کے طوفان میں میری چالیس سالہ پاکیزہ اور زمانہ جاہلیت کی ہر برائی سے بے داغ زندگی تمہارے سامنے ہے۔ اگر کہیں اس میں جھول ہے تو بتاؤ۔ پس جو پاکیزہ ہستی تمہارے سامنے چالیس برس کی بغیر کسی داغ دھبہ کے زندگی پیش کرے پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو اور ان سے سونے کے خزانوں، ہرے بھرے باغات اور گزشتہ لوگوں کو زندہ کرنے کا معجزہ طلب کر رہے ہو حالانکہ ان سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کی چالیس سالہ زندگی بذات خود ایک معجزہ ہے اور تم جبل ابوقبیس پر ہمارے نبی ﷺ کے اس فرمانے پر کہ اگر میں کہوں کہ پہاڑ کی دوسری طرف کوئی دشمن تم پر حملہ آور ہے تو کیا تم یقین کر لو گے تو تم سب نے اقرار کیا تھا کہ ہاں ہم مان لیں گے کیونکہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور جب ہمارے نبی محترم ﷺ نے تمہیں اس سے پاکیزہ اور سب سے بڑی سچائی کلمہ توحید پیش کیا اور اپنی نبوت و رسالت کی گواہی دی تو تم نے ماننے سے انکار کر دیا تو اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہو سکتا ہے اور ایسی منکر قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے۔

''اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ کَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ''

یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پر خزانہ کیوں نہ اترا یا ان کے ساتھ فرشتے کیوں نہ

آئے (پ۱۲: ھود۱۲/۱۱)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۔ (پ ۱۱: یونس ۱۷/۱۱)

پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹی بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا جانے ۔ بے شک وہ مجرموں کو فلاح عطا نہ کرے گا

اگر چہ قریش مکہ کی وقتی طور پر آنکھیں نہ کھلیں اور انہوں نے اس پیغامِ حق کو مٹانے کے لئے اپنی پوری کوشش کر لی ۔ پورے جہان کی قوت سے مقابلہ بھی کر لیا۔ آخر اعلان نبوت کے اکیس (۲۱) برس بعد فتح مکہ کے موقع پر تمام اہل مکہ نے اقرار کر لیا کہ حضرت محمد ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل بھی کھرے تھے اب بھی سچے ہیں اس لئے سب دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو گئے اور جبل بوقبیس پر زبان مصطفیٰ ﷺ کی صداقت ظاہر و غالب ہو گئی۔

حضور ﷺ کی اول سے آخر تک ساری حیاتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی محبوب و مکرم ہے اور آپ ﷺ کی تمام عمر پاک بڑی اہم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی عمر مبارک کی ہر لمحے کی قسم یاد فرمائی اور ارشاد فرمایا:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (پ۱۴: حجر۱۵/۷۲)

اے محبوب! آپ (ﷺ) کی عمر مبارک کی قسم وہ (کفار) نشے میں بھکے پھرتے ہیں۔

اور حضور ﷺ کے خصائل و عادات مبارکہ جن کا اظہار اعلانِ نبوت سے پہلے ہوا یا بعد میں ہوا وہ سب کے سب اللہ تالیٰ کی بارگاہ میں بڑے پسندیدہ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو خوب تر اور عمدہ قرار دیا اور باقی لوگوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا اور فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (الاحزاب:۳۳/۲۱)

بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔

باب نمبر ۶

حضور نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حسی وظاہری اوصافِ کاملہ سے معمور فرما دیا ہے جس قدر بدنی خوبیاں حضور نبی کریم ﷺ میں جمع فرما دی گئی ہیں وہ کسی اور کے بدن میں نہیں رکھی گئیں۔ آپ ﷺ بدنی محاسن اور ظاہری خوبصورتی کے لحاظ سے بھی بے مثل ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ بدنی محاسن میں اکمل وکامل ہیں اور آپ ﷺ کو ہر جسمانی نقص سے پاک ومبرا پیدا کیا گیا ہے اور اس بارے میں علماء کے اقوال یہ ہیں۔

حضور ﷺ کی خلقت کے متعلق امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

اِعْلَمْ اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاِیْمَانُ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ خَلْقَ بَدْنِهِ الشَّرِیْفَ عَلٰی وَجْهٍ لَّمْ یَظْهَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ خَلْقَ آدَمِیٍّ مِثْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

(زرقانی علی المواہب جلد ۴، صفحہ ۷۰، جواہر البحار جلد ۲، صفحہ ۴)

جاننا چاہئے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی تکمیل اس سے ہے کہ اس بات پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے بدن شریف کی پیدائش اس طریقہ پہ کی کہ حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے اور حضور ﷺ کے بعد کسی آدمی کی خلقت اس طرح کی نہ ہوئی (حضور ﷺ خلقتاً بے مثل ہیں)۔

حضور ﷺ کے خصوصی محاسن کے متعلق امام ابراہیم ہجودی کا ارشاد:

علماء و آئمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کمال ایمان سے ہے یہ اعتقاد رکھنا کہ اتنے محاسن ظاہرہ کسی انسان کے بدن میں جمع نہ ہوئے جس قدر حضور نبی کریم ﷺ کے بدن شریف میں جمع ہوئے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بقدر حسنِ جماله (المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ للبیجوری صفحہ۱۲)

امام عبدالراؤف مناوی محدث متوفی ۱۰۰۳ ہجری شمائل میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ صَرَّحُوْا بِاَنَّ کَمَالَ الْاِیْمَانِ اِعْتِقَادُ اَنَّهٗ لَمْ یَجْتَمِعْ فِیْ بَدْنِ اِنْسَانٍ مِّنَ الْمَحَاسِنِ الظَّاهِرَةِ مَا اجْتَمَعَ فِیْ بَدْنِهٖ وَالْمُحَاسِنِ الظَّاهِرَةُ آيَاتُ الْبَاطِنَةِ وَلَا اَکْمَلَ مِنْهُ بَلْ وَلَا مَسَاوِیَ فِیْ هٰذَا الْمَدْلُوْلِ وَکَذَا فِی الدَّالِ۔

(شرح شمائل علی ہامش جمع الوسائل جلد ۱، صفحہ ۱۸)

علماء عظام اور آئمہ کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کمال ایمان یہ ہے کہ یہ اعتقاد ہو کہ کسی انسان کے بدن میں اتنے محاسن ظاہرہ جمع نہ ہوئے جتنے کہ حضور ﷺ کے بدن شریف میں جمع تھے اور محاسن ظاہرہ محاسن باطنہ کی علامات ہیں۔ محاسن باطنہ مدلول اور محاسن ظاہرہ میں کوئی حضور نبی کریم ﷺ سے اکمل نہیں بلکہ برابر بھی کوئی نہیں

۱۔ سرِ اقدس کے موئے مبارک:

حضور ﷺ کے سرِ اقدس کے بال مبارک خوبصورتی، نظافت اور طہارت میں بے مثل ہیں۔ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے بالوں کا اعجاز یہ ہے کہ یہ نہ تو بالکل سیدھے تھے اور نہ ہی گھنگھریالے تھے بلکہ یہ دونوں صفات سرورِ کونین ﷺ کے موئے مبارک میں موجود تھیں۔ حضور ﷺ پروردگار عالم کی سب سے اہم و افضل اور مقرب ترین تخلیق ہیں اس لئے پروردگار عالم نے موئے مبارک میں بھی کمال درجہ کا حسن و جمال سمو دیا تاکہ محبوب اکرم ﷺ کی شخصیت مبارک کا یہ پہلو بھی زائرین کے

لئے کمال محبت وپسندیدگی کا باعث ہو۔ حضور ﷺ مانگ نکالنے کے لئے سر اقدس کے موئے مبارک کو کنگھا شریف سے جب کھولتے تو اس سے خوشبوئیں مہک اٹھتیں۔ اس وقت سفید وروشن چہرۂ مبارک کو سیاہ زلفیں ڈھانپ لیتیں تو یہ منظر بڑا خوبصورت ہوتا تھا۔ خالق کائنات جل شانہ نے قرآن کریم میں ''والضحیٰ'' کہہ کر چہرۂ مبارک کی قسم یاد فرمائی اور ''واللیل'' کہہ کر بھی زلفوں کی قسم کھائی۔ صاحب تفسیر روح البیان نے یہی تفسیر فرمائی اس طرح امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی والضحیٰ واللیل کے یہی معنی لئے جبکہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے اپنے آقائے نامدار ﷺ کی زلفوں کا ذکر اپنے انداز میں کیا ہے۔ ذیل میں ان کے ارشادات درج کیے گئے ہیں۔

قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ شَعَرُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ شَعَرًا رَّجُلاً لَّيْسَ بِالْجَعْدِ وَلاَ السَّبْطِ بَيْنَ اُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهٖ ۔

(مسلم کتاب الفضائل ح ۵۹۴۶)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے بال کیسے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کے بال درمیانی تھے۔ بہت گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے۔ وہ (بال) کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے

۲-زلف مبارک کی لمبائی:

رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے بیان میں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى نِصْفِ اُذُنَيْهِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے بال مبارک کانوں کے نصف تک پہنچتے تھے

(ترمذی دوم شمائل ترمذی ح ۲۴)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں میں اور رسول اکرم ﷺ ایک برتن میں غسل

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَنَآءٍ وَّاحِدٍ وَّكَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَةِ وُدُوْ لُوَفْرَةِ ۔ (ترمذی دوم شمائل ترمذی، ح ۲۳)

کیا کرتے تھے (درمیان میں پردہ ہوتا تھا) اور آپ کے بال کندھوں سے کچھ اوپر اور کانوں سے قدرے نیچے ہوتے تھے۔

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْ بَعِيْدَ مَابَيْنَ الْمُنْكَبَيْنِ وَكَانَتْ جُمَّتَهٗ تَضْرِبُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ ۔

(ترمذی دوم، شمائل ترمذی، ح ۲۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ میانہ قد کے تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی سینہ مبارک کشادہ تھا) اور آپ کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔

۳-سر اقدس کے موئے مبارک میں مانگ مبارک:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدُلُ شَعْرَهٗ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يُفَرِّقُوْنَ رُءُ وْسَهُمْ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدُلُوْنَ رَءُ وْسَهُمْ وَكَانَ يُحِبُّ مَوَافَقَةَ اَهْلُ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَیْءٍ ثُمَّ فَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسِهٖ ۔

(ترمذی دوم، شمائل ترمذی، ح ۲۸)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ (شروع شروع میں) اپنے بالوں کو بغیر مانگ کے چھوڑتے تھے (کیونکہ) مشرکین اپنے سروں کی مانگ نکالتے تھے جبکہ اہل کتاب اپنے بالوں کو بغیر مانگ کے چھوڑتے تھے اور حضور ﷺ ان امور میں اہل کتاب کے موافقت فرماتے تھے جن میں کوئی (مستقل) حکم نازل نہ ہوتا۔ بعد میں آپ ﷺ اپنے سر مبارک کی مانگ نکالتے تھے۔

۲-سرِ اقدس

سرورِ کونین ﷺ کا سر اقدس موزونیت کے لحاظ سے بڑا تھا۔ چہرۂ مبارک' سرِ مبارک کے ساتھ انتہائی خوبصورت دکھائی دیتا تھا۔ سر مبارک سے ساری نوع انسانیت کی سیادت' وقار اور رعب ظاہر ہوتا تھا۔ جب کوئی اچانک دیکھتا تو اس پر حضور ﷺ کی وجاہت وجلال طاری ہو جاتا۔ حضور ﷺ کا سر مبارک علوم ومعارف اور اسرار کا مخزن ہے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْعمُ الرَّأْسِ''

رسول اللہ ﷺ کا سرمبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

(بخاری' اداب المفرد' ترمذی دوم' کتاب المناقب' ح ۳۶۳۷)

علامہ عبدالروٴف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موزونیت کے ساتھ سر کا بڑا ہونا قابل تعریف ہے کیونکہ یہ وصف حقائق کے عرفان اور کمالات کے لئے معاون ہے

(المواہب اللدینہ)

۳-پیشانی مبارک:

امام الانبیاء حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی جو آپ ﷺ کی سخاوت وشانِ رحمۃ للعالمینی ﷺ کو ظاہر کرتی تھی۔ اخی رسول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں''اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَاسِعُ الْجَبِيْنَ '' آپ ﷺ کا چمکدار رنگ اور پیشانی مبارک کشادہ تھی (ترمذی' باب شمائل ترمذی' ح ٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اوصافِ مبارک کے بیان میں فرماتے

ہیں کہ "کَانَ مِفَاضُ الْجَبِیْنِ" آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی

(بیہقی فی دلائل النبوۃ جلد ا' ص ۲۱۴)

حافظ ابن خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ کی پیشانی مبارک روشن تھی۔ جب موئے مبارک پیشانی مبارک سے ہٹتے یا پیشانی مبارک دن کے وقت ظاہر ہوتی یا رات کے وقت نظر آتی یا آپ ﷺ لوگوں کے سامنے قدم رنجہ فرماتے تو اس وقت جبین مبارک یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو۔ یہ حسین اور پرانوار پیشانی دیکھ کر لوگ بے ساختہ پکار اٹھتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں

(السیرۃ النبویہ' از ابن عساکر' جلد ۳' ص ۲۰۲)

شاعر دربارِ نبوی ﷺ' آپ ﷺ کی مبارک پیشانی کے بارے میں عرض کرتے ہیں:

متی یبد فی الداجی البهیم جبینه
یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

رات کے اندھیرے میں آپ ﷺ کی جبین مبارک یوں روشن دکھائی دیتی تھی جیسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں قندیل ہو (دیوانِ حسان بن ثابت' ص ۶۷)

۴-چشمان ودہن مبارک:

حضور ﷺ کی دونوں چشمانِ مبارک فراخ تھیں اوران میں سرخ ڈورے تھے جس کی طرف یہ چشمانِ مبارک رحمت کے ساتھ اٹھ جاتیں اس کے بھاگ جاگ اٹھتے۔ جسے یہ چشمانِ مبارک کی شفقت بھری نظر لگی اسے دونوں جہان کی برکات مل گئیں۔ اس کے ساتھ ناک مبارک بلند وخوبصورت تھی۔ دہن مبارک کشادہ تھا۔ ایڑیاں مبارک دبلی پتلی تھیں۔

عَنْ سِمَاكَ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ

سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ ۔

دہن مبارک کشادہ' آنکھیں فراخ اور سرخی مائل اور ایڑیاں مبارک دبلی پتلی تھیں۔

(ترمذی جلد۲ ابواب شمائل ترمذی ص ۸۲۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ اَسْوَدُ الْحَدَقَةِ ۔

(بیهقی دلائل النبوة)

حضور ﷺ کی چشمانِ مبارک کی پتلی مبارک نہایت ہی سیاہ تھی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی چشمانِ مبارک میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے (ترمذی' ابواب المناقب' ح ۳۶۴۷)

چشمانِ مبارک کا ایک اعجاز یہ بھی تھا کہ پروردگارِ عالم جل شانہٗ نے ان کو اپنی قدرت کے ساتھ سرمہ سے زینت عطا کر دی تھی اور ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کہ آپ ﷺ نے سرمہ لگایا ہو مگر ایسا نہیں تھا جیسے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے:

وَعَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِىْ سَاقَىْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةً وَكَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا وَّكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک پنڈلیاں قدرے پتلی تھیں۔ آپ کا ہنسنا صرف تبسم کی حد تک ہوتا۔ جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو کہتا کہ دونوں آنکھوں میں سرمہ ہے لیکن سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا

(ترمذی' مشکوٰۃ ۳' کتاب الفتن' ح ۵۵۴۷)

۵۔ پلکیں مبارک:

پلکیں مبارک سیاہ اور دراز تھیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور ﷺ کی پلک مبارک کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''اَهْدَبُ الْاَشْفَا'' یعنی پلکیں دراز تھیں۔ (ترمذی دوم' ابواب المناقب' ح ۱۵۷۲)

۶- کان مبارک:

حضور ﷺ کے کان موزونیت کے اعتبار سے سفید و خوبصورت تھے اور سیاہ زلفوں کے درمیان دو کان روشن ستاروں کی طرح چمکتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں:

''تَخْرُجُ الْأُذْنَانِ بِبَيَاضِهِمَا مِنْ تَحْتِ تِلْكَ الْغَدَائِرِ، كَأَنَّمَا تُوْقَدُ الْكَوَاكِبُ الدُّرِّيَّةُ بَيْنَ ذٰلِكَ السَّوَادُ'' (شمائل الرسول از ابن کثیر، ص ۱۶)

''آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں محسوس ہوتے گویا اندھیرے میں دو روشن ستارے چمک رہے ہوں''

۷- آبرو مبارک:

حضور ﷺ کے چمکدار، نورانی چہرہ مبارک پر باریک، گھنے، جدا جدا، خمدار آبرو بہت خوبصورت تھے۔ حضور ﷺ کے عالم مسرت میں یہ آبرو مبارک اور بھی حسین و جمیل منظر پیش کرتے تھے۔ تجسس اور غصے کے عالم میں بھی ان کا منظر عجیب محبوبانہ ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرْنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يَدِرُّهُ الْغَضَبُ ۔
(ترمذی، باب شمائل ترمذی، ۲)

آبرو مبارک خمدار، باریک، گھنے اور جدا جدا تھے۔ آبروؤں کے درمیان ایک رگ جو غصے کے وقت سرخ ہو جاتی تھی

رسول پاک ﷺ کے دونوں آبروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا۔ رخ مبارک کی غور سے زیارت کی جاتی تو معمولی سا فاصلہ نظر آتا تھا اور بغور نہ دیکھنے سے دونوں آبرو مبارک ملے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ جیسے کہ اس روایت میں آیا ہے:

اَلْفَرْجَةُ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ حَاجِبَيْهِ يَسِيْرَةٌ لَا تَبَيَّنَ اِلَّا لِمَنْ دَقَّقَ النَّظْرِ
(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳، ص ۳۲۳)

دونوں آبروؤں کے درمیان فاصلہ اتنا کم تھا جو صرف بغور زیارت کرنے سے ہی محسوس کیا جا سکتا تھا

۸- بینی مبارک:

چہرہ مصطفیٰ ﷺ پر ناک مبارک موزونیت اور چہرہ مبارک سے یکسانیت کے لحاظ سے باریک وبلند تھی اور بینی مبارک سے نور آفشانی ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ نور بکھیرتی ہوئی بینی مبارک کی زیارت مومنین کے ایمان کو منور کر دیتی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَقْنَى الْعِرْنَيْنِ لَهٗ نُوْرٌ يَّـعْلُوْهُ يَحْسَبُهٗ مَنْ لَّمْ يَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ ۔

(ترمذی، شمائل ترمذی، ۶)

رسول اکرم ﷺ کا ناک مبارک بلندی مائل نہایت خوبصورت تھا جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں۔ جو شخص غور سے نہ دیکھتا وہ آپ ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا (جبکہ ایسا نہ تھا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بینی مبارک خوبصورتی اور موزونیت کے ساتھ باریک تھی (خصائص الکبریٰ)

۹- دانت مبارک:

سرورِ کونین ﷺ کے دندانِ مبارک سفید موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ ان پر کسی قسم کی میل کچیل کبھی نہ ہوتی۔ دانت مبارک کشادہ تھے اور جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو ان سے نور افشانی ہوتی تھی اور رات کے وقت نور کی جھڑیاں گرتی تھیں اندھیری رات میں دانت مبارک سے بکھرنے والے نور کی کرنیں دکھائی دیتی تھیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُءِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک کشادہ تھے۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی، ح ۱۳)

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ

حَبِّ الضَّمَامِ ''رسول اللہ ﷺ کے دندانِ مبارک تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے (بیہقی فی دلائل النبوہ)

حضور ﷺ کے دندانِ مبارک کا مسوڑھوں میں جماؤ انتہائی خوبصورت اور موزوں تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''کَانَ رَسُوْلُ اللہِ حَسَنُ الثَّغرِ ''رسول کریم ﷺ کے دندان مبارک بہت خوبصورت تھے (خصائص الکبریٰ)

۱۰۔ رخسار مبارک:

حضور ﷺ کے رخسار مبارک سفید وسرخی مائل تھے، نرم اور ہموار تھے۔ عالم مسرت میں کریمانہ سرخی اور بے مثل نورانیت کا اظہار ہوتا تھا۔ مسکراہٹ وانبساط کی حالت میں عشاق پر دنیا وآخرت کی نعمتوں کے متعلق فیاضی کا اظہار ہوتا تھا اور جب حق کے خلاف بات پر غصہ آتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے کہ چہرہ مبارک پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ اس جلالِ پُروقار کے وقت جاں نثار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے پناہ حاصل کرتے کیونکہ کسی شخص میں حضور ﷺ کے جلال کو برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ ۔	رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک نرم اور ہموار تھے (ترمذی شمائل ترمذی، ح ۶)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللہِ اَبْیَضُ الْخَدِّ ۔ (سبل الهدیٰ والرشاد)	حضور ﷺ کے رخسار مبارک بہت سفید تھے۔

۱۱۔ لب مبارک:

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ جنہیں حضور ﷺ کی محبت شب وروز اور سفر وحضر میں

میسر ہوئی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لب مبارک تمام بندوں سے خوبصورتی میں بڑھ کر تھے اور خاموشی کے عالم میں بہت لطیف محسوس ہوتے تھے۔

حضور ﷺ کے لب مبارک کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ عِبَادَ اللّٰہِ شَفَقَیْنِ وَأَلْطَفَھُمْ خَتْمَ فَمٍ" رسول اللہ ﷺ کے لب مبارک اللہ کے تمام بندوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور خاموشی کے وقت انتہائی لطیف محسوس ہوتے تھے (بیہقی فی دلائل النبوۃ)

۱۲- ریش مبارک:

ریش مبارک انتہائی خوبصورت کہ اس سے بڑھ کر کوئی ریش خوبصورت نہیں ہو سکتی۔ سرورِ کونین ﷺ کی داڑھی مبارک کے موئے مبارک سیاہ تھے اور آخیر عمر مبارک میں ٹھوڑی مبارک پر چند بال سفید تھے۔ جب ریش مبارک میں تیل لگایا جاتا تو ساری ریش مبارک کے بال سیاہ محسوس ہوتے تھے۔ ریش مبارک کے بال گھنے تھے مگر انتہائی خوبصورتی کی حد تک اور اس طرح سر اقدس اور ریش مبارک کے سیاہ بالوں میں سورج اور چاند سے بھی زیادہ خوبصورت چہرہ نظر آتا تھا جیسے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْشَمِطَ مُقَدَّمُ رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ وَکَانَ اِذَا ادَّھَنَ لَمْ یَتَبَیَّنْ وَاِذَا شَعِثَ رَاْسُہٗ یَتَبَیَّنْ وَکَانَ کَثِیْرَ شَعْرِ اللِّحْیَۃِ فَقَالَ رَجُلٌ وَجْھُہٗ مِثْلُ السَّیْفِ قَالَ لَابَلْ کَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَکَانَ مُسْتَدِیْرًا وَرَأَیْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سر اقدس کے اگلے حصے اور ریش مبارک کے کچھ بال سفید تھے۔ جب آپ تیل لگاتے تو محسوس نہ ہوتا لیکن گیسوئے مبارک بکھر جاتے تو ظاہر ہو جاتا۔ آپ کی ریش مبارک کے بال گھنے تھے۔ ایک آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار جیسا ہو گا۔ فرمایا نہیں بلکہ وہ سورج اور چاند جیسا تھا

كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مشکوۃ ۳ کتاب الفتن' ح ۵۵۳۰)

اور قدرے گول تھا۔ میں نے کندھوں کے قریب مہر نبوت دیکھی جو کبوتر کے انڈے جیسی ہم رنگ جسم اطہر تھی۔

تلوار میں لمبوترا پن اور چندھیا دینے والی چمک ہوتی ہے جبکہ مصطفیٰ کریم ﷺ کا چہرہ مبارک قدرے گول اور دل میں رچ بس جانے والا ہے۔

عَنْ وَهْبٍ اَبِیْ جُحَیْفَةَ السُّوَائِیِّ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتُ بَیَاضًا مِّنْ تَحْتِ شَفَتِهِ السُّفْلَی الْعَنْفَقَةَ

حضرت جحیفہ سوائی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی مبارک میں کچھ بال سفید تھے۔

(بخاری جلد ۲' کتاب الانبیاء ۷۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ لَیْسَ فِیْ رَأْسِهِ وَلِحْیَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَیْضَاءَ '' کہ جب حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وفات دی تو سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ ریش مبارک میں سفید موئے مبارک کی تعداد کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۴- آواز مبارک:

حضور ﷺ کا لب ولہجہ پروقار اور پرتاثیر تھا۔ خوبصورت ترین شخصیت کے ساتھ مسکراہٹوں سے لبریز لحن مبارک اجنبی افراد کے دل میں بھی گرہ محبت ڈالتا تھا۔ جب کسی دکھی ومصیبت زدہ افراد سے مخاطب ہوتے تو اس قسم کا ہمدردانہ کلام فرماتے کہ اس کے دل کے اثرات زائل ہو جاتے۔ اگر کسی سلیم الطبع دشمن سے بھی گفتگو فرماتے تو وہ بھی آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا۔ خاص کر حضور ﷺ کا قرآن کریم کی تلاوت کرنا سامعین پر گہرا اثر کرتا تھا۔ اہل محبت جب حضور ﷺ کی آواز میں قرآن کریم کی تلاوت سنتے تو ان کے دل اس کی تاثیر سے دھل جاتے۔ نیز ان کے قلوب میں قرآن وصاحب قرآن کی عظمت بیٹھ جاتی تھی۔ حضور ﷺ کی آواز مبارک کے متعلق ذیل

میں چند روایات درج کی گئی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا قَطُّ اِلَّا بَعَثَہٗ حُسْنَ الْوَجْہِ، حُسْنَ الصَّوْتِ، حَتّٰی بَعَثَ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَہٗ حُسْنُ الْوَجْہِ حُسْنُ الصَّوْتِ''

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس بھی نبی کو معبوث فرمایا خوبصورت چہرہ اور خوبصورت آواز دے کر معبوث فرمایا حتیٰ کہ تمہارے نبی محترم ﷺ کو معبوث فرمایا تو انہیں بھی خوبصورت چہرے اور خوبصورت آواز کے ساتھ معبوث فرمایا'' (ترمذی، شمائل ترمذی، ح ۳۲۱)

حضور ﷺ کا لب ولہجہ صاف تھا۔ کوئی بھی بات فرماتے تو سننے والے کو ہر بات واضح طور پر سمجھ آ جاتی تھی۔ جمعہ وعیدین، جہاد کا موقع، حجۃ الوداع کے موقع پر ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تک آواز مبارک کسی بھی خلل ودشواری کے بغیر پہنچ جاتی تھی اور اس آواز کے ساتھ علم وحکمت کے موتیوں سے قلوب ایمان کی روشنی سے چمک اٹھتے تھے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَسَنَ النَّغْمَۃِ''

''حضور ﷺ کا لب ولہجہ نہایت حسین تھا'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۲، ص ۹۶)

حضور ﷺ اپنے پرتاثیر لب ولہجہ میں وعظ ونصیحت فرماتے تو آواز میں تاثیر کے ساتھ رعب ودبدبہ ہوتا تھا۔ آواز مبارک کے رعب سے قبر، حشر، جنت ودوزخ کے مناظر کا حقیقی منظر دکھائی دینے لگتا تھا جیسے کہ روایت میں آیا ہے۔

''فِیْ صَوْتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَحَلٌ''

''آپ ﷺ کی آواز میں رعب تھا'' (طبرانی المعجم الکبریٰ جلد ۴، ح ۳۶۰۵)

حضور ﷺ کی بلند آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کو اللہ تعالیٰ نے تمام آوازوں

سے زیادہ توجہ کے ساتھ سنا کیونکہ جو آپ ﷺ کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ کا جاہ وجلال اور عظمت ہے وہ کسی اور قلب میں نہیں ہوسکتا اس لئے جب آپ ﷺ تلاوت فرماتے تو اس کا اظہار آواز میں خشیتِ الٰہی، اخلاص ومحبت کی چاشنی کی صورت میں ہوتا تھا۔ جو ذاتِ رحمٰن کے ہاں بہت محبوب تھی کیونکہ حضور ﷺ انتہائی خوش الحانی اور خوبصورت قرأت فرماتے تھے جیسے کہ ذیل کی روایات میں آیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نمازِ عشا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

''سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ (وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ) فِي الْعِشَآءِ، وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ اَوْ قِرَاءَ ةً''

''میں نے حضور ﷺ کو نمازِ عشاء میں سورۃ التین کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا اور میں نے کسی کو آپ ﷺ سے زیادہ خوش الحان اور اچھی قرأۃ والا نہیں پایا'' (بخاری ومسلم، کتاب الصلوٰۃ، ح ۴۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَّا اَذِنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ ۔

اللہ تعالیٰ اتنی توجہ سے کسی اور چیز کو نہیں سنتا جتنی توجہ سے نبی کریم ﷺ کے قرآن پڑھنے کو سنتا ہے (البخاری جلد سوئم کتاب التوحید حدیث ۲۳۳۰)

۱۴- گردن مبارک:

میرے آقا علیہ الصلوٰۃ السلام کی گردن مبارک مورت کی طرح انتہائی خوبصورت تھی اور چاندی کی طرح شفاف تھی بلکہ چاندی کی مثال تو صرف سمجھنے سمجھانے کے لئے ہے۔ آپ ﷺ کا ہر عضو مبارک ہر لحاظ سے بے مثل ہے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی گردن مبارک کے متعلق یہ الفاظ فرمائے ہیں۔

كَانَ عُنُقُهُ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِيْ صَفَآءِ الْفِضَّةِ ۔

آپ کی گردن مبارک گویا مورت کی گردن تھی اور چاندی کی طرح شفاف

(ترمذی، باب شمائل ترمذی، ح ۶) — تھی۔

۱۵- چہرہ مبارک:

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے چہرہ مبارک کو بنایا تو اس میں حسن و جمال کے تمام اوصاف کو مکمل طور پر شامل فرما دیا۔ پس چہرہ مصطفیٰ ﷺ میں کسی بھی بدنمائی کا کوئی دخل نہ تھا بلکہ چہرہ مبارک میں پیشانی مبارک کشادہ، آنکھیں قدرتی طور پر سرمہ سے سجی ہوئی، ناک مبارک چہرہ مبارک پر موزونیت کی حد تک بلند، رخسار مبارک گلابی، بھنویں مبارک باریک، آنکھیں فراخ اور سرخ ڈوروں سے مزین، دہن مبارک کشادہ، دانت موتیوں کی طرح چمکیلے، ریش مبارک گھنی، سیاہ اور سینہ مبارک پر خوبصورتی بکھیرتی ہوئی، چہرہ مبارک بہت زیادہ پر گوشت تھا نہ پتلا، چہرہ مبارک نہ زیادہ لمبا تھا نہ ہی بالکل گول، رنگ مبارک نہ بالکل سفید نہ ہی بالکل سرخ بلکہ سرخی مائل تھا اور جب کبھی سرکار دو عالم ﷺ جلال کی حالت میں ہوتے تو چہرہ مبارک اس طرح کھل جاتا جیسے کہ گلاب کا پھول ہو۔اور پھر خوشی کے عالم میں نور کی کرنیں چہرہ مبارک سے ظاہر ہوتیں۔ دن کے وقت سورج چہرہ مبارک میں آئینے کی طرف تیرتا ہوا نظر آتا تھا جبکہ رات کے وقت چودھویں رات کے چاند کی سفید روشنی چندھیا جاتی تھی۔ آیئے اس بارے میں صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے بیانات پڑھیں۔

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَالَ رَجُلٌ نِ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَابَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ ۔(ترمذی دوم باب شمائل ترمذی، ح ۹)

حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور ﷺ کا چہرہَ مبارک تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا (یعنی چہرہ مبارک لمبا نہیں تھا بلکہ قدرے گول تھا)

اس حدیث میں چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی چمک ودمک کو تلوار کی چمک کے بجائے

چاند کی چمک سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ چاند کی روشنی آنکھوں کو تازگی و فرحت عطا کرتی ہے لیکن چاند کو دیکھنے والا کبھی بھی صحابی رسول کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا مگر چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو ایمان کے ساتھ ایک مرتبہ دیکھ لینے سے صحابی رسول کے اعلیٰ مقام کو پا لیتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْیَضَ كَاَنَّمَا صِیْغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سفید رنگ تھے گویا کہ چاندی ڈھالی گئی ہو اور آپ ﷺ کے بال قدرے سیدھے گھنگریالے تھے۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی' ح ۱۰)

اس حدیث میں چہرہ مبارک کو ڈھالی ہوئی سفید چاندی سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی سفیدی بہت بھلی اور پرکشش لگتی ہے۔ یہ بات تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں سمجھانے کے لئے فرما دی حالانکہ چاندی کی سفیدی جمال مصطفوی ﷺ کے لاکھوں حصوں سے ایک حصے کا لاکھواں حصہ بھی نہ تھی پھر جب اس طرح کسی خوبصورت چہرہ مبارک کے ساتھ سیاہ زلفوں کی رونق کا کیا عالم ہوگا۔ اسی لئے تو سیدنا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے چاندی سے بھی زیادہ حسین اپنے سرکار ﷺ کو قرار دیا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَةٍ اَضْحِیَانٍ وَّعَلَیْهِ حُلَّةٌ حُمْرَآءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو چودھویں رات میں دھاری والا سرخ یمنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا (کبھی) آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف تو آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے یقیناً زیادہ حسین تھے۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی' ح ۸)

عَنْ سَعِیْدِ نِ الْجَرِیْرِیِّ رَضِیَ اللهُ

حضرت سعید جریری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الطُّفَيْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَقِيَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ رَاٰهُ غَيْرِيْ قُلْتُ صِفْهُ لِيْ قَالَ وَكَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا ۔

(ترمذی جلد دوم شمائل ترمذی، ح ۱۲)

کہ انہوں نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے (حضرت ابو طفیل) نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا اور میرے سوا زمین پر دوسرا کوئی شخص ایسا نہیں رہا جس نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو (سعید جریری) نے کہا مجھ سے حضور ﷺ کی صفت بیان کیجئے تو انہوں نے فرمایا آپ سفید رنگ خوبصورت اور درمیانے قد کے تھے۔

۱۶- کندھے اور سینہ مبارک:

آپ ﷺ کے کندھے مبارک کھلے، جوڑ انتہائی مضبوط، ان کے درمیان فاصلہ تھا۔ کندھے مبارک گوشت سے پر تھے۔ سینہ مبارک کھلا تھا اور بالوں سے معمول کی حد تک ڈھکا ہوا تھا اور سینہ مبارک سے بالوں کی باریک لکیر پیٹ مبارک تک جاتی تھی۔ جب پیدل چلتے تو اس طرح محسوس ہوتا گویا بلندی سے جھکے ہوئے چل رہے ہیں۔ بے مثل رسول اکرم ﷺ کی چال مبارک بھی محبوبانہ و بے مثل تھی اور آپ ﷺ جیسا نہ کسی نے دیکھا نہ دیکھے گا جیسے کہ صحابی رسول گواہی دے رہے ہیں۔

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالطَّوِيْلِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی زلفوں والا، سرخ (دھاری دار) سرخ جوڑے میں، حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا آپ ﷺ کے بال مبارک کندھوں تک پہنچتے تھے اور آپ ﷺ نہ تو چھوٹے قد کے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کا قد مبارک زیادہ لمبا تھا۔

يَكُنِ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ وَلاَ بِالْقَصِيْرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمَ الرَّأْسِ ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلَ الْمَسْرَبَةِ اِذَا مَشٰى تَكَفَّاءَ تَكَفَّاءً كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَّمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(ترمذی دوم باب شمائل مبارک' ۴)

حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نہ تو زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ پست قد تھے۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے پر تھے۔ سر مبارک اور کاندھوں کے جوڑ بھاری اور مضبوط تھے اور سینہ مبارک سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک (باریک اور لمبی) لکیر تھی۔ جب آپ ﷺ چلتے تو آگے کی جانب جھکاؤ ہوتا گویا بلندی سے (نشیب میں) اتر رہے ہیں۔ میں نے نہ تو آپ ﷺ سے پہلے آپ جیسا کوئی دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد۔

عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتّٰى وَارَىٰ التُّرَابَ شَعْرَ صَدْرِهٖ وَكَانَ رَجُلاً كَثِيْرٌ الشَّعْرِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللهِ ۔

(بخاری الجہاد وسیر' ۲۸۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کھودتے وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بھی مٹی ڈھو رہے ہیں یہاں تک کہ مٹی نے سینہ فیض گنجینہ کے بال ڈھک دیئے تھے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر بال کثرت سے تھے اور آپ عبداللہ بن رواحہ کے لفظوں میں یوں رجز خوانی فرما رہے تھے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ'' حضور ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔

(بخاری کتاب الانبیاء' ح ۷۶۳)

۱۷۔بطن مبارک:۔

حضور ﷺ کا پیٹ مبارک اور سینہ مبارک ہموار تھے یعنی پیٹ مبارک بڑھا ہوا نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سَوَآءَ الْبَطْنِ وَالْقَدْرِ'' (ترمذی باب شمائل ترمذی'۶)

پیٹ مبارک اور سینہ مبارک برابر تھے

پیٹ کا بڑھ جانا یا بالکل سوکھ جانا بدصورت دکھائی دیتا ہے۔سرورِ کونین ﷺ کا موزونیت کے اعتبار سے سینہ مبارک مساوی تھا اور بعض مواقع پر جن حضراتِ قدسیہ کو بطن مبارک کی زیارت کا شرف حاصل ہوا انہوں نے بطن مبارک کی جو ہیئت بتائی ہے وہ بھی قابل ستائش ہے۔

حضرت ام ہلال رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا رَاَیْتُ بَطْنَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا ذُکِرَتِ الْقَرَا طِیْسُ الْمَثْنِیَّۃَ بَعْضُھَا عَلٰی بَعْضٍ ۔

میں نے آپ ﷺ کے بطن مبارک کو ہمیشہ یوں ہی دیکھا جیسے کہ کاغذ تہہ لگا کر رکھے ہوں (طبرانی المعجم الکبیر'مسند عباسی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدن کا کھلا رہنے والا حصہ بھی روشن تھا سینہ سے ناف تک بالوں نے ایک باریک خط بنایا ہوا تھا اس لکیر کے سوا دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالون سے خالی تھے (ترمذی دوم شمائل ترمذی'۶)

قلبِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

سرور عالمیان ﷺ کا قلبِ مبارک روحِ کائنات ہے اور اس قلب مبارک پر ہر آن اللہ تعالیٰ کی لاتعداد رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا قلب اطہر پروردگار عالم کے انوار وتجلیات' اسرار ورموز کا مخزن ہے۔ حضور ﷺ کے قلب انور کی وسعت وطاقت کا مکمل بیان نہیں کیا جا سکتا۔ قلب مبارک کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ جب حالت نیند میں بھی ہوتے پھر بھی قلب مبارک بیدار رہتا۔ پاس بات کرنے والی' کسی بھی قسم کی مخلوق کا کلام سنتا اور انہیں پہچانتا۔ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ ایسی باتوں سے آگاہ فرمایا جو فرشتوں نے آپ ﷺ کے پاس حالت نیند میں کی تھیں اور خود بھی اپنے ارشادات میں اپنی امت کو اپنے قلب مبارک کی اس بے مثل خوبی سے آگاہ فرمایا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے بھی گواہی دی کہ اس صاحب ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ ایک حدیث میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے ان دو آنکھوں کا ذکر اور دو کانوں کا ذکر کیا جن سے آپ ﷺ سنتے اور دیکھتے ہیں۔

حضور ﷺ کے قلب انور کی بیداری سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت بیدار ہیں تو پھر ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر ومشاہدہ میں ہیں کیونکہ حضور ﷺ اپنے رب قدوس کی محبت میں اور قرب میں ہر شریک سے پاک ہیں اس لئے امت کے بڑے بڑے محدثین' مفسرین اور اولیاء کرام نے یہ گواہی دی ہے کہ کسی میں طاقت نہیں ہے کہ وہ ان احوال واردات کو جان سکے جو قلب مصطفیٰ ﷺ پر نازل

ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کے قلب مبارک کی صفتِ بیداری کے متعلق حالتِ خواب میں بعض فرشتوں نے گواہی دی جسے آپ ﷺ نے سن کر ذیل کی روایت میں بیان فرمایا ہے۔

واقعہ یوں ہے:

جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ یَقُوْلُ جَآءَتْ مَلَائِکَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَّقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَّالْقَلْبَ یَقْظَانُ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِکُمْ ھٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَہٗ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَّقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَّالْقَلْبَ یَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُہٗ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا وَّجَعَلَ فِیْھَا مَاْدُبَۃً وَبَعَثَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَکَلَ مِنَ الْمَاْدُبَۃِ وَمَنْ لَمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنَ الْمَاْدُبَۃِ فَقَالُوْا اَوِّلُوْھَا لَہٗ یَفْقَھْھَا فَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَّقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَّالْقَلْبَ یَقْظَانُ فَقَالُوْا فَالدَّارُ الْجَنَّۃُ وَالدَّاعِی مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ فرشتے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ ان میں ایک نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھ سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ آپ کے ان صاحب کی مثال ہے لہٰذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک نے کہا کہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دسترخوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھا سکا۔

وَسَلَّمَ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ جَابِرٍ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(بخاری سوم کتاب الاعتصام، ح ۲۱۴۲)

ایک نے ان میں سے کہا کہ اس کا مطلب بیان کیجئے تا کہ بات سمجھ میں آ جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے۔ بلانے والے سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ پس جس نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں

اس روایت میں آپ ﷺ کے جملہ اوصاف کے ساتھ قلب اطہر کے بیدار رہنے کے وصف کے متعلق ایک مقرب فرشتہ نے اس طرح آگاہی دی۔

''اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَّالْقَلْبَ يَقْظَانٌ''

بے شک آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور قلب بیدار ہے۔

۱۔ قلب مصطفیٰ ﷺ کے متعلق فرمانِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی والہام والقیٰ کے ذریعے قلبِ انور پر اسرار وعلوم کا نزول کیا جاتا اور انہیں حضور ﷺ اپنی زبان مبارک سے لوگوں تک پہنچاتے اور ایک ایسا بھی علم تھا جو حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے ان کے سینے میں منتقل ہوا جس کا فیضان آج بھی اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور عارفوں میں جاری وساری ہے۔ مگر کفار ہر بار اس کا انکار کرتے تھے تو پروردگار عالم نے فرمایا:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

(پ ۲۵: شوریٰ ۲۴/۴۲)

اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔ پس اگر اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر لگا دے اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعے سچا ثابت کرتا ہے۔ بے شک وہ سینوں کے رازوں کو جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کا احسان جتلایا گیا ہے کہ لوگو! تمہیں نبی اکرم ﷺ سے علم وعرفان کا فیضان مل رہا ہے مگر پھر بھی لوگ انکار کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ قلب انور پر اپنی طرف سے رحمت وحفاظت کی مہر لگا دے گا مگر اس آیت کریمہ کا متن بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ پروردگار نے لوگوں کو اسی قلب انور سے بے شمار رحمتوں سے نوازا ہے اور مصطفیٰ کریم ﷺ کے قلب انور کو بیدار رکھنا اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

۲۔ قلب انور کی بیداری کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان:

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّیْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں کتنی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ جب چار رکعتیں پڑھتے تو ان کی خوبی اور طوالت کے بارے میں کچھ نہ پوچھئے۔ پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ان کی درستی ودرازی کی کیا ہی بات ہے (تہجد کی آٹھ رکعت) اس کے

ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ

(بخاری دوم کتاب الانبیاء، ح ۷۸۰)

بعد تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ میں عرض گزار ہوئی یارسول اللہ ﷺ! وتر پڑھنے سے پہلے تو آپ ﷺ سو گئے تھے؟ فرمایا میری آنکھ سوتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

''یَا عَائِشَةُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ''

''اے عائشہ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے''

(بخاری اول، کتاب الجمعہ، ح ۱۰۹۶؛ مسلم کتاب المسافرین اول، ح ۷۳۸)

حضور ﷺ کے قلب مبارک کے بارے میں فرشتوں نے یوں کہا:

''اِنَّ عَیْنَیْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبُهٗ یَقْظَانُ'' (ترمذی دوم ابوب الامثال، ح ۱۷۷)

''بے شک حضور ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے''

۳۔ قلب مبارک کے متعلق حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی گواہی:

اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یُّحَدِّثُنَا عَنْ لَّیْلَةِ اُسْرِیَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَائَهٗ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ یُّوْحٰی اِلَیْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِیْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوَّلُهُمْ اَیُّهُمْ هُوَ فَقَالَ اَوْسَطُهُمْ هُوَ خَیْرُهُمْ وَقَالَ اٰخِرُهُمْ خُذُوْا خَیْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ فَلَمْ یَرَهُمْ حَتّٰی جَاءُوْا لَیْلَةً اُخْرٰی فِیْمَا یَرٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی معراج کا ذکر فرما رہے تھے جو مسجد حرام سے شروع ہوئی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے پہلے تین افراد (فرشتے) آئے اور آپ ﷺ مسجد حرام کے اندر محوخواب تھے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا وہ کون ہیں؟ دوسرے شخص نے کہا وہ ان میں سب سے بہتر ہیں۔ تیسرا بولا ان کے بہتر کو لے لو۔ پھر وہ

قَلْبُهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَآءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ فَتَوَلَّاهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ عَرَجَ بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ

(بخاری دوم کتاب الانبیاء' ح ۷۸۱)

غائب ہو گئے اور انہیں دیکھا نہیں گیا۔ یہاں تک کہ پھر کسی رات میں پہلے کی طرح نظر آئے اور نبی کریم ﷺ کی آنکھیں سو رہی تھیں لیکن آپ کا قلب مبارک نہیں سوتا تھا اور جملہ انبیاء کرام کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ پھر حضرت جبرائیل آپ کو لے کر آسمان کی طرف چڑھ گئے۔

ایک روایت میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے یوں گواہی دی ہے:

''قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تَبْصَرَانِ وَاُذْنَانِ سَمْعَانِ''

''یہ مضبوط دل ہے اس میں دو آنکھیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں'' (فتح الباری' از علامہ عسقلانی)

۴- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی:

شیخ محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجال نیست هیچ یکے را که باند حقیقت قلب مصطفوی راوا حالے که عارض می گردد بران۔

کسی کو طاقت نہیں کہ حضور ﷺ کے قلب کی حقیقت کو جانے اور نہ ان احوال کو جو آپ ﷺ کے دل اقدس پر وارد ہوتے ہیں (اشعۃ اللمعات جلد۲' صفحہ۲۳۶)

۵- حضرت علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح:

حدیث مذکورہ کی شرح میں علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

''وَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ ظَاهِرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرِيٌّ وَّبَاطِنُهٗ مَلَكِيٌّ' وَلِذَا قَالُوْا: اِنَّ نَوْمَهٗ لَا يَنْقِضُ الْوُضُوْءَ كَمَا صَرَّحُوْا بِهٖ'

وَلَا یُقَاسُ عَلَیْهِ غَیْرُهٗ مِنَ الْاُمَّةِ کَمَا تَوَهَّمَ وَتَوَضِّیْهِ بَعْدَ نَوْمِهٖ اِسْتِحْبَابًا اَوْ تَعْلِیْمًا لِغَیْرِهٖ اَوْ لِعُرُوْضِ مَا یَقْتَضِیْهِ''

(نسیم الریاض سوم ص ۵۴۵)

''یہ حدیث مبارکہ حضور ﷺ کے مبارک سراپا کا ظاہر بشری او باطن ملکوتی ہونے پر دلالت کرتی ہے اسی لئے فقہاء نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی نیند ناقض وضو نہیں تھی اور اس معاملے میں امت میں سے کسی شخص کو آپ ﷺ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ نیند سے بیداری کے بعد آپ ﷺ کا بعض اوقات وضو فرما لینا یا تو مستحب ہوتا تھا یا تعلیم امت کے لئے تھا یا بصورت دیگر جس طرح بشری عوارض طاری ہو جانے پر وضو ضروری ہو جاتا ہے آپ ﷺ بھی بتقاضائے بشری وضو فرما لیتے تھے''

عکرمہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یہ ہے کہ حضور ﷺ سو گئے یہاں تک کہ نیند کی آواز معلوم ہونے لگی۔ پس حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے نماز شروع کر دی اور وضو نہیں کیا اس پر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ محفوظ تھے (یعنی حضور ﷺ کی نیند غفلت کی نہ تھی جو ناقضِ وضو ہوتی) (صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ ۶۹، ۱۱۷، صحیح مسلم، جلد۴، صفحہ ۱۸۷۵)

۱۹-بغل مبارک:

سرورِ کونین ﷺ کی بغل مبارک بعض صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ ان میں کسی قسم کا تعفن و بدبو محسوس نہ ہوئی بلکہ ان میں سے خوشبو کی مہک محسوس ہوئی اور بغل مبارک کی سفیدی کپڑے میں سے بھی نظر آتی تھی جیسے کہ ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِیْ	روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنے اونچے ہاتھ کسی دعا میں نہیں اٹھاتے تھے جتنے استسقاء میں کیونکہ اس میں

اِلاسْتِسْقَآءِ وَاِنَّهُ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ (بخاری دوم' کتاب الانبیاءؑ ح ۷۷۸) — مبارک ہاتھوں کو اتنے بلند کرتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شغل ہی بدن مصطفیٰ ﷺ کی تلاوت کرنا تھا اس لئے وہ بدن مبارک کے ہر حصے کو محبت سے دیکھتے اور بیان کرتے تھے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسْدِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى اِبْطَيْهِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ (بخاری دوم' کتاب الانبیاء' ح ۷۷۷)

حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو بازوؤں کو اتنا علیحدہ رکھتے کہ ہم آپ کی بغلوں کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

ایک صحابی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ اس وقت حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو سنگسار کیا جا رہا تھا تو وہ گھبرا گئے اور قریب تھا کہ گر پڑتے اتنے میں سرورِ کونین ﷺ نے اسے تھام لیا۔ اس دوران بغل مبارک سے پسینہ مبارک کا قطرہ ان پر گرا تو انہوں نے اسے کستوری کی مانند خوشبودار پایا۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ کی بغل مبارک کا پسینہ مبارک مجھ پر گرا جو کستوری کی طرح خوشبودار تھا

(سنن دارمی' جلد اول' ح ۶۴' خصائص الکبریٰ جلد اول' ص ۱۱۶)

۲۰- دستِ مبارک اور دستِ مبارک کی خوشبو:

حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک اون اور ریشم سے نرم و ملائم اور کافور سے ٹھنڈے ہیں اور دستِ مبارک میں اس قدر خوشبو کہ جیسے خوشبو کی ڈبی سے ابھی ابھی نکالے ہوں۔ دستِ مبارک کی یہ خصوصیات حضرت جابر بن سمرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے درج ذیل احادیث میں بیان فرمائی ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّىْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَّاحِدًا قَالَ وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّىْ قَالَ فَوَجَدْتُّ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْ رِيحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ

(مسلم، ج ۲، کتاب الفضائل ۵۹۸۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ گیا۔ سامنے سے کچھ بچے آئے آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپ ﷺ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ باہر نکالا ہو۔

ہاتھ مبارک کی انگلیاں موزوں حد تک لمبی تھیں اور ہتھیلیاں مبارک کشادہ تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ ۔

آپ ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

(بخاری، کتاب اللباس، ح ۵۵۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کو اون اور ریشم سے بھی زیادہ نرم وملائم محسوس کیا۔

اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ مِنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا مَسَسْتُ بِيَدَىَّ خَزًّا وَّلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سے زیادہ نرم کسی خز یعنی اون اور ریشم ملے کپڑے یا ریشم کو نہیں چھوا (مسند امام اعظم، کتاب الفضائل)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ'' حضور ﷺ کی ہتھیلیاں اور قدم مبارک پر گشت

تھے۔(ترمذی دوم' کتاب المناقب' ح ۱۵۷۱)۔

۲۱- پشت مبارک:

حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ اور ریڑھ مبارک کی ہڈی لمبی تھی۔ پشت مبارک چاندی کی طرح خوبصورت تھی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

وَكَانَ وَاسِعُ الظَّهْرِ ۔ حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ تھی۔

(دلائل النبوہ جلد اول' ص ۳۰۴)

وَكَانَ طَوِيْلَ مَسْرُبَةَ الظُّهْرِ ۔ رسول اللہ ﷺ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی تھی

(دلائل النبوہ از بیہقی)

حضرت محرش بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے حضور ﷺ کی پشت مبارک کی زیارت عمرہ کا احرام باندھنے کے دوران کی تو پشت مبارک کے بارے میں فرمایا:"فَنَظَرْتُ اِلٰى ظَهْرِهٖ كَاَنَّهَا سَبِيْكَةَ فِضَّةٍ "میں نے آپ ﷺ کی کمر مبارک کی نگاہ اٹھائی تو اسے چاندی کے ٹکڑے کی طرح پایا۔

(احمد' نسائی' کتاب مناسک حج' ح ۲۸۶۴)

اس پشت مبارک پر پوری نوعِ انسانیت کو پیغام حق پہنچانے کا بار تھا اور قلب انور میں امت کے گناہ گاروں کا غم تھا اور جو حضور ﷺ کا پیغام سن کر ایمان نہ لاتے ان کے بارے میں بھی غم تھا جو کہ ایک بار کی صورت میں محسوس ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور ﷺ کو مژدہ سنایا کہ یہ بار ہم نے آپ کی پشت مبارک سے اٹھا دیا ہے جو آپ ﷺ کو گراں محسوس ہوتا تھا۔

"وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ' الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ "(پ۳۰' الم نشرح: ۲'۳/۹۴)

"اور ہم نے آپ کا (غم امت کا وہ) بار آپ (ﷺ) سے اتار دیا جو آپ کی پشت (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا"

۲۲- مہرِ نبوت:

حضور ﷺ کی پشت مبارک کی جانب دونوں کندھوں کے درمیان' کبوتر کے

انڈے کے برابر حصہ ابھرا ہوا تھا۔ اس کی رنگت جسم کے مطابق تھی۔ اس پر "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تحریر تھا۔ اس مہر مبارک میں سے کستوری سے بہتر خوشبو مہکتی تھی۔ اس پر بال اگے ہوئے تھے۔ کئی اصحاب رسول ﷺ نے اس مہر نبوت کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اس کی ہیئت کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا۔ ذیل میں ان میں سے چند روایات درج کر دی گئی ہیں تا کہ قارئین کو اس کے متعلق بہتر معلومات مل سکیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ کی گردن گویا چاندی کی صراحی تھی اور دونوں شانوں کے درمیان ماہ کامل کی مانند ایک دائرہ تھا جس میں نورانی حروف میں دو سطریں تحریر تھیں۔

اوپر کی سطر: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (نشر الطیب، ص ۱۸۲)

اور نیچے کی سطر: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (خصائص الکبریٰ ص ۱، ۱۸۲)

قَالَ بَيْـنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ۔

آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

(ترمذی دوم، شمائل ترمذی، ح ۱۷)

عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِیْ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ فَقَالَ كَانَ فِیْ ظَهْرِهٖ بِضْعَةٌ نَاشِزَةٌ ۔

حضرت ابو نضرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی مہر نبوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا آپ کی پشت مبارک پر ابھرا ہوا گوشت تھا۔

(ترمذی دوم، شمائل ترمذی، ح ۲۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهٖ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهٗ ۔

میں نے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو آپ ﷺ کے شانے کے پاس کبوتری

(مسلم شریف ۲، ۲۵۹)

انڈے کی مثل دیکھا۔ رنگت کے اعتبار سے وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ نَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهٖ فَعَرَفَ الَّذِیْ اُرِیْدُ فَاَلْقَی الرِّدَآءَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَاَیْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلٰی كَتِفَیْهِ مِثْلَ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِیْلَانٌ ۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے گھوما تو حضور ﷺ میری مراد سمجھ گئے اور چادر مبارک اپنی پشت سے ہٹا دی۔ میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جو مٹھی کی طرح تھی جس کے گرد تل ہوں۔

(ترمذی، شمائل ترمذی ۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

كَانَ خَاتِمُ النُّبُوَّةِ عَلٰی ظَهْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الْبُنْدَقَةِ مِنْ لَّحْمٍ مَّكْتُوْبٌ فِیْهَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

حضور ﷺ کی پشت اقدس پر مہر نبوت گوشت کے ٹکڑے کے مانند تھی جس میں گوشت کے ساتھ یعنی قدرتی طور پر لکھا ہوا تھا ''محمد رسول اللہ ﷺ''

(ابن عساکر، حاکم، خصائص الکبریٰ، ص ۱، ۹۱)

کسی صحابی رسول ﷺ نے بیان کیا ہے:

''مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا تو کستوری کی خوشبو مجھے معلوم ہوئی''۔

(مختصر تاریخ ابن عساکر، جلد ۵، صفحہ ۳۶۱)

۲۲۳۔ پنڈلیاں مبارک:

حضور ﷺ کی پنڈلیاں مبارک انتہائی مضبوط، خوبصورت اور مناسب حد تک موٹائی میں پتلی تھیں۔ اس بات کی گواہی صحابی رسول ﷺ یوں دے رہے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمُرَةَ قَالَ كَانَ فِيْ سَاقِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلیاں مبارک پتلی تھیں۔ (ترمذی دوم' شمائل ترمذی)

۲۴- پاؤں مبارک:

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک پر گوشت تھا۔ پاؤں کی انگلیاں مناسب طور پر لمبی تھیں۔ پاؤں مبارک کے تلوے مبارک قدرے گہرے تھے۔ قدم مبارک ہموار اور ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَحْبَ الرَّاحَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ شَائِلَ الْاَطْرَافِ اَوْ قَالَ سَائِلَ الْاَطْرَافِ خُمْصَانَ الْاَخْمَصَيْنِ مَسِحَ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ . (ترمذی' باب شمائل ترمذی' ح ۶)

ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں مناسب طور پر لمبی تھیں' پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے' قدم ہموار اور ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔

۲۵- قد مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک نہ زیادہ طویل اور نہ ہی پست تھا بلکہ درمیانہ تھا مگر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قد مبارک میں یہ اعجاز تھا کہ جب لوگوں میں تشریف فرما ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک سب سے بلند نظر آتا تھا اور جب تشریف فرما ہوتے تو تب بھی یہی محسوس ہوتا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً وَلَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو دراز قد تھے اور نہ ہی چھوٹے قد کے بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوبصورت جسم والے تھے۔ (ترمذی دوم' شمائل ترمذی' ح ۲)

عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلاً مَّرْبُوْعًا بَعِیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکَبَیْنِ ۔

(ترمذی، جلد دوم، باب شمائل ترمذی، ۳)

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ درمیانے قد کے تھے اور آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی سینہ مبارک کشادہ تھا)

۲۶۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ حلیہ مبارک:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ایک طویل عرصہ تک حضور ﷺ کے انتہائی قریب رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کو قریب سے کئی دفعہ تنہائی کے لمحات میں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑی محبت سے حضور ﷺ کے بدن کے محاسن بیان کرتے ہیں۔ محدثین نے اس کے متعلق ایک لمبی روایت نقل کی ہے۔

عَنْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وُلْدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ اِذَ وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْمُمَغَّطِ وَلاَ بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَکَانَ رَبْعَۃً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلاَ بِالسَّبْطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلاً وَّلَمْ یَکُنْ بِالْمُطَھَّمِ وَلاَ بِالْمُکَلْثَمِ وَکَانَ فِی الْوَجْہِ تَدْوِیْرٌ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَھْدَبُ الْاَشْفَا جَلِیْلُ الْمَشَاشِ وَالْکَتَدِ اَجْرِدِ ذُوْمَسْرُبَۃٍ شَثْنُ

حضرت ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نہ تو بہت لمبے قد کے تھے اور نہ ہی بہت پست تھے بلکہ درمیانہ قد تھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ تو بالکل گھنگریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگریالے تھے۔ چہرۂ مبارک نہ تو بالکل پُر گوشت تھا اور نہ ہی مکمل طور پر گول تھا کچھ گولائی تھی۔ رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آنکھیں سیاہ، پلکیں دراز، جوڑوں کی

الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَمْشِىْ فِىْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتِمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ بَهْجَةً وَّاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَّنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(ترمذی دوم ابواب المناقب' ح ۱۵۷۳)

ہڈیاں موٹی تھیں۔ مونڈھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ بھی پر گوشت تھی۔ بدن مبارک پر معمول سے زیادہ بال نہ تھے۔ سینہ مبارکہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پر گوشت تھے۔ چلتے وقت قوت کے ساتھ چلتے گویا کہ ڈھلوان جگہ میں چل رہے ہوں۔ کسی طرف متوجہ ہوتے تو نظر بھر کر توجہ فرماتے۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ سب سے زیادہ سخی دل اور سب سے زیادہ سچ بولنے والے تھے۔

سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ آپ ﷺ کو اچانک دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا اور آپ ﷺ کے ساتھ معاشرت رکھنے والا مانوس ہو کر فدا ہو جایا کرتا۔ آپ ﷺ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور بعد آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

باب نمبر ۷

جمالِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو تمام بدنی نقائص سے بے عیب تخلیق فرمایا اور آپ ﷺ کو حسنِ کامل عطا فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو ایسے حسن و جمال سے سرفراز کیا گیا جو پوری کائنات کے افراد میں سے کسی کو نہ ملا۔ لوگ آفتاب و ماہتاب کی نورانیت کے چرچے کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سراج منیرا فرما کر اہل ایمان کو ذکر جمالِ مصطفیٰ ﷺ میں رطب اللسان کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی معصومیت سے کسی بھی پھول کی معصومیت کو کوئی نسبت نہیں کیونکہ پھول چند لمحات کے بعد مرجھا جاتے ہیں جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کا تذکرہ و مقام دن بدن ترقی و عروج پر ہے۔ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی سفیدی و شادابی چاند اور چنبیلی سے زیادہ پرکشش ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال کی مٹھاس شہد سے شیریں تر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال سے محبت، محبین کے لئے شفا اور ہر مرض کی دوا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک کی خوشبو اہل ایمان کے لئے غذائے روح ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک کی خوشبو کے سامنے ہر خوشبو ہیچ تر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی چمک مرصع سفید چاندی سے زیادہ اور اس مبارک چہرہ کی ڈھلک پاسے کے سونے کی ڈھلک سے زیادہ چمکدار ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جمال کے سامنے جمالِ بدر ماند ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دانت مبارک سے نکلنے والا نور اہل ایمان کے ایمانوں کے

لئے جلا ہے۔ الغرض یہ سب مثالیں تو اظہار جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا بہانہ ہیں ورنہ ان چیزوں کو جمالِ نبی ﷺ سے کوئی نسبت نہیں دی جا سکتی کیونکہ آپ ﷺ حسن و جمال کے لحاظ سے بے مثل ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے حسن کو بے مثل ماننا ہی ایمانِ کامل کی دلیل ہے کیونکہ جو فرد حسنِ سرکار ﷺ کے بارے میں نقص کا گمان رکھے گا اس کا اپنا ایمان ہی نقص زدہ ہو جائے گا۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے ہمیں عملی طور پر یہ درس دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا حسن کامل ہے۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے جو حضور ﷺ کے جمال بے مثل کے بارے میں الفاظ عقیدت و محبت میں فرمائے ہیں وہ اہل ایمان کے لئے کامل دلیل ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ سے عقیدت کو بڑھانے کا سامان ہیں اس لئے ذیل میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے چند اقوال درج کئے جا رہے ہیں جن میں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کا بڑے خوبصورت اور جامع الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

سب سے پہلے حضور ﷺ کے حسن مبارک کے متعلق حضرت شیخ محقق عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

ودر مواہب اللدنیہ مے گوید کہ ایں تشبیہات است کہ مردم بحسب فہم خود و رعایت عرف و عادت کردہ اندوالاً ہیچ یکے ازیں امور ورابہت وجلالت وحسن و ملاحت بجمال وکمال وے ہیچ چیزے از مخلوقات ومحدثات معادل ومشارک صفات خَلیقہ وخُلقیہ وَے نبود۔

مواہب میں امامِ قسطلانی نے فرمایا یہ ایسی تشبیہات ہیں کہ لوگوں نے اپنے فہم کے مطابق اُور عرف اُور عادت کی رعایت کرتے ہوئے دی ہیں۔ ورنہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز حضور ﷺ کے جمال وکمال کے حسن، خوبصورتی اور جلالت اور حسن و ملاحت میں برابر نہیں اور مخلوقات سے کوئی چیز حضور ﷺ کے صفاتِ خَلقیہ اُور خُلقیہ کے برابر اور شریک نہیں۔

حضور ﷺ کے جمالِ مبارک کو سورج اور چاند سے تشبیہ دینا صرف سمجھانے کے لئے ورنہ بقول علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے مثل کوئی چیز نہیں۔

ثُمَّ تُشَبِّيهِ بَعْضُ صِفَاتِهِ بِالْمُنَيِّرَيْنِ اِنَّمَا هُوَ جَرَى عَلَى التَّمْثِيْلِ الْعَادِي وَاِلَّا فَلَا شَيْءٌ يُمَاثِلُ شَيْئًا مِّنْ اَوْصَافِهِ.

پھر حضور ﷺ کی بعض صفات کو سورج اور چاند سے تشبیہ دینا مثالوں کے ساتھ وضاحت کرنا ہے ورنہ کوئی چیز حضور ﷺ کے اوصاف سے کسی چیز کے مماثل نہیں (شرح شمائل للمناوی' جلد ۱' صفحہ ۳۴)

حضور ﷺ کے زمانہ ظاہری کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' اہل بیت اطہار' تابعینؒ تبع تابعین' آئمہ مجتہدین' آئمہ حدیث' اولیاء' اصفیا' اتقیاء علیہم الرحمہ نے اپنے اپنے ادوار میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر عمدہ گفتگو اور تحریریں رقم فرمائی ہیں اور اپنے عمل سے یہ بات ظاہر فرما دی ہے کہ حضور ﷺ کے جمال جہاں آرا میں رطب اللسان رہنا عین ایمان ہے اور جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان کرنے اور سننے سے دور رہنا ایمان کے لئے زہرِ قاتل ہے جیسے حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کنڈل زلف تیریدے اندر' جہڑے ناہیں' پھس دے
لکھا' کفر' نفاقاں' اندر' دم دم' رہندے' دھس دے
چوداں طبقاں' مکھ' تیرے نے دل تے جان گھمایا
تاج' لولاک' سر' تے' پاکے' واہ واہ' روپ' سجایا

(منظوم پنجابی ترجمہ حضرت خواجہ محمد شاہ الدین رحمۃ اللہ علیہ آف سیالکوٹ)

معلوم ہوا ہے کہ اہل رائے کا یہی مشورہ ہے کہ مومن وہ ہوگا جس کے زبان ولب پر درود وسلام بحضور سرورِ کونین ﷺ ہو' دل ونگاہ میں جمالِ مصطفوی ﷺ کی جھلک ہو' زندگی اسی شوق وذوق میں گزرے۔ بقول حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

جاں' اساڈی' نام تیرے تے' صدقے' واری' جاوے
ایہ دل ساڈا' نام تیرے دا' ورد ہمیش پکاوے

جب وقت نزع آجائے تو زبان پر ہو لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر اگر آقا ﷺ کرم فرمائیں اور اپنے رُخِ زیبا کی زیارت کا شرف عطا فرمادیں یا پھر عین الیقین کے ساتھ تصور میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ بٹھائے ہوئے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد کرے اور جان جانِ آفریں کے سپرد ہو جائے۔ بقول شاعر:

تیرے قدموں پر سر ہو اور تارِ زندگی ٹوٹے
یہی انجامِ الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہو

۱- چہرہَ انور کی چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک:

جب رات بھیگی اور ٹھنڈی ہو اور چاند اپنی ضیا پاشیوں سے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو مسحور کر رہا ہو تو یہ منظر بھی بڑا اسرور کن ہوتا ہے چاہے چاند کا ایک ٹکڑا ہی جلوہ گر ہو مگر ایک صحابی ومحبِ صادق کو جب طویل غم کے بعد چہرہَ مصطفیٰ ﷺ کا سفید چہرہ خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ دیکھنے کا موقع ملا تو ان کے ایمان نے اس منظر کی تصویر کھینچ لی اور پھر اسے الفاظ میں بیان کر کے بے دیکھے ایمان لانے والوں کے لئے تازگیٔ ایمان کا سامان فراہم کر دیا تاکہ وہ اس بیان کو بار بار دہرا کر محبتِ رسول ﷺ کا حسین سبق یاد کرتے رہیں۔ وہ سبقِ محبت اس حدیث میں دیا گیا ہے۔

عَنْ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ

(بخاری دوم کتاب الانبیاء ح ۷۶۸)

حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والدمحترم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ غزوہَ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے فرمایا پھر (توبہ قبول ہونے کے بعد) جب میں نے حاضرِ بارگاہ ہوکر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا تو آپ کا پرنور چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ جب بھی مسرور ہوتے تو آپ کا مبارک چہرہ نور بار

ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ ہم آپ کے چہرۂ انور ہی سے اس بات کا اندازہ کر لیا کرتے تھے۔

۲- چودھویں رات کے چاند کی طرح چہرۂ مبارک کی خوبصورتی:

جب چودھویں رات کا چاند اپنے جوبن کے ساتھ شب کے وقت آنکھوں کو تراوت بخشنے والی روشنی بکھیرتا ہے تو آسمان کے تمام تاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ ماہِ کامل تاروں پر چھا جاتا ہے اسی طرح آسمانِ نبوت پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام خوبصورت ہیں مگر آقا کریم ﷺ کا جمالِ مبارک اسی طرح چمک رہا ہے جس طرح آسمان پر تاروں کی بزم میں چاند ضیاپذ پر ہے۔ یہی بات حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں بیان کی ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَبْنَ اَبِيْ هَالَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَهِيْ اَنْ يَّصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْاءً فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخِمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

(ترمذی جلد ۲ شمائل ترمذی ص ۲۹۳)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہ (ہند بن ابوہالہ) حلیہ مبارک سے زیادہ واقف تھے اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کچھ بیان کریں۔ انہوں نے یعنی (ہند بن ابی ہالہ) نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نہایت ذیشان معزز تھے اور آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حسنِ مصطفوی ﷺ کے متعلق حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب شعر رقم کیا ہے۔

سبحان اللہ واہ اُچھتا ' مُلک حُسن ' دا تیرا
عاشق ہو یا جس دے اُتے ' خالق تیرا میرا

(منظوم ترجمہ دیوان بوعلی قلندر، غزل نمبر ۸۰)

۳- چاند کی مثل خوبصورت چہرۂ مبارک:

چہرے کی خوبصورتی نہ تو زیادہ لمبائی میں ہوتی ہے نہ بالکل گولائی میں' اس لئے خالق کائنات جلّ واعلیٰ نے جب رُخِ مصطفیٰ ﷺ تراشا تو حُسن وجمال' کا اعلیٰ وصف اس میں شامل فرمایا۔ قاریٔ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ' حضرت براء رضی اللہ عنہ نے یہ بات سائل کو سمجھائی کہ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ تلوار کی طرح لمبائی میں نہ تھا بلکہ خوبصورتی کی حد تک گول تھا اور چاند کی طراوت بخشنے والے جمال کی طرح تھا۔

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَالَ رَجُلٌ نِ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَکَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَابَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ۔

(ترمذی جلد۲ شمائل ترمذی ص۸۲۲)

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی کریم ﷺ کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ چاند کی طرح تھا (یعنی چہرۂ مبارک لمبا نہیں تھا بلکہ قدرے گول تھا۔

جبکہ متقدائے اولیاء کرام حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے تلوے مصطفیٰ ﷺ سے لگنے والی خاک کو بھی لاکھوں شاہی تاجوں سے بھی بہتر فرمایا ہے۔

یک کف خاک' از در پُرنور اُو
ہست مارا' بہتر از' تاج و نگیں

اسی شعر کا ترجمہ پنجابی زبان میں حضرت خواجہ محمد شاہ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

نوری در تیرے دی مٹی اک اسانوں جہڑی
لکھا شاہی تاجاں توں رکھے قدر ودھیری

۴- چاند سے خوبصورت چہرۂ مبارک:

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کو چاند سے تشبیہ دینا تو سمجھانے کے لئے ہے وگرنہ فائدہ ونفع

پہنچانے میں چاند، مصطفیٰ کریم ﷺ کی مثل نہیں ہے۔ یہی بات حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے چودھویں رات میں بار بار چاند اور چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ حسین ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ اَضْحِيَانٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِيْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ ۔

(ترمذی جلد۲ شمائل ترمذی ص۸۲۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو چودھویں رات میں دھاری دار سرخ یمنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا میں (کبھی) آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے یقیناً زیادہ حسین تھے۔

چاند کا حال ومنظر اپنے خالق و مالک کی صفتِ تخلیق کی عظمت ظاہر کرتا ہے جبکہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ اپنے کمال حسن جمال سے خالقِ کائنات عزوجل کی رحمت، اطاعت وعبدیت، معرفت ورضا پانے کا مکمل دستور ہے۔ بقول حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ:

اوّل آخر تُو ہیں تھیتھوں ہوئی کل خُدائی
دو ہیں جہانیں ظاہر باطن تیری رہنمائی

(دیوان بوعلی قلندر، غزل۸۰)

پیر مہر علی شاہ نے اسی حدیث کا نقشہ اپنے اس شعر میں کھینچا ہے۔

لاھو مکھ تو مخطط بُردِ یمن
من بھوری جھلک دکھا ڈھولن
اک نور دی جھات دے سارے سِکن
سب انس و ملک حوراں پریاں

۵۔ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ میں سورج کا عکس بننا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی لطافت آئینہ کی

طرح تھی۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رُخِ مصطفیٰ ﷺ اس قدر چمکتا تھا کہ سورج کی چمک اس مبارک چہرے میں نظر آتی اور یوں لگتا کہ سورج چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ مبارک میں چل رہا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَارَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَارَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْيِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ ۔

(ترمذی جلد۲ ابواب المناقب ۱۵۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی گویا کہ چہرۂ انور میں سورج چلتا تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز چلنے والا بھی کوئی نہیں دیکھا۔ گویا کہ آپ ﷺ کیلئے زمین لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم (چلتے وقت) اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے اور آپ ﷺ بلا تکلف چلتے تھے۔

بقول شاعر ؎

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

اس موقع پر حضرت خواجہ محمد شاہ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا خوبصورت شعر کہا ہے۔

ہو رسول پاک سے کس کو مجالِ ہمسری
جب ضیا شمس وقمر میں ہو انہی کے نام کا
ہو گیا عالم دوبالا سے تیرا رتبہ بلند
نور داخل جب ہوا قمر المبین پر آپ کا

۶- چہرۂ مصطفیٰ کی طلوعِ آفتاب سے تمثیل:

اگر موسم بھی خوشگوار ہو اور کسی ہرے بھرے ماحول میں صبح کے وقت طلوعِ آفتاب کا منظر آنکھوں کے سامنے ہو تو روح وقلب کو انتہائی سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ گھڑی بڑی

راحت افزا ہوتی ہے مگر اس وقت کے فرحت وسکون کا کیا عالم ہو گا جب سرورِ کونین حبیب خدا ﷺ کا چہرہٗ مبارک کسی مؤمن آدمی کے پیشِ نظر ہو۔اس کے لئے یہ منظر طلوع آفتاب سے بھی بڑھ کر ہو گا۔مکھڑائے مصطفیٰ ﷺ کی تمثیل طلوع آفتاب کے حسین منظر سے کرنا بھی حضور نبی کریم ﷺ کے جمالِ مبارک کو سمجھانے کی کوشش ہے اور بیان کرنے والے کی عقیدت کا اظہار ہے اور عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کی مدحت سرائی کا ایک طریقہ ہے اور جب کوئی عاشق اس چہرہٗ مبارک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتا ہے تو وہ دنیا کے غموں کو بھول کر سرورِ کونین پر درود وسلام میں مگن ہو جاتا ہے جیسے کہ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا حال یوں بیان کیا ہے:

باہجہ' درود وصلوٰۃ' سلاموں' تیرے اُتے پیارے
بو علی دے دل کجھ ناہیں' بھل گئے چیتے سارے

جبکہ حضرت مسعود بن عفرا رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ ابْنِ یَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِبْنِ عَفْرَاءَ اِصْفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَابُنَیَّ لَوْرَأَیْتَہٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً

حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ میں حضرت ربیع بنت مسعود بن عفرا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا ہمارے لیے حلیہ بیان فرمائیے۔فرمایا اے بیٹے! اگر تم انہیں دیکھتے تو گویا طلوع ہوتا ہوا سورج دیکھ لیا۔

(دارمی) (مشکوٰۃ سوم فی الفتن ح ۵۴۴۸)

صحابی رسول ﷺ نے حضور نبی کریم ﷺ کے جمال کو بڑی اعلیٰ مثال کے ساتھ بیان کر کے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا نقشہ بعد میں آنے والوں کے قلوب میں نقش کیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہٗ مبارک کے بارے میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ وَّجْهُهٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَـنْ خَـدُّهٗ بَـدْرُالـدُّجٰـی
مَـنْ ذَاتُــهٗ نُـوْرُالْهُـدٰی مَنْ کَـفُّـهٗ بَـحْـرُالْهَـمَمِ

وہ ذات جس کا چہرہ مہر نیم روز ہے جن کے رخسار ماہ کامل کی طرح تاباں ہیں۔
جن کی ذات نور ہدایت ہے جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں عرض گزار ہیں۔

وَهُـوْدُ وَّيُـوْنُــسَ مِـنْ بَهَــاكَ تَجَمُّلاَ
وَجَـمَــالُ يُـوْسُفَ مِـنْ ضِـيَـاءِ سَنَـاكَ

اور حضرت ھود اور حضرت یونس علیہما السلام نے بھی آپ ﷺ کے حسن سے زینت پائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی آپ ﷺ کے جمالِ باصفا کا پرتو ہے۔

فارسی کا یہ شعر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے حسن مبارک کی ایک جھلک پیش کرتا ہے

حسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری
آنچه خوباں همه دارم تو تنها داری

۷- جگمگ کرتا چہرۂ مبارک:

حضور ﷺ کو حضرت زید اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم سے بے حد محبت تھی جبکہ لوگ حضرت اسامہ کے نسب میں شک کرتے تھے کیونکہ ان کا رنگ سانولہ تھا حالانکہ ان کے باپ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا تھا۔ جب دونوں کے پاؤں دیکھ کر عرب قیافہ شناس نے کہا کہ یہ دونوں باپ بیٹا ہیں۔ حضور ﷺ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا کیونکہ عرب لوگ قیافہ شناس کی بات پر اعتماد کرتے تھے۔

عَنْ عَـآئِشَةَ رَضِـيَ الـلّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میرے پاس

دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُورًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِىْ مَا قَالَ الْمُدْلِجِىُّ لِزَيْدٍ وَّاُسَامَةَ وَرَاٰى اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ

(بخاری دوم کتاب الانبیاء ح ۷۶۷)

ایسی مُسرت ریز حالت میں تشریف فرما ہوئے کہ چہرۂ مبارک کی ہر شکنِ جگمگا رہی تھی۔ فرمایا کیا تم نے نہیں سُنا جو ایک قیافہ شناس نے زید اور اسامہ کے متعلق کہا ہے جبکہ اس نے ان دونوں کے قدم دیکھ کر کہا ہے کہ ان میں سے ایک قدم باپ کا اور دوسرا بیٹے کا ہے۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس منظر کو بیان کرنے میں کمال کر دیا کہ اس مرتبہ حضور ﷺ اس قدر مسرور ہوئے کہ چہرۂ مبارک کی تمام شکنیں بھی نور افشانی کرتی ہوئی جگمگا رہی تھیں۔

۸- ڈھالی ہوئی چاندی کی مثل سفید و چمکتا چہرہ:

حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی سفیدی و چمک و جاذبیت ڈھالی گئی چاندی سے زیادہ ہے۔ سر انور پر سیاہ موئے مبارک نے آپ ﷺ کے حسن مبارک کو چار چاند لگا دیئے۔ یہ تمثیل بعد میں آنے والوں کے دلوں میں اس حسن کامل کا ایک خاص احساس پیدا کرتی ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سفید رنگ تھے گویا کہ چاندی ڈھالی گئی ہو اور آپ ﷺ کے بال کسی قدر سید ھے کھنگریالے تھے۔

(ترمذی شمائل ج ۲ ص ۸۲۲)

۹- سونے کی طرح چمکتا چہرۂ مبارک:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کو انتہائی مسرت و انبساط میں دیکھا تو ان کے ایمان نے حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک

کے منظر کی تصویر کھینچ لی اور پھر اپنے الفاظ میں اس چہرۂ اقدس کی تابانی کو بیان فرمایا۔ انہوں نے اپنے ایمان اور عقیدت کی روشنی میں حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی چمک کو سونے کی چمک کی مانند قرار دیا۔ آیئے ان کا بیان ان کی زبان سے سنیئے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شروع دن میں ایسا وفد حاضر ہوا جن میں سے اکثر کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔ فاقہ کشی سے ان کا حال خستہ ہو چکا تھا ان کے بدن اور پاؤں بھی ننگے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ ان کی حالت دیکھ کر مغموم ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک ان پر رحم و شفقت کی بنا پر بدل گیا۔ اس کے متعلق راوی کا بیان یہ ہے:

فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ

سرور کونین ﷺ جب ان کی مفلسی اور ضرورت ملاحظہ فرمائی تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور بدل گیا۔

پھر آپ ﷺ کے حکم سے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کیلئے اذان کہی گئی جب وہ مسجد نبوی میں حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو آنے والے وفد کی مالی مدد کیلئے ابھارا۔ اس کے بعد لوگ اپنے گھروں سے کھجور، کپڑے، اشرفیہ، روپیہ، گندم وغیرہ لا لا کر مسجد میں رکھتے گئے۔ حتیٰ کہ ان چیزوں کے مسجد میں دو ڈھیر لگ گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کے اس عمل سے بہت خوش ہوئے اور اس خوشی میں آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک سونے کی طرح چمکنے لگا۔ صحابی رسول نے اسے سونے کی چمک سے تشبیہ دے کر یوں بیان کیا:

حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهُ مُذْهَبَةٌ

میں نے دیکھا کہ حضور سرور کونین ﷺ کا رُخِ انور ایسے چمک رہا تھا جیسے سونا۔

(نسائی دوم کتاب الزکوٰۃ ص ۱۲۷)

۱۰- چہرۂ مبارک سے نور کی جھڑیاں گرنا:

حضور ﷺ جب گفتگو کرتے تو دانتوں سے نور کی جھڑیوں کی برسات ہوتی جو

محبین کے قلوب کو بہت خوبصورت لگتیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُءِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ ۔ (دارمی، مشکوٰۃ کتاب الفتن ۵۵۴۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک کشادہ تھے۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔

(ترمذی جلد۲ ابواب شمائل ترمذی ص۸۲۳)

۱۱- پھول کی مثل کھلا ہوا چہرہ مبارک:

کھلے ہوئے پھول کا منظر بھی بڑا معطر و بھولا بھالا اور دلکش ہوتا ہے مگر اسے دوام نہیں۔ وہ تو چند لمحوں کیلئے اپنی خوشبو بکھیر کر چلتا بنتا ہے مگر مکھڑا مصطفیٰ ﷺ کی مہک وشادابی کو اللہ تعالیٰ نے بقا و دوام عطا کر دیا ہے اور اس کی مہک تا قیامت آنے والے محبین کے دلوں کو معطر کرتی رہے گی۔ صحابی رسول ﷺ نے اس چہرۂ مبارک کو کھلے ہوئے پھول کی طرح کہہ کر حسن سرکار ﷺ کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا آدَمَ ۔ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطَطٍ وَلَا سَبِطٍ رَجِلٍ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عَشْرُوْنَ شَعْرَةً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا، آپ ﷺ لوگوں میں میانہ قد تھے یعنی نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد۔ پھول جیسا کھلا ہوا رنگ، نہ بالکل سفید اور نہ گندمی۔ سر کے موئے مبارک نہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ دس سال جلوہ افروز رہے۔ آپ ﷺ کے سر اقدس اور ریش مبارک میں

بَيْضَآءَ قَالَ رَبِيْعَةُ فَرَاَيْتُ شَعْرًا مِّنْ شَعْرِهٖ فَاِذَا هُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِيْلَ اَحْمَرَّ مِنَ الطِّيْبِ ۔

(بخاری جلد۲ کتاب الانبیاء ۷۵۹)

بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے بالوں میں میں سے ایک بال مبارک کی زیارت کی ہے تو اس کا رنگ سرخ تھا۔ میں نے اس بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ خوشبو سے سرخ ہو گیا تھا۔

۱۲- چہرۂ مبارک سے نور کی جھڑیاں بکھرنا:

حضور ﷺ جب گفتگو کرتے تو دانتوں سے نور کی جھڑیوں کی برسات ہوتی جو محبین کے قلوب کو بہت خوبصورت لگتیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک کشادہ تھے۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔

(ترمذی جلد۲ ابواب شمائل ترمذی ص۸۲۳)

۱۳- چہرۂ مبارک گویا کہ قرآن کا ایک ورق:

قرآن کریم کی ضیا پاشیوں کی طرح چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی چمک بے مثل ہے۔ اس لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کو قرآن کے ورق سے تشبیہ دی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰى وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور میں نے آخری مرتبہ نبی کریم ﷺ کی طرف اس وقت دیکھا جب آپ ﷺ نے سوموار کے دن کھڑکی سے پردہ ہٹایا۔ میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو ایسا معلوم ہوا

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَکَادَالنَّاسَ اَنْ یَضْطَرِبُوْا فَاَشَارَاِلَی النَّاسِ اَنِ اثْبُتُوْا وَاَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُؤَمُّھُمْ وَاَلْقَی السِّجْفَ وَتُوُفِّیَ مِنَ اٰخِرِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ ۔

(ترمذی شریف دوم باب شمائل ترمذی ص ۹۰۹)

گویا کہ قرآن پاک کا ایک ورق ہے۔ اس وقت صحابہ کرام، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریب تھا کہ لوگوں میں حرکت پیدا ہوتی آپ ﷺ نے انہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی امامت فرما رہے تھے پھر آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا۔ اسی دن پچھلے پہر آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔

یہی بات اس شعر میں بڑے اچھے الفاظ میں پرو دی گئی ہے

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ اصل قرآن ہے
عاشقوں کی تلاوت پر لاکھوں سلام

حضور ﷺ کا ہر عمل مبارک آیات قرآنی کا متشکل مظہر تھا وہ بڑے خوش نصیب افراد تھے جنہیں قرآن کریم کے احکاماتِ الٰہی کو سب سے پہلے عملی شکل میں پیش کرنے والے یعنی حضور سرور عالمین ﷺ کی زیارت و رضا میسر آئی۔ حقیقت میں سرورِ کونین ﷺ کے رُخِ انور کی ایمان کے ساتھ زیارت' قرب الٰہی پانے کا اعلیٰ اور واحد ذریعہ تھی اس لئے ایسے افراد بھی لاکھوں بار سلام کے قابل ہیں۔

۱۳۔ تجھ سا تو حسین آنکھ نے دیکھا نہیں ہے:

صحابی رسول ﷺ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کے قربان جائیں کہ انہوں نے جمالِ نبی ﷺ کو بیان کرنے کا حق ادا کر دیا اور آپ ﷺ کے جمالِ مبارک کو سفید اور ملیح فرمایا یعنی اس حسن مبارک کی محبت کا ذائقہ کی مثال نمک ہے کہ اس کے سوا کوئی کھانا دل کو اچھا نہیں لگتا اور نہ کسی چیز کا ذائقہ پسند آتا ہے۔

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَـلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَـلٰی وَجْـهِ الْاَرْضِ رَجُـلٌ رَاٰهُ غَیْـرِیْ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ فَکَیْفَ رَاَیْتَهٗ قَالَ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُقَصَّدًا ۔

(شرح مسلم ج ۷ کتاب الفضائل ح ۵۹۵۱)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا اور اب میرے سوا روئے زمین پر کوئی شخص نہیں ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا تم نے آپ ﷺ کو کس حلیہ میں دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا آپ ﷺ سفید ملیح اور میانہ قامت تھے۔

بقول شاعر

تجھ سا تو حسین آنکھ نے دیکھا نہیں ہے
یہ شان لطافت ہے کہ سایہ نہیں ہے

اسی کے مثل ابوداؤد شریف کی روایت یوں ہے:

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ کَیْفَ رَاَیْتَهٗ قَالَ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا اِذَامَشٰی کَاَنَّمَا یَهْوِیْ فِیْ صُبُوْبٍ

(ابوداؤد ج ۲ کتاب الادب ۱۴۳۷)

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا۔ میں عرض گزار ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو کیسا دیکھا؟ فرمایا کہ آپ ﷺ سفید اور نمکین حسن والے تھے۔ جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا ڈھلان سے اتر رہے ہیں۔

سرورِ عالمین ﷺ کا چہرۂ مبارک سفید ہے اور اس میں اس قدر جاذبیت ہے یہ اسی طرح اہل ایمان کے ہاں مقبول و محبوب ہے کہ جس طرح نمک والا کھانا پسند کیا جاتا ہے جبکہ پھیکے اور بغیر نمک کے کھانا لگاتار مرغوب نہیں ہوتا۔ پس صحابیٔ رسول حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ نے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی جاذبیت و محبوبیت کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔

۱۴- بے مثل حسن و جمال:

حقیقت یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بدنی خصائل و جمال میں بے مثل ہیں۔ مثالیں تو صرف بعد میں آنے والوں کیلئے ہیں کہ انہیں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی خوبصورتی و مٹھاس کا کچھ اندازہ ہوجائے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حسن کو بے مثل قرار دیا۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَابَالْقَصِيْرِ ضَخْمَ الرَّاسِ وَاللِّحْيَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ مُشْرَبًا حُمْرَةً ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰى تَكَفَّاَ تَكَفُّؤًا كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَابَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مشکوٰۃ سوم فی الفتن ح ۵۵۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دراز قد اور پست قامت نہیں تھے۔ سر اقدس بڑا اور ریش مبارک گھنی تھی۔ ہتھیلیاں اور تلوے پر گوشت تھے۔ رنگ سفید سرخی مائل جوڑ موٹے، سینہ و شکم پہ لمبی لکیر، چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

بقول پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

سبحان اللہ مااجملك مااکملك مااحسنك
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

۱۵- حضور نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گیا:

حضور ﷺ کے وہ چند محبان باوفا کہ جو سرکار ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی تھے وہ بھی سرکارِ عالمین ﷺ کے جمالِ مبارک کو تک تک کر سیر نہ ہوتے تھے کیونکہ ان کا دل گواہی دیتا تھا کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی خوبصورت پہلے گزرا ہے اور

نہ بعد میں آئے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اکثر حضور ﷺ کے ساتھ رہے انہوں نے بھی یہی اقرار کیا اور اس بات کا اعلان فرمایا جبکہ اگر کسی صحابیؓ یا صحابیہؓ کو زندگی میں ایک بار ہی سرکارِ عالمین ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو اس نے برملا اقرار کیا اور کہا "لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَ" یعنی حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ حسین نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا۔ بات تو دراصل یہ ہے کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین خالقِ کل نے تخلیق ہی نہیں کیا۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ مَارَاَيْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدُ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالطَّوِيْلِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(ترمذی جلد۲ ابواب المناقب ۱۵۶۹)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے سُرخ لباس میں لمبے بالوں والے کسی شخص کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کندھوں پر پڑے ہوتے۔ دونوں شانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نہ بہت پست قد تھے اور نہ ہی زیادہ دراز قد۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بقولِ شاعر

زلفِ سرکار سے جب چہرہ نکلتا ہو گا
پھر بھلا کیسے کوئی چاند کو تکتا ہو گا

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِیْ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

یارسول اللہ! میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، نہ کسی ماں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی صاحب جمال جنا۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا جیسے آپ ﷺ اپنی مرضی سے پیدا کیے گئے ہوں۔

اَخْرَجَ الطِّبْرَانِیُ عَنْ اَبِیْ قَرْصَافَةَ قَالَ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا وَاُمِّیْ وَخَالَتِیْ فَلَمَّا رَجَعْنَا قَالَتْ لِیْ اُمِّیْ وَخَالَتِیْ یَا بُنَیَّ مَا رَاَیْنَا مِثْلَ ھٰذَا الرَّجُلِ اَحْسَنَ وَجْھًا وَّلَا اَنْقٰی ثَوْبًا وَلَا اَلْیَنَ کَلَامًا وَرَاَیْنَا کَانَ النُّوْرَ یَخْرُجُ مِنْ فِیْہِ ۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱، صفحہ ۶۲)

امام طبرانی ابوقرصافہ سے راوی حضرت ابوقرصافہ نے فرمایا میں اور میری والدہ اور میری خالہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی جب ہم واپس لوٹے مجھ سے میری والدہ اور خالہ نے فرمایا اے پیارے بیٹے ہم نے حضور کی مثل حسین چہرہ والا اور صاف کپڑوں والا اور نرم کلام والا نہ دیکھا اور ہم نے دیکھا آپ کے منہ مبارک سے نور نکلتا تھا۔ اللھم صل وسلم علی مشرق الانوار ومظھر الانوار ومطلع الانوار

ہمدان کی کسی ایک عورت نے کہا (جس نے حضور کے ساتھ حج کیا تھا) کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ:

کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرَقَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

(اخرجہ البیہقی خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۶، زرقانی جلد ۴، صفحہ ۸۷)

چودھویں رات کے چاند کی طرح تھی میں نے حضور کی مثل نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔

۱۶- روشن چہرۂ مبارک:

وَاَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَرَّاسْتَنَارَ وَجْھُہٗ کَاَنَّہٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّکُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْہُ ۔

امام بخاری نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا چمکتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ ہم اس چمک سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی معلوم کرتے تھے۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱، صفحہ ۷۶، بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۰۲، زرقانی جلد ۴، صفحہ ۷۶، کنز العمال جلد ۷، صفحہ)

مطالع المسرات میں امام علامہ ابن سبع روایت بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضِيئُ الْبَيْتَ الْمُظْلِمِ مِنْ نُّوْرِهٖ۔

حضور ﷺ تاریک گھر کو اپنے نور سے روشن کر دیتے تھے۔

(بحوالہ السعید، صفحہ ۲۳، شوال ۱۳۷۹ھ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ حضور ﷺ کے حسن مبارک پر بشریت کا پردہ نہ ہوتا تو کسی میں بھی آپ ﷺ کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی۔

وآفتاب تاباں وروشن بود واگر نہ نقابِ بشرّیت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر وادراک حسنِ اُو ممکن نبودے۔

(مدارج النبوت شریف، جلد ۱، صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰)

آپ کے جمالِ باکمال میں ذخیرہ ہو جاتی۔ حضور ﷺ چاند اور سورج کی طرح منور اور روشن تھے اور اگر حضور ﷺ بشرّیت کا پردہ پہنے ہوئے نہ ہوتے تو کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی اور آپ کے حُسن کا ادراک ممکن نہ ہوتا۔

۱۷- جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا سورج پر غالب آنا:

جب پیارے آقائے نامدار ﷺ سورج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ ﷺ کا جمالِ مبارک سورج پر غالب رہتا۔ اس بات کا ذکر حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث میں کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ الرَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ (قَطُّ) اِلَّا غَلَبَ ضُوْءَهٗ ضَوْئَهَا وَلَا مَعَ سِرَاجَ (قَطُّ) اِلَّا غَلَبَ ضُوْءَهٗ ضُوْءِهٖ۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ حضور ﷺ جب بھی سورج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب رہتی اور جب بھی سراج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ کی روشنی سراج کی

روشنی پر غالب رہتی۔

(نسیم الریاض جلد۳، صفحہ۲۸۲، وھکذا فی زرقانی جلد۴، ﷺ بقدر انوارہ، صفحہ۲۲۰ و جلد۵، صفحہ۲۴۹، ونحوہ فی المواہب اللدنیہ علی علی الشمائل المحمدیہ للبیجوری صفحہ۲۴، فی مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر ۱۳۷۵ھ وصفحہ۱۳۰)

نیز فرماتے ہیں:

لَهُ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ .

(زرقانی جلد۴، صفحہ ۹۳، کنز العمال جلد۷، صفحہ ۱۰۰)

حضور ﷺ کی بینی مبارک کا نور بینی مبارک پر یا آپ ﷺ کی ذاتِ منورہ کا نور ذات انور پر غالب رہتا۔

۱۸- صداقت کا امین چہرۂ مبارک:

حضور سرورِ کونین ﷺ کا چہرۂ مبارک پیغامِ توحید کا امین ہے اور آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں قرآن کریم اور اس کے تمام اسرار ہیں۔ زبان وقلب اور روح، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رطب اللسان ہیں۔ آپ ﷺ کے مشاہداتِ باطن میں نورِ حق تعالیٰ ہے اور پھر حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر آن انوار ورحمتِ حق کی بارشیں ہو رہی ہیں جہان ظاہر میں ان سب خوبیوں کا مصداق نورانی و پُر کیف چہرۂ مصطفیٰ ﷺ ہے کہ جب بھی کسی عقلِ سلیم رکھنے والے نے ذرا بھی عقل وشعور کے ساتھ حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک اور جملہ حرکات وسکنات کی زیارت کی تو اس پر حضور ﷺ کی صداقت کا راز کھل گیا اور اسے برملا کہنا پڑا کہ ایسا چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن سلام جو کہ ایک بڑے یہودی عالم تھے ان کا بیان پڑھیے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ اِنْجَفَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَقِيْلَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ دوڑتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف آئے اور مشہور ہوگیا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے

لِاَنْظُرَ اِلَیْهِ فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَیْسَ بِوَجْهِ کَذَّابٍ وَکَانَ اَوَّلُ شَیْءٍ تَکَلَّمَ بِهٖ اَنْ قَالَ یٰاَیُّهَاالنَّاسُ اَفْشُواالسَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ سَلَامَ ۔

(ترمذی جلد۲ ابواب صفۃ القیامہ ح ۲۷۶)

آئے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تاکہ حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھو۔ جب میں نے غور سے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا کلام یہ تھا، اے لوگو! سلام پھیلاؤ (کثرت سے ایک دوسرے کوسلام کرو) کھانا کھلاؤ، نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

صداقت وامانت تو مصطفیٰ ﷺ کی بکھیری ہوئی خوشبو ہے جس نے چارسو عالم میں سلیم الطبع لوگوں کے قلوب کو شاد ماں کر دیا ہے جو اس صداقت کو اپناتا ہے یہ اس کے چہرے کو مظہرِ حق بنا دیتی ہے۔ ایسے چہروں کو دیکھ کر حق تعالیٰ یاد آجاتا ہے تو اس مقصود کائنات ﷺ کے چہرۂ مبارک کی نورانیت وحق نمائی کا کیا عالم ہوگا کہ جسے جب ایک سلیم الطبع یہودی عالم نے دیکھا تو پکار اٹھا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں۔

۱۹- حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے مشابہ چہرۂ مبارک:

حضور ﷺ نے خود وضاحت فرمائی کہ تمہارے صاحب ﷺ کے جمالِ مبارک کی مشابہت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملتی ہے کیونکہ جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ آپ ﷺ کے جدامجد ہیں جیسے کہ اس حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

وَرَاَیْتُ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَیْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُکُمْ یَعْنِیْ نَفْسَهُ الْکَرِیْمَةَ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تمہارے صاحب! نبی کریم ﷺ سے

وَرَاَيْتُ جِبْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

زیادہ مشابہ تھے۔ اور میں نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہ تھے۔

(ترمذی جلد۲ ابواب شمائل ترمذی ص ۸۲۳)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا یعنی حضور ﷺ کے لئے گزشتہ انبیاء کرام (علیہم السلام) سے ملاقات ہوئی نیز اس روایت سے حیات انبیاء کرام (علیہم السلام) بھی ثابت ہوتی ہے۔

جمالِ مصطفیٰ ﷺ اور نمازِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک منظر:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنے انہماک سے نماز ادا فرماتے کہ نماز کے دوران ان کی توجہ الی اللہ کا یہ حال ہوتا کہ وہ دنیا کی ہر چیز سے کٹ جاتے۔ دل میں خضوع و خشوع اور آنکھوں سے خوف و امید میں آنسوؤں کی جھڑیاں بہہ رہی ہوتیں۔ بظاہر تو جبین زمین پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوتی مگر روح و قلب سے مشاہدۂ حق میں مستغرق ہوتے۔ اگر جسم پر گہرے زخم بھی ہوتے تو نماز میں ان پر ذرا بھی درد یا تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں اتنے محو ہوتے کہ اردگرد کی کچھ خبر نہ رہتی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی مبارک سے عین نماز کی حالت میں تیر کا پھالا نکالا گیا مگر انہیں ذرا خبر نہ ہوئی۔ یہی حال دوسرے اصحاب رسول ﷺ کا تھا مگر اس کے باوجود بھی ان کے دل جلوہ محبوب ﷺ کی تانگ لیے ہوتے اور ان کی نگاہیں حضور نبی کریم ﷺ پر مرکوز ہوتیں۔ کئی احادیث میں ان کی اس کیفیت کا ذکر موجود ہے۔

نماز صحابہ کی کیفیت سے واقفیت کیلئے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کا حال ذیل کی روایات میں درج کیا گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ:

كَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کی

لَا يَلْتَفِتَ فِيْ صَلَاتِهٖ — حالت میں اپنی تمام توجہ نماز میں رکھتے تھے۔

(حیاۃ صحابہ جلد سوم ص ۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت میں آتا ہے:

كَانَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحِبُّ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ كُلِّيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقِبْلَةِ اِذَا صَلّٰى حَتّٰى كَانَ يَسْتَقْبِلَ بِاِبْهَامِهِ الْقِبْلَةَ

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز ادا کرتے تو توجہ سے اپنے اعضا قبلہ کی طرف کر لیتے۔

(طبقات ابن سعد)

ان مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کی نماز کا یہ حال تھا کہ وہ نماز میں تمام دنیا سے کٹ کر پروردگارِ عالم کے حضور بڑی عاجزی سے قیام ورکوع وسجود بجا لاتے' اور تمام خیالات دل ودماغ سے نکال دیتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے کامل طور پر لطف اندوز ہوں مگر اس حالت میں بھی ان کی توجہ ونظر امام الانبیاء ﷺ پر ہوتی ہے گویا وہ درس دے گئے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے تصوّر سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا جب کوئی نماز کے اندر حضورِ قلب کے ساتھ سلام ودرود عرض کرے۔

۲۱- چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی نماز میں آخری جھلک کا منظر:

جب حضور نبی کریم ﷺ پر مرض وصال کی شدت میں اضافہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے نمازوں کی امامت کا فریضہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس طرح کئی روز گزر گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نماز کی امامت کیلئے مسجد نبوی میں تشریف نہ لائے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زیارت مصطفیٰ ﷺ سے ترس گئے۔

تب ایک روز ان کی قسمت نے یاوری کی۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مرض میں افاقے کے بعد مسجد نبوی کی طرف دروازے کا پردہ اٹھا کر نماز صحابہ کا منظر دیکھا تو بہت مسرور ہوئے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نماز میں ہی چہرۂ مصطفیٰ کی زیارت میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہیں اپنی نماز کا خیال تک نہ رہا اور قریب تھا کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) اسی انہماک میں نماز توڑ دیتے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز کو جاری رکھو اور خود پردہ لٹکا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اسی روز اخیر دن آپ ﷺ وصال فرما گئے۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کی نماز میں حالت اور چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی خوبصورتی کا بیان خود صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کی زبانی سنیئے۔

فَكَشَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُّصْحِفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ.

(صحیح البخاری ۱، ۹۳)

آپ ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر ہمیں دیکھنا شروع فرمایا ہم نے دیکھا آپ ﷺ مسکرا رہے تھے اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کے ورق کی طرح پرنور تھا۔

فَلَمَّا وَضَعَ لَنَا وَجْهُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا اَقَطُّ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا.

جب پردہ ہٹا اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ (صحیح البخاری ۱، ۹۴)

وَكَانُوْا مُتَرَصِّدِيْنَ اِلٰى حُجْرَتِهٖ فَلَمَّا اَحَسُّوْا بِرَفْعِ السَّتْرِ اِلْتَفَتُوْا اِلَيْهِ بِوُجُوْهِهِمْ.

(لامع الدراری علی الجامع البخاری ۳، ۱۵۰)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ حجرہ کی طرف مرکوز تھی جب انہوں نے پردے کا ہٹنا محسوس کیا تو تمام نے اپنے چہرے حجرۂ انور کی طرف کر لئے۔

فَهَمَّمْنَا اَنْ نَّفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(ترجمہ البخاری ۱، ۳۴۹)

نبی کریم ﷺ کے دیدار سے ہم کو اتنی خوشی ہوئی کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑنے ہی کو تھے کہ آپ ﷺ نے پردہ نیچے گرا دیا۔

جبکہ ترمذی کی روایت میں آتا ہے:

فَکَادَ النَّاسُ اَنْ یَّضْطَرِبُوْا فَشَارَ النَّاسَ اَنِ اثْبُتُوْا۔ (شمائل ترمذی)

قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو''۔

ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا تصور شرک نہیں۔ اگر شرک ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو اس سے منع فرما دیتے۔

۲۲-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے سلام پھیرتے وقت چہرۂ مصطفیٰ ﷺ پر نظر:

صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کا یہ بھی عمل تھا کہ حضور تاجدارِ کونین ﷺ جب نماز کا سلام پھیرنے کے لئے چہرۂ مبارک دائیں طرف کرتے تو پیچھے سے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نماز کے اندر ہی چہرۂ والضحیٰ کی زیارت کر لیتے اسی طرح جب بائیں جانب سلام پھیرتے تو بائیں جانب والے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کرتے تھے۔ یہ عمل صرف عام صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کا ہی نہ تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) یہ عمل اس لئے کرتے ہوں کہ نماز کے بعد ان کی نظر سب سے پہلے چہرۂ رسالت پر پڑے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز ان کے نزدیک کوئی قدر نہ رکھتی تھی اس کے لئے ذیل میں نسائی شریف کی روایات درج کی گئی ہیں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَّقِیَامٍ وَّقُعُوْدٍ وَّ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّهٖ وَرَاَیْتُ اَبَابَکْرٍ وَّ

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور سرور کونین ﷺ کو تکبیر فرماتے دیکھا اور آپ ﷺ جھکتے اٹھتے کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تھے اور دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت کہتے تھے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ

عُمَرَ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ ۔

(نسائی جلد اول کتاب القبلہ ص ۴۰۷)

اللہ۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کی سفیدی نظر آتی اور میں نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی ایسے کرتے دیکھا۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهٖ

(نسائی جلد اول کتاب القبلہ ص ۴۰۶)

سیدنا حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دائیں اور بائیں طرف سے دیکھتے اور سلام پھیرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کی چمک اور سفیدی دائیں طرف سے معلوم ہوتی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے محبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا:

ایہا صورت رہے شالا پیشِ نظر　　رہے وقت نزع تے روزِ حشر
وچہ قبرتے پل تھی جد ہوسی گزر　　سبھ کھوٹیاں تھیسن تدہ کھریاں

کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سعادت بھی ملی کہ ان کی نگاہیں چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھیں جبکہ ان کی ارواح پرواز کر گئیں گویا کہ انہوں نے ہمیں درس دیا کہ تم بھی اپنے دل و جان میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا لو اور جب تمہارا آخری وقت ہو تو تم بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کلمہ اور درود و سلام پڑھتے ہوئے اپنے پروردکار کی طرف چلے جاؤ۔

۲۳۔ حسن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر بھر کو دیکھنے کی کسی میں ہمت نہ تھی:

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ ظاہری میں کوئی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا کیونکہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کے سامنے مانند پڑ جاتی تھی اس لئے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمال آب و تاب اور جلال کے عالم

میں دیکھنے کی ہمت نہ رکھتے تھے بلکہ جب سرکار ﷺ کی نگاہ مبارک کسی اور جانب ہوتی تو اس دوران صحابہ کرام (علیہ الرضوان) ایک نظر چہرۂ مصطفیٰ ﷺ پر ڈال کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے تھے لیکن دو بزرگ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم محبت سے سرکار ﷺ کی طرف دیکھتے اور سرکارِ عالمیان ﷺ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے۔ اس کے علاوہ انصار و مہاجرین میں سے ایسا کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ عَلٰى اَصْحَابِهٖ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ هُمْ جُلُوْسٌ وَفِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ فَلَا يَرْفَعُ اِلَيْهِ اَحَدًا مِنْهُمْ بَصَرَهٗ اِلَّا اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ فَاِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ اِلَيْهِ وَيَنْظُرُ اِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ اِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ اِلَيْهِمَا

(ترمذی دوم ابواب المناقب ح ۱۶۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان میں ہوتے لیکن ان دو حضرات کے علاوہ کوئی بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کی طرف اور حضور ﷺ ان کی طرف دیکھتے اور مسکراتے۔

۲۴۔ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ اور حُسنِ یوسف علیہ السلام:

روایات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے تمام حسن کو دیکھنے کی کوئی تاب نہ رکھتا تھا اس لئے اسے لباسِ بشریت میں مستور کر دیا گیا ہے تاکہ لوگ آپ ﷺ سے مانوس ہوں اور آپ ﷺ سے دنیا و آخرت کی برکات کو پالیں۔ اس کا ثبوت قرآن کریم میں بیان کردہ حُسنِ یوسفی علیہ السلام کے پرتو سے لگایا جا سکتا ہے جیسے کہ قرآن شاہد ہے جلوہ حُسنِ یوسفی میں مستغرق ہو کر مصر کی باشعور عورتیں پھل کاٹتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ بیٹھیں اور انہیں اس بات کا احساس تک نہ ہوا۔

قرآن نے ان الفاظ میں اس بات کا ذکر کیا ''وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' اورانہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ (یوسف ۱۲/۳۱) اور ورطہ حیرت میں زنانِ مصر نے پیکر یوسفی علیہ السلام کے بارے میں کہا ''مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ '' یہ کوئی بشر نہیں یہ کوئی معزز فرشتہ ہے۔ (یوسف ۱۲/۳۱) تو پھر حسن امام الانبیاء ﷺ کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے جلوہ مبارک میں یہ تاثیر تھی کہ قحط کے زمانہ میں جبکہ اناج ختم ہوگیا تو لوگ ہفتہ میں دو دفعہ حُسنِ یوسف علیہ السلام کا نظارہ کر لیتے تو بھوک مٹ جاتی تھی اسی طرح مکی زندگی میں تین سال کی قید کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمالِ مصطفیٰ ﷺ سے سیر ہو جاتے تھے۔ اسی طرح مدنی زندگی میں بھی کئی مواقع پر ایسا ہوا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر بھی ہوا۔

جس طرح حُسنِ یوسف علیہ السلام میں گم ہو کر زنانِ مصر نے اپنی اُنگلیاں کاٹ لیں اور انہیں کوئی درد محسوس نہ ہوا جبکہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے جمالِ بے مثل کا کیا کہنا کہ یہاں ساری دنیا سے زیادہ باشعور مردانِ عرب بھی میدانِ جہاد میں سرکار ﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کر رہے ہیں۔ اس بات کو اس شعر میں بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زنان
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب
حُسنِ یوسف ہستی و مفہوم پر ہے مشتہر
لیکن اک ذرّہ ملا ہے اس کو ان کے عام کا

۲۵۔ حسنِ کل:

کائنات میں جتنا بھی حسن کا اظہار ہوا وہ جزو ہے جبکہ سرکارِ دوعالم ﷺ سراپۂ حسن کل ہیں۔ اس پر اعتقاد رکھنا ایمان کا تقاضا بھی ہے اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

وَلِذَا قَالَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ اِمَّ عِنْدَالْعَجْزِ عَنْ وَصْفِهٖ لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ ثُمَّ لَمْ يَفْتَتِنْ بِهٖ مَعَ اَنَّهٗ اُوْتِيَ كُلَّ الْحُسْنِ كَمَاقَالَ

اسی لیے کہ سکان سدرۃ المنتہٰی کی نظریں بھی صرف حجاب تک پہنچیں۔ اصل حسن و جمالِ محمدی ﷺ کو انہوں نے بھی نہیں دیکھا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا جب آپ ﷺ کی تعریف کرنے سے عاجز آتا تو یہ کہتا کہ میں نے حضور ﷺ سے پہلے اور حضور ﷺ کے بعد حضور ﷺ جیسا نہ دیکھا اور اسی وجہ سے کوئی فتنہ اور مصیبت میں پڑ کر بے عقل نہ ہو حالانکہ حضور کو کل حسن عطا ہوا جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

بِجَمَالٍ حَجِبْتُهٗ بِجَلَالٍ طَابَ وَاسْتَعْذَبَ الْعَذَابَ هُنَا كَا

جمال کے جلال میں محجوب ہونے کی وجہ سے یہاں عذاب (جلال) کو لذیذ اور میٹھا خوشگوار پایا۔ (زرقانی شرح مواہب جلد ۱ صفحہ ۸)

۲۶- جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق تقاضائے ایمان:

تمام آئمہ، فقہا، علمائے کرام نے اس بات کی وضاحت کی ہے کامل ایمان کا تقاضا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حسن مبارک کو بے مثل تسلیم کیا جائے کیونکہ آپ ﷺ کے ظاہری و باطنی محاسن تمام مخلوق سے وراء ہیں اتنے اوصاف کسی اور کے بدن میں نہ جمع ہوئے نہ جمع ہوں گے۔

اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے امام علی قاری حنفی محدث مکی فرماتے ہیں۔

مِنْ تَمَامِ الْاِيْمَانِ بِهٖ اِعْتِقَادَ اَنَّهٗ لَمْ يَجْتَمِعْ فِيْ بَدَنِ آدَمِيٍّ مِّنَ الْمَحَاسِنِ الظَّاهِرَةِ الدَّآلَةِ عَلٰى مَحَاسِنِهِ الْبَاطِنَةِ مَا اجْتَمَعَ فِيْ بَدَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی تکمیل سے ہے یہ اعتقاد رکھنا کہ کسی آدمی کے بدن میں اتنے اور ایسے محاسن ظاہرہ جو محاسن باطنہ پہ دلالت کرنے والے ہوتے ہیں جمع نہ ہوئے جتنے اور جیسے حضور ﷺ کے بدن شریف میں جمع ہیں۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۹)

پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنا عقیدہ کیا خوب بیان فرمایا ہے:

کوئی مثل نہ ڈھولن دی
چپ کر مہر علی ایتھے جا نہیں بولن دی

اسی شعر میں عارف گولڑہ شریف نے عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کو درس دیا کہ تم جمالِ احمدی ﷺ کو پیمانوں میں نہ ناپو بلکہ بے مثل تسلیم کرو اور جو نہیں مانتے ان سے نہ الجھو بلکہ تم کمال محبت کے ساتھ سرکارِ دوعالم ﷺ کے حُسن و جمال کا تذکرہ کرتے رہو اور اپنے قلوب واذہان کو اسی ذکر خیر سے شادکام رکھو۔

۲۷-حُسنِ کامل کی چمک:

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ جب مسکراتے تو منہ مبارک سے نور کی شعاعیں ظاہر ہوتیں جو دیوار پر پڑتی ہوئی محسوس ہوتیں جس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے۔

اخرج البزاز والبیھقی عن ابی ھریرۃ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَحِکَ یَتَلَالَأُفِی الْجَدُرِ لَمْ اَرَمِثْلَہٗ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ ۔

بزاز اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔فرمایا نبی ﷺ جب تبسم فرماتے تو دیواروں پر چمک پڑتی۔ میں نے حضور ﷺ کی مثل نہ حضور ﷺ سے پہلے دیکھا نہ حضور ﷺ کے بعد۔

(جواہر البحار جلد ۱، صفحہ ۱۷، وسائل الوصول صفحہ ۲۱، زرقانی جلد ۴، صفحہ ۱۸۱، مواہب مدنیہ جلد ۱، صفحہ ۲۷۱، راوہ (اے یتلالا فی الجدر) احمد والترمذی وابن حبان)

شب کی تاریکی میں تبسم مبارک کے دوران نور ظاہر ہوتا اس لئے ایک شب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرکارِ کائنات ﷺ کی تبسم ریزی کے دوران نکلنے والے نور کی روشنی سے شب کی تاریکی میں اپنی گری ہوئی سوئی ڈھونڈھ لی۔

۲۸-سرکارِ دوعالم ﷺ کے حسن کے بارے میں صحابہ، صوفیاء اور علماء کا عقیدہ:

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا حسن مبارک حُسنِ کامل ہے اسے مکمل طور پر دیکھنے کی کسی میں طاقت تاب نہ تھی۔ دیکھئے۔

حضرت حسان صحابی رضی اللہ عنہ اور علامہ عیدروس اور عارفِ نبہانی فرماتے ہیں:

وَاِنَّمَا سَتَرَ حُسْنَهُ بِالْهَيْبَةِ وَالْوَقَارِ لِتَسْتَطِيْعَ رُؤْيَتَهُ الْاَبْصَارَ وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ قَالَ سَيِّدُنَا حَسَّانُ بْنِ ثَابِتٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَا نَظَرْتُ اِلٰى اَنْوَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعْتُ كَفِّيْ عَلٰى عَيْنِيْ خَوْفًا مِّنْ ذِهَابِ بَصَرِيْ ۔

(جواہر البحار جلد۲ صفحہ ۳۴۷ از عیدروس)

اور جز ایں نیست کہ آپ ﷺ کا حسن ہیبت اور وقار سے پوشیدہ کر دیا گیا تا کہ آنکھوں کو اس کے دیکھنے کی طاقت ہو اور اس کے باوجود بھی بے شک (صحابی رسول) حضرت سیدنا حسن بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے حضور ﷺ کے انوار کی طرف دیکھا تو اپنی آنکھوں پہ ہتھیلی رکھ دی اس خوف سے کہ کہیں میرے دیکھنے کی قوت نہ چلی جائے

۲۹- ایک عارف کامل کا بیان:

حضرت سیّد رکن الدین بن عمادالدین دبیر کاشانی خلد آبادی متوفی ۷۳۲ھ بیان فرماتے ہیں:

فرمان شد آں نور را بہفتاد ہزار حجاب بپوشند تا روشنائی ماہ و آفتاب ناپدید نشود۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان ہوا کہ حضور ﷺ کے نور کو ستر ہزار پردوں میں چھپائیں تا کہ چاند اور سورج کی روشنی چھپ نہ جائے (شمائل الاتقیاء صفحہ ۴۴۲)

۳۰- شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اما وجہ شریف وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراۃ جمالِ الٰہی است ومظہر انوارِ نامتناہی وے بود۔

حضور ﷺ کا چہرۂ انور جمالِ الٰہی کا آئینہ ہے اور اس کے غیر متناہی انوار کا مظہر تھا (مدارج النبوۃ جلد۱ صفحہ۴)

ودر حدیث ابی ھریرۃ آمدہ مَا

حدیث ابو ہریرہ میں آیا فرمایا میں نے

رَاَیْتَ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ودرقول وے مَا رَاَیْتُ شَیْئًا ونہ گفت اِنْسَانًا یا رَجُلاً مبالغۃ بیشتر ست کہ خوبی حسن وے فائق برہمہ اشیاء بود۔

(مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۴)

حضور ﷺ سے بہتر، خوشتر، حسین تر کوئی چیز نہ دیکھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول مَا رَاَیْتُ شَیْئًا میں (اور یہ نہ فرمایا اِنْسَانًا یا رَجُلاً) بہت مبالغہ ہے کہ حضور ﷺ کی خوبی اور آپ کا حُسن (صرف انسان یا مرد کیا بلکہ) ہر چیز پہ فائق تھا۔

(ب) خوشبوئے بدن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور ﷺ کے جسم اقدس کی طہارت، نظافت تمام جن وانس اور ملائکہ سے بڑھ کر ہے اس پر علماء اسلام کا اجتماع ہے حضور ﷺ کی طہارت وخوشبو تمام خوشبوؤں سے زیادہ معطر ہے۔ اگرچہ حضور ﷺ خوشبو کا استعمال کرتے تھے لیکن وہ مزید خوشبو بڑھانے کے لئے فرماتے کیونکہ آپ ﷺ کے پاس ملائکہ آتے تھے اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کا آنا معمول تھا۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے حضور ﷺ کے پاس آغاز وحی سے لے کر وصال مبارک تک پچیس ہزار مرتبہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے۔ اس لئے سنت مبارکہ بنانے کے لئے خوشبو استعمال کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کی طینت مبارک انتہائی نظیف ولطیف تر تھی۔

اس بات پر کثیر احادیث وارد ہیں کہ حضور ﷺ کے فضلات مبارک پاکیزہ وخوشبودار تھے اور آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ آپ ﷺ کی خوشبو مبارک اور وضو کے پانی سے لوگ برکت حاصل کرتے تھے اور اپنی خوشبو میں ملا کر اسے استعمال کرتے تھے۔ جب اندھیری راتوں میں عشاء کے وقت حضور ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو پوری مسجد نبوی کا سارا ماحول بدن نبوی ﷺ کی خوشبو سے معطر، خوشگوار اور دل پذیر ہو جاتا تھا اس ایمان افروز خوشبو کو سونگھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اندھیری رات میں پہچان جاتے کہ حضور ﷺ تشریف لا چکے ہیں۔ آپ ﷺ جس راستے سے گزرتے تو وہاں سے خوشبو آیا کرتی تھی جس سے لوگ جان لیتے کہ آپ ﷺ

یہاں سے گزرے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَسْلُكْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعُہٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّہٗ قَدْ سَلَكَہٗ مِنْ طِیْبِ عَرْقِہٖ اَوْقَالَ مِنْ رِیْحِ عَرْقِہٖ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی راستے سے گزرتے تو اگرکوئی آپ ﷺ کے بعد گزرتا وہ پسینے کی خوشبو کے باعث جان لیتا کہ آپ ﷺ ادھر سے گزرے ہیں۔

(مشکوٰۃ سوم فی الفتن ح ۵۵۴۳)

ا۔ مشک وعنبر سے خوشتر خوشبو مبارک:

خوشبوؤں میں سے مشک وعنبر کو بہترین تصور کیا جاتا ہے مگر یہ خوشبو تو عارضی ہے اور اس کو سونگھنے والے کا دماغ تو وقتی طور پر معطر ہو جاتا ہے مگر جسے ایمان کے ساتھ بدنِ مصطفیٰ ﷺ کی مبارک ومقدس، مطہر مہک سونگھنے کا شرف حاصل ہو اس کا دماغ ہمیشہ کے لئے معطر رہے گا اور بادِ مصطفیٰ ﷺ سے اسے انتہائی فرحت ہو گی۔ اس لئے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے ساری زندگی اپنی ارواح کو بدنِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو سے معطر رکھا اور بعد میں آنے والے عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کو بھی اس خوشبوئے مبارک کے بیان کرنے اور سننے سنانے میں شامل کرلیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں آگاہ کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے اٹھنے والی خوشبو مشک وعنبر میں نہیں ہے۔ اس بات کی گواہی اس معزز فرد نے دی جس نے دس سال تک لگاتار اس خوشبوئے مبارک سے اپنے دماغ کو معطر کیے رکھا۔

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ اَنَسٌ مَاسَمِعْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَامِسْكًا وَلَا شَیْئًا اَطْیَبَ مِنْ رِیْحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَامَسَسْتُ شَیْئًا قَطُّ دِیْبَاجًا وَلَاحَرِیْرًا اَلْیَنَ مَسًّامِنْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کی جیسی خوشبو تھی ایسی خوشبو مشک میں تھی نہ عنبر میں، نہ کسی اور چیز میں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے جسم سے زیادہ ملائم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ دیباج کو پایا نہ حریر کو۔ (یہ ریشم کی اقسام ہیں)

(مسلم ٦ کتاب الفضائل ۵۹۳۲)

۲-رات کے وقت خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ سے پہچان مصطفیٰ ﷺ:

جہاں کوئی بہترین خوشبو موجود ہو تو وہاں کی ساری فضا اس خوشبو سے مہکنے لگتی ہے اور جن کے دماغ کی سونگھنے کی حس صحیح ہو انہیں محفل خوشبو میں عجیب قسم کی فرحت و شادمانی محسوس ہونے لگتی ہے مگر اس کیف و سرور کا کیا حال ہوگا جب اندھیری رات میں محبوب رب العالمین ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لاتے ہوں گے اور آپ ﷺ کی خوشبو سے عشاق مصطفیٰ ﷺ کے دل کس قدر خوشی سے لبریز ہوتے ہوں گے۔

اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ اِذَا قَبَّلَ

(مسند امام اعظم کتاب الفضائل ص ۲۸۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو سے ہم آپ ﷺ کو پہچان لیتے۔

اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْرَفُ بِالَّيْلِ اِذَا قَبَّلَ اِلَى الْمَسْجِدِ بِرِيْحِ الطِّيْبِ

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو جب مسجد میں تشریف لاتے تو اپنی پاکیزہ خوشبو سے پہچان لیے جاتے۔

(مسند امام اعظم کتاب الفضائل ص ۲۸۹)

۳-دستِ مبارک کی خوشبو:

دستِ مبارک کی ٹھنڈک برف کی مثل تھی اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ تھی اور ہتھیلیاں مبارک ریشم و اون سے زیادہ نرم و ملائم تھیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بچے تھے جب سرکار عالمین ﷺ نے شفقت سے ان کے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو انہیں ایسے

حسوس ہوا جیسے آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ابھی ابھی عطار کے ڈبہ سے عطر میں ڈبو کر نکالا ہو جس سے وہاں کی ساری فضا خوشبودار ہو جائے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّىْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَّاحِدًا قَالَ وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّىْ قَالَ فَوَجَدْتُّ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْ رِيحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ

(مسلم ۲، کتاب الفضائل، ح ۵۹۳۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف گئے، میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ سامنے سے کچھ بچے آئے آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپ ﷺ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ باہر نکالا ہو۔

۴- دستِ مبارک کو چہروں سے لگانے والے کا بیان:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز بطحا کی جانب تشریف لے گئے وہاں:

قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَ فِيْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِيْهِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ كَانَ يَمُرُّ مِنْ وَّرَآئِهَا الْمَرْاَةُ وَقَامَ

آپ نے وضو فرمایا پھر ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے سامنے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا عون نے اپنے والد سے اور ان سے حضرت جحیفہ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے پیچھے سے تین عورتیں گزر گئیں اور مرد کھڑے رہے پھر وہ اپنے ہاتھوں کو حبیب

النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِي فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ

(بخاری دوئم' کتاب الانبیاء' ح ۷۶۵)

پروردگار ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے لگا کر اپنے چہروں پر مل لیتے میں نے بھی آپ ﷺ کے دستِ مبارک کو پکڑا اور اپنے چہرے سے لگایا تو دیکھا کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔

۵- پسینہ مبارک کی خوشبو تمام چیزوں سے عمدہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيْرًا وَّلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ترمذی ۲' شمائل ترمذی' ح ۳۲۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گزارے۔ آپ ﷺ نے مجھے کبھی "اف" تک نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے پر مجھے فرمایا کہ تو نے کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام کے ترک پر فرمایا کہ تو نے کیوں چھوڑا؟ آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ پسندیدہ اخلاق والے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے دست اقدس سے زیادہ ملائم میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ نہ تو ریشم ملا کپڑا' نہ خالص ریشمی کپڑا اور نہ دوسری کوئی چیز اور آنحضرت ﷺ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار اور چیز میں نے نہیں سونگھی نہ کوئی مشک اور نہ ہی کوئی عطر۔

۶- پسینہ مبارک کے موتی مشک سے زیادہ خوشبودار تھے:

خوبصورت چہرۂ مبارک پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے اور ان کی مہک

عنبر اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھی۔ اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَزْھَرَ اللَّوْنِ کَاَنَّ عَرَقَہُ اللُّؤْلُؤُ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ وَلَا مَسِسْتُ دِیْبَاجَۃً وَّلَا حَرِیْرَۃً اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْکَۃً وَّلَا عَنْبَرَۃً اَطْیَبَ مِنْ رَّائِحَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(مسلم ۲، کتاب الفضائل، ح ۵۹۳۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سفید چمکدار رنگ تھا اور آپ ﷺ کے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ جب آپ ﷺ چلتے تو آگے کو جھک کر چلتے تھے اور میں نے کسی دیباج اور حریر کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے زیادہ ملائم نہیں پایا اور نہ کسی مشک یا عنبر کو رسول اللہ ﷺ (کے جسم مبارک کی خوشبو) سے زیادہ خوشبودار پایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''وَلَا سَمِعْتُ رِیْحًا قَطُّ اَوْ عَرْقًا قَطُّ اَطْیَبُ مِنْ رِیْحِ اَوْ عَرْقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' میں نے کوئی خوشبو یا عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم ﷺ کی خوشبوئے (پسینہ) کی طرح خوشبودار ہو۔ (بخاری جلد دوم ح ۷۷۳)

۷۔ پسینہ مبارک کو خوشبو میں ڈالنا:

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں ایک دفعہ آپ ﷺ ان کے گھر میں آرام فرما تھے اور جسم اقدس سے پسینہ بہہ رہا تھا تو انہوں نے جسم اقدس سے ایک شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا اور حضور ﷺ کے استفسار پر بتا دیا کہ ہم اسے اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور یہ سب سے بہتر خوشبو ہو گی۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ دَخَلَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ وَجَائَتْ اُمِّیْ بِقَارُوْرَۃٍ فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی ﷺ تشریف لائے اور دن میں سو گئے۔ آپ ﷺ کو پسینہ آیا۔ میری والدہ ایک

فِيْهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا الَّذِيْ تَصْنَعِيْنَ قَالَتْ هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ

(مسلم۲، کتاب الفضائل، ح ۵۹۳۴)

شیشی لے کر آئیں اور آپ ﷺ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں۔ نبی ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے

دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا ہم اس پسینہ مبارک سے اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری امید درست ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ بَيْتَ اُمِّ سُلَيْمٍ فَيَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهَا وَلَيْسَتْ فِيْهِ قَالَ فَجَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ فَنَامَ عَلٰى فِرَاشِهَا فَاُتِيَتْ فَقِيْلَ لَهَا هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ فِيْ بَيْتِكِ عَلٰى فِرَاشِكِ قَالَ فَجَائَتْ وَقَدْ عَرِقَ وَاسْتَنْقَعَ عَرَقُهُ عَلٰى قِطْعَةِ اَدِيْمٍ عَلَى الْفِرَاشِ فَفَتَحَتْ عَتِيْدَتَهَا فَجَعَلَتْ تُنَشِّفُ ذٰلِكَ الْعَرَقَ فَتَعْصِرُهُ فِيْ قَوَارِيْرِهَا فَفَزِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعِيْنَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر سو گئے وہ آئیں تو ان کو بتایا گیا کہ نبی ﷺ تمہارے گھر میں تمہارے بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ وہ آئیں درآں حالیکہ آپ کو پسینہ آ رہا تھا اور چمڑے کے بستر پر آپ کا پسینہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلیم نے اپنا ڈبہ کھولا اور پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنی شیشیوں میں بھرنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ اسے محسوس کر کے اٹھ گئے اور فرمانے لگے اے ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ! ہم اس میں اپنے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا — بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔
قَالَ اَصَبْتِ — آپؐ نے فرمایا تمہاری امید درست ہے۔
(مسلم۳، کتاب الفضائل، ح ۵۹۳۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''تاریخ کبیر'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ جس کوچہ و بازار سے گزر فرماتے پھر کوئی شخص اس طرف سے گزرتا تو وہ خوشبو سے پہچان جاتا کہ آپ ﷺ ادھر سے گزرے ہیں (شفاء اول، ص ۸۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی مروی ہے کہ خواہ آپ نے خوشبو لگائی ہو یا نہیں لیکن آپ ﷺ جس سے بھی مصافحہ فرماتے تو وہ شخص سارے دن اس کی خوشبو سے معطر رہتا۔

اگر آپ ﷺ کسی بچہ کے سر پر (شفقت سے) اپنے دست اقدس کو پھیرتے تو وہ بچہ خوشبو سے پہچانا جاتا (کہ اس پر حضور ﷺ نے دست شفقت پھیرا ہے)

(شفا، ص ۸۷، صحیح مسلم جلد۴، صفحہ ۱۸۱۵)

اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی خوشبو بلا خوشبو لگائے ہوتی تھی یعنی آپ ﷺ کے جسم کی ذاتی خوشبو ہوتی تھی۔

(ج) تبسمِ مصطفیٰ ﷺ

حضور ﷺ اکثر متبسم چہرے کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ تبسم ریزی کے دوران چہرۂ مبارک پھولوں کی طرح مہکنے لگتا تھا۔ حضور ﷺ وفود اور ملاقات کے لئے آئے ہوئے افراد سے والضحیٰ کے چہرۂ مبارک سے مسکرا کر ہم کلام ہوتے تو ان کی خوش قسمتی کی انتہا نہ رہتی۔ مومنوں کے لئے آپ ﷺ کا خوشی ومسرت میں مسکراتا ہوا چہرہ تمام نعمتوں سے بڑھ کر تھا جبکہ غیر مسلم صحافی بھی آپ ﷺ کے اخلاق مبارک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔

حضور ﷺ کو تبسم ریزی کے عالم میں دیکھ کر اہل محبت آپ کے حضور اپنے دل کی تمنائیں بیان کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسکراتا ہوا رکھے اور جو کوئی فرد حضور ﷺ کے متبسم چہرۂ انور کے ایمان افروز منظر کو دیکھتا تو اس کا دل گواہی دے دیتا ایسے چہرے والا جھوٹا نہیں ہوسکتا جیسے کہ یہودیوں کے سب سے بڑے عالم دین حضرت عبداللہ بن سلام نے فقط رخِ مصطفیٰ ﷺ کی ضیاپاشیوں کی زیارت کرتے ہوئے ایمان قبول کرلیا اور اپنے منہ سے سچی اور تاریخی بات کہہ دی کہ ایسا چہرہ جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا۔

سرورِ کونین ﷺ کی ہنستی ومسکراتی شخصیت کا کیا کہنا عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے یہ منظر انتہائی پُرجلا تھا اور ان کے عشق کی دوا وشفاء تھا اور اب بھی ہے اس لئے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) حضور ﷺ کے جمالِ کمال کی متبسم حالت میں

زیارت کرتے اور جب ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا اور اس میں انتہائی شفقت محسوس کرتے تو بعد میں اس لمحے کو انتہائی اشتیاق کے ساتھ یاد فرماتے اور اس منظر کی حسین یادوں کو تابعین کے سامنے بیان کرتے اور ان کو سرکارِ عالمین ﷺ کے متبسم چہرے کی بہاروں کو پھولوں کی مہک اور پھول کی پتیوں کے بھلے منظر سے تشبیہ دے کر سمجھاتے یا پھر قرآن کریم کے ورق سے تشبیہ دے کر بیان فرماتے۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اہل بیت وصحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے قلوب میں سرکارِ عالمین ﷺ کی بے پناہ محبت تھی اور وہ اکثر اپنے دلوں کو محبت رسول ﷺ سے جلا بخشنے کے لئے تبسم و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے مختلف پہلوؤں کا ذکر اپنی مجالس میں کرتے تھے۔

صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے یہ منظر بھی احادیث میں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ جب مسکراتے تو سامنے والے دانتوں سے نور کی شعاعیں خارج ہوتی تھیں اور اندھیری راتوں میں خوبصورت چمک نظر آتی تھی۔ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی مسکرانے والا نہ دیکھا گیا مگر آپ ﷺ کا مسکرانا صرف تبسم کی حد تک تھا۔ بسا اوقات مسکرانے کے دوران موتیوں کی طرح چمکدار دانت اور داڑھیں بھی نظر آجاتی تھیں مگر اس میں قہقہہ نہ ہوتا تھا جیسا کہ ان احادیث مبارکہ میں آیا ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جُزْءٍ قَالَ مَا كَانَ ضَحِكُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔

(ترمذی دوم ابواب الدعوات ح ۱۵۷۶)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔

''مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا' مَاكَانَ اِلَّا التَّبَسَّمَ'' (الوفاء از ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

''میں نے رسول خدا ﷺ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا' آپ ﷺ کا ہنسنا تو بس تبسم ہوا کرتا تھا''

''رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نُوَاجِذُہٗ'' (بخاری کتاب الفرقان' ح ۶۲۰۲)

''میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں''

''فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ أَنْیَابُہٗ''

''پس حضور نبی اکرم ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک نظر آنے لگے'' (بخاری کتاب الصوم' ح ۱۸۳۴)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سَاَلْتُ خَالِیْ ہِنْدًا عَنْ صِفَۃِ ضَحِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جُلُّ ضَحِکَہُ التَّبَسَّمَ' یَفْتِرَ عَنْ مَثْلَ حَبِّ الْغَمَامِ''

''میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا تھا اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار تروتازہ اور انتہائی سفید وشفاف نظر آتے''

(ترمذی' بواب الشمائل ترمذی' ح ۲۲۶)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَکْثَرَ تَبَسَّمًا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' (ترمذی ابواب المناقب' ح ۳۶۴۵)

تبسم کے دوران نور کا اخراج:

حضور ﷺ جب مسکراتے تو دانتوں سے نور دکھائی دیتا تھا اور جب رات کے

وقت تبسم فرماتے تھے تو گھر روشن ہو جاتا تھا۔ دانتوں کی سفیدی سے بجلی کی چمک ظاہر ہوتی تھی۔ ان باتوں کا ذکر ذیل کی احادیث میں کیا گیا ہے۔

اخرج الدارمی والترمذی فی الشمائل (صفحہ۳) والبیھقی والطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَکَلَّمَ رُوِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ ۔ (خصائص کبریٰ للسیوطی جلد ا، صفحہ ۶۲، زرقانی علی المواہب جلد ۴، صفحہ ۹۵، والبیہقی عن ابن عباس (صح) الجامع الصغیر للسیوطی جلد ۲، صفحہ ۹۹)

دارمی، ترمذی شمائل میں بیہقی، طبرانی اوسط میں، ابن عساکر حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضور رسول انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثنیۃ شریف (سامنے کے اوپر کے دو دانت اور نیچے کے دو دانت) کشادہ تھے۔ فاصلے والے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں سے نور دکھائی دیتا۔ معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت حسی بھی تھی جو محسوس اور مبصر تھی۔

امام سیوطی سے عارف ربانی امام شعرانی اور ان سے عارف نبہانی نقل کرتے ہیں۔ رحم اللہ علیہم

وَکَانَ اِذَا تَبَسَّمَ فِی الْبَیْتِ فِی اللَّیْلِ اَضَاءَ ۔ البیت (کشف الغمہ للشعرانی، جلد ۲، صفحہ ۵۱ از سیوطی جواہر البحار جلد ۲، صفحہ ۶۶)

جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرق انوار گھر میں رات کے وقت تبسم فرماتے تو گھر کو روشن کر دیتے تھے۔

اِذَا افْتَرَ ضَاحِکًا اِفْتَرَ عَنْ مِثْلِ سَنَا الْبَرَقِ (شفاشریف جلد ا، صفحہ ۵۰ ھذا رواہ البیھقی) اَیْ اِذَا کَشَفَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَسْنَانِہٖ فِیْ حَال ضَحِکِہٖ ظَھَرَ مِنْ فَمِہٖ وَبَیَاضُ اَسْنَانِہٖ لَمَعَانٌ کَلَمَعَانِ الْبَرَقِ ۔

یعنی جب نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوقت تبسم اپنے مبارک دانت ظاہر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی منہ مبارک اور منور دانتوں کی سفیدی سے بجلی کی چمک کی طرح چمک ظاہر ہوتی

(نسیم الریاض جلد ا، صفحہ ۳۳۴)

(د) جلالِ مصطفیٰ ﷺ

سرورِ کونین حبیب خدا حضور سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ سرتاپا انوار وتجلیات الٰہی کے مرکز ہیں۔ رُخِ مصطفیٰ ﷺ کا اس وقت منظر انتہائی ایمان افروز ہوتا تھا جب حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر اور عبادت ومشاہدہ کا استغراق بڑھ جاتا تھا اور آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک بہت بارعب ہو جاتا۔ مشتاقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے تو اس عالم میں بھی سرکارِ عالمین ﷺ کی زیارت تمام چیزوں سے بڑھ کر میٹھی اور خوشتر تھی لیکن اگر اس وقت کوئی اجنبی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتا تو وہ جلالِ مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ لا کر ہیبت زدہ ہو جاتا لیکن جب ایمان وعشق کے جذبہ کے ساتھ بار بار حاضر ہوتا تو وہ سب کچھ آپ ﷺ پر فدا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا کیونکہ حضور ﷺ کا چہرہ آئینہ انوارِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کے نزول کے وقت اس کے جمالِ کمال کی چاشنی ومٹھاس دنیا وآخرت کی ماسوا خدا' تمام چیزوں سے زیادہ ہے۔ اس کی زیارت میں حلاوتِ ایمانی اس قدر زیادہ حاصل ہوتی ہے جس قدر کسی قلب میں ایمان زیادہ ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے جلالِ مبارک کا اظہار اس وقت بندے کے لئے رحمت وقرب الٰہی کا ذینہ بنا۔ جب آپ ﷺ نے غلبہ حال اور استغراق ومشاہدۂ حق میں کسی اپنے محبّ صادق سے بظاہر ترش روئی سے کلام فرمایا جسے اس نے عتاب سمجھ کر محسوس کرلیا کہ

آقائے نامدار ﷺ نے نہ جانے مجھ پر کیوں جلال کا اظہار فرمایا ہے تو اس وقت کریم آقا ﷺ نے خود ہی وضاحت فرما دی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس سلسلے میں میرا پروردگار سے یہ معاملہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں اور تو عہد سے ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا سو میں جس مومن کو ایذا دوں یا سبّ کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لئے کفارہ اور ایسا قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے روز تیرے قریب ہو۔ (مسلم کتاب البر و اصلاح ح ۶۴۰۸)

حضور ﷺ کے جلال کا اظہار ایسے مواقع پر بھی ہوتا جب حضور ﷺ سے حدود اللہ میں تخفیف کرنے کے لئے سفارش کی جاتی تو اس وقت حضور ﷺ کے غصہ مبارک کو برداشت کرنے کی کسی مومن میں ہمت نہ ہوتی تھی جیسے کہ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس مخزومی وقریشی چوری کی مجرم عورت پر سے چوری کی حد معاف کرانے کی سفارش کی تو اس موقع پر حضور ﷺ جلال میں آ گئے۔ چہرۂ مبارک بالکل سرخ ہو گیا اور انتہائی غصہ کا اظہار فرمایا۔ پس حدود اللہ کے نفاذ اور کفار کے ساتھ جہاد کے مواقع پر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ننگی تلوار ثابت ہوئے جو اپنے ہدف تک پہنچ جاتی تھی۔

جلال کے وقت حضور ﷺ کا چہرہ اس طرح سرخ ہو جاتا کہ جیسے رخسار مبارک پر انار نچوڑ دیئے گئے ہوں اور رگ مبارک پھول جاتی تھی۔ اس قسم کا حال اس وقت ظاہر ہوتا جب حضور ﷺ کو کوئی تکلیف دینے والی بات کی جاتی۔ جیسے کہ روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ بعض منافقین نے حضور ﷺ کے علم مبارک پر اعتراض کیا تو اس پر حضور ﷺ انتہائی غضبناک ہوئے اور منبر شریف پر جلوہ گر ہو کر فرمایا پوچھ لو جو پوچھنا ہے۔ اس وقت بعض لوگوں نے چند سوالات کئے جن کا آپ ﷺ نے جواب عطا فرمایا۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اللہ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے' سیدنا محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں تب آپ ﷺ کا جلال مبارک جاتا رہا۔

حضور ﷺ کا دشمنانِ اسلام پر اس قدر رعب ودبدبہ تھا کہ وہ ایک ماہ کی مسافت پر بھی آپ ﷺ سے ہیبت زدہ ہو جاتے تھے اس لئے غزوۂ تبوک کے موقع پر ہرقل شاہ روم' آپ ﷺ کے مقابلے میں سامنے نہ آ سکا۔ جہاد کے موقع پر ملائکہ کی اس پر ڈیوٹی تھی کہ کفار کے دلوں میں ہیبت وخوف ڈالتے تھے۔ فرشتوں نے یہ کام غزوۂ بدر کے موقع پر کیا تھا۔قرآن کریم میں اس کا یوں ذکر کیا گیا ہے۔

''سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ'' (انفال ۱۲/۸)

''میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب اور ہیبت ڈالے دیتا ہوں''

اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام بھی فرمایا کہ اپنے نبی محترم (ﷺ) اور اس کے لشکر کا رعب دس ہزار کے لشکر پر غزوۂ احزاب میں ڈال دیا اور قرآن کریم میں اس کا یوں ذکر فرمایا:

''وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ'' (احزاب:۲۶/۳۳)

''اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی''

۱-آپ ﷺ کا دشمنوں پر رعب:

حضور ﷺ نے بذاتِ خود اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات میں اس بات کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد میرے دشمنوں پر میرا رعب ڈال کر فرمائی ہے اس لئے آپ ﷺ جب دشمن کی طرف جہاد کے لئے چلتے تو ان پر مہینہ بھر کے فاصلے پر پہلے ہی آپ ﷺ کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔ اس بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کے ذیل میں ارشادات دیئے گئے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ الْبَارِحَۃَ اِذَا اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ حَتّٰی	محمد بن سیرین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کلام کی کنجیاں عطا فرمائی گئیں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی اور میں رات کے وقت سویا ہوا تھا جبکہ میرے

وُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ — پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔ (بخاری جلد دوم کتاب التفسیر حدیث ۱۸۸۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ''

''ایک ماہ کے فاصلے ہی سے طاری ہونے والے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے''۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد اول، ح ۴۲۷، نسائی اول، ح ۴۳۲)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، فَیَرْعَبُ مِنِّی الْعُدُوّ عَنْ مَّسِیْرَۃَ شَھْرٍ''

''رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، پس دشمن مجھ سے ایک ماہ کے فاصلے پر ہی مرعوب ہو جاتا تھا'' (مسند امام احمد بن حنبل ور ۵ ح ۲۱۳۳۸)

حضور ﷺ کا نہ صرف رعب ہی دشمنوں پر پڑ جاتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام غزوات میں واضح غلبہ اور فتح عطا فرمائی۔ اس بات کی تصریح علامہ ابن حجر نے اپنے الفاظ میں یوں فرمائی ہے:

''لَیْسَ الْمُرَادُ بِالْخُصُوْصِیَّۃَ مُجَرّدِ حَصُوْلُ الرُّعْبِ بَلْ ھُوَ وَمَا یَنْشَأَ عَنْہُ مِنَ الظَّفْرِ بِالْعُدُوّ'' (فتح الباری از عسقلانی)

''اس خصوصیت سے مراد محض رعب کا طاری ہو جانا نہیں بلکہ دشمن پر فتح و کامیابی حاصل ہو جانا بھی ہے''

۲۔ حضور ﷺ کا قیصرِ روم پر رعب طاری ہونا:

ظالموں، استحصالی بادشاہوں اور دیگر کفار کے لئے حضور ﷺ کا جلال مبارک عذاب کا کوڑا تھا اس لئے جب آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ قیصر روم ہرقل کو جب حضور ﷺ کا خط ملا اور اس نے اس وقت وہاں موجود ابوسفیان سے حضور ﷺ کے حالات وواقعات سے آگہی حاصل کی تو وہ ہیبت زدہ ہو گیا اور اس نے اپنی قوم کو نبی اُمی ﷺ کی پیروی کا مشورہ دیا جو انہوں نے رد

کر دیا۔ اس وقت اس نے اپنے درباریوں کے سامنے یہ بات بھی کہہ ڈالی کہ عنقریب وہ تمہارے ملک کے مالک ہوں گے۔ ابوسفیان نے جب اس کی یہ باتیں سنیں تو اس نے اس کا یوں اظہار کیا:

''لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنُ اَبِیْ کَبْشَۃَ' اِنَّہٗ یُخَافُہٗ مَلِكُ بَنِی الْاَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مَوْقِنًا اَنَّہٗ سَیُظْھَرُ حَتّٰی اَدْخَلَ اللّٰہُ عَلَیَّ الْاِسْلَامَ''

''بخدا ابوکبشہ کے بیٹے (محمد ﷺ) کی شان بہت بڑھ گئی اتنی کہ ان سے شہنشاہ روم ڈرنے لگے۔ اس وقت سے مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ بہت جلد غالب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرما دیا'' (بخاری کتاب بدء الوحیٰ جلد اول ح ۷)

اللہ تعالیٰ کے احکامات ونواہی میں حضور ﷺ ایک کھنچی ہوئی تلوارِ بے نیام تھے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر جہاں میں اس کا اظہار ہوتا تھا جس کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا اس لئے آپ ﷺ کے جلالِ مبارک کے اس نہج میں ظاہر ہونے پر اس کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن زبیر نے اپنے ایک شعر میں حضور نبی کریم ﷺ کے وصف جلال کے متعلق لکھا ہے۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَیْفٌ یُسْتَضَآءُ بِہٖ — مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

بے شک رسول اللہ ﷺ وہ سیف ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غصہ فرماتے حالانکہ آپ ﷺ کا غضب صرف اللہ عزوجل کے لئے ہوتا تو کوئی چیز آپ ﷺ کے غضب کی تاب نہ لا سکتی تھی (شفا' اول' ص ۱۳۷)

جلالِ مبارک' مومنوں پر قربِ الٰہی کا ذریعہ:

سرورِ کونین ﷺ نے جب کبھی بشری تقاضے کے سبب یا مشاہدہ حق میں

استغراق کی بناء پر کسی مومنؓ سے اس انداز میں گفتگو فرمائی جس میں اس کے لئے کوئی بظاہر ضرر کا پہلو تھا وہ سن کر پریشان ہوا پھر کسی دوسرے موقع پر حضور ﷺ سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اس کے غم کو یہ مژدہ سنا کر کافور کر دیا کہ میرا اس قسم کا رویہ بھی تمہارے لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کے قرب میں لے جانے کا باعث ہے۔ ذیل کی روایت میں اس قسم کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔

ایک دن ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ ﷺ کی زبان سے ایسے الفاظ صادر ہوئے کہ تیری عمر دراز نہ ہو جس کو وہ عتاب سمجھی مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اس بارگاہ کے تازیانے بھی ایسی عطائیں ہیں جن سے قرب خداوندی میں اضافہ ہوتا ہے۔

عَنْ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ وَاِنِّيْ قَدِاتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَيْتُهٗ اَوْسَبَبْتُهٗ اَوْجَلَدْتُهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ كَفَّارَةً قُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(شرح مسلم ج ۷ کتاب البر والصلہ ح ۶۴۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی۔ اے اللہ محمد ﷺ بشر ہے جس طرح بشر کو غصہ آتا ہے اسے غصہ آتا ہے اور میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا۔ سو میں جس مومن کو ایذا دوں یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کیلئے کفارہ اور ایسا قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

جبکہ دوسری روایت میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا کسی غیر مستحق کے لئے دعائے ضرر کرنا یا میری طرف سے اسے ناچاہتے ہوئے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اس کے لئے پاکیزگیٔ قلب، رحمت اور اللہ کی بارگاہ میں قرب ہوگا بشرطیکہ اس کے بعد وہ آداب تسلیم بجالائے۔ یہاں عقل وتنقید کا کام نہیں کہ یہ جلال مصطفیٰ ﷺ ہے جو مومنوں اور محبان صادق کے لئے شفاء ہے۔

مسلم شریف کی دوسری روایت میں رحمت عالم ﷺ کے یہ الفاظ ہیں:

فَـاَیُّـمَا دَعْوَتُعَلَیْهِ مِنْ اُمَّتِیْ بِدَعْوَةٍ لَیْـسَ لَهَـا بِـاَهْـلٍ اِنْ یَّـجْعَلَهَا لَهٗ طَهُوْرًا وَّزَكٰوةً وَقُـرْبَةً یُـقَرِّبُهٗ بِهَا مِنْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ

میں اپنی امت میں سے جس غیر مستحق کیلئے دعا ضرر کروں اس دعا کواس کیلئے پاکیزگی، رحمت اور ایسا قرب بنا دے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن اللہ کے قریب ہو۔

(شرح مسلم جلد ۷ فی ادب: ح ۶۵۰۳)

عَنْ اَبِیْ هُـرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ فَاَیُّمَاعَبْدٍمُؤْمِنٍ سَبَبْتُهٗ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهٗ قُرْبَةً اِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

(شرح مسلم ج ۷ کتاب البر وصلہ وادب حدیث ۶۵۰۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! میں جس بندہ مومن کو سب کروں تو اس کو اس بندے کیلئے قیامت کے دن قرب بنا دے۔

۴- اچانک دیکھنے والے پر ہیبت کا طاری ہونا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم ﷺ کو پوری کائنات کے لئے برہان و روشن دلیل بنا کر بھیجا ہے جیسے کہ فرمایا ''قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''تحقیق تمہاری طرف (اللہ کے رسول کی صورت میں) برہان آئی (نساء: ۱۷۴) کہ جن سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ پس معلوم ہوا ذات رسول مقبول ﷺ اپنے رب تعالیٰ کی کامل نشانی ہیں اس لئے جو تعصب کی عینک کو اتار کر چہرۂ والضحیٰ کی زیارت کرتا اسے توحید کا جام سرمدی پینے کی سعادت حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کا رخ اپنے پروردگار کی طرف ہے جو اس مبارک چہرہ کی ایمان ومحبت سے زیارت کرتا اسے ایمان باللہ نصیب ہو جاتا۔

حضور ﷺ جب کبھی تنہائی یا مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے رعب اور وقار کا اظہا ہوتا تھا اور کیونکہ اچانک دیکھنے والے نے پہلے آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی پُرجلال چہرہ نہ دیکھا ہوتا اس لئے وہ حضور ﷺ کی

شان وشوکت اور وجاہت کو دیکھ کر ہیبت زدہ ہو جاتا تھا۔ اس بات کی گواہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یوں دی ہے۔

''مَنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ'' (ترمذی کتاب المناقب دوم ح ۳۶۳۸)

''جو شخص اچانک حضور ﷺ کے سامنے آتا مرعوب ہو جاتا''

حضور ﷺ کے جلال مبارک کی ہیبت سے خوفزدہ ہونے کا ذکر ان احادیث میں بھی آیا ہے۔

عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ جَدَّتَایَ صَفِيَّةُ وَ دُحَيْبَةُ ابْنَتَا عَلَيْبَةَ قَالَ مُوْسٰی بِنْتُ حَرْمَلَةَ وَكَانَتَا رَبِيْبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتُ مَخْرَمَةَ وَكَانَتْ جَدَّةَ اَبِيْهِمَا اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُمَا اَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدُالْقُرْفُصَاءِ فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخْتَشِّعُ وَقَالَ مُوْسَى الْمُخْتَشِّعُ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ ۔

عبداللہ بن حسان عنبری ان کی دادیاں صفیہ اور دحیبہ ان کے والد محترم کی دادی جان حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ قرفصاء کی حالت میں (گھٹنے کھڑے کر کے اور ہاتھوں سے حلقہ بنا کر) بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو رعب طاری ہو گیا۔ موسیٰ راوی نے کہا کہ المتخشع رعب طاری ہونے کو کہتے ہیں۔

(ابوداؤد جلد سوم کتاب الادب: ۱۴۲۰)

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَتَی النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَكَلَّمَهٗ فَجَعَلَ تَرْعَدُ فَرَآئِصُهٗ فَقَالَ لَهٗ هَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنِّیْ لَسْتُ بِمَلِكٍ اِنَّمَا اَنَا ابْنُ امْرَاَةٍ تَاْكُلُ الْقَدِيْدَ

(ابن ماجہ جلد دوم ابواب الاطعمۃ ۱۱۰۱)

ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے گفتگو کی لیکن وہ ڈر سے کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی حالت دیکھ کر فرمایا تم خوف نہ کرو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں۔ میں ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا

ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔

بقول علامہ اقبال ؎

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

باب نمبر ۸

حضور ﷺ کی قوت مبارک

حضور ﷺ کی روحانی قوت یا وہ طاقت ہو جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے ساتھ ہے اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جو کہ تمام ملائکہ کے سردار ہیں وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھی ہیں۔ تمام مومن اور تمام باقی ملائکہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے

فَاِنَّ اللّٰـهَ هُوَ مَوْلٰـهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (پ ۲۸ تحریم:۴/۶۶)

بے شک اللہ تعالیٰ ان کا (ﷺ) کا مولا ہے اور جبرائیل اور صالح مومنین اور ملائکہ بھی مدد کرنے والے ہیں

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تمام قوت ہے۔ آپ ﷺ کا کوئی بھی دشمن آپ ﷺ پر غلبہ نہیں پا سکتا بلکہ اسے اس طرح کی ذلت حاصل ہوگی جس میں کوئی اس کی مدد نہ کر سکے گا۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے بارے فرشتوں نے گواہی دی کہ آپ ﷺ تمام امت سے بھاری ہیں۔

فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَتَانِيْ مَلَكَانِ وَاَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَوَقَعَ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاَرْضِ وَكَانَ الْاٰخَرُ بَيْنَ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! میرے پاس دو فرشتے آئے اور میں مکہ مکرمہ کی کسی وادی میں تھا۔ ان

السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَهُوَ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِهٖ فَوَزَنْتُهٗ ثُمَّ قَالَ فَزِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ وَزِنْهُ بِالْفِ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَنْتَشِرُوْنَ عَلَیَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَوْ وَزَنْتَهٗ بِاُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا

(دارمی، مشکوۃ ۳ کتاب الفتن، ح ۵۵۲۵)

میں سے ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان رہا۔ ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کیا یہ وہی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ اس کو ایک آدمی کے ساتھ تولو۔ پس مجھے تولا تو میں وزنی رہا پھر کہا کہ اس کو دس آدمیوں کے ساتھ تولو، پس مجھے دس آدمیوں کے ساتھ تولا گیا تو میں وزنی رہا پھر کہا کہ اسے سو کے ساتھ تو لو۔ مجھے ان کے ساتھ تولا گیا تو میں ان سے بھاری رہا۔ پھر کہا کہ ہزار کے ساتھ تولو، مجھے ان کے ساتھ تولا گیا تو میں ان سے بھاری رہا گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ وزن کی کمی کے باعث مجھ پر گرے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اگر ان کو ان کی ساری امت کے ساتھ تولا جائے تب بھی یہی بھاری رہیں گے۔

جب مقرب فرشتوں نے گواہی دی اور سرورِ کونین ﷺ نے ہمیں اپنی زبان مبارک سے آگاہ فرمایا کہ مجھے سو آدمیوں کے ساتھ تولا گیا تو میں بھاری رہا پھر فرشتوں نے کہا کہ آپ ﷺ اپنی ساری امت سے بھاری ہیں جبکہ امت میں کھربوں مومن ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ باطنی طور پر بے پناہ قوت رکھتے تھے۔

۱۔حضور ﷺ کے لئے زمین کا سمٹ جانا:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا سورج چہرۂ انور میں پھرتا تھا اور نہ میں نے کسی کو رسول اللہ

اَسْرَعَ فِیْ مَشْیِہٖ مِنْ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَہٗ اِنَّا لَنُجْھِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّہٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ ۔

ﷺ سے تیز رفتار دیکھا۔ گویا زمین آپ کے لئے سمیٹ دی جاتی تھی۔ ہم تو اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال دیتے اور آپ ﷺ کا وہ حسب معمول چلنا ہوتا تھا۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ۳، کتاب الفتن، ح ۵۰۴۶)

اس حدیث پاک میں اور دیگر احادیث میں صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے گواہی دی کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ تیز چل کر خود کو مشقت میں ڈال لیتے تھے جبکہ حضور ﷺ معمول کے ساتھ آہستہ چل رہے ہوتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کے لئے زمین سمیٹ دی ہو۔ اس بات سے بھی حضور ﷺ کی قوت مبارک کا اظہار ہو رہا ہے۔

۲- نامی گرامی عرب پہلوانوں کو پچھاڑنا:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جسمانی طور پر اتنا طاقتور بنایا تھا کہ عرب کے بڑے سے بڑا پہلوان بھی آپ کے سامنے دم نہ مار سکتا تھا اور وہ اقرار کرتا تھا کہ جو قوت آپ ﷺ کے جسم مبارک میں ہے وہ غالب وقادر پروردگار کی طرف سے عطا ہے۔ عرب کے مشہور پہلوانوں نے آپ ﷺ سے پنجہ آزمائی کی مگر حضور ﷺ کے ہاتھوں بالکل لاغر کی طرح پچھاڑ دیئے گئے۔ پس جسمانی صحت وطاقت کے لحاظ سے حضور ﷺ دوسروں پر ہمیشہ غالب رہے۔

۳- رکانہ پہلوان کا غرور خاک میں ملا دیا:

رکانہ مکہ کے مضافات میں کوہِ اضم کے دامن میں رہتا تھا۔ اس کی رشتہ داری بنوہاشم سے تھی۔ بتوں کا وفادار تھا اور طاقتور چیتے کی طرح اپنی وادی میں کسی کے جانور نہ چرنے دیتا تھا۔ اس کی طاقت اور شہ زوری کا بہت چرچا تھا۔ کفار مکہ کی سازشوں سے وہ بھی حضور ﷺ کی مخالفت میں کمربستہ تھا۔ ایک دن حضور ﷺ بلاخوف وخطر

اس وادی میں تشریف لے گئے تاکہ فریضہ دعوت حق ادا فرمائیں۔ ادھر رکانہ بھی آ نکلا۔ اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو موقع کو غنیمت جان کر بڑے رعب و غرور سے کہنے لگا:

''يَامُحَمَّدُ! اَنْتَ الَّذِىْ تَشْتِمُ آلِهَتَنَا اللَّاتَ وَالْعُزّٰى''

''اے محمد! آپ ہی ہیں جو ہمارے معبود (بتوں) لات وعزیٰ کو گالیاں دیتے ہیں؟'' (دلائل النبوۃ اول، ص ۱۸۹)

اس کے بعد اس نے مزید جارحانہ انداز میں کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ ہمارے معبودوں کو بے بس قرار دیتے ہیں اور اپنے معبود کی کبریائی بیان کرتے ہیں۔ اگر میرا آپ سے خاندانی ونسبی تعلق نہ ہوتا تو میں آپ کی زندگی کا چراغ بجھا دیتا لیکن اس کے باوجود میں آپ کو مقابلہ کئے بغیر واپس نہ جانے دوں گا پھر اس نے حضور ﷺ کو کشتی لڑنے کی دعوت دی اور کہنے لگا میں اپنے معبودوں سے مدد طلب کروں گا اور آپ اپنے رب کو پکاریں۔ اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کو دس بکریاں انعام دوں گا۔ حضور ﷺ اس کے ساتھ کشتی کے لئے تیار ہو گئے۔

جب اس سے کشتی ہوئی تو حضور ﷺ نے اسے آنِ واحد میں زمین پر پٹخ دیا۔ اسے چوٹ لگی اور بہت تکلیف ہوئی مگر ہٹ دھرمی سے اپنی شکست کو تسلیم نہ کیا۔ دوبارہ کشتی کرنے کی استدعا کی جو قبول کر لی گئی۔ جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو حضور ﷺ نے اسے بے جان جسم کی طرح زمین پر پچھاڑ دیا پھر اس نے اتفاق سمجھا۔ تیسری بار اس نے پھر کشتی کرنے کے لئے گزارش کی مگر وہ تیسری بار بھی زور نبوت کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور اسے زمین پر شانوں کے بل چت پچھاڑ دیا گیا۔ اس دفعہ اس کا ہوش ٹھکانے آ گیا اور جان گیا کہ یہ قوت واقعی ایسی ہے کہ جو عام شخص کی نہیں نیز اس پر اس کے کفر کے تالے ٹوٹ گئے اور کہنے لگا۔

''فَلَسْتَ الَّذِىْ فَعَلْتَ بِىْ هٰذَا، اِنَّمَا فَعَلَهُ اِلٰهُكَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمِ وَخُذْلَنِى اللّٰتَ وَالْعُزّٰى'' (ابو نعیم فی دلائل النبوۃ اول ح ۲۴۵، الخاص الکبریٰ)

''یہ سب کچھ آپ نے نہیں کیا بلکہ آپ کے غالب و قادر اور حکیم رب نے

(آپ کی مدد کرتے ہوئے) کیا ہے جبکہ لات وعزیٰ نے مجھے رُسوا کروا دیا''۔

بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ رکانہ حضور ﷺ کی معجزانہ طاقت کو دیکھنے کے بعد مسلمان ہو گیا۔

۴- ابوالاسود جمحی پہلوان کا چت ہونا:

مورخ حضرات نے ابوالاسود جمحی کو بھی نامور عرب پہلوانوں میں سے شمار کیا ہے۔ علاقے کے تمام پہلوان اس سے مرعوب تھے۔ اس میں جسمانی طاقت اس قدر تھی کہ وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور دس پہلوان گائے کی کھال کو کھینچتے تھے مگر کھال کو اس کے پاؤں کے نیچے سے کھینچنے میں ناکام رہتے۔ اگرچہ وہ اس قدر قوت لگاتے کہ اس سے کھال ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکالی جا سکتی تھی۔ ایک روز اس نے اپنی طاقت پر گھمنڈ کرتے ہوئے حضور ﷺ کو مقابلے کی دعوت دی اور کہا ''اِنْ سَرَّعْنِیْ اٰمَنْتُبِكَ'' اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ آپ ﷺ نے اس کی مبارزت کو قبول کیا اور میدان میں اتر آئے اور جب کشتی شروع ہوئی تو اسے بڑی آسانی کے ساتھ زمین پر دے مارا اور وہ چت ہو گیا اور اسے شکست ہو گئی مگر بدنصیب تھا اس لئے انکار کر کے ایمان سے محروم ہی رہا۔

۵- خندق کے پتھر کا ٹوٹ جانا:

غزوۂ خندق میں خندق کھودتے ہوئے نیچے ایک جگہ مضبوط پتھر آ گیا۔ نوجوان اور شہ زور صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے کدالوں کے ساتھ توڑنے کی کوشش کی مگر وہ نہ ٹوٹ سکا۔ اس کے بعد حضور ﷺ خندق میں اترے حالانکہ فاقہ کشی کی بناء پر پیٹ مبارک پر پتھر باندھ رکھا تھا لیکن جب آپ ﷺ نے اس پتھر پر ایک زوردار کدال کی ضرب لگائی تو وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بخاری شریف میں یہ واقعہ یوں درج کیا گیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''انا یوم الخندق نحفر' فعرضت کدیة شدید' فجاؤوا لنبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فقالوا: ھذہ کدیة عرضت فی الخندق' فقال: انا نازل ۔ ثم قام و بطنه معصوب بحجر' ولبثنا ثلثة ایام لانذوق ذواقا' فاخذ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ المعمول فضرب فی الکدیة' فعاد کثیبا اھیل' او اھیم''

''جب ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر نکل آیا (جو کوشش کے باوجود نہیں ٹوٹ رہا تھا) لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک بہت بڑا پتھر نکل آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں (خود خندق میں) اترتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ شکم مبارک سے پتھر باندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہیں کھایا پیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے کدال لے کر اس پتھر پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا'' (بخاری دوم کتاب المغازی ح ۳۸۷۵)

(ب) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری

انتہائی مشکل اوقات اور غصہ کی حالت میں جس بندے کے حواس برقرار رہیں اسے شجاع و بہادر سمجھا جاتا ہے اور جو بندۂ جنگ یا غیرتِ ایمانی کے تحت اپنی عزت وناموس کا تحفظ نہ کر سکے اور جی ہار جائے وہ بزدل ہے۔ بزدلی اور کم ہمتی ایک نقص ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو اس نقص سے پاک رکھا گیا۔ ہر اللہ کا نبی ورسول علیہ السلام اپنی تمام قوم سے زیادہ شجاع اور بہادر ہوا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر انتہائی سرکش قوموں اور ظالم ترین حکمرانوں کے سامنے تن تنہا کلمہ حق بلند کیا۔ ظالم بادشاہوں نے انہیں اپنے لشکر وسپاہ سے خوفزدہ کیا مگر انبیاء کرام علیہم السلام پر کسی جابر قوم یا بادشاہ کی کسی بھی قسم کی طاقت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب کوئی ظالم ان سے ٹکرایا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی طاقت سے نابود کر دیا یا پھر اپنے نبی محترم علیہ السلام کے ہاتھوں شکست دے کر زمین کی حکومت کا والی اپنے انبیاء ورسل (علیہم السلام) کو بنا دیا۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شجاعت کا ایک منظر دیکھنا ہو تو حضرت ھود علیہ السلام کا وہ جملہ پڑھو جو انہوں نے ساری کی ساری مضبوط وقوی قوم کو ان کی دھمکی کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ قرآن کریم کی زبان میں وہ الفاظ سنیئے۔

''مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ '' (ھود:۵۵،۵۶/۱۱)

تم سب نے جو میرا برا کرنا ہے کر لو پھر مجھے کوئی مہلت نہ دو میرا بھروسہ اس ذات پر ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شجاعت دیکھئے کہ انہوں نے ایک بہت بڑی فوج و سلطنت کے سربراہ نمرود کے سامنے کلمہ حق بیان کیا۔ اس کے تراشے ہوئے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے تن تنہا کر دیا اور جب قوم نے خوب دہکتے ہوئے کوئلوں میں پھینکا تو چہرۂ خلیل پر کمال طمانیت ہے کہ شکر ہے کہ میں اپنے پروردگار کے لئے جلایا جا رہا ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے خود آگ کو ''یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ'' کہہ کر حضرت ابراہیم کے لئے گل وگلزار بنا دیا۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون جیسے متکبر وظالم حاکم کے سامنے بغیر کسی خوف وخطرہ کے حق بیان کیا اور اس کی جاہ وحشمت کے سامنے کسی بھی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہ فرمایا۔ حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے کہا کہ اگر تمہارا خاندان ہم میں موجود نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھروں سے سنگسار کر دیتے تو آپ نے جو انہیں جواب دیا وہ قرآن کریم کے سنہری حروف میں ہمارے سامنے من وعن موجود ہے۔ فرمایا:

''یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ط''

یعنی اے قوم تم اپنی جگہ اپنا کام کئے جاؤ اور میں اپنا کام کرتا ہوں۔

پھر اس کے بعد مزید فرمایا:

''وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ o'' (ھود: ۱۱/۹۳)

اور انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ہمراہ انتظار میں ہوں۔

مذکورہ بالا بیان سے مختصر طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کو کمال صفتِ شجاعت سے نوازا تھا۔ اس لئے انہوں نے کسی بھی مدمقابل کو بغیر کسی خوف کے اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا اور اس سلسلے میں بے شمار تکالیف کو لِلّٰہ فی اللہ برداشت کیا۔ کئی انبیاء علیہم السلام نے پوری قوم کے مقابلے میں فرد واحد کی حیثیت سے مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر زخم کھائے حتیٰ کہ بعض انبیاء کرام (علیہم السلام) نے کفار کے ہاتھوں جام شہادت بھی نوش کیا مگر کسی مقام پر بھی اعلائے کلمۃ الحق کے دوران سستی و بزدلی کا مظاہرہ نہ کیا۔ تو جب یہ شجاعت وبہادری گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی ہے تو ہمارے نبی محترم سیدنا

مصطفیٰ کریم ﷺ کی شجاعت کا کیا کہنا۔

شجاعت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ بندہ قوی وطاقتور بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اس انداز میں تربیت کا انتظام فرمایا تھا کہ ولادت سے جوانی تک آپ ﷺ کو جسمانی طور پر مضبوط کرنے والا طبعی ماحول عطا کیا۔ حضور ﷺ کا خاندان بنوہاشم پورے عرب میں شجاع اور معزز سمجھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کے خاندان پر بزدلی وبے عزتی کا کوئی داغ نہ تھا اس لئے آپ ﷺ باوقار ماحول میں پروان چڑھے تھے۔ معاشرے میں پنچایت ورقابت کے لحاظ سے کسی مقام پر عزت نفس مجروح نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اعلانِ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت کی خوشبو پورے مکہ کے اندر پھیل چکی تھی۔ جوانی کے عالم میں جبکہ مکہ میں عمر رسیدہ وگھاک سردار موجود تھے اس کے باوجود کئی مواقع پر حضور ﷺ کے فیصلے اور رائے مبارک کو سراہا گیا تھا۔ میں کہتا ہوں یہ چیزیں شجاعت کے لئے اہم ہیں۔ ان میں بھی سرکارِ دوعالم ﷺ فوقیت رکھتے ہیں۔

سرورِ کائنات ﷺ کی حیات مبارکہ کے اہم وسخت مرحلوں کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ حضور ﷺ کو حق تعالیٰ کے پیغام کی اشاعت کے لئے اپنی قوم قریش اور دیگر تمام بڑی بڑی اقوام وملل سے معرکہ آرا ہونا پڑا۔ اس میں جس شجاعت کا ثبوت دیا وہ آپ ﷺ کا خاصہ مبارک اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہے۔

حضور ﷺ نے جب پیغامِ حق دینا شروع کیا تو سب سے زیادہ اذیتیں اہل مکہ نے آپ ﷺ کو دیں۔ آپ ﷺ کا راستہ روکا' جہاں آپ ﷺ پیغامِ حق سنانے کیلئے تشریف لے جاتے وہ آپ ﷺ کی تکذیب کے لئے شریر لوگ بھیج دیتے' آپ ﷺ کو مجنون' جادوگر کہہ کر اذیت پہنچاتے۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں پر بے پناہ مظالم کئے' حج کے موقع پر آنے والے زائرین سے ملنے پر پابندی لگاتے' معاشرتی اور معاشی لین دین کا بائیکاٹ کیا' کئی دفعہ مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کو زدوکوب کیا گیا۔

تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہ کر بھی شجاعت میں کمی نہ آئی۔ ابوجہل نے سرکردہ لیڈروں کو ملا کر حضور ﷺ کو شہید کرنے کا ناپاک عملی منصوبہ بنایا حتیٰ کہ چالیس جنگجو افراد کو اسلحہ دے کر حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لئے گھر کے باہر مامور کیا جبکہ حضور ﷺ انتہائی اطمینان سے ان کے درمیان سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے گزر گئے اور بڑے پرسکون طریقے سے سفر ہجرت کیا۔ مدینہ میں ایک نئے دور کا آغاز کیا جہاں آپ ﷺ کا پیغام مکہ کی نسبت زیادہ آسانی سے پھیلنے لگا۔ پھر کفار مکہ نے حضور ﷺ کو مٹانے کے لئے پورے اسلحے کے ساتھ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر حملے شروع کر دیئے۔ حضور ﷺ نے ایک بے مثل شجاع و بہادر کمانڈر کی طرح ان سے مقابلہ کیا۔ بدر میں نہتے مسلمانوں کے ساتھ ان کو شکست دی۔ اُحد میں جب جنگ نے رخ بدلا تو حضور ﷺ نے دشمنوں کے نرغے میں بھی بے پناہ جرأت کا مظاہرہ فرمایا۔ دانت مبارک شہید ہوا مگر پایہ استقلال میں ذرا کمی نہیں آئی۔ جنگ خندق میں تقریباً مہینہ بھر خندق کے اندر محصور رہ کر شجاعت کی داستانیں رقم فرمائیں جبکہ مقابلے میں مشرکین عرب کے ساتھ تمام یہودی قبائل بھی تھے جن کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی جبکہ حضور ﷺ کے ساتھیوں کے تعداد تقریباً سات سو تھی۔

اس کے بعد خیبر کے موقع پر آزمودہ اور مضبوط قلعوں میں رہنے والے یہودیوں کو شکست دی جب مکہ فتح ہوا حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد اپنی جوانمردی اور شجاعت و حکمت کے ساتھ تمام اہل مکہ کے دل مسخر کر لئے وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد بنی ہوازن کے ساتھ جنگ ہوازن ہوئی۔ اس میں جب دشمن کے پہاڑوں میں موجود تیر اندازوں نے مسلمانوں پر اچانک تیر برسائے تو مسلمانوں میں انتشار پھیلا مگر اس وقت بھی حضور ﷺ نے اکیلے چند ساتھیوں کے ہمراہ میدان جنگ میں جم کر یہ نعرہ لگایا۔

میں نبی برحق ہوں میں سردار عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

تمام دنیا کے اہل علم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضور ﷺ عظیم شجاع وبہادر جرنیل تھے۔

۱- رات کے وقت شجاعت وبسالت کا مظاہرہ:

حضور ﷺ کی دلیری وبہادری کی کوئی حد نہ تھی۔ مدینہ میں بغیر محافظ کے اکثر اکیلے چلتے پھرتے تھے حالانکہ چاروں طرف یہود کی صورت میں دیرینہ وخونخوار دشمن موجود تھے مگر کسی کی کچھ پرواہ نہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا تھا اور فرمایا ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ '' اور اللہ آپ ﷺ کی دشمنوں سے حفاظت فرمائے گا۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے جنات وشیاطین بھی آپ ﷺ کے دشمن تھے۔ قرآن شاہد ہے کہ بدر میں ابلیس خود انسانی شکل میں ابوجہل کے لشکر میں موجود تھا اور اس سے قبل اہل مکہ اور ابوجہل کو حضور ﷺ کے قتل کا مشورہ دے چکا تھا۔ ہجرت کے موقع پر ابوجہل اور دیگر کفار کے ساتھ غار ثور تک آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود اور اس کی ذرّیت حضور ﷺ کے مدمقابل تھے لیکن حضور ﷺ نے تائیدِ الٰہی سے ان تمام دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا۔ جب کبھی جنات کی طرف سے کوئی شرارت کی گئی تو حضور ﷺ نے اکیلے ہی ان کی خبر لی اور ان کے فتنہ کو ختم کر دیا۔

اس بات کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ خوف زدہ ہوگئے۔ صحابہ اس آواز کی طرف گئے۔ راستہ میں ان کو رسول اللہ ﷺ اس جگہ سے واپس

وَقَدْ سَبَقَهُمْ اِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِىْ طَلْحَةَ عُرْیٍ فِىْ عُنُقِهِ السَّیْفِ وَهُوَ یَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا اَوْاِنَّهٗ لَبَحْرٌ قَالَ وَکَانَ فَرَسًا یُبَطَّاءُ .

(مسلم ج ۶ کتاب الفضائل: ۵۸۸۷)

آتے ہوئے ملے۔ آپ ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک میں تلوار تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے تم کو خوفزدہ نہیں کیا گیا، تم کو خوفزدہ نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح رواں دواں پایا۔ وہ سمندر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا وہ گھوڑا بہت آہستہ چلتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب رات کے وقت خوفزدہ آواز سنائی دی جس سے مدینہ کے افراد ڈر گئے تو اس وقت حضور ﷺ اس آواز کی سمت میں رات کے اندھیرے میں گھوڑے پر سوار ہو کر گئے اور واپس آ کر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو مطمئن کر دیا کہ تم جاؤ گھروں میں آرام کرو کوئی خطرے والی بات نہیں ہے۔

۲- حالتِ نیند میں دشمن کے حملے کے دورانِ شجاعت مبارک:

اکثر لوگ دشمن کو نیند یا غفلت میں پا کر اچانک حملہ کر کے ختم کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس وقت بندہ اچانک اپنے دشمن کو اپنے اوپر غالب دیکھ کر حواس کھو بیٹھتا ہے اور موت سے پہلے ہی مر جاتا ہے لیکن سرکارِ کائنات ﷺ کی شجاعت کا کیا کہنا کہ اس موقع پر ثابت قدم ہیں اور کسی بھی قسم کی پریشانی وارد نہیں ہوئی۔ جب دشمن آپ ﷺ کو تنہا درخت کے نیچے تلوار لے کر للکارتا ہے کہ اب تمہیں کون بچائے گا تو آپ ﷺ نے بڑے حوصلے سے جواب دیا کہ مجھے اللہ بچائے گا تو حضور ﷺ کی ہیبت سے اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ ﷺ نے اس قسم کے دشمن کو نرغے میں لینے کے باوجود معاف فرما دیا حالانکہ اسے اگر قتل بھی کر دیتے تو کوئی مضائقہ نہ تھا مگر معاف فرما کر پوری دنیا کے سامنے شجاعت کی ایک عظیم مثال قائم کر دی۔ اس بات کا

ذکراس روایت میں ہے:

عَنْ سِنَانِ بْنِ اَبِیْ سِنَانِ الرَّؤُیَ اَنَّ جَابِرًا بْنَ عَبْدِاللّٰہِ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَکَتْھُمُ الْقَائِلَۃَ فِیْ وَادٍ کَثِیْرِ الْعِضَاہِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِی الْعِضَاہِ یَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تَحْتَ شَجَرَۃٍ فَعَلَّقَ بِھَا سَیْفَہٗ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَیْقَظَ وَعِنْدَہٗ رَجُلٌ وَھُوَلاَ یَشْعُرُبِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا اخْتَرَطَ سَیْفِیَ فَقَالَ مَنْ یَمْنَعُکَ قُلْتُ اللّٰہِ فَشَامَ السَّیْفَ فَھَاھُوَاِذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ یُعَاقِبْہُ ۔

(بخاری جلد دوم کتاب الجہاد والسیر :۱۷۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دو سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ کسی غزوہ میں وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ تو ایک ایسی وادی میں قیلولہ کا وقت ہوگیا جس میں گھنے درخت تھے۔ لوگ درختوں کے سائے میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہو گئے اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی اور سو گئے۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ایک اجنبی آدمی کو اپنے پاس دیکھا۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی اور کہنے لگا۔ اب تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے جواب دیا اللہ! تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ یہ بیٹھا ہے لیکن آپ ﷺ نے اس سے انتقام نہیں لیا۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کیا تم میری نبوت کی گواہی دیتے ہو مگر اس نے عرض کیا نہیں مگر میں آپ کے خلاف کسی کی مدد نہ کروں گا جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو کہنے لگا میں ایک کریم شخص کے پاس سے آیا ہوں۔

۳- دورانِ جنگ شجاعت کا حال:

حضور ﷺ جنگ میں جب گھمسان کی لڑائی میں دشمنوں کے مقابل ہوتے تو

بذات خود بھی جہاد فرماتے۔ حضور ﷺ کے پاس صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں سے بڑے قوی و بہادر لوگ ہی ٹھہر سکتے تھے بلکہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں سے جس نے لڑائی سے کچھ سکون کے لئے پناہ حاصل کرنا ہوتی تو وہ بھی حضور ﷺ کے پیچھے چلے جاتے چنانچہ روایت میں ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا قَالَ الْبَرَآءَ کُنَّا وَاللّٰهِ اِذَا احْمَرَّ الْبَاْسُ نَتَّقِیْ بِهٖ وَاِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّالَلَّذِیْ یُحَاذِیْ بِهٖ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

(مشکوٰۃ سوم' کتاب الفتن' ح ۵۶۳۸)

دونوں کی ایک روایت میں حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم جب میدان کارزار گرم ہو جاتا تو ہم آپ سے بچاؤ حاصل کرتے اور ہم میں سے بہت بڑا بہادر وہ شمار ہوتا جو نبی کریم ﷺ کے شانہ بشانہ کھڑا رہتا۔

اسی طرح جنگ حنین کے موقع پر جب اسلامی فوج میں انتشار پھیلا تو حضور ﷺ عین میدان جنگ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور اردگرد چند جاں نثار موجود تھے اور حضور ﷺ یہ فرما رہے تھے "اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا اِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ" میں نبی ہوں یہ جھوٹی بات نہیں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ جیسے کہ اس واقعہ کے متعلق بخاری و مسلم کی روایت یوں ہے:

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَآءِ یَا اَبَا عُمَارَةَ فَرَرْتُمْ یَوْمَ حُنَیْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ خَرَجَ . شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ لَیْسَ عَلَیْهِمْ کَثِیْرُ سُلَاحٍ

(بخاری و مسلم' مشکوٰۃ جلد۳' کتاب الفتن' ح ۵۶۳۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے دریافت کیا اے ابوعمارہ! کیا آپ نے جنگ حنین سے فرار کیا تھا؟ جواب دیا خدا کی قسم نہیں رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے۔ لیکن آپ کے نوجوان اصحاب نکلے جن پر زیادہ ہتھیار نہیں تھے۔

عَنْ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ اَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا اَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهٗ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ وَاَخِفَّاؤُهُمْ حُسَّرًا لَيْسَ بِسِلَاحٍ فَاَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِىْ نَصْرٍ مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا هُنَالِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَآءِ وَابْنُ عَمِّهٖ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ يَقُوْدُ بِهٖ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّ اَصْحَابَهٗ

(بخاری دوم' جہاد والسیر' ح ۱۹۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک آدمی نے دریافت کیا' اے ابوعمارہ! کیا آپ نے جنگِ حنین سے فرار کیا تھا؟ جواب دیا' خدا کی قسم نہیں رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے' ہاں آپ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نوعمر اور بزرگ لوگ جن کے پاس ہتھیار نہ تھے۔ وہ ایسے تیرانداز لوگوں کے مقابلے پر آ گئے ہوازن اور بنی نصر نے انہیں جمع کر لیا تھا اور جن کا نشانہ خطا نہیں کھاتا تھا تو انہوں نے انہیں خطا نہ کھانے والے تیروں پر دھر لیا۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کی جانب دوڑ آئے اور آپ ﷺ اپنے سفید خچر پر جلوہ افروز تھے اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نیچے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی پھر فرمایا میں نبی ہوں اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں' میں عبدالمطلب جیسے سردار کا بیٹا ہوں پھر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی صف بندی فرمائی۔

حضور ﷺ کی آواز اور شجاعت کو دیکھ کر مسلمان واپس لوٹے اور انہوں نے بہادری کے ساتھ کفار سے جنگ کی تو حضور ﷺ کی برکت سے فتح عطا کی گئی اور اس روز آپ ﷺ سے زیادہ بہادر اور شجاع نہ دیکھا گیا۔

۴۔ سب سے بڑھ کر بہادری:

حضور ﷺ جنگ کے دوران سب سے زیادہ بہادر نظر آتے تھے۔ دشمن کے سخت حملہ آوروں سے مقابلے کرتے۔ دشمن کے بالکل قریب ہوتے تھے اور اس دوران اگر دشمن کا بڑا لشکر آتا تو اس پر خود بڑھ کر حملہ کرتے تھے۔ ان باتوں کا علم ذیل کی روایات میں آیا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بہادر، دلیر، سخی اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ راضی نہ دیکھا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ خوب گرم ہو جاتی اور اس کی شدت انتہا کو پہنچ جاتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ ڈھونڈتے تھے اور دشمنوں کے قریب حضور ﷺ سے زیادہ قریب کوئی نہ ہوتا تھا اور جنگ میں آپ ﷺ سخت ترین آدمی ہوتے تھے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب بھی کوئی بڑے سے بڑا لشکر آتا حضور ﷺ اس پر سب سے پہلے حملہ کرتے تھے (مدارج النبوہ جلد اول، ص ۷۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ایسے کمانڈر تھے جو نہ صرف جنگ کے دوران اپنی افواج کی کمانڈ فرماتے بلکہ سخت گھسان کی دست بدست جنگ میں دشمنوں کے طاقتور حملہ آوروں کا مقابلہ کر کے ان کے حملہ کو ناکام بنا دیتے اور جب اسلامی افواج میں یومِ اُحد اور حنین کے موقع پر کم ہمتی اور انتشار پھیلا، میدان جنگ خالی ہو گیا تو قریب تھا کہ مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ جاتا مگر اس دوران حضور ﷺ میدان جنگ میں ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے اور مسلمانوں کو میدان جنگ میں واپس لانے کیلئے دادِ شجاعت دیتے رہے تو ہار جیت میں تبدیل ہو گئی۔ بہرحال آپ ﷺ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی شدت اختیار کر جاتی اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں تو ہم رسول اللہ ﷺ کے بچاؤ کی فکر کرتے لیکن آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بھی دشمن کے قریب نہ ہوتا۔

بدر کے دن بے شک تم نے مجھ کو دیکھا ہے ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں تھے

اور آپ ﷺ ہم سے آگے دشمن کے قریب تھے اور اس دن سب سے بڑھ کر آپ ﷺ لڑائی میں تھے اور کہتے تھے کہ بہادر وہی گنا جاتا تھا جو دشمن کے قریب ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نزدیک ہوتا تھا کیونکہ آپ ﷺ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم، جلد۳، صفحہ۱۴۰۱، دلائل النبوہ للبیہقی جلد۳، صفحہ۲۵۸، جلد۵، صفحہ۱۳۵)

۵- جنگِ اُحد میں ایک طاقتور دشمن کا مقابلہ:

اور جب اُبی ابن خلف نے یوم اُحد حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ کہتا تھا کہاں ہیں محمد! اگر وہ بچ گئے تو میری خیر نہیں۔ بدر کے دن جب نبی کریم ﷺ آئے اور اس سے فدیہ لیا گیا تو اس نے کہا تھا میرے پاس ایک گھوڑا ہے اس کو روزانہ ایک رطل بھر چنے کا ٹوکرا کھلا کر پالوں گا تاکہ اس پر سوار ہو کر آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) شہید کر دوں۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا (او بدبخت!) انشاء اللہ عزوجل میں ہی تم کو قتل کروں گا۔

پس جنگ اُحد میں اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے گھوڑا بڑھا کر حضور ﷺ پر حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں نے اس کا راستہ روک لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا راستہ چھوڑ دو۔

اسی طرح حضور ﷺ نے حارث بن صمہ سے مبارزت فرمائی۔

تو آپ ﷺ نے اس کو اس طرح جھنجھوڑا کہ کفار ایسے بھاگے جس طرح اونٹ کی کمر سے مکھی بھنبھناتی اڑتی ہے جب اونٹ حرکت کرتا ہے پھر آپ ﷺ نے اس کا مقابلہ فرمایا اور اس کی گردن میں اس شدت سے نیزے کی انی ماری کہ وہ گھوڑے پر قلابازی کھاتا لڑکھڑاتا گرا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی ایک پسلی توڑ دی۔

جب قریش کی طرف واپس لوٹا تو وہ کہتا تھا مجھ کو محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا اور قریش کہتے تھے کچھ مضائقہ نہیں۔ اس پر اس نے کہا اگر وہ لوگ اس درد کا احساس

کرتے جو مجھ کو ہوا تو میں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ کیا یہ آپ ﷺ نے نہ کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتے تو یقیناً وہ مجھ کو قتل کر دیتے۔

غرضیکہ وہ مکہ کی طرف واپسی کے سفر میں ہلاک ہو گیا اوراق تاریخ حضور ﷺ کی شجاعت وبسالت کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

باب نمبر ۹

بشریت ونورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(ا) بشریتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور ﷺ فخر انسانیت ہیں۔ ملائکہ، جن وانس کے اولین وآخرین کے سردار ہیں۔ حضور ﷺ تمام مخلوق سے خلقاً، طبعًا اور اوصافِ جمیلہ کے لحاظ سے بلند تر ہیں۔ آپ انسانِ عظیم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانی خامیوں سے پاک تخلیق فرمایا اور تمام پسندیدہ خوبیوں کو کمال حد تک آپ ﷺ میں جمع فرما دیا۔ آپ ﷺ کے ظاہر کو دیکھ کر کوئی شخص آپ ﷺ سے کوئی بھی خامی نہ نکال سکا جبکہ آپ ﷺ کے قربِ الٰہی، وہبیّت اور ختم نبوت ورسالت جیسے عظیم اوصاف مبارکہ کو مکمل طور پر سمجھنا محال ہے۔ پس حضور ﷺ ایسے بشر ہیں کہ جن پر بشریت کو ناز ہے اور سید البشر ہیں۔

حضور ﷺ دنیا میں انسانی تخلیق کے مراحل طے کر کے تشریف لائے۔ حضور ﷺ کے والدین کو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام شیطانی وناپاک اعمال سے محفوظ رکھا گیا۔ حضور ﷺ کی تخلیق دنیا وعقبیٰ کی تمام چیزوں کی تخلیق سے بڑھ کر طیب وطاہر اور نظیف تر ہے۔ مثال کے طور پر پھول کی تخلیق کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسے اگنے کیلئے پاکیزہ زمین ملی، پاکیزہ پانی ملا، صاف ستھرا ماحول

ملا اس کے پتے بھی خوبصورت جب وہ شاخ پر بنا تو اس میں سے مہک آنے لگی، جب کھلا تو خوبصورت اور بھلا دکھائی دینے لگا اور اس میں سے خوشبو نکل کر ماحول کو معطر کرنے لگی۔ پھول کی ہر پتی جدا ہوگئی پھر بھی ہر ایک سے خوشبو آ رہی ہے اور جب خشک ہوا تو بھی مہک آتی رہی گویا پھول اپنی تخلیق کے ہر مرحلہ میں نظیف، خوشبودار اور خوبصورت ہے جبکہ خوشبو کی محفل میں رہنے والے خوشبو محسوس کرتے ہیں جس ہاتھ یا کپڑے کو لگے اس میں بھی خوشبو سرایت کر دیتا ہے۔ پھول اپنی تخلیق کی جگہ گلشن میں بھی خوب ہے اور جب توڑ کر کسی اور جگہ رکھا جائے تب بھی خوبصورت ہی لگتا ہے جبکہ دوسری مثال غلاظت کی ہے اور غلاظت میں پیدا ہونے والے کیڑے مکوڑوں کی ہے کہ جن کی تخلیق کا ماحول بھی نجس ہے۔ خوراک بھی نجس ہے اور ان سے ہر وقت تعفن اٹھتا رہتا ہے۔ وہ جس جگہ بھی پڑا ہوا اس سے تعفن اور بدبو اٹھے گی۔ جو ان کے پاس بیٹھے گا اسے بدبو آئے گی جو انہیں ہاتھ لگائے گا وہ تعفن اور بدبودار ہو جائے گا۔ اب اہل عقل ذرا غور کریں کہ جب دنیا میں دو چیزوں کی تخلیق، ماحول، جملہ اوصاف میں کوئی مماثلت نہیں تو پھر امام الانبیاء، حبیب خدا، سید الاوّلین و آخرین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تخلیق کے جملہ مراحل، عطائی و انسانی اور ذاتی اعمال و اوصافِ جمیلہ کے لحاظ سے بھی بے مثل و بے مثال ہیں۔

حضور ﷺ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے انسان ہیں اور آپ کے وصفِ آدمیت کا انکار جہالت ہے لیکن یہ شباہت صرف ظاہری و انسانی لحاظ سے ہے جبکہ مقام و مرتبہ، عطائے ربانی، اوصاف خلقیہ، ختم نبوت اور وحی و علوِ مرتبہ میں کوئی حضور ﷺ کی مثل ہوا ہے نہ ہوگا۔ حضور ﷺ انسان کامل ہیں کہ کوئی انسان آپ ﷺ کا ہم پلہ نہیں بلکہ ہم پلہ ہونا تو دور کی بات ہے کوئی فرد بھی حضور ﷺ کے بشری اور روحانی اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں شریک نہیں ہے خواہ وہ انسان ہو، جن ہو یا فرشتہ یا کوئی اور مخلوق، حضور ﷺ کے وصف بشریت کے متعلق یہی عقیدہ اہل ایمان نے شروع سے اپنایا اور آئندہ بھی اسی پر قائم رہیں گے گویا حضور ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ

رکھنا کہ ''حسین دیکھے جمیل دیکھے تجھ سا تجھی کو دیکھا'' ہی ایمان کا تحفظ وتقاضا ہے۔

۱- انبیاء (علیہم السلام) کی بشریت کے متعلق کفار کا عقیدہ:

کفار ومشرکین نے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کے وصف بشریت سے دھوکہ کھایا اور ان کی بشری حیثیت کو مختلف زاویوں سے پرکھا۔ وہ صرف ان کی مالی کمزوری' ظاہری مشابہت اور ان کی پیروی کرنے والوں میں دنیاوی لحاظ سے کم حیثیت کے لوگوں کو دیکھ کر فریب اور تکبر میں مبتلا ہو گئے اور سستی میں اللہ تعالیٰ کے پیغام اور انبیاء علیہم السلام کے مقام ومرتبہ کو سمجھنے کی کوشش نہ کی اور ان کی خواہشات نے انہیں انبیاء علیہم السلام کی مخالفت ومقابلہ پر لگا دیا۔ آپ خود اس آیت قرآنی کو پڑھ کر ان کے فریب نفسی سے واقف ہو سکتے ہیں۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ۝

(پ۱۲ھود: ۱۱/۲۷)

تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اے نوح! ہم آپ کو اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے ہیں اور ہمیں اس کے سوا نظر نہیں آتا جو لوگ ہم میں حقیر اور عمومی عقل رکھتے ہیں کہ وہ آپ کی پیروی کر رہے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر فضل حاصل ہو بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے ہم مثل بشر کہا اور آپ کے ماننے والوں کو حقیر وذلیل کہا اور آپ کے جملہ اوصافِ جمیلہ کا انکار کر دیا۔

ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کفار کا مجموعی رویہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور ان کی صفت بشریت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے سبب قبول حق سے محروم ہو گئے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ

ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ تمہیں آسمانوں اور زمین کے بنانے والے

لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

(پ ۱۳ ابراھیم ۱۰/۱۴)

پر شک ہے وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے۔ کافر بولے تم تو ہماری طرح کے بشر ہی ہو کیا تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد کرتے آئے ہیں۔ پس ہمارے پاس کوئی واضح معجزہ لاؤ۔

مشرکین مکہ بھی حضور ﷺ کی صفت بشریت کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ وہ انتہائی سرکشی کے ساتھ حضور ﷺ کے سامنے یہ بات کہتے تھے کہ کیا ہم میں سے نبوت ورسالت کے لئے تم ہی رہ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کے سرداروں میں سے کسی کو پیغمبر کیوں نہ بنایا اور پھر خفیہ طور پر حضور ﷺ کے بارے میں یہ سازش کرتے کہ یہ تو فقط تمہاری طرح کے ایک بشر ہیں۔

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○

(پ ۱۷ انبیاء: ۳/۲۱)

ان کے دل کھیل میں لگے ہوئے ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہوں نے خفیہ مشورہ کیا کہ یہ تمہارے جیسے آدمی ہیں۔ کیا تم جادو کے پیروکار بن گئے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو۔

قرآن کریم میں دو پیغمبروں کا قصہ بیان کیا گیا ہے جنہیں کسی بستی کی طرف پیغام حق سنانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جب انہوں نے اس قوم کو پیغام حق سنایا تو اس قوم نے ان کا محض اس لئے انکار کر دیا کہ وہ دو بشر تھے۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے وصفِ بشریت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور حق کا انکار کر دیا۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ

انہوں نے کہا تم ہماری مثل بشر ہی ہو اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں فرمایا ہے یہ

اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ○(یٰسین: ۳۶/۱۵) کہ تم تو صرف جھوٹی بات ہی کہتے ہو۔

اسی طرح قوم ثمود نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کا اس لئے انکار کر دیا کہ ہم تمہاری طرح کے بشر کی پیروی کر کے گمراہی اور عذاب میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ یہ بات قرآن کریم کے الفاظ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِالنُّذُرِ ○ فَقَالُوۡۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِىۡ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ○

(پ ۲۷ القمر: ۲۴،۲۳/ ۵۴)

قوم ثمود نے بھی ڈرانے والے نبیوں کو جھٹلایا۔ پس کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک بشر کی اطاعت کرنے لگیں پھر تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں آ جائیں گے۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کو ہر دور میں ان کی اقوام نے اپنی مثل بشر کہا۔ کفار نے ان کو عام آدمی ہی قرار دیا۔ انبیاء علیہم السلام کے دیگر جسمانی اور روحانی اوصاف کا بھی انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کفار کے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل بشر کہنے کے رویہ کو ناپسندیدہ الفاظ میں بیان کیا کیونکہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی بشریت کو بنیاد بنا کر ان کی نبوت و رسالت اور دیگر اوصاف کا انکار کیا۔ قرآن کریم کی یہ آیات بتا رہی ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو ہر لحاظ سے اپنی مثل بشر کہتے تھے لہٰذا قبول حق سے محروم کر دیئے گئے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یوں گستاخی و تذلیل کا ارتکاب کر کے ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہو گئے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے متعلق قرآنی عقیدہ:

ہر دور میں ہر نبی علیہ السلام کو کفار تعجب کی نگاہ سے دیکھتے اور وہ مطالبہ کرتے کہ کیوں نہ ہم پر کسی فرشتہ کو پیغامِ حق سنانے کے لئے بھیجا گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے تعجب کو دور کرنے کے لئے اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے کہلوایا کہ اے لوگو! تم تعجب کیوں کرتے ہو ہم تمہیں میں سے ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے آدمی ہیں مگر ہمیں نبوت و رسالت کے بلند رتبہ سے نوازا گیا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا ہم پر فضل ہے اور ہم جو

دلیل تمہید، پیش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہے جیسے کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

(پ ۱۳ ابراھیم: ۱۴/۱۱)

ان کے رسولوں نے کہا کہ ہم انسانیت کے اعتبار سے تمہاری مثل انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور ہمارے لئے روا نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئیں اور مومنوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے بشریت کا اقرار کروا دیا اور وضاحت کر دی گئی کہ انبیاء علیہم السلام ظاہری لحاظ سے تو انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے عظیم فضل کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں اور ظاہری اعتبار سے بشر کہہ کر کفار کی وحشت وہٹ دھرمی کو دور کر دیا گیا تا کہ کہیں وہ تعجب وحیرانگی کی بنا پر انبیاء علیہم السلام سے دور نہ ہو جائیں۔ اس لئے ان پر دلیل حق قائم کر دی گئی۔ اس کے باوجود کفار کی اکثریت کا انبیاء علیہم السلام کو محض بشر کی نگاہ سے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے پیغام کا انکار بہت بڑی ناانصافی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بے قدری تھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

(انعام: ۶/۹۱)

اور انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر پر کچھ نازل نہ کیا۔

یہی بات کفار نے حضور ﷺ کے متعلق کہی۔ انہوں نے حضور ﷺ کو بشر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی وحی کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اپنی بے قدری سے تعبیر فرمایا اور واضح فرمایا کہ میرے نبی محترم ﷺ کا انکار میرا انکار ہے۔

۳-قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی وضاحت:

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضور ﷺ ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے انسان تھے مگر آپ ﷺ انسانی کمالات کے لحاظ سے بھی ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے۔ آپ انسانی اوصاف کے لحاظ سے بھی سید البشر ہیں۔ جب لوگوں نے حضور ﷺ کے حکم سے درختوں کو چلتے دیکھا، کنکروں کو کلمہ پڑھتے سنا، چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا تو حیرانگی میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حیرانگی کو دور کرنے کے لئے فرمایا ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' اے نبی محترم ﷺ! فرما دیجئے کہ میں تمہاری مثل شکل وصورت کے لحاظ سے تو انسان ہوں مگر اس کے بعد فرمایا ''یُوْحٰٓی اِلَیَّ'' میری طرف وحی آتی ہے۔ ساتھ ہی فرق بیان فرما دیا مگر میں اللہ کا رسول ہوں جبکہ تم اس وصف سے بالکل خالی ہو۔ پس معلوم ہوا بشریت میں حضور ﷺ کی دوسروں کے ساتھ تمثیل انسان ہونے میں تھی جیسے کہ کھانے، پینے، نکاح فرمانے میں اس سے حقیقی برابری نہیں ہے۔ قرآن کریم میں یہ آیت موجود ہے۔

''لَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ'' اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔

جب دیکھنا ایک انسانی وصف ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ اندھا اور بینا برابر نہیں ہیں تو پھر نبی اور غیر نبی کیسے برابر ہو سکتے ہیں حالانکہ اندھا اور بینا دونوں انسان ہیں۔ ایک وصف بصیرت کی بناء پر بالکل برابر نہیں ہو سکتے جبکہ حضور ﷺ انسانی اوصاف میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تو وہ کیسے انسان ہونے میں دوسروں کے بالکل برابر ہو سکتے ہیں۔ پس معلوم ہوا ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' میں تمثیل انسان ہونے میں ہے اوصاف کے لحاظ سے قطعی طور پر برابری مراد نہیں ہے جیسے کہ اس آیت کریمہ کا نفس مضمون اس فرق کو خود بیان فرما رہا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ	اے نبی محترم! فرما دیں کہ میں ظاہری صورت میں تمہاری مثل ایک آدمی ہوں مجھ پر وحی آتی ہے تمہارا معبود ایک ہی

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۝

(پ ۱۶ الکھف: ۱۸/۱۱۰)

معبود ہے پس جو اپنے پروردگار کی ملاقات چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اس آیت کریمہ کے تحت بعض مفسرین کرام اس طرف بھی گئے ہیں کہ ''قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' کہنے کی غرض وغایت یہ بھی تھی کہ مسلمانوں میں کوئی عقیدت ومحبت میں آ کر حضور ﷺ مین اوصافِ الوہیت کو شامل نہ کر دے۔ پس یہ فرما کر شرک کا خاتمہ کر دیا گیا۔

ایک دوسری جگہ پر بھی اسی قسم کا ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۔

(پ ۲۴ حٰمٓ السجدہ ۴۱/۶)

آپ فرمایئے کہ میں بشری صورت میں تمہاری مثل ہوں مجھے وحی آئی کہ بیشک تمہارا معبود واحد ہے۔ پس اس کی طرف استقامت اختیار کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو اور مشرکین کے لئے خرابی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''میں فرشتہ نہیں ہوں اولاد آدم سے ہوں''

حسن بصری نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس قول سے آپ کو تواضع کی تعلیم دی ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ حم السجدۃ:۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

آپ یوں فرمائیں کہ میں اس پر قادر نہیں ہوں کہ میں تم کو جبر اور قہر سے ایمان کے ساتھ متصف کروں کیونکہ میں تمہاری مثل بشر ہوں اور میرے اور تمہارے درمیان یہ امتیاز ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے میری طرف وحی نازل فرمائی ہے اور تمہاری طرف وحی نازل نہیں کی پھر اگر تمہیں اللہ توحید پر ایمان لانے کی توفیق دے تو تم ایمان لے آؤ

اور اگر وہ تم کو اس توفیق سے محروم رکھے تو تم اس پر ایمان لانے کو رد کر دو۔

(تفسیر کبیر، ج۹ ص ۵۴۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

میں دیکھا بھی جاتا ہوں اور میری بات سنی بھی جاتی ہے اور میرے اور تمہارے درمیان بہ ظاہر کوئی جنسی غیریت بھی نہیں ہے تو تمہارا یہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے اور تمہارے درمیان کوئی روک ہو، بجائے میرے کوئی غیر جنس یا فرشتہ ہوتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئیں نہ ان کی بات سننے میں آئے، نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکیں، ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی روک ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہئے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے کہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔

فائدہ: سید عالم ﷺ کا بہ لحاظ ظاہر ''اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم'' فرمانا حکمت ہدایت وارشاد کے لئے بہ طریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈنا، ترک ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ حضور ﷺ سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے، یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔

(خزائن العرفان بر کنز الایمان ص ۷۵۹، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

۴- صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا حضور ﷺ کے مثل ہونے کی نفی کرنا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ''اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم'' کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لئے اگر کسی موقع پر حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا ''اَيُّكُمْ مِثْلِی'' تم میں سے کوئی میری مثل ہے تو سب دست بستہ ہو کر عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ

کی مثل نہیں ہیں۔ جب حضور ﷺ نے وصال کے کئی کئی دنوں کے لگاتار روزے رکھے جو کہ حضور ﷺ کا ہی خاصہ تھے۔ یہ روزے شوق کے تحت حضور ﷺ سے پوچھے بغیر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی رکھنے شروع کر دیئے۔ جب ان روزوں سے عاجز آ گئے تو پھر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے۔ اس بات کا روایت میں ذکر یوں ہے:

اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَاھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوْا فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ اَیُّکُمْ مِّثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِ فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ یَّنْتَھُوْا وَاصَلَ بِھِمْ یَوْمًا ثُمَّ یَوْمًا ثُمَّ رَاَوُا الْھِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُکُمْ کَالْمُنَکِّلِ لَھُمْ

(بخاری جلد سوم کتاب التمنّی ۲۱۰۵)

حضرت سعید بن میبّب کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ فرمایا کہ تم میں میرے جیسا کون ہے؟ مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جب لوگ باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے ایک روزے کے ساتھ دوسرا ملانا شروع کر دیا۔ پھر جب چاند دیکھا تو فرمایا کہ یہ کچھ ٹھہر کر نظر آتا تو میں زیادہ روزے رکھتا۔ گویا یہ ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہ بات انہیں سمجھا دی کہ جو عبادت اور کئی کئی دنوں کے روزوں کے لئے طاقت وتوفیق مجھے عطا کی گئی ہے وہ تمہیں حاصل نہیں ہے اس لئے کہ تم میری مثل نہیں ہو اور تم پر میری اطاعت واجب ہے

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب سرکار نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم میں سے کون میری مثل ہے تو انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ! ہم ہرگز آپ ﷺ کی مثل نہیں ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ قربِ خداوندی کے اعلیٰ مقام پر

فائز تھے۔

اسی طرح کا واقعہ ایک دوسری روایت میں یوں بیان ہوا ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے ایک مسئلہ پوچھا اور میں دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھی۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا ایک جنبی آدمی روزہ رکھ سکتا ہے؟ تو کملی والے نے فرمایا کہ ایسی حالت میں میں بھی روزہ رکھتا ہوں تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''لَسْتَ مِثْلَنَا یَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہماری مثل نہیں ہیں۔

(مسلم جلد اول، ص۳۳۴، بحوالہ مقامات نبوت، ص ۸۵)

حضرت علامہ صاحبزادہ فیض الحسن صاب رقمطراز ہیں۔

یہ ہے ان اہل ایمان کا عقیدہ جن کے دلوں میں عشق مصطفیٰ، پیشانیوں پر سجدوں کے نشان اور بازوؤں میں قوت حیدری نمایاں تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شمع رسالت کے ان پروانوں اور محبوب خدا ﷺ کے ان دیوانوں نے ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' کی آیت نہیں پڑھی تھی؟ اور کیا وہ اس آیت کے معانی ومطالب نہیں سمجھتے تھے؟ کیوں نہیں وہ اس آیت کو ہر روز تلاوت بھی کرتے تھے اور وہ اس آیت کے معانی ومطالب کو بھی سمجھتے تھے مگر اس کے باوجود بھی ان کا عقیدہ یہی تھا کہ اس عالم مخلوقات میں نبی کریم ﷺ کی کوئی مثل نہیں (مقامات نبوت، ص ۵۸)

حضرت علامہ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے لوگوں کے ہجوم میں پڑھا تھا۔

فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْرِ
وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

پس ہم اسی نور اور اسی ضیا کی رشد وہدایت کے راستوں کو طے کر رہے ہیں۔

قارئین کرام! یاد رہے کہ ایک مرد مومن یعنی امام الانبیاء ﷺ کے حقیقی چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آقائے دو عالم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر جو عقیدہ بیان فرمایا وہ آج سے پندرہ سو سال پہلے کا ہے جبکہ نہ کوئی دیوبندی تھا اور نہ ہی کوئی بریلوی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس ایمان افروز اور باطل سوز عقیدہ کی روشنی میں اب میں رسول اکرم ﷺ کو اپنی مثل محض ایک بشر جاننے والوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ '' والی آیت نہ تھی؟ اور کیا وہ رئیس المفسرین آیت کے معانی ومطالب نہیں سمجھتے تھے؟ اگر وہ نہیں جانتے تھے تو دلائل سے ثابت کریں اور اگر وہ سب کچھ جانتے تھے سمجھتے اور مانتے تھے اور یقیناً ایسا تھا پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیوں نہ امام الانبیاء ﷺ کو اللہ کا نور، بے مثل اور بے نظیر انسان تسلیم کر کے اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کو راضی کر لیا جائے (مقامات نبوت)

۵-علماء وصوفیاء کرام کے اقوال:

اکابر علماء کرام، مفسرین کرام اور اجل صوفیاء عظام نے حضور ﷺ کی بے مثل صفت بشریت پر بڑے مفید اقوال وتشریحات بیان کی ہیں ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

حضرت عارف قطب سید ابو العباس تجانی فاسی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بشریت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ النُّبُوَّةُ مِنْ حِيْنَ خُرُوْجِهٖ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ لَمْ يَزَلْ مِنْ اَكَابِرُ الْعَارِفِيْنَ وَلَمْ يَطْرَأْ عَلَيْهِ حِجَابُ الْبَشَرِيَّةُ الْحَائِلِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَطَالَعَةِ الْحَضْرَةُ الْاِلٰهِيَّةُ الْقُدُسِيَّةِ ۔

حضور ﷺ قبل از نبوت والدہ ماجدہ کے بطن مقدس سے ظاہر ہونے کے وقت سے اکابرین عارفین سے تھے اور آپ پر حجاب بشریت کا طاری ہونا حضرتِ الوہیت کے مطالعہ سے مانع نہیں ہوا۔

(جواہر البحار جلد ۳، صفحہ ۵۲)

عارف نبہانی اور حضرت شیخ علی ودہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ نُوْرٌ مَحْضٌ وَّلَيْسَ لِلنُّوْرِ ظِلٌّ وَّفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ اِنِّي الْوُجُوْدُ الْكُوْنِيُّ الظِّلِّيُّ وَهُوَ نُوْرٌ مُتَجَسِّدٌ فِيْ صُوْرَةَ الْبَشَرِ قِيْلَ كَذٰلِكَ الْمُلْكُ اِذَا تَجَسَّدَ بِصُوْرَةِ الْاِنْسَانِ لَا يَكُوْنَ لَهٗ ظِلٌّ ۔

حضور ﷺ نور محض ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا (اسی لئے حضور ﷺ کا سایہ نہیں تھا) اور اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضور ﷺ نے وجود کونی ظلی کو فنا کر دیا اور حضور ﷺ صورۃ بشر ہیں متجسد نور ہیں کہا گیا ہے کہ اسی طرح فرشتہ جب انسانی صورت میں متجسد ہوتا ہے اس کا بھی سایہ نہیں ہوتا۔

حضرت امام قرطبی تحریر فرماتے ہیں۔

''لَمْ يَظْهَرْ لَنَا مَقَامُ حُسْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَلَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَاء رُؤْيَتَهٗ''

کہ سید المرسلین ﷺ کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں ہوا کیونکہ اگر آپ کا تمام حسن و جمال ظاہر ہو جاتا تو کوئی آنکھ ذات مصطفیٰ ﷺ کو نہ دیکھ سکتی (المواہب اللدنیہ، ص ۱۹۴ طبع بیروت)

حضور ﷺ کے وصف بشریت پر آپ کے روح مبارکہ کی نورانیت کا غلبہ رہا اس لئے ناقدین کو ظاہر نظر آیا اور وہ باطنی کمالات سے بے بہرہ رہے کیونکہ حضور ﷺ کے حسن مبارک پر کئی پردے تھے جیسے کہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اَكْثَرُ النَّاسِ عَرَفُوْا اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَمَا عَرَفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ حِجَابُ الْبَشَرِيَّةُ غِطِيَ اَبْصَارُهُمْ ۔

اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور رسول اللہ ﷺ کو نہ پہچانا۔ اس لئے کہ بشریت کے پردہ نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا (شرح شمائل للعلامۃ علی قاری، صفحہ ۹)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم سے بھی واقف تھے۔ وہ

اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم سے حضور ﷺ نے فرمایا۔

جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسِ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْا یُوْسُفَ ۔

(درّالثمین، صفحہ ۷)

میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ رب تعالیٰ کی غیرت کی وجہ سے اگر ظاہر ہوتو لوگ اس سے زیادہ کچھ کریں گے جو کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کے وقت کیا تھا۔

(ب) نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کی روحِ مبارک کا نور مبارک آپ ﷺ کے جسد بشریت پر غالب رہا۔ کئی مواقع پر حضور کی نورانیت کو واضح طور پر دیکھا گیا جیسے کہ ایک مرتبہ اندھیرے میں مسکراہٹ فرمائی تو منہ مبارک سے نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گری ہوئی سوئی کو دیکھ کر پکڑ لیا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت ایک چھڑی کو لعابِ دہن لگایا تو اس سے روشنی خارج ہونا شروع ہو گئی۔ اس روشنی میں دو صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے اندھیرے میں راستہ تلاش کیا۔

حضور ﷺ صفت نورایت میں ملائکہ سے بھی فوقیت رکھتے ہیں اسی وصف نورانیت کی بناء پر لامکان پر جا کر پروردگار عالم سے ہمکلام ہوئے اور پروردگار عالم کی زیارت فرمائی اور عبدیت کے بلند تر مقام پر فائز ہوئے۔ آپ ﷺ وصلِ الٰہی اور قربِ الٰہی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی روحِ انور کے نورِ مبارکہ کو تمام اشیاء سے قبل تخلیق فرمایا اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نورِ ذات سے اس پر تجلی ڈال کر مزید متجلی فرما دیا۔ اس لئے آپ ﷺ تخلیق کے بعد دنیا میں تشریف لانے سے قبل اللہ تعالیٰ کی تعریف، وتوصیف فرماتے رہے۔ آسمانوں میں آپ ﷺ کا اسم مبارک احمد تھا اور جب دنیا میں بھیجا گیا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بے پناہ محبت کے ساتھ بندگی فرمائی۔ آپ ﷺ کو اس قدر لطافت حاصل ہوگئی جس کا کوئی عقل کماحقہ عرفان نہیں پا سکتی۔ ہاں حضور ﷺ کی امت کے اولیاء و اتقیاء پر

اپنے اپنے روحانی کمال کی مطابق یہ عرفان کھلا تو وہ حیران و بے بس ہو گئے۔

حضور ﷺ وہ باکمال نور ہیں کہ آپ ﷺ کے نور کو روشن کرنے والا پروردگار عالم ہے اس لئے کوئی حضور ﷺ کے ظاہری و باطنی نور کو مانند نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی نورانیت کو سراجاً منیراً یعنی روشن چراغ کہہ کر بیان فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کی نورانیت کے بیان میں سورج و چاند دونوں کے اوصاف نورانیت کو اکٹھا فرما دیا یعنی آپ ﷺ ایسے چراغ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روشنی سے ضیاپاشیاں کر رہے ہیں۔

علم نور ہے اور وہ علم جس نے بندے کو اس کے پروردگار کی روشنی دکھائی اربوں کی تعداد میں انسانوں نے جس نور علم کے ساتھ اپنے پروردگار کے اوصافِ جلیلہ سے آگہی حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا علم حضور ﷺ کے ذریعے پھیلایا۔ قرآن کریم بھی نور ہے اور قرآن کریم کو سینہ مصطفیٰ ﷺ پر اتارا گیا اور زبان مصطفیٰ ﷺ سے اس کی چارسو عالم میں اشاعت فرمائی گئی اور خود حضور ﷺ کا اسوۂ مبارک قرآن کی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کے ہر عمل کا باطنی پہلو نور ہے اور جو بھی مسلمان کامل اعتقاد سے ان تعلیمات پر عمل کرتا ہے اسے بھی اپنے عمل کے لحاظ سے ہدایت حاصل ہو جاتی ہے تو خود حضور ﷺ کی نورانیت کا کیا عالم ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کی بندگی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی مجموعی طور پر زیادہ اپنا نورِ بندگی حضور ﷺ اور آپ کی امت کے ذریعے پھیلایا۔ عبادت سے نور کی تجلیاں بندے کی روح پر پڑتی ہیں تو اس سے کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور بندے کو اپنی عبادت کے مطابق لطافت روحی حاصل ہو جاتی ہے۔ اسے ایمان کامل نصیب ہوتا ہے پھر عبادت بھی اصل میں فیضانِ مصطفیٰ کریم ﷺ ہے اس کی کثرت سے بندے کو فرش پر ہوتے ہوئے مکینِ عرش، ایمان کی روشنی میں نظر آنے لگتا ہے اور اس کی روح کو مشاہدۂ حق کا دائمی مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ مقبول عبادت تاقیامت وہی ہے جس کا طریقہ حضور ﷺ نے بتایا ہے اس لحاظ سے دنیا میں کروڑوں اہل

ایمان کی عبادت کا ثواب حضور ﷺ کو پہنچ رہا ہے تو حضور ﷺ کی اس لحاظ سے نورانیت کا کیا عالم ہو گا اور جو عبادات خود نبی کریم ﷺ نے انتہائی اخلاص کے ساتھ فرمائی ہیں ان کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ کے انوار کی بارش آپ ﷺ پر ہوئی اور جو اس سے نورانیت ولطافت حضور ﷺ کو حاصل ہوئی ہم اس کا اندازہ کرنے سے عاجز ہیں۔ اس وصف کے لحاظ سے حضور ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے حضور بندگی واطاعت تمام ملائکہ وانبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر ہے۔ اس لحاظ سے حضور ﷺ کی نورانیت بے مثل ہے۔

۱- فرمایا تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے وصف نورانیت کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے نوعِ انسانیت! بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور یعنی حضور ﷺ اور روشن کتاب قرآن کریم آ گئے ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر وشرح کے لئے حضور ﷺ تشریف لائے۔ اب قرآن کریم' اسے سمجھ آئے گا جو نور مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں اسے پڑھے گا تو اسے صراطِ مستقیم نظر آئے گا اور جو نورِ مصطفیٰ ﷺ سے دور ہو گا تو قرآن پاک اسے کما حقہ سمجھ نہ آئے گا' وہ آیت کریمہ جس میں واضح طور پر حضور ﷺ کو نور فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۔ (پارہ ۶' المائدہ: ۵/۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضور ﷺ) اور روشن کتاب آئے۔

اس آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ تمام مستند تفاسیر میں نور سے مراد ذاتِ رسول ﷺ کو لیا گیا ہے اس آیت کے تحت تفسیر حقانی' تفسیر خازن ومدارک' تفسیر کبیر' تفسیر بیضاوی' تفسیر جلالین' تفسیر روح البیان' تفسیر مظہری' تفسیر روح المعانی' تفسیر فتح القدیر وغیرہم نے وضاحت کی ہے "هُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ لِنَبِيِّ الْمُخْتَارِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ" کہ وہ نور نبی کریم ﷺ ہیں اس کے علاوہ جواہر البحار' نسیم الریاض' زرقانی' علی المواہب میں اس آیت کے تحت نور سے مراد حضور ﷺ لئے

گئے ہیں۔ صوفیاء کرام نے بھی یہی مراد لیا ہے چنانچہ خواجہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے اپنی کتاب صحائف السلوک میں یہی وضاحت کی ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت علامہ فاسی فرماتے ہیں:

وَنُوْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِسِّيِّ وَالْمَعْنَوِيِّ ظَاهِرٌ وَّاضِحٌ لَّامِعٌ لِّلْاَبْصَارِ وَالْبَصَائِرِ لَائِحٌ وَّقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نُوْرًا فَقَالَ سُبْحَانَهٗ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۔

حضور ﷺ کا نور حسی اور معنوی لحاظ سے ظاہر ہے واضح ہے۔ آنکھوں اور عقلوں کے لئے چمکنے والا ہے۔ ظاہر ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور رکھا چنانچہ فرمایا ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ'' (مطالع المسرات صفحہ ۲۲۰)

صاحب تفسیر صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وَسَمّٰى نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَيَهْدِيْهَا لِلرَّشَادِ وَلِاَنَّهٗ اَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَّمَعْنَوِيٍّ ۔

(تفسیر صاوی)

اور حضور ﷺ کا اسم مبارک اس آیت کریمہ میں نور رکھا گیا ہے کہ آپ بصیرت کو جلا دیتے اور ہدایت کے لئے رہنمائی دیتے ہیں پس آپ ﷺ نور حسی ومعنوی کی اصل ہیں۔

۲- علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

وَاَيُّ مَانِعٍ مِّنْ اَنْ يَّجْعَلَ النَّعْتَانِ لِلرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ نُوْرٌ عَظِيْمٌ لِكَمَالِ ظُهُوْرِهٖ بَيْنَ الْاَنْوَارِ وَكِتَابٌ مُّبِيْنٌ حَيْثُ اَنَّهٗ جَامِعٌ لِّجَمِيْعِ الْاَسْرَارِ وَمَظْهَرَ لِّلْاَحْكَامِ وَالْاَحْوَالِ وَالْاَخْبَارِ ۔

(شرح شفا علی ہامش نسیم جلد ا صفحہ ۱۱۴)

اس بات میں کون سی ممانعت ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں خوبیاں حضور ﷺ کے لئے ہوں بلاشبہ حضور ﷺ نور عظیم ہیں اس لحاظ سے کہ آپ ﷺ سے کمال انوار ظاہر ہوئے اور حضور ﷺ اس لحاظ سے کتاب مبین ہیں کہ آپ ﷺ تمام اسرار کے جامع ہیں اور احکام واحوال اور اخبار

کے ظاہر کرنے والے ہیں۔

۳- صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدینؒ مراد آبادی کی وضاحت:

اولیت یا تو اس اعتبار سے ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا اسلام ان کی امت پر مقدم ہوتا ہے یا اس اعتبار سے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول مخلوقات ہیں تو ضرور اول المسلمین ہوئے۔

(تفسیر خزائن العرفان' صفحہ ۲۴۲)

اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ مِّنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ ۔ قرآن ہر وجہ سے حجت ہے۔

۴- امام فخر الدین راضی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

امام راضی فرماتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے کہ نور اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے (تفسیر کبیر) یعنی امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے تمام قدیم مفسرین نے سند کے طور پر حوالے درج کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں نور اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد لینا صریح قول نہیں ہے بلکہ ضعیف قول ہے اور نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سورج کے سامنے وقت دو پہر بھی کھڑے ہوتے تو آپ کی روشنی' سورج کی روشنی پر غالب آ جاتی تھی اور سورج کی روشنی ماند پڑ جاتی تھی اور رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی چراغ کی روشنی پر بھی غالب آ جاتی تھی اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے اور اس کا ثبوت امام بخاری کے استاد الاستاد حضرت امام عبدالرزاق کی کتاب المصنف میں مذکورہ حدیث سے ملتا ہے۔

عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام عبدارزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَّلَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَ السِّرَاجِ .

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف از امام عبدالرزاق طبع بیروت ولاہور، ص ۵۶، المصنف عبدالرزاق، ص ۱۰، طبع مکتبہ قادریہ لاہور)

نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ ﷺ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب ہوتی تھی اور آپ کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب ہوتی تھی۔

حضور ﷺ کی نورانیت پر یہ مشہور حدیث گزشتہ تمام سیرت نگار المصنف کے حوالے سے درج کرتے ہیں اور حال ہی میں المصنف کا پرانا نسخہ دریافت ہوا ہے جسے بیروت سے طبع کیا گیا ہے اسی کے حوالے سے یہ حدیث درج کی گئی ہے۔

بقول خواجہ محمد شاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

جب نہ ہو روئے زمین پر سایہ جسم نبی ﷺ
کیا لکھیں تمثیل سایہ میں ہے اس عنوان کا

۵۔حضور ﷺ سراجاً منیراً ہیں:

سراج سورج کو کہتے ہیں جس کی روشنی دن کے وقت نظر آتی ہے اور منیر چاند کو کہتے ہیں اس کی روشنی رات کے اندھیرے کو دور کرتی ہے جب کہ چاند سورج کی روشنی سے روشن ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر فرمایا تو صرف سراجاً نہ فرمایا اور نہ صرف منیراً فرمایا بلکہ فرمایا سراجاً منیراً روشن چراغ جو اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ روشنی سے روشن ہو۔ فرمایا:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا .

(پارہ ۲۲ الاحزاب: رکوع ۶)

اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اور اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا

دینے والا آفتاب۔

اس آیت کریمہ میں سراج اور منیر حضور ﷺ کو فرمایا گیا ہے۔ سراج بھی نور ہے اور منیر بھی نور ہے اور ان دونوں کے مجموعی اوصافِ نورانی سے حضور ﷺ کے وصف نورانیت کا بیان ہوا ہے پھر اس آیت کریمہ میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ سراجاً منیراً سے حضور ﷺ مراد نہیں ہیں کیونکہ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا نور مبارک ہر وقت ضوفشانی کر رہا ہے اسی بات کو اس شعر میں خوب بیان کیا گیا ہے۔

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

۶۔حضور ﷺ کی نورانیت کا تحفظ:

حضور ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ ہدایت کو پھیلایا۔ کفار نے لاکھ کوششیں کیں کہ جانِ مصطفیٰ ﷺ کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (ﷺ) کی حفاظت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (پارہ ۱۰ توبہ آیت نمبر ۵)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔ اگرچہ کفار کو برا لگے۔

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر درمنثور، نسیم الریاض، مطالع المسرات، زرقانی، علی المواہب وغیرہ کتب میں نور سے مراد حضور ﷺ کو لیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعاتِ کبیر کے آخر میں فرمایا۔ قرآن کریم میں ہر جگہ نور سے مراد حضور ﷺ ہیں (بحوالہ نور العرفان لمفتی احمد یار خان، صفحہ ۸۳۰۶ و صفحہ ۶۸۸۲)

۷۔ والنجم سے مراد حضور ﷺ ہیں:

تفسیر خازن، تفسیر صاوی، تفسیر خزائن العرفان وغیرہ میں النجم سے مراد حضور

ﷺ کو لیا گیا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۔(ترجمہ اعلیٰ حضرت پ ۲۷ النجم آیت نمبر۱) اس پیارے چمکتے تارے محمد (ﷺ) کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

وَقَالَ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ فِیْ تَفْسِیْرِ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی اِنَّهٗ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ...... (هَوٰی) اِنْشَرَحَ مِنَ الْاَنْوَارِ وَقَالَ اِنْقَطَعَ عَنْ غَیْرِاللّٰهِ ۔ (شفا شریف، مظہری، روح البیان) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے والنجم کی تفسیر کے تحت فرمایا کہ نجم سے حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں اور ہویٰ سے مراد ہے کہ آپ کشادہ سینہ والے ہیں اور اللہ کے سوا ہر چیز سے منقطع جدا ہیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۔(پارہ ۳۰: الضحیٰ: ۱) سورج اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شمس سے مراد حضور ﷺ لیا ہے اور ضحیٰ سے مراد نور نبوت اور قمر سے مرشد کامل مراد لیا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ:

والشمس یعنی قسم می خورم بآفتاب که مثال دلِ پیغمبر زمان است وضحها یعنی و قسم می خورم بشعاع آں که مثال اشراق نور نبوت است برگل مخلوقات والقمر یعنی وقسم می خورم ماهتاب که مثال مرشد صاحب طریقه است وخلیفهٔ پیغمبر است درحالت غیبت پیغمبر یا بعد مکانی اواذا تلها یعنی چوں پیروی آفتاب کند وایں شرط برائے آں آورده که حرمت مرشد مشروط ات باتباع نور نبوت وبه سبب کمال اتباع اور منصب خلافت نصیب شده

(تفسیر عزیزی، پارہ ۳۰، صفحہ ۱۸۸)

حضور ﷺ کے منہ مبارک سے نکلنے والے نور کو دیکھا اور محسوس بھی کیا گیا ہے

جیسے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ظاہر ہے۔

وَاَخْرَجَ ابْنِ عَسَاكِرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَخِيْطُ فِي السَّحَرَ فَسَقَطَتْ مِنِّيَ الْاَبْرَةَ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرُ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ يَا حُمَيْرَا الْوَيْلَ ثُمَّ الْوَيْلَ ثَلَاثًا لِمَنْ حُرِّمَ النَّظْرُ اِلٰى وَجْهِيْ ۔(خصائص کبریٰ شریف' جلد ا' صفحہ ۶۳' ۶۳ للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ' شواہد النبوۃ للعارف الجامی صفحہ ۱۳۵' شمائل الاتقیاء صفحہ ۴۴۲)

ابن عساکر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں میں کپڑے سی رہی تھی تو مجھ سے سوئی گر گئی۔ میں نے اسے ڈھونڈا مگر مجھے نظر نہ آئی پھر حضور ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا تو آپ کے چہرۂ مبارک کے نور سے سوئی نظر آ گئی تو میں نے اس کے متعلق حضور ﷺ سے عرض کیا فرمایا اس کے لئے ہلاکت' ہلاکت جس نے نظر کو میرے چہرے سے محروم و دور رکھا۔

وصفِ ملکوتی سے اللہ تعالیٰ کی خلت:

حضور ﷺ کو اپنے وصف نورانی کے ساتھ اپنے پروردگار سے وہ خصوصی خلت و دوستی و قرب حاصل ہوا جو آپ ﷺ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہ ہوا حتیٰ کہ اس خصوصی قرب کی ساعت میں کوئی مقرب نبی یا فرشتہ بھی آپ ﷺ کے مثل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مقام نہیں رکھتا جیسے کہ فرمایا "لِيْ وَقْتٌ عِنْدَ رَبِّيْ لَا يَسْعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَنَبِيٌّ مُرْسِلاً" یعنی میرا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک ایسا قرب والا وقت ہوتا ہے کہ اس میں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی و مرسل بھی نہیں آتا" اسی مقام پر حضور ﷺ ذاتِ حق تعالیٰ کے سوا ہر خلیل سے مبرا ہیں۔ جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث سے دلائل اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلاً لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرِ خَلِيْلاً وَّلٰكِنْ اَخُوَّةُ الْاِسْلَامِ"

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل اور قلبی دوست بناتا تو ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو بناتا لیکن امت کے ساتھ بالعموم اور حضرت صدیق کے ساتھ بالخصوص اخوت اسلامی اور محبت ایمانی والا تعلق ہے ''وَلٰکِنْ صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ'' لیکن تمہارا نبی اور رسول صرف اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے اور اس کے دل میں اس کا بسیرا ہے اور غیر کے لئے گنجائش ہی نہیں (شفا شریف)

اوصاف ملکی سے دائمی ذکر وعبادت فرمانا:

حضور ﷺ اپنے وصف روحانی وملکوتی کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں رہے اسی لئے فرمایا کہ ''قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ یَعْنِیْ فِیْمَا یَدُلُّ عَلٰی اِنَّ بَاطِنُہٗ مَلَکِیٌّ وَّظَاھِرُہٗ بَشَرِیٌّ''

اس دعویٰ پر کہ آنحضرت ﷺ کا ظاہر بشری ہے اور باطن ملکی ہے۔ آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ (شفاء شریف)

انبیاء کرام (علیہم السلام) کی نورانیت کی ضرورت واہمیت:

انبیاء علیہم السلام کے لئے صفت نورانی وملکی کا ہونا عالم بالا سے خبریں پانے کے لئے ضروری ہے۔ اگر یہ وصف ان میں موجود نہ ہو تو ان کے لئے فرائض رسالت کو پہنچانا مشکل ہو جائے۔

فاضل لاہوری علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ بیضاوی میں اور علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں مستخلف علیہ یعنی انسانوں کے قبول فیض اور اخذ امور واحکام سے قاصر ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''لما انه فی غاية الكدورة والظلمة الجسمانية وذاته تعالیٰ فی غاية التقدس والمناسبة شرط لقبول الفيض علی ماجرت به العادة الالٰهية فلا بدمن متوسط ذی جهتی التجرد والتعلق يستفيض من جهة ويفيض باخری ۔ حاشيه بيضاوی ص ۵۸۸

و روح المعانی جلد اول، ص ۲۰۲"

(کیونکہ مستخلف علیہم یعنی عوام میں کدورت اور ظلمت جسمانیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اعلیٰ تقدس اور نزاہت میں ہے اور قبولیت فیض کے لئے فائدہ پانے والے اور فائدہ دینے والے میں مناسبت کا پایا جانا قانون قدرت اور اس کی عادت جاریہ کے مطابق ضروری ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایسے واسطہ کا پایا جانا ازبس لازمی اور ضروری ہے جو مجرد اور نورانی ولطیف بھی ہو اور اس میں مادیّت وبشریت بھی ہو تاکہ نورانیت اور تجرد کے ذریعے ملائکہ اور اللہ تعالیٰ سے استفاضہ کر سکے اور جسمانیت وبشریت کے ذریعے مخلوق خدا کو فیض پہنچا سکے بالخصوص انسانوں کو۔

اسی طرح علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی نے حاشیہ بیضاوی میں قصور عباد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"بل هو مبنی علی قصور المستخلف علیه عن قبول فیضه تعالیٰ بالذات بلاواسطه من خلاف جنسه وقوله لم یستبنئی ملکاً ای لم یجعل الله ملکاً رسولاً فان البشر لایقدر علی الاستفاضة من الملك كما قال تعالیٰ...... الخ ص ۲۴۱"

یعنی سلسلہ خلافت کا اجراء اللہ تعالیٰ کی ذاتی ضرورت اور ضرورت ومحتاجی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا دار ومدار اس پر ہے کہ مستخلف علیہم یعنے لوگ اپنی جنس کے ماسوا سے بالذات اور بلاواسطہ فیض حاصل کرنے سے قاصر ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا کیونکہ بشر ملائکہ سے استفادہ کی قدرت نہیں رکھتے۔ (بحوالہ تنویر الابصار بنور النبی المختار، ص ۱۶۳)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان مبارک میں بشری تقاضوں کے ساتھ روحانی وملکوتی اوصاف کو شامل کر دیا گیا تاکہ وہ اپنے ملکوتی اوصاف سے ملائکہ سے ہم کلام ہوسکیں۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے وحی وپیغامات الٰہی وصول کرسکیں تو

دوسری طرف اپنی بشری طاقت سے عوام الناس کو اللہ تعالیٰ کے احکامات ونواہی پہنچا سکیں۔ پھران میں یہ صلاحیت بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے باطنی وروحانی اوصاف سے اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی واسطہ کے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ احکامات ونواہی اور دین کے مسائل کی تشریحات کواخذ کرتے ہیں اوران سے امت کومستفیض کرتے ہیں۔ اگران میں یہ وصف موجود نہ ہوتو وظائف نبوت کو انجام دینا ناممکن ہو جائے۔ پس جب تک انہیں نورانیت کے اعتبار سے تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک ان کی نبوت ورسالت کا مکمل تصور نہیں کیا جا سکتا۔

حضور ﷺ کے اوصاف ملکوتی کی وضاحت:

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے اوصافِ ملکوتی سے عام لوگوں کوروشناس کروانے کیلئے ارشادفرمایا:

خلاصہ ترجمہ اور مفہوم یہ ہے کہ محمد کریم اور جملہ انبیاء علیہم السلام بشروں سے ہیں اوران کے لئے رسول بھی ہیں کیونکہ اگر وہ بشر نہ ہوتے تو بشر وانسان ان کے سامنے ٹھہر ہی نہ سکتے اور قبول فیض اور کلام سے عاجز وقاصر ہوتے جس طرح قول باری تعالیٰ ''لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلاً'' سے ظاہر ہے یعنی فرشتہ کورسول بنا کر بھیجتے تو صورتِ بشر میں بھیجتے کیونکہ فرشتہ کی تاب لانا اس کے سامنے ٹھہرنا اور دیدار وکلام کرنا ان کے لئے ممکن ہی نہیں جبکہ وہ ملکی صورت میں ہواوراس طرح ارشاد باری ہے: ''قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلَائِكَةٌ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ میں یہ ممکن ہی نہیں کہ ملائکہ کورسول بنا کر بھیجے مگر انہی کی طرف جو ان کی جنس سے ہو یا ان کی طرح عنداللہ مخصوص ہوں اور قوت وتوانائی کے مالک مثل انبیاء ورسل علیہم السلام کے لہٰذا انبیاء ورسل علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں اور ان کے ظواہر اور اجساد واجسام اور بنیاد جسمانی اوصاف بشر کے ساتھ متصف ہیں اور ان کی ارواح اور بواطن اوصاف بشر سے اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف ہیں اور صفات میں ملائکہ کے مشابہ ہیں اور ملاء اعلیٰ کے ساتھ تعلق تغیر وآفات سے سالم ومحفوظ ہیں۔ صفت بشریت وانسانیت ان کو لاحق نہیں ہوتی کیونکہ اگر

ان کے بواطن خالص بشری ہوتے ظاہر کے مثل کے تو ملائکہ کو دیکھنا ان سے میل ملاقات اور استفاضہ ان کے لئے ممکن نہ ہوتا اور نہ ان سے میل جول اور دوستی وخلت مثل عوام بشر کے لیے ممکن ہوتی اور اگر بشری حالت کے خلاف اجسام واجساد اور ظواہر بھی ملکی حالت پر ہوتے تو امم ان سے میل جول کی طاقت نہ رکھتیں اور ان کی تاب دیدار نہ رکھتیں لہٰذا ان کو اجسام وظواہر کے لحاظ سے بشروں کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اور ارواح وبواطن کے لحاظ سے ملائکہ کے ساتھ (شفا شریف جلد ثانی، ص ۷۹، ۸۰)

نورانی وبشری اوصاف کا حسین امتزاج:

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اوصاف ملکی کے ساتھ جبرائیل امین علیہ السلام سے احکامات کو اخذ کیا اور پھر بشری اوصاف کے ساتھ عوام الناس تک اس کا ابلاغ فرمایا۔ پس حضور ﷺ کا جسد انور بشری ونورانی اوصاف کا پیکر ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں امام اصفہانی کے حوالہ سے تنزیل کی دو صورتیں ذکر کی ہیں۔

"احدهما ان النبی صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انخلع من صورة البشرية الی صورة الملكية واخذه من جبرائيل عليه السلام والثانی ان الملك انخلع الی البشرية حتی ياخذه الرسول منه والاول اصعف الحالين انتهی . ص ۴۳"

پہلی صورت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ صورت بشریہ کی خلعت اور لباس سے الگ ہو کر صورت ملکی کو ظاہر فرمائیں اور نورانیت وملکیت والے وصف کی وجہ سے وحی کو جبرائیل امین سے اخذ کریں اور دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ ملکی حالت سے بشری حالت کی طرف لوٹے اور انتقال پذیر ہو تا کہ بشریت میں تناسب کے بعد رسول اکرم ﷺ اس سے وحی اخذ کریں اور پہلی حالت دوسری کی نسبت زیادہ تکلیف دینے والی ہے اور امام سیوطی کے حوالہ سے بھی یہ کیفیت تنزیل دیگر کتب تفاسیر میں منقول ہے۔

ملکی اوصاف سے قوت حاصل کرنا:

حضور ﷺ نے اپنے نورانی وملکی اوصاف کے ساتھ عبادت کرتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کے پاس راتیں گزاریں اور آپ کو غذائے روح عطا کی گئی اسی طرح دن کے وقت بھی غذائے روح عطا کی گئی۔ اس غذا کی بدولت نبی کریم ﷺ کو جسمانی ضعف نہ ہوتا تھا بلکہ جسمانی طاقت حاصل ہوتی جس کے ساتھ کئی کئی روز لگا تار روزے رکھتے تھے۔ اس موضوع پر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے۔

''وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اُظِلُّ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ '' آپ نے فرمایا کہ یقیناً میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں دن کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں، وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اقوال اور دوسری روایت میں ''اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ '' میں ہر رات رب تعالیٰ کے ہاں گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے لہٰذا اے میرے صحابہ تم صوم وصال میں میری برابری نہیں کر سکتے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس استدلال کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ''ھٰذِہِ الْقُوَّۃَ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلَکِیُّ الْبَاطِنِ '' کہ یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کا باطن ملکی ہے۔ اسی طرح بظاہر زمین پر ہونا اور شب وروز اللہ تعالیٰ کے ہاں ہونا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ظاہر بشر ہے اور باطن ملکی ہے۔

فاضل لاہوری نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ بیضاوی میں بھی اس کو نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۶۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ علامہ اصفہانی نے اس کلام کا آغاز ''اتفق اھل السنة والجماعة '' سے کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صرف دو تین علماء کا مسلک ومذہب نہیں بلکہ اہل السنّت اس پر متفق ہیں۔ اب اس متفق علیہ مسلک اور نظریہ سے واضح ہو گیا کہ آپ میں نورانیت اور ملکی صفات وصلاحیتیں موجود ہیں۔ بشروں کو فیض دینا ہوتا ہے تو بشری حیثیت سے فیض دیتے ہیں اور جب وحی حاصل کرنی ہوتی ہے اور عالم بالا سے استفادہ مطلوب ہوتا ہے تو نورانی اور ملکی حیثیت سے استفادہ کرتے ہیں اور

ضرورت نورانیت میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی تائید وتصدیق بھی کی گئی کہ اگر نبی اکرم ﷺ میں نورانیت نہ ہوتو آپ کا نبی بنایا جانا ہی متصور نہیں ہوسکتا اور قانون قدرت میں افاضہ واستفاضہ کے لئے تناسب کا شرط ہونا بھی یہاں سے واضح ہوگیا۔ علاوہ ازیں آنخضرت ﷺ کے حق میں انخلاع کے لفظ کا استعمال اس امر کی واضح دلیل ہوگئی کہ آپ کی بشریت ایک خلعت اور لباس کی حیثیت رکھتی تھی جس طرح کے جبرائیل علیہ السلام کی بشریت محض ایک لباس عارضی اور روپ ہوتا تھا جس میں جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوتے تھے اور یہی وہ حقیقت ہے جس کو شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے ''اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بوڈے الخ'' سے تعبیر کیا ہے اور جناب قاسم نانوتوی نے

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

سے تعبیر کیا ہے۔ اگرچہ بشریت جبرائیل اور آپ کی بشریت میں واضح فرق ہے جس طرح کہ ہم نے تصریح کر دی ہے لیکن اس کا اصل حقیقت کے لحاظ سے مثل لباس اور نقاب ہونا۔ بہرحال مسلم حقیقت ہے اور وہ بھی جملہ اہلسنّت والجماعت کے نزدیک۔ والحمد لِلّٰہ علی ذٰلك۔ (بحوالہ تنویر الابصار بنور نبی المختار)

باب نمبر ۱۰

محاسن خلقِ مصطفیٰ ﷺ

(۱) کلامِ مصطفیٰ ﷺ:

حضور ﷺ کے کلام اور لب ولہجہ میں بہت مٹھاس اور تاثیر تھی۔ سلیم الطبع لوگ جب آپ ﷺ کے دہن مبارک سے اللہ تعالیٰ کا پیغامِ حق سنتے تو ہمیشہ کے لئے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ حضور ﷺ کی ہر بات میں سادہ وآسان الفاظ کے ساتھ مکمل پیغام ہوتا تھا۔ اس لئے جو ہمہ گوش ہو کر ہدایت لینے کی غرض سے سنتا تو اسے ہدایت ملتی تھی۔ حضور ﷺ کے الفاظ واضح اور غیر مبہم ہوتے تھے۔ عرب کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ان کے لب ولہجہ اور شعور کی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے کلام کرتے تھے۔ اس موقع پر بعض نادر وعجیب وغریب الفاظ بھی استعمال فرماتے پھر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے استفسار پر ان کا مفہوم بیان فرما دیتے۔ دور دراز سے دیہاتی وگنوار قسم کے لوگ دین کے مسائل جاننے اور حضور ﷺ کے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لئے مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوتے۔ وہ چند دن رہ کر حضور ﷺ کے مواعظ حسنہ سنتے تو ان کی کایا ہی پلٹ جاتی۔ ان کے شعور کے پردے کھل جاتے اور وہ مبلغ دین بن کر اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاتے اور علاقے بھر کے لوگوں کے لئے رہنما بن جاتے۔

حضور ﷺ کا خوبصورت کلام متلاشیانِ حق کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوتا جس

سے ان کی عقلوں کے سوتے کھل جاتے' دشمن بھی اکثر متاثر ہو جاتے تھے۔ حضور ﷺ کے بدترین دشمن ابوجہل نے اپنی نجی محفلوں میں اقرار کیا کہ حضور ﷺ سچ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کے کلام مبارک کی تاثیر سے ابولہب بوکھلا جاتا تھا اور جب آپ ﷺ اپنے پیارے پیارے کلام سے تبلیغ کی غرض سے لوگوں کے پاس جاتے تو ابولہب شور کرتا جاتا کہ لوگو! محمد (ﷺ) کا کلام نہ سننا یہ جادو کی طرح لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیتے ہیں۔ یہ ابولہب کی ہرزہ سرائی تھی وگرنہ حضور ﷺ کا کلام مبارک اذنِ الٰہی کی طاقت سے مالا مال تھا اور آپ ﷺ کے کلام مبارک سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم کے ساتھ مشرکوں اور سیاہ کاروں کے دل کی سیاہی کو مٹاتا تھا اور پھر آپ کے حکیمانہ کلام سے ان کے سینوں کو نور ایمان سے لبریز کرتا تھا۔ آپ ﷺ کا کلام مبارک مومنوں کے لئے آبِ رحمت وشفاء ہے جبکہ منافقین وگمراہ لوگوں کے لئے حجت وعیدِ عذاب ہے۔

۱۔حضور ﷺ کا اندازِ کلام:

حضور ﷺ بڑے اطمینان سے گفتگو فرماتے۔ جلدی نہ فرماتے بات کو تفصیل سے بیان فرماتے کہ سننے والے کو واضح طور پر بات سمجھ آجاتی اور غور سے سننے والا اسے ہمیشہ کے لئے یاد رکھتا اور اسے دوسروں تک بھی پہنچا دیتا تھا۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهٗ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهٗ فَصْلٌ يَحْفَظُهٗ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ ۔(ترمذی' جلد دوم' ابوابُ المناقب' ح ۱۵۷۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمہاری طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ نہایت واضح اور تفصیلی گفتگو فرماتے۔ پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا۔

گفتگو مبارک کا یہ اعجاز تھا کہ ہر لفظ الگ الگ ہوتا' سننے والا اسے سمجھ لیتا اور بہت کم ہی اسے مزید سوال کرنے کی ضرورت پیش آتی اگر کوئی دوبارہ سوال کرتا تو اسے مکمل طور پر بات سمجھا دیتے تھے۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصِلاً يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ ۔(ابوداؤد جلد سوم' کتاب الادب ح ۱۴۱۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا گفتگو کرنا ایسا ہوتا کہ ہر لفظ الگ الگ تھا جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا تھا۔

حضور ﷺ کے کلام مبارک کے الفاظ بالکل صاف اور سننے والے کے فہم کے مطابق ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان پڑھ ہونے کے باوجود صحابہ کرام (علیہم الرضوان) زمانہ بھر کے لوگوں سے زیادہ صاحب بصیرت ہو جاتے تھے۔

عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ سَمِعْتُ شَيْخًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كَانَ فِي كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيْلُ اَوْ تَرْسِيْلُ ۔

(ابوداؤد جلد سوم' کتاب الادب' ح ۱۴۱۱)

مسعر کا بیان ہے کہ میں نے مسجد میں ایک بزرگ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر اور صاف لفظوں میں کلام فرمایا کرتے تھے۔

۲- ہر لفظ کو تین بار دہرانا:

حضور ﷺ اپنے کلام مبارک سے لوگوں کی تربیت فرماتے تھے۔ اس لئے ہر لفظ کو تین بار دہراتے تھے تاکہ ہر اہم بات سننے والے کے لاشعور کی تہہ میں محفوظ ہو جائے اور پھر زندگی بھر راہِ حق پر استقامت کے لئے اس کی رہنما بنتی رہے۔

عَنْ اَبِي سَلَامٍ عَنْ رَّجُلٍ خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا حَدَّثَ حَدِيْثًا اَعَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۔(ابوداؤد جلد سوم' کتاب العلم' ح ۲۵۴)

ابوسلام نے نبی کریم ﷺ کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کچھ ارشاد فرماتے تو اسے تین دفعہ دہراتے۔

۳- کلام سرکار ﷺ کے الفاظ کا شمار کرنے کی سہولت:

آپ ﷺ کے الفاظ انتہائی جامع و بلیغ ہوتے تھے کہ اگر کوئی فرد دورانِ کلام یا بعد میں شمار کرنا چاہتا تو اسے کوئی دشواری نہ ہوتی تھی اور آپ ﷺ کی حدیث کے ہر چھوٹے چھوٹے جملہ میں بھی ایک مکمل اور واضح پیغام ہے۔

اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیُحَدِّثُ الْحَدِیْثَ لَوْ شَآءَ الْعَآدُّ اَنْ یُّحْصِیَهٗ اَحْصَاهُ ۔
(ابوداؤد جلد سوم' کتاب العلم' ۲۵۵)

جب رسول اللہ ﷺ کچھ ارشاد فرماتے تو شمار کرنے والا اگر چاہتا تو آپ ﷺ کی گفتگو کے ایک ایک لفظ کو شمار کرسکتا تھا۔

۴- مقررہ دنوں میں وعظ و نصیحت:

وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا طریقہ مبارک بھی نفسیات کے اصول کے عین مطابق تھا۔ وعظ اس وقت فرماتے جب ضرورت ہوتی۔ اس میں کچھ دنوں کا وقفہ فرماتے۔ بات کو مختصر فرماتے۔ اگر کبھی بات لمبی بھی ہو جاتی تو اس میں اکتاہٹ و بوریت پیدا نہ ہوتی تھی بلکہ سننے والوں کے لئے اس میں نئے نئے حقائق ہوتے۔ آواز مبارک بہت رعب دار ہوتی۔ اگر آخرت کا ذکر فرماتے تو خود آپ ﷺ پر خشیت الٰہی کا حال طاری ہو جاتا۔ چشمانِ مبارک سے آنسو بھی بہہ نکلتے۔ یہ سماں حاضرین کو بہت متاثر کرتا اور انہیں موضوع کے متعلق عین الیقین تک علم حاصل ہو جاتا تھا۔

حَدَّثَنِیْ شَفِیْقٌ قَالَ کُنَّا نَنْتَظِرُ عَبْدَاللّٰهِ اِذْ جَآءَ یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَةَ فَقُلْنَا اَلَا تَجْلِسُ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اَدْخُلُ فَاُخْرِجُ اِلَیْکُمْ صَاحِبَکُمْ وَاِلَّا جِئْتُ اَنَا فَجَلَسْتُ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ وَهُوَ اٰخِذٌ بِیَدِهٖ فَقَامَ عَلَیْنَا فَقَالَ اَمَا اِنِّیْ اُخْبَرُ بِمَکَانِکُمْ وَلٰکِنَّهٗ

شفیق کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے کہ معاویہ بن یزید آ گئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ تشریف نہیں رکھیں گے؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ میں تمہارے ساتھی کو لے کر آتا ہوں ورنہ میں بیٹھ جاؤں گا۔ پس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے

يَمْنَعُنِيْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْاَيَّامِ كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا

(بخاری ۳' الادب' ح ۱۳۴۳)

آئے اور انہوں نے یزید بن معاویہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ پس ہمارے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ میں تمہاری موجودگی سے باخبر تھا لیکن مجھے تمہاری طرف نکلنے سے اس بات نے روک رکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں مقررہ دنوں میں واعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کو یہ ناپسند تھا کہ ہم اکتا جاتے۔

دوران گفتگو آسمان کی طرف بھی نظر فرماتے تھے نہ جانے اپنی نظر مبارک سے کیا ملاحظہ فرماتے تھے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ اَنْ يَّرْفَعَ طَرْفَهٗ اِلَى السَّمَآءِ ۔

(ابوداؤد' جلد سوم' کتاب الادب' ۱۴۱۰)

یوسف بن عبداللہ بن سلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب گفتگو فرمانے کیلئے بیٹھے ہوتے تو نظر اٹھا کر کتنی ہی دفعہ آسمان کی طرف دیکھتے۔

آپ ﷺ کی گفتگو مبارک اخلاق وحیاء کے اعلیٰ مقام پر ہوتی تھی۔ آپ ﷺ بات کو چلا کر نہ فرماتے تھے نہ کسی کی عیب جوئی کرتے نہ بے جا کسی کی تعریف کرتے۔ پس وہی بات کرتے جو حق ہوتی تھی۔

ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ آپ کی یہی تعریف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیشہ خوش رو' خوش خلق اور نرم دل رہتے اور آپ ﷺ سے کبھی بھی بد خلقی' بدکلامی' بازار میں چلا کر بولنا' بدگوئی اور عیب چینی صادر نہ ہوئی اور نہ آپ ﷺ خوامخواہ کسی کی مدح سرائی کرتے۔ جس چیز کو نہ چاہتے اس سے تغافل کرتے اور کوئی آپ ﷺ سے مایوس نہ ہوتا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۶۷)

(ب) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم

اخلاق انسان کا وہ مجموعی رویہ ہے جو وہ دوسرے لوگوں سے خوشی وغمی نیز آپس کے میل ملاپ اور لین دین کے مواقع پر ظاہر کرتا ہے۔ مختلف اقوام کی اخلاقی اقدار مختلف اور متضاد ہیں مگر جو اعلیٰ اخلاق حضور سرورِ کونین ﷺ نے پوری دنیا کے سامنے پیش فرمایا اس اخلاق کی مثال نہ دنیا میں پہلے ملی نہ بعد میں ملے گی۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے رہنما ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے ہیں جب وہ حضور ﷺ کے اس اخلاق کو دیکھتے ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے دیرینہ دشمنوں سے برتا۔

حضور ﷺ کا خلق مبارک پھول سے زیادہ مہکتا اور دوسروں کے لئے پھولوں کے منظر سے زیادہ طراوت بخش تھا۔ اپنوں کے ساتھ حضور ﷺ کا رحمت بھرا خلق مبارک جنت سے بھی بڑھ کر راحت وسکون ثابت ہوتا۔ انہیں حضور ﷺ کو تبسم ریز حالت میں دیکھ کر انتہائی خوشی ہوتی۔ وہ چاہتے کہ وہ اس بابرکت منظر سے محسور ہوتے رہیں۔ آقا کریم مائل بہ کرم ہو کر رحمت کے سوداسے ان کے دامنوں کو اپنی عطاؤں یا لعل وجوہرات سے قیمتی ارشادات سے مستفیض فرماتے رہیں اور جب کبھی آپ کسی برائی پر مبنی کام یا بات پر جلال میں آجاتے تو وہ اللہ ورسول اللہ ﷺ کی پناہ طلب کرتے مگر یہ حضور ﷺ کے خلق مبارک کا اعجاز ہے کہ حالت غصہ میں بھی زبان مبارک سے حق بات کے علاوہ کوئی کلمہ صادر نہ ہوتا نہ بددعا فرماتے اور نہ ہی کسی کے متعلق ناشائستہ وغلیظ لب ولہجہ اپناتے۔ مختلف غزوات مبارک کا تمام تاریخی ریکارڈ کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ کی حالت میں بھی سوائے حق کے کوئی

بات نہ فرمائی اور جب کسی پر غلبہ پایا تو بھی کمال اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ دوران جنگ بھی بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کا اکرام فرمایا۔ جنگ کے دوران اپنے بدترین دشمنوں کے لئے بھی کبھی کوئی غلیظ جملہ زبان مبارک سے صادر نہ فرمایا بلکہ اپنے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو بھی اس سے روک دیا۔

حضور ﷺ کے اخلاق مبارکہ کا انتہائی روشن پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی سے ذاتی رنج وتکلیف پہنچانے پر انتقام نہ لیا جس شخص نے آپ ﷺ کو درخت کے نیچے حالت آرام میں تلوار کے ساتھ قتل کرنے کی ناپاک کوشش کی اس پر قابو پانے کے بعد اسے بھی معاف فرما دیا۔ جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے سپاہیوں اور جان نثار محبین صحابہ کرام الرضوان اللہ اجمعین کے سامنے ایک سائل نے انتہائی تکلیف دہ انداز میں سوال کیا اور آپ ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر زوردار بل دیئے۔ اس پر بھی کرم ہی کیا اور بہت بڑے بداخلاق کو بھی مایوس نہ کیا اور اسے بھی عطا فرما دیا۔

حضور ﷺ دوسرے افراد کے بعض ذاتی نوعیت کے معقول رویوں سے چشم پوشی فرماتے تاوقتیکہ وہ حد سے نہ بڑھے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی کسی حد کو توڑتا تو حضور ﷺ اس کے لئے ننگی تلوار ثابت ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کے نفاذ میں کسی سفارش اور مصلحت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہ بھی حضور ﷺ کے اخلاق مبارک کا ایک پہلو ہے۔

حضور ﷺ کے اخلاق مبارک کی بلندیوں کو ہم کیسے بیان کر سکتے ہیں جبکہ رب العالمین خود ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ۔ بے شک آپ (ﷺ) خلق عظیم کے مالک ہیں۔

(پ ۲۹ سورۃ القلم: ۶۸/۴)

حضور ﷺ کا خلق مبارک منشائے الٰہی کا آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اپنی مشیت کا اظہار فرمایا اور قرآن کریم کو قلب مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا اور قرآنِ کریم کے احکامات اور ان کی تشریح بھی خلق مصطفیٰ ﷺ کے

ذریعے فرمائی۔ حضور ﷺ کا ہر عمل قرآن کریم کی آیات کی کھلی تفسیر ہے۔ اگر قرآن کریم کو عملی حالت میں چلتا پھرتا دیکھنا ہو تو حضور ﷺ کو دیکھ لیجئے۔ یہی بات حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ذیل کے ارشاد پاک میں فرمائی:

اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّہٗ سَاَلَ عَآئِشَۃَ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَمَا تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ ۔ (مسند امام اعظم کتاب الفضائل)

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں معلومات چاہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے۔

قرآن بھی مقدس ومطہر ہے اور صاحب قرآن بھی مقدس ومطہر، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا محبوب کلام ہے اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اسی لئے علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی طٰہٰ وہی یٰسین

حضور اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک بھی سب سے خوبصورت ہے اور آپ ﷺ اخلاق میں بھی سب سے بلند تر ہیں۔ یہ گواہی حضور ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان دے رہے ہیں۔

عَنِ الْبَرَآءِ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْھًا وَاَحْسَنَھُمْ خُلُقًا لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الذَّاھِبِ وَلاَ بِالْقَصِیْرِ ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین تھا اور آپ ﷺ کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔ آپ ﷺ کا قد لمبا تھا نہ چھوٹا (شرح مسلم ج ۲، کتاب الفضائل، ۵۹۴۵)

۱- کمال درجہ کا اخلاقِ مبارک:

حضور ﷺ بلاشبہ اخلاق کے بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس کے ساتھ ساتھ

آپ ﷺ نے مکارمِ اخلاق کو کمال درجہ تک پہنچا دیا۔ اب صرف وہی فرد اچھے اخلاق کا مالک ہو سکے گا جو اخلاقِ حسنہ میں سرورِ کونین ﷺ کے اسوۂ مبارک کو مشعلِ راہ بنائے گا کیونکہ حضور ﷺ معلم اخلاق ہیں۔ یہ حقیقت آپ ﷺ نے خود اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ.

(مشکوٰۃ سوم کتاب الفتن ح ۵۵۲۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے پسندیدہ اخلاق کی تکمیل اچھے افعال کو درجہ کمال تک پہنچانے کیلئے مبعوث فرمایا۔

۲۔ یہاں فحش گوئی کا احتمال تک نہیں:

حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے ہمیشہ پاکیزہ اور پسندیدہ اخلاق پر مبنی بات نکلی۔ پوری حیات مبارکہ میں کبھی فحش گوئی پر مبنی بات نہ فرمائی بلکہ آپ ﷺ کے عادات واطوار سے کامل حیاء مبارک کا اظہار ہوتا تھا۔ نیز حضور ﷺ نے اخلاق کو بہترین عمل قرار دیا۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو يُحَدِّثُنَا اِذْ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّاِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ خِيَارَكُمْ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا

(بخاری ۳ ادب ح ۹۷۲)

مسروق کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ہم سے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا رسول اللہ ﷺ فحش گو اور فحش گوئی کے قریب بھٹکنے والے نہ تھے اور حضور ﷺ فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

اس ارشاد پاک میں عمدہ اخلاق کو اچھائی کا معیار بنایا تا کہ مسلمان اچھے اخلاقِ

نبوی پر عمل پیرا ہو جائیں۔

۳۔ حالتِ غصہ کے وقت اخلاقِ کریمہ:

حضور ﷺ کے اخلاقِ مبارک کا یہ خاصہ ہے غصہ کے عالم میں بھی کبھی زبانِ مبارک سے کوئی گالی نہ نکلی کیونکہ گالی کسی کی ذلت پر مبنی ہوتی ہے۔ فحش گالیاں بکنے والا عمدہ اخلاق پیش نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ نے کبھی گالی کا تصور بھی نہ فرمایا۔ انتہائی غصہ کے وقت میں بھی متوجہ کرنے کے لئے اخلاق آمیز لفظ فرمائے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا وَّلَا فَحَّاشًا وَّلَا لَعَّانًا كَانَ يَقُوْلُ لِاَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَا لَهٗ تَرِبَ جَبِيْنُهٗ

(بخاری ۳، ادب، ح ۹۸۳)

ہلال بن علی کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ فحش گو، لعنت کرنے والے اور گالی دینے والے نہ تھے۔ غصہ کے وقت بھی آپ ﷺ صرف اتنا فرماتے کہ اسے کیا ہو گیا، اس کی پیشانی خاک آلودہ۔

یعنی اگر کوئی ایسی بات کرتا جو بڑی نامعقول ہوتی اور آپ ﷺ کو اس ناپسند بات پر حق کی بناء پر غصہ آجاتا تو پھر یہ الفاظ فرماتے اسے کیا ہو گیا۔ اس کی پیشانی خاک آلودہ۔

۴۔ حضور ﷺ نے کبھی ذاتی انتقام نہ لیا:

جب حضور ﷺ کو کفار و منافقین کی طرف سے ذاتی نوعیت کی اذیتیں دی گئیں ان پر عام طور پر انتقام نہ لیا جیسے کہ ایک دفعہ ایک یہودی نے قرضہ کی واپسی کا تقاضا کرتے ہوئے آپ ﷺ کو روک لیا اور غیر معقول الفاظ میں مہلت سے قبل ہی قرض کی واپسی کا تقاضا کیا تو حضور ﷺ نے اسے کوئی ترش جواب نہ دیا حالانکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہودی کا روّیہ سخت ناپسند گزرا اور وہ یہودی کو مارنے کے لئے بڑھے تو آپ ﷺ نے انہیں روک دیا اور اپنے اعلیٰ ظرف کا مظاہرہ کیا جسے دیکھ کر وہ مسلمان

ہو گیا۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ ۔ مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ يُؤْتٰى ۔
(بخاری کتاب المحاربین ۶۷۸۶)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی معاملے میں اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا خواہ کیسی ہی آپ ﷺ کو تکلیف دی گئی ہو۔

۵۔حضور ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کی چند صفات:

حضور ﷺ طبعاً انتہائی کشادہ رو‘ نرم خو اور نرم مزاج تھے۔ مزاج میں تنگی‘ تعصب‘ گھٹن‘ سخت دلی‘ عیب جوئی اور اکھڑ پن جیسا کوئی اخلاقی مرض شامل نہ تھا۔ اس طرح جھگڑالو پن اور تکبر وظلم کا شائبہ تک بھی موجود نہ تھا۔ طبیعت میں نرمی اس قدر تھی کہ مفلوک الحال‘ مظلوم‘ غریب‘ مسکین‘ بیمار‘ مصیبت زدہ کی تکلیف کو دیکھ کر دل پسیج جاتا تھا۔ چشمانِ مبارک میں آنسو بھر آتے پھر ان کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لئے اقدامات فرماتے۔ متکبر سردار‘ مسلمان مساکین کو ہٹا کر آپ ﷺ سے بات نہ کر سکتے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہنے والا ہر آدمی یہ سمجھتا تھا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اسی پر شفقت فرمانے والے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے لئے بمنزلہ والد تھے بلکہ حقیقی والد سے بھی زیادہ شفقت فرمانے والے تھے اور اجنبی اور دیہاتی مسلمان آپ ﷺ سے بڑی بے تکلفی سے بات کرتے اور دربارِ رسالت کے اشد ضروری آداب کا نا سمجھی کی بناء پر خیال نہ رکھتا تو تب بھی معاف فرما دیتے۔ اَخی رسول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بڑے جامع الفاظ میں اخلاقِ نبوی کی منظر کشی کی ہے۔

عن الحسن بن علی رضی الله عنهما قال قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ سَئَلْتُ اَبِیْ عَنْ سِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد (رضی اللہ عنہ) سے ہم نشینوں کے بارے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جُلَسَائِہٖ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَآئِمَ الْبِشْرِ سَھْلَ الْخُلُقِ لَیِّنَ الْجَانِبِ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَاسَخَّابٍ وَّلَا فَحَّاشٍ وَّلَا عَیَّابٍ وَّلَا مَشَّاحٍ یَتَغَافَلُ عَمَّا لَا یَشْتَھِیْ وَلَا یُؤْیِسُ مِنْہُ وَلَا یُجِیْبُ فِیْہِ قَدْتَرَکَ نَفْسَہٗ مِنْ ثَلَاثٍ اَلْمِرَاءِ وَالْاَکْبَارِ وَمَالَا یَعْنِیْہِ وَتَرَکَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ کَانَ لَا یَذُمُّ اَحَدًا وَّلَا یَعِیْبُہٗ وَلَا یَطْلُبُ عَوْرَتَہٗ وَلَا یَتَکَلَّمُ اِلَّا فِیْمَا رَجَاثَوَابَہٗ وَاِذَا تَکَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَائُہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُءُ وْسِھِمُ الطَّیْرُ فَاِذَا سَکَتَ تَکَلَّمُوْا لَا یَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَہُ الْحَدِیْثَ وَمَنْ تَکَلَّمَ عِنْدَہٗ اَنْصَتُوا لَہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ حَدِیْثُھُمْ عِنْدَہٗ حَدِیْثَ اَوَّلِھِمْ یَضْحَکُ مِمَّا یَضْحَکُوْنَ مِنْہُ وَیَتَعَجَّبُ مِمَّا یَتَعَجَّبُوْنَ وَیَصْبِرُ لِلْغَرِیْبِ عَلَی الْجَفْوَۃِ فِیْ مَنْطِقِہٖ وَمَسْاَلَتِہٖ حَتّٰی اِنْ کَانَ اَصْحَابُہٗ یَسْتَجْلِبُوْنَھُمْ وَیَقُوْلُ اِذَا رَاَیْتُمْ طَالِبَ حَاجَۃٍ یَطْلُبُھَا فَارْفُدُوْہُ وَلَا

میں حضور ﷺ کی سیرت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ کشادہ رو، نرم خو، نرم مزاج رہتے تھے، آپ نہ بدخو تھے، نہ سخت دل، نہ چلانے والے نہ بدگو، نہ عیب جو اور نہ ہی تنگی کرنے والے، آپ جس چیز کی خواہش نہ رکھتے اس سے خود تو چشم پوشی فرماتے لیکن دوسروں کو مایوس نہ کرتے اور خود اس کی دعوت قبول نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنے آپ کو تین چیزوں جھگڑے، تکبر اور بے مقصد باتوں سے دور رکھا ہوا تھا اور تین (ہی) چیزوں کو لوگوں سے بچا رکھتے (یعنی) نہ تو کسی کی برائی کرتے نہ کسی کو عیب لگاتے اور نہ (ہی) کسی کا عیب تلاش کرتے۔ آپ ﷺ صرف وہی کلام کرتے جن میں ثواب کی امید رکھتے، جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے آپ کے ہم نشین سر جھکا لیتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے (بیٹھے ہوئے) ہیں اور جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تو وہ (اہل مجلس) گفتگو کرتے (اہل مجلس) آپ ﷺ کے سامنے کسی بات پر نہ جھگڑتے اور جب کوئی شخص آپ کے

یَقْبَلُ الثَّنَاءَ اِلَّا مِنْ مَکَافِیٍٔ وَلَا یَقْطَعُ عَلٰی اَحَدٍ حَدِیْثَهٗ حَتّٰی یَجُوْزَ فَیَقْطَعُهٗ بِنَهْیٍ اَوْقِیَامٍ۔

(ترمذی جلد دوم' شمائل ترمذی' ح ۳۳۲)

سامنے (آپ ﷺ کی اجازت سے) بات کرتا تو باقی لوگ خاموش رہتے جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جاتا۔ ان سب کی گفتگو آپ ﷺ کے نزدیک پہلے آدمی کی گفتگو کی طرح ہی ہوتی (یعنی سب کی گفتگو ایک طرح سماعت فرماتے) جس بات سے باقی لوگ ہنستے آپ ﷺ بھی تبسم فرماتے اور جس بات پر دوسرے تعجب کرتے آپ ﷺ بھی متعجب ہوتے' کسی اجنبی آدمی کی (سوال کرنے میں) بدتمیزی اور بیباکی کو برداشت فرماتے یہاں تک کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) پردیسی آدمیوں کو آپ ﷺ کے پاس لے کر آتے تاکہ (ان کی بے تکلف گفتگو سے) وہ بھی فائدہ اٹھائیں۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے جب کسی حاجت مند کو طالبِ حاجت دیکھو تو اسے دے دیا کرو' آپ ﷺ اپنی تعریف صرف اسی آدمی سے قبول کرتے جو احسان کے بدلے میں تعریف کرتا۔ آپ ﷺ کسی کی گفتگو کو نہ کاٹتے البتہ اگر وہ حد سے بڑھ جاتا تو اسے روک دیتے یا اٹھ کر تشریف لے جاتے

۶- حضور ﷺ کے اخلاق کی انتہا:

کوئی قوم اس فرد کو سزا دیئے بغیر نہیں رہ سکتی جس نے ان کی عبادت گاہ میں پیشاب کر دیا ہو مگر حضور ﷺ کے خلق مبارک کی انتہا کا کیا کہنا کہ اس آدمی کو بھی معاف فرما دیا جس نے مسجد نبوی شریف کے احاطہ میں پیشاب کر دیا حالانکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے اٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو انہیں بھی اسے تکلیف دینے سے روک دیا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَعْرَابِیًّا بَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَامُوْا اِلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءٍ

ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو لوگ اسے مارنے کے لئے اٹھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا

فَصُبَّ عَلَيْهِ — پیشاب نہ روکو پھر آپ ﷺ نے ایک ڈول پانی منگوایا اور اس پر بہا دیا گیا۔

(بخاری ۳، ادب، ح ۱۶۳)

گویا آپ ﷺ نے درس دیا کہ دورانِ پیشاب اٹھانے سے کوئی جسمانی عارضہ نہ ہو جائے اس لئے اسے پیشاب کرنے دیا جائے مگر بعد میں پانی ڈال کر جگہ کو بھی پاک کرلیا۔ اس اخلاقی مظاہرے پر وہ بندہ مسلمان ہو گیا۔

۷- اخلاقِ کریمہ کے روشن پہلو:

حضور ﷺ فطرتی طور پر اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ نہ کبھی ایسی بات کی جو حیاء سوز ہو اور نہ کبھی بازار میں بلند آواز نکالی اور پھر ذاتی طور پر کسی کی برائی کا بدلہ برائی کی صورت میں نہ دیا بلکہ معاف کر دیا اور درگزر فرمایا۔ جس سے اکثر برائی کرنے والا توبہ کر کے آپ ﷺ کی غلامی میں آجاتا جیسے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا صَخَّابًا فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِىْ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ اَوْ يَصْفَحُ۔ (شمائل ترمذی، ح ۳۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آنحضرت ﷺ نہ تو طبعی طور پر فحش کہنے والے تھے اور نہ بہ تکلف فحش گو تھے (اسی طرح) آپ بازاروں مین چلانے والے بھی نہ تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے

حضور ﷺ نے اپنی امت کو بھی ایسے معاملات میں درگزر کرنے کا حکم دیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى خُذِ الْعَفْوَ قَالَ اَمَرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ اَخْلَاقِ النَّاسِ۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، جلد سوم، ۱۳۶۰)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد باری تعالیٰ خُذِ الْعَفْوَ کے بارے میں فرمایا لوگوں کے اخلاق میں سے نبی کریم ﷺ کو درگزر نے کا حکم فرمایا گیا۔

حضور ﷺ کے مذکورہ بالا اوصافِ خلق تورات وانجیل میں بھی درج کر دیئے گئے تھے۔ جن کا ذکر پہلے ابواب میں گزر چکا ہے۔

۸۔ بے مثل وانوکھا اخلاقِ مبارک:

گلے میں کپڑا ڈال کر مانگنے والے کو عطا کرنے کا حوصلہ سرکارِ رحمت عالمین ﷺ کا ہی ہے۔ اس طرح کا اخلاق حضور ﷺ کا خاصۂ مبارک ہے۔ حضور ﷺ نے ایسے مانگت کو بھی عطا کیا حالانکہ اس نے گردن مبارک میں کپڑا ڈالا ہوا ہے اور بڑی بے ہودگی سے سوال کیا مگر سرکار عالمین ﷺ کے جود وکرم نے اسے محروم نہ کیا۔ اسے بھی عطا کیا اور برکت کی دعا بھی کہ اسے ہدایت نصیب ہو جائے۔

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَهُوَ يُحَدِّثُنَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَسْجِدِ يُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوْتِ اَزْوَاجِهٖ فَحَدَّثَنَا يَوْمًا فَقُمْنَا حَتّٰى قَامَ فَنَظَرْنَآ اِلٰى اَعْرَابِيٍّ قَدْ اَدْرَكَهٗ فَجَبَزَهٗ بِرِدَائِهٖ فَحَمَّرَ رَقَبَتَهٗ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَكَانَ رِدَآءً خَشِنًا فَالْتَفَتَ فَقَالَ لَهُ الْاَعْرَابِيُّ احْمِلْ لِيْ عَلٰى بَعِيْرَيَّ هٰذَيْنِ فَاِنَّكَ لَا تَحْمِلُ لِيْ مِنْ مَّالِكَ وَّلَا مِنْ مَّالِ اَبِيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَاسْتَغْفِرُ اللهَ لَا وَاسْتَغْفِرُ اللهَ لَا وَاسْتَغْفِرُ اللهَ لَا

رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھا کرتے ہم سے باتیں کرنے کے لئے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہم دیکھتے کہ اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ ایک روز آپ نے ہم سے گفتگو کی اور کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ اس نے آپ کو پا کر چادر ڈالی اور آپ کو کھینچا کہ مبارک گردن سرخ ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ چادر کھردری تھی۔ آپ ﷺ متوجہ ہوئے تو اعرابی نے آپ سے کہا میرے ان دونوں اونٹوں کو سامان سے لاد دیجئے کیونکہ آپ ﷺ اپنے مال سے یا

اَحْمِلُكَ حَتّٰی تُقِیْدَ فِیْ مِنْ جَبْذَتِكَ الَّتِیْ جَبَذْتَنِیْ فَكُلُّ ذٰلِكَ یَقُوْلُ لَهُ الْاَعْرَابِیُّ وَاللّٰهِ لَا اُقِیْدُ كَمَا فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ ثُمَّ دَعَا رَجُلاً فَقَالَ لَهُ احْمِلْ لَهُ عَلٰی بَعِیْرَیْهِ هٰذَیْنِ عَلٰی بَعِیْرٍ شَعِیْرًا وَعَلَی الْاٰخَرِ تَمْرًا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیْنَا فَقَالَ انْصَرِفُوْا عَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ ۔

(ابوداؤد' جلد سوم' کتاب الادب' ۱۳۴۸)

اپنے باپ کے مال سے نہیں دیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں میں تو اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ نہیں میں تو اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ میں تمہیں مال نہیں دوں گا۔ جب تک تم مجھے اس کھینچنے کا بدلہ نہ دو۔ چنانچہ ہر دفعہ اعرابی یہی کہتا رہا کہ خدا کی قسم میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا پھر آگے حدیث بیان کی پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بلا کر کہا کہ اس کے دونوں اونٹوں کو لاد دو۔ ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجوریں پھر ہماری جانب متوجہ ہو کر فرمایا اللہ کی برکت کے ساتھ جاؤ۔

۹- برے لوگوں سے اخلاق کے ساتھ پیش آنا:

ایسے لوگ جو اپنی قوم میں انتہائی اکھڑ اور بدمزاج ہوتے تھے اور وہ اپنی برائی کی بناء پر مشہور ہوتے' ایسے لوگ بھی جب حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش ہوتے تو حضور ﷺ ان کے ساتھ خوش روئی سے پیش آئے تاکہ ایسے لوگ دوسروں کو تکالیف پہنچانے سے باز آجائیں اور انہیں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا علم ہو جائے۔ اسی قسم کا واقعہ امام ترمذی نے یوں روایت کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ بِئْسَ بْنُ الْعَشِیْرَةِ اَوْاَخُ الْعَشِیْرَةِ ثُمَّ اَذِنَ لَهٗ فَلَمَّا دَخَلَ لَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے اندر (گھر) آنے کی اجازت مانگی' میں اس وقت آپ ﷺ کے پاس موجود تھی آپ نے فرمایا (یہ) اپنے قبیلے کا برا بیٹا اور برا بھائی (ہے) پھر آپ نے اجازت فرمائی

اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ۔

(ترمذی ۲' شمائل ترمذی' ح ۳۳۱)

اور جب وہ داخل ہوا تو آپ نے نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! پہلے تو آپ نے وہ بات فرمائی اور پھر نرمی سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! بیشک لوگوں میں سے وہ شخص زیادہ شریر ہے جس کو لوگ اس کی بدزبانی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

اسی طرح بعض امور شریعت میں جو کہ ناپسند ہوتے ان میں بھی دوسروں کو منع کرنے کا انداز بڑا احسن تھا۔ اس کے عمل کے بارے میں اصل حکم سے دوسرے لوگوں کو آگاہ فرما دیتے تا کہ بات اس تک پہنچ جائے اور وہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اپنی اصلاح کر لے۔ نیز دوسرے کئی افراد کو نیکی بتانے کا ثواب حاصل ہو جائے اور متعلقہ آدمی بھی بدعملی سے بچ جائے۔ یہ بات اس روایت سے معلوم ہوتی ہے۔

عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اَنَّهٗ كَانَ عِنْدَهٗ رَجُلٌ بِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ اَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهٗ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهٗ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ۔

(ترمذی دوم' شمائل ترمذی' ح ۳۲۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جس (کے کپڑوں) پر زعفران کا (کچھ) رنگ تھا اور آنحضرت ﷺ کسی کو (بھی) منہ پر ایسے نہیں فرماتے تھے جو اسے ناپسند ہو (اس لئے) جب وہ چلا گیا آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا اچھا ہوتا اگر تم اسے اس زردی کے چھوڑنے کا کہتے۔

۱۰- اخلاقِ کریمہ کی حدود وقیود:

حضور ﷺ کے اخلاق کریمہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا عملی نمونہ ہیں۔ جب

معاملہ ذاتی ہوتا تو معاف فرما دیتے مگر جب معاملہ دوسرے لوگوں پر ظلم، غصب، زنا، قتل، نشہ، جوا جیسے اعمال کا ہوتا تو قطعاً معاف نہ فرماتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حد کو لاگو فرماتے اور اگر کوئی شرعی پابندیوں سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتا تو اس پر غضبناک ہو جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو کاموں میں سے ایک اختیار کرنے کا اذن مل جاتا تو آسان کام کو اختیار فرماتے تا کہ امت کے لئے آسانی ہو۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا مِنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَالَمْ يُنْتَهَكْ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ فَاِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ كَانَ مِنْ اَشَدِّ هِمْ فِيْ ذٰلِكَ غَضَبًا وَمَا خُيِّرَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَيْسَرَ هُمَا مَالَمْ يَكُنْ مَاْثَمًا ۔

(ترمذی، شمائل ترمذی، ح ۳۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی آنحضرت ﷺ کو اپنی ذات پر ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے محارم کو نہ توڑا جائے (یعنی شریعت کی خلاف ورزی) اور جب اللہ تعالیٰ کے محارم کو توڑا جاتا (یعنی شرعی پابندیوں سے کوئی تجاوز کرتا) تو اس بارے میں (سب سے) زیادہ غضبناک ہو جاتے اور جب آپ ﷺ کو دو کاموں میں (سے ایک کا) اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرماتے (بشرطیکہ) وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔

۱۔ حضور ﷺ نے سوائے جہاد کے کسی کو نہ پیٹا:

حضور ﷺ کے اخلاق مبارک کا یہ بھی اعجاز ہے کہ آپ ﷺ نے گھر کے کسی خادم مرد و عورت کو کبھی بھی کسی بھی معاملے میں سزا نہ دی بلکہ حکم فرما دیا تھا کہ غلاموں کی غلطیوں پر ستر بار بھی معاف کرنے کی ضرورت پیش آئے تو انہیں معاف کر دو بلکہ جن خادموں اور خادمات نے حضور ﷺ کی خدمت کی وہ تو ہمیشہ آپ ﷺ پر اپنی جان بھی قربان کرنے پر تیار رہتے تھے اور اپنے حقیقی باپ سے بھی زیادہ

حضور ﷺ کا احترام کرتے تھے۔ اس کے متعلق یہ روایت آئی ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ شَیْئًا قَطُّ اِلَّآ اَنْ یُّجَاهِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا وَّلَا امْرَاَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سوائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے اپنے ہاتھوں سے کسی کو نہیں مارا اور آپ ﷺ نے نہ تو کسی خادم کو پیٹا اور نہ ہی کسی عورت کو۔

(ابوداؤد سوم، کتاب الادب، ح ۱۳۵۹)

۱۲- دس سال خدمت کرنے والے کی گواہی:

وہ بچہ جس نے دس سال تک لگاتار کاشانۂ نبوت میں خادم کی حیثیت سے گزارے اور بچپن میں فطرتی تقاضوں سے مجبور ہو کر کئی کاموں میں سستی کی، کئی مرتبہ کام کے لئے گئے مگر راستہ میں بھول گئے اور ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہو گئے پھر جا کر خود ہی فرمایا کہ اے انس! تمہیں تو کام کے لئے بھیجا تھا تو وہ عرض کر دیتے کہ حضور (ﷺ)! بھول گیا تھا تو پھر معاف فرما دیتے۔ کبھی ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتے کیونکہ جدید نفسیات نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر بچوں کو زیادہ مارا پیٹا جائے یا ڈانٹ ڈپٹ کی جائے تو ان کی شخصیت کے اندر کئی قسم کے، ڈر وخوف جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے سرکارِ عالمین ﷺ نے کیا خوب معاملہ فرمایا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اِلَّا صَنَعْتَ۔

(بخاری ۳، ادب، ح ۹۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دس سال تک نبی کریم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا لیکن آپ ﷺ نے مجھ سے اف تک نہ کی اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور فلاں کام تم نے کیوں نہ کیا۔

دیہاتی ماحول میں بعض نظامِ ظلم کی باقیات کے اراکین اپنے مخالفین کے بچوں یا

غریب لوگوں کے بچوں کے ساتھ محبت واخلاق سے پیش آنے کے بجائے سختی اور ترشی سے پیش آتے ہیں تاکہ ان کے اندر احساس کمتری پیدا ہو اور وہ عزت نفس وخودانحصاری سے محروم ہوکر ہمیشہ ان کی اخلاقی سختی کی شکار رہیں۔ ایسے لوگوں کو اس عذاب کا علم نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لئے تیار کر رکھا ہے جبکہ دنیا میں ان کے لئے خلق نبوی ﷺ کو مشعل راہ بنا کر اپنے رویوں کی اصلاح کر کے بااخلاق بن جانا چاہیے۔ آیئے دیکھیں کہ حضور ﷺ نے ایک بچے کے ساتھ مسلسل دس سال تک کتنا اعلیٰ معاملہ فرمایا کہ اس نے ساری عمر حضور ﷺ کے اس خلق مبارک کا ڈنکہ بجایا۔

قَالَ اَنَسٌ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَاَرْسَلَنِيْ يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللهِ لَا اَذْهَبُ وَفِيْ نَفْسِيْ اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِيْ بِهٖ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجْتُ حَتّٰى اَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابِضٌ بِقَفَايَ مِنْ وَّرَآئِيْ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ يَا اُنَيْسُ اذْهَبْ حَيْثُ اَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا اَذْهَبُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اَنَسٌ وَّاللهِ لَقَدْ خَدَمْتُهٗ سَبْعَ سِنِيْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِيْنَ مَا عَلِمْتُ قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُ لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اخلاق میں سب لوگوں سے اچھے تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا اور میرے دل میں یہ تھا کہ جاؤں گا کیونکہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ میں باہر نکلا تو لڑکوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے آکر میرے کندھے پکڑ لیے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ تبسم ریز تھے۔ فرمایا اے انیس! جاؤ جہاں کا تمہیں حکم دیا ہے۔ میں عرض گزار ہوا بہت اچھا رسول اللہ! میں جاتا ہوں۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے سات سال یا نو سال آپ ﷺ کی خدمت کی مجھے

تَرَكْتُ هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا ۔ نہیں معلوم کہ جو کام میں نے کیا اس کے لئے فرمایا ہو کہ کیوں کیا اور جو نہ کیا اس کے لئے فرمایا ہو کہ یہ کام کیوں نہ کیا۔

(ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الادب، ۱۳۴۶)

پس مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا کہ حضور ﷺ کا اخلاق غمزدہ لوگوں کے لئے راحت وسکون ہے۔ اس میں سپاہی سے لے کر حاکم تک کے لئے مکمل رہنمائی ہے۔ آپ ﷺ کا اخلاق تمام عالم کے مظلوموں کے لئے سامانِ فرحت ہے۔ ظالموں اور استحصالی طبقہ کے لئے آہنی پنجہ اور پیغام حق ہے جبکہ ان لوگوں کے لئے نوید مسرت ہے جنہیں جابروں اور متکبروں نے ذلت واحساس کمتری میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یقیناً وہ خلق نبوی ﷺ کو مشعل راہ بنا کر معاشرے میں باعزت مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

(ج) حضور ﷺ کا حُسنِ معاشرت

حضور ﷺ سراپۂ خیر ہیں' آپ ﷺ کا ہر قدم تہذیب وشائستگی کے اعلیٰ مقام کا راستہ ہے۔ آپ ﷺ کا ہر بول میٹھا اور پُر حکمت ہے۔ حضور ﷺ شریں بیان سے ملاقاتیوں کی فکر پر گہرا اثر ڈالتے۔ بات کے ہر جملہ مبارک میں ایک مکمل پیغام صادر فرماتے۔ بدترین دشمنوں اور مخالفین کے بارے میں کبھی کوئی جملہ اخلاق سے گرا ہوا نہ فرمایا۔ گھر اور باہر آپ ﷺ کا کردار ہر لحاظ سے وحیٔ الٰہی کا چلتا پھرتا اظہار تھا جس نے ایمان کی نظر سے زیارت کی وہ صحابی ہو گیا اور جو ایمان وعقیدت سے مجلس میں آیا وہ علم وحکمت کا امین بن گیا۔ آپ ﷺ سے ملنے والا یہ محسوس کرتا کہ حضور ﷺ مجھ پر دوسروں سے زیادہ مہربان ہیں۔ یہی حضور ﷺ کے حُسنِ معاشرت کا بے مثل وصف ہے۔

ا۔ گھر کے اندر معمولاتِ مبارک:

حضور سرورِ کونین ﷺ کے اپنے دولت خانہ کے اندر معمولات بہت ہی اہمیت کے حامل تھے۔ جب دولت خانہ میں تشریف لے جاتے تو اپنی ازواجِ مطہرات کی خیریت دریافت فرماتے اور اپنے گھر کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ میں گھر کے گوشہ میں ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ دوسرے حصہ میں گھر والوں کے حقوق ادا فرماتے۔ ایک حصہ اپنی ذات کے لئے مخصوص فرماتے۔ اپنے وقت میں سے بھی دیگر لوگوں کے لئے وقت نکالتے اور انہیں اپنے فیوض وبرکات

سے نوازتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے گھر کے معمولات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

قَالَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُ اَبِيْ عَنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى مَنْزِلِهٖ جَزَّءَ دُخُوْلَهٗ ثَلٰثَةَ اَجْزَآءٍ جُزْءً لِّلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَجُزْءً لِاَهْلِهٖ وَجُزْءً لِنَفْسِهٖ ثُمَّ جَزَّءَ جُزْءَهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسَ

(ترمذی جلد دوم ابواب شمائلِ ترمذی ص ۵۹۳)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد سے نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف لانے کی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو اپنے گھر کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے، ایک حصہ گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی کیلئے اور ایک حصہ اپنی ذات کیلئے۔ پھر اپنا حصہ اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے۔

یعنی جو خاص اور قریبی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس سے فیض یاب ہوتے حضور ﷺ ان کے ذریعے قرآن کریم کے احکامات اور دیگر فیوض وبرکات کو عام لوگوں تک پہنچا دیتے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس بات کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَآمَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْاءً ۔

(حوالہ ایضاً)

پس اپنے فیوض وبرکات خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچا دیتے اور ان سے کوئی چیز روک کر نہ رکھتے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں سے عام مسلمان کو بھی حصہ عطا فرما دیتے۔

۲۷۔ حاضرین پر خصوصی شفقت:

حضور ﷺ کے پاس صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی مختلف حاجات لے کر حاضر ہوتے۔ کسی کی ایک حاجت ہوتی اور کسی کی ایک سے زیادہ حاجات ہوتیں لیکن بارگاہِ نبوی میں سب کی مشکلات کا مداوا ہو جاتا۔ کوئی بھی دینی، دنیاوی یا اُخروی حاجت ہوتی عُشاقِ مصطفیٰ ﷺ کی بات درِ نبوی پر بن جاتی تھی بلکہ سرورِ کونین ﷺ کی بارگاہِ مبارک سے حاضرین کو ارشاد ہوتا تھا وہ غائب حضرات کی حاجات بھی پیش کریں۔ انہیں اس بات کا بھی اجر دیا جائے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس بات کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

وَكَانَ مِنْ سِيْرَتِهٖ فِيْ جُزْءِ الْاُمَّةِ اِيْثَارُ اَهْلِ الْفَضْلِ بِاِذْنِهٖ وَقَسْمُهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِى الدِّيْنِ فَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَةِ وَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَتَيْنِ وَمِنْهُمْ ذُوالْحَوَآئِجِ فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَيُشْغِلُهُمْ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْاُمَّةَ مِنْ مَسْئَلَتِهِمْ عَنْهُ وَاَخْبَارِهِمْ بِالَّذِىْ يَنْبَغِىْ لَهُمْ وَيَقُوْلُ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ وَاَبْلِغُوْنِىْ حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُذْكَرُ عِنْدَهٗ اِلَّا ذٰلِكَ وَلَا يَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَيْرَهٗ

(ترمذی جلد دوم شمائلِ ترمذی ص ۸۹۳)

امت کے حصہ کے وقت میں آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ علم و عمل والوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت فرماتے اور ان کی دینی فضیلت کے اعتبار سے ان پر تقسیم فرماتے۔ ان میں سے کسی کی ایک ضرورت ہوتی کوئی اور ضرورتوں والا ہوتا اور کسی کی بہت سی حاجتیں ہوتیں۔ آپ ﷺ ان کی ضروریات میں مشغول ہوتے اور ان کو ان کی اپنی اور باقی امت کی اصلاح سے متعلق کاموں میں مشغول رکھتے۔ ان سے ان کے مسائل کے بارے میں پوچھتے اور ان کے مناسب حال ہدایات فرماتے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے، حاضر کو غائب تک سنے ہوئے مسائل پہنچانے چاہیں اور میرے پاس ایسے آدمی کی ضرورت بھی پہنچایا کرو جو

خود نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجات کسی صاحب اختیار کے پاس پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ثابت قدم رکھے گا اور نبی کریم ﷺ کے پاس ایسی ہی ضروریات کا ذکر کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس کے خلاف یعنی فضول بات قبول نہیں فرماتے تھے۔

حضور ﷺ کسی کے خلاف فضول بات قبول نہ فرماتے تھے۔ آج بھی مسلمان حجاج کرام کے ذریعے درِ مصطفیٰ ﷺ پر ہدیۂ سلام بھیجتے ہیں اور اپنی حاجات کے رقعے بھیجتے ہیں اور دربارِ نبوی ﷺ میں دست بستہ پڑھ کر پیش کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔ ان کا عمل بھی اس حدیث کے تحت ہوگا۔

۳- زائرین کا راہ نما بن کر جانا:

جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے انہیں سرکار عالمین ﷺ کے ارشادات سن کر بے پناہ بصیرت حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ وہ مجلسِ مصطفیٰ ﷺ اور نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے علم و فضل میں یکتائے روزگار بن کر جاتے تھے اور وہ اپنی زندگیوں کو دیگر لوگوں کی اصلاح کے لئے وقف کر دیتے تھے۔

جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا وَلَا يَفْتَرِقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ وَيَخْرُجُوْنَ اَدِلَّةً يَعْنِيْ عَلَى الْخَيْرِ

(حوالہ ایضاً)

لوگ آپ ﷺ کے پاس علم و فضل کی چاہت لے کر آتے اور جب واپس جاتے تو علم و فضل کے علاوہ کھانا وغیرہ بھی کھاتے اور بھلائی کے راہ نما بن کر جاتے۔

۴- لوگوں سے میل ملاقات کی کیفیت:

نورِ مجسم حضور ﷺ کی زبانِ اقدس صرف بامقصد کلام کے لئے گویا ہوتی اور جب زبانِ مبارک سے علم وعرفان کی بارش ہوتی تو اس سے پُر گھٹن و مکفل سینے کشادہ ہو جاتے تھے۔ جب مسلمانوں سے ملتے تو انہیں عملی طور پر آپس میں محبت سکھاتے تھے۔

ان کو آپس میں اختلاف ورنجش پر جدا نہ ہونے دیتے بلکہ ان کے اتحاد واتفاق کے لئے ایک مرکز کا کام دیتے تھے۔ اگر کسی قوم یا قبیلہ کا معزز فرد آتا اس کی عزت کرتے اور اس کی اصلاح کر کے اسے ہی اس قوم کا سربراہ مقرر فرماتے۔ لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے تاکہ وہ گناہ وظلم سے باز رہیں اور انتہائی احتیاط کے ساتھ ان سے خود کو بھی محفوظ فرماتے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

قَالَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَخْرَجِهٖ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزُنُ لِسَانَهٗ اِلَّافِيْمَا يَعْنِيْهِ وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ وَيُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ وَيُحَذِّرُالنَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِاَنْ يَطْوِيَ عَنْ اَحَدٍ مِنْهُ بِشْرَهٗ وَلَاخُلُقَهٗ

(ترمذی جلد دوم شمائل ترمذی)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد سے نبی کریم ﷺ کے باہر تشریف لے جانے کی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی زبانِ مبارک کو صرف بامقصد کلام کے لئے استعمال فرماتے۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو باہم محبت سکھاتے اور ان کو جدا نہ ہونے دیتے۔ آپ ﷺ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت کرتے اور اسے ان پر حاکم مقرر کرتے۔ لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے اور ان سے اپنی حفاظت فرماتے لیکن اس کے باوجود ہر ایک سے خندہ روئی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے۔

لوگوں سے اپنی حفاظت کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کرتے جو کسی قسم کی تنقید کا باعث بن سکتی ہو اور نہ ترش روئی سے پیش آتے کہ لوگ بیزار ہو جائیں بلکہ ان کے ساتھ پرتپاکی اور خوش اخلاقی سے ملتے جس سے ملنے والوں کے دل میں حضور ﷺ کی قدر پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتی تھی۔

۵- حاضرین سے لوگوں کے حالات معلوم فرمانا:

حاضرین سے غائب لوگوں کے بالمشافہ حالات دریافت فرماتے رہتے اور ان

کے لئے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار فرماتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے اس وصف مبارک کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

وَيَتَفَقَّدُ اَصْحَابَهُ وَيَسْئَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ
(ترمذی جلد دوم' شمائل ترمذی)

اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات دریافت کرتے اور لوگوں کے حالات بھی معلوم فرماتے رہتے۔

۵- اچھے لوگوں کی قدر کرنا:

حضور ﷺ صرف ان لوگوں کو اچھا سمجھتے تھے جو اسلام کی ہدایت کے مطابق اچھے اور صالح افراد ہوتے۔ آپ ﷺ صرف متقی لوگوں کو فضیلت دیتے۔ تقویٰ کو چھوڑ کر ذات ونسب' رنگ و دولت کو ترجیح نہ دیتے تھے جو برا ہوتا اسے مزید ذلیل وکمزور کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے اس وصف کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيْهِ وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوَهِّيْهِ
(ترمذی جلد دوم' شمائل ترمذی)

آپ ﷺ اچھے کو اچھا سمجھتے اور اس کی تائید فرماتے۔ برے کو برا سمجھتے اور اسے ذلیل وکمزور کرتے۔

۷- میانہ روی اختیار فرمانا:

سرورِ کونین ﷺ رہن سہن' لباس' خوراک' رہائش میں میانہ روی اختیار فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اصحاب کی خبر گیری فرماتے رہتے تھے۔ ان کے مادی' دینی وروحانی مسائل حل فرماتے تھے تاکہ وہ غافل نہ ہو جائیں۔

مُعْتَدِلُ الْاَمْرِ غَيْرَ مُخْتَلِفٍ وَلَا يَغْفِلُ مَخَافَةَ اَنْ يَغْفُلُوْا اَوْيَمِلُّوْا
(ترمذی)

آپ ﷺ ہمیشہ میانہ روی اختیار فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے خبر نہ رہتے کہ کہیں وہ غافل یا سست نہ ہو جائیں۔

۸- ہر کام کے لئے مکمل سامان کی دستیابی:

حضور ﷺ سفر وحضر' جنگ وامن' گھر یا ہر کے لئے حتی المقدور مکمل سامان پاس

رکھتے تھے۔ سردیوں کے لئے گرم لباس' گرمیوں کے لئے مناسب لباس کا انتظام فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کی مدنی حیات طیبہ کا زیادہ عرصہ جہاد فی سبیل اللہ میں گزرا اس لئے جہاد کے لئے مناسب سامانِ حرب اور خوراک وغیرہ کا پہلے بندوبست فرماتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ
(ترمذی' ج ۲ شمائل ترمذی ص ۸۹۳)

آپ ﷺ کے پاس ہر حالت کے لئے مکمل سامان ہوتا۔

۹-حق پر استقامت:

حضور ﷺ ہر لحہ حق پر رہتے۔ نہ حق سے پیچھے رہتے اور نہ اس سے تجاوز کرتے بلکہ ہر حال میں حق پر قائم رہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَلَايُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَايُجَاوِزُهُ ۔
(حوالہ ایضاً)

آپ ﷺ نہ تو حق سے قاصر رہتے اور نہ آگے بڑھتے یعنی حق پر رہتے۔

اگر کسی تعزیری مجرم پر اسی کوڑے سزا ہوتی تو نہ اس میں اضافہ کرتے نہ کوئی کمی بلکہ میزان حق کو برابر رکھتے۔

۱۰-لوگوں کی خیر خواہی کرنے والوں سے محبت:

لوگوں میں نیکی وتقویٰ اور کردار کے لحاظ سے بہترین لوگ آپ ﷺ کے قریب ہوتے تھے۔ آپ ﷺ انہیں فضیلت دیتے جو لوگوں پر زیادہ احسان کرنے والا ہوتا۔ وہ آپ ﷺ کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا ہوتا جیسے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے تصریح فرمائی۔

اَلَّذِيْنَ يَلُوْنَهٗ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهٗ اَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً وَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهٗ مَنْزِلَةً اَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُوَازَرَةً

لوگوں میں سے بہترین افراد آپ ﷺ کے ہم نشین ہوتے جو لوگوں کا زیادہ خیرخواہ ہوتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک افضل ہوتا اور جو شخص لوگوں پر زیادہ احسان

(ترمذی جلد دوم شمائل ترمذی) کرتا اوران سے اچھا برتاؤ کرتا آپ ﷺ کے نزدیک وہ بڑے مرتبے والا ہوتا۔

۱۱- اہل مجلس کا اعزاز فرمانا:

حضور ﷺ سراقدس پر تاجِ لولا کی سجائے ہوئے کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو اس میں جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور جو آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھا ہوتا اس سے اتنی محبت فرماتے کہ وہ یہ نہ سمجھتا کہ کوئی اس سے بھی باعزت ہے یعنی پاس بیٹھنے والوں میں احساس عزت پیدا فرماتے اور سب سے برابر سلوک فرماتے۔ کسی کا اس کے سامنے اس طرح ذکر نہ کرتے جو اسے ناپسند ہو ہاں کسی کو ناپسندیدہ حرکت سے منع کرنا ہوتا تو وہ بھی بڑے احسن انداز میں منع کرتے تھے۔

قَالَ فَسَاَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ اِلَّاعَلٰى ذِكْرٍ وَاِذَا انْتَهٰى اِلٰى قَوْمٍ فَجَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَاْمُرُ بِذٰلِكَ يُعْطِيْ كُلَّ جُلَسَائِهٖ بِنَصِيْبِهٖ لَايَحْسِبُ جَلِيْسُهٗ اَنَّ اَحَدًا اَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهٗ اَوْفَاوَضَهٗ فِيْ حَاجَةٍ صَابَرَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَالْمُنْصَرِفُ عَنْهُ

(ترمذی جلد دوم ابواب شمائل ترمذی، ص ۸۹۳)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان سے اپنے والد ماجد سے نبی کریم ﷺ کے مجلس مبارک کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ جب آپ ﷺ کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی تشریف رکھتے اور اسی بات کا حکم بھی فرماتے۔ ہر بیٹھنے والے کو اس کا حق دیتے یعنی سب سے برابر پیش آتے۔ کوئی بیٹھنے والا یہ نہ سمجھتا کہ اس سے کوئی زیادہ باعزت ہے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا آپ ﷺ سے گفتگو کرتا تو جب تک وہ خود نہ چلا جاتا آپ ﷺ اس کے پاس بیٹھے رہتے۔

۱۲- ہر سائل پر توجہ فرمانا:

جب کوئی فرد حضور ﷺ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرتا تو آپ ﷺ اپنے ظاہری وسائل سے اس کی مدد فرماتے۔ بعض اوقات قرض لے کر بھی مدد فرما دیتے یا پھر انتہائی ہمدردی ونرمی سے جواب دے دیتے۔

وَمَنْ سَاَلَهٗ حَاجَتَهٗ لَمْ يَرُدَّهٗ اِلَّا بِهَا اَوْبِمَيْسُوْرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۔
(حوالہ ایضاً)

اور جو آپ ﷺ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرتا آپ ﷺ اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے جواب دے دیتے۔

۱۳- افرادِ امت پر والد کی طرح شفقت:

حضور ﷺ کی خوش مزاجی تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ سب لوگ حضور ﷺ کی سخاوت' عفو ودرگزر سے استفادہ کرتے تھے۔ جب اخلاقی وقانونی حقوق کا معاملہ آتا تو سب لوگوں سے برابر سلوک فرماتے۔ آپ ﷺ کے سامنے کوئی فرد قانونِ شریعت سے بالاتر نہ تھا بلکہ آپ ﷺ مساکین وبے سہارا قسم کے لوگوں کے لئے بالخصوص اور تمام امت کے لئے بالعموم باپ کی طرح شفقت فرماتے تھے بلکہ ایمان ویقین اور اجر وثواب کے لحاظ سے یہ شفقت امت کے لئے ان کے اصلی باپوں سے زیادہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهٗ وَخُلُقُهٗ فَصَارَ لَهُمْ اَبًا وَصَارُوْا عِنْدَهٗ فِي الْحَقِّ سَوَآءً ۔
(حدیث ایضاً)

نبی کریم ﷺ کی خوش مزاجی اور حسن اخلاق عام تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ لوگوں کے لئے باپ کی طرح تھے اور تمام لوگوں کے حقوق آپ ﷺ کے نزدیک برابر تھے۔

۱۴- مجلسِ محمدی ﷺ کا حال:

حضور ﷺ کی مجلس ہر لحاظ سے ایمانی' روحانی اور وجدانی تھی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مجلسِ محمدی میں آکر انتہائی سرور حاصل ہو جاتا تھا۔ وہ جب اس مجلس میں آکر

نورِ مجسم حضور ﷺ کے ارشادات سنتے اور چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کرتے۔ جب حضور ﷺ عالم سرور وشادمانی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا حال سناتے اور جنت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو انہیں یقین کی آنکھوں سے جنت بالکل سامنے نظر آنے لگتی اور جب مصطفیٰ کریم ﷺ خشیتِ الٰہی کی کیفیت میں بھیگی ہوئی چشمانِ مبارک سے اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم کا حال سناتے تو انہیں یوں محسوس ہوتا گویا کہ انہوں نے یقین کی دنیا میں آکر جہنم کو دیکھ لیا ہے لہٰذا ان کی آنکھوں میں بھی خشیتِ الٰہی سے آنسو برسنا شروع ہو جاتے۔ درحقیقت مجلسِ محمدی قربِ الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ تھی جس میں حاضرینِ محفل کو بردباری' حیاء اور امانت کا عملی درس ملتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس مجلس مبارک کا یوں حال بیان فرماتے ہیں۔

مَجْلِسُهٗ مَجْلِسُ حِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَصَبْرٍ وَأَمَانَةٍ لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ فِيْهِ الْحُرُمُ وَلَا تُنْثٰى فَلَتَاتُهٗ مُتَعَادِلِيْنَ بَلْ كَانُوْا يَتَفَاضَلُوْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِيْنَ يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَيَرْحَمُوْنَ فِيْهِ الصَّغِيْرَ وَ يُؤْثِرُوْنَ ذَاالْحَاجَةِ وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ

(ترمذی جلد۲' شمائل ترمذی' ص۸۹۳)

آپ ﷺ کی مبارک مجلس بردباری' حیاء' صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ نہ تو وہاں آوازیں بلند ہوتیں اور نہ ہی معزز لوگوں کی عزتوں پر عیب لگایا جاتا۔ اس مجلس مبارک میں غلطیاں بالفرض کسی سے صادر بھی ہو جائے پھیلائی نہیں جاتی تھیں۔ اہل مجلس آپس میں برابر ہوتے تھے۔ ایک دوسرے پر فخر نہیں کرتے تھے۔ صرف تقویٰ کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے تھے۔ اہلِ مجلس عاجزی کرتے' بڑوں کی عزت کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے۔ حاجت مندوں کو ترجیح دیتے اور مسافر کے حقوق کا خیال رکھتے۔

حدیث کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ مجلسِ محمدی ہر لحاظ سے نورانی اوصاف کی پیکر تھی۔ جس میں آنے والوں کو اوصافِ عبدیت کا عملی درس مصطفیٰ کریم ﷺ خود دیتے تھے۔ وہ لہجہ بھی بہت نرالا تھا کہ جس میں آقا کریم ﷺ اللہ کے بندوں کو اس کی

وحدانیت کی عظمت' جلال' ہیبت اور رحمت سے روشناس کراتے۔ نیز ان کے سامنے خود برد باری' حیاء' صبر اور امانت داری کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے ان عظیم اوصافِ ایمان کو ودیعت کرتے تھے۔ اس مجلس میں خاموشی وسناٹا ہوتا تھا۔ لوگوں میں احساسِ عزت دلایا جاتا۔ معزز لوگوں کا اعزاز کیا جاتا تھا۔ اس کا حاضرین پر یہ اثر تھا کہ وہ ایک دوسرے پر سوائے تقویٰ کے کسی اور چیز کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ حقیقتاً ایک دوسرے سے تواضع سے پیش آتے تھے۔ بڑوں کی عزت کی جاتی' چھوٹوں پر شفقت کی جاتی' حاجت مندوں کا خیال رکھا جاتا تھا۔ گویا یہ مجلس کیا تھی ایک حقوق اللہ وحقوق العباد سکھانے کی تجربہ گاہ تھی جسے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی براہِ راست حکم دیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی توفیق ورحمت بھی اس کے شاملِ حال ہو جاتی۔ جس کی بدولت اس حکم پر عمل کرنے والے کو کوئی دقت یا ناگواری محسوس نہ ہوتی تھی۔ پس مجلسِ محمدی ﷺ قربِ الٰہی کا مقبول زینہ تھی۔ حضور ﷺ نے خود بھی اس کی یوں وضاحت فرما دی۔ جب تین آدمی آپ ﷺ کی مجلس میں آئے۔ دو نے کوشش سے جگہ حاصل کر لی اور ایک آدمی واپس چلا گیا تو ان کے متعلق فرمایا ان کی مثال یوں ہے ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کی کوشش کی تو انہیں اس نے جگہ عطا فرما دی اور جس نے پرواہ نہ کی واپس چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی پرواہ نہ کی (موطا امام مالک)

(د) حضور ﷺ کا حیا مبارک

حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مجلسی اور گھریلو ونجی زندگی کے واقعات کتبِ حدیث وسیرت میں وضاحت کے ساتھ درج ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ پر غیر مسلم اہلِ علم نے بھی لکھا مگر کسی بدترین مخالف کو بھی حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں سے کوئی ایک حیا سوز واقعہ نہ ملا جس سے اس کے پاس تنقید کرنے کا جواز ہوتا۔ پس تمام اپنوں اور غیروں کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ حضور ﷺ وصفِ حیا میں بھی معلمِ انسانیت ہیں۔

حضور ﷺ کے سُخنِ مبارک میں فحش کلام کا شائبہ تک نہ تھا۔ آنکھ مبارک نے کبھی فطرتی اور اختیاری طور پر بھی کسی فحش منظر کو دیکھا نہ خواہش کی۔ جب غیر محرم خواتین سے گفتگو فرماتے تو وہ بھی حضور ﷺ کے حیاء مبارک کی تعریف کئے بغیر نہ رہتیں۔ حضور ﷺ نے اپنی امت کے بارے میں خود ارشاد فرمایا: ''اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُکُمْ'' میں تمہارے لئے والد کی مثل ہوں کہ تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ اس کے باوجود چشمانِ مبارک سے کامل حیا کا اظہار ہوتا تھا۔ کسی مومن عورت کی طرف بھی نگاہ بھر کر نہ دیکھا جبکہ اس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ کے دیکھنے میں حیا سوزی کا ذرہ بھر بھی شائبہ نہ تھا حتیٰ کہ جب مومن خواتین دینی مسائل سیکھنے کے لئے حاضرِ خدمت ہوتیں تو ان سے کلام فرماتے ہوئے اس طرح کی گفتگو فرماتے کہ جس کے ہر لفظ سے حیا کا اظہار ہوتا۔ ایسے معاملات میں جبکہ کوئی مومن خاتون سرکارِ دوعالم ﷺ کی زوجیت کا

شرف حاصل کرنے کے لئے اپنی جان آپ کے سپرد کرتی تو پھر اسے ظاہری طور پر دیکھ لیتے تاکہ امت کے لئے اپنی منگیتر کو دیکھنا سنت ہو جائے مگر سرکارِ دو عالم ﷺ کے اس عمل میں بھی اسلامی شعائر کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی تمام سیرتِ مبارکہ شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے کسی غیر محرم عورت کے جسم کو مس نہیں کیا اگرچہ عمر رسیدہ مومنہ ہی کیوں نہ ہو حتیٰ کہ جب عورتیں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضرِ خدمت ہوتیں اور آپ ﷺ ان سے قرآن کے حکم ''فَبَايِعْهُنَّ'' آپ سے بیعت لے لیں تو اس وقت بھی مردوں کی طرح خواتین کو اپنے دستِ مبارک سے براہ راست بیعت نہ فرماتے بلکہ ایک کپڑا کا ایک پہلو خود تھام لیتے اور دوسرا کنارہ ان کے ہاتھ میں ہوتا اور یوں بیعت لیتے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآئَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ

اے نبی محترم! جب آپ کی خدمت میں مؤمن عورتیں بیعت کے لئے آئیں تو ان سے اقرار کروائیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں سے کوئی بہتان باندھ لائیں گی جسے انہوں نے خود بنا لیا ہو اور امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت لیں اور اللہ سے ان کی مغفرت کی دعا کریں (ممتحنہ:۱۲/۶۰)

بعض اوقات بڑے برتن میں پانی ڈال کر اپنا دستِ مبارک برتن میں ایک طرف ڈال لیتے اور دوسری طرف بیعت کرنے والی مومنہ عورتیں ہاتھ ڈال کر حضور ﷺ کے سامنے بیعت کا اظہار کرتی تھیں گویا دین کے اس حکم میں بھی کامل حیا مبارک کا اظہار ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر حضور ﷺ عورتوں سے مردوں کی طرح بیعت لیتے تو پھر

بھی بجا ہوتا مگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا اس لئے خود کو پیرانِ طریقت وفقراء صادقین وعلماء سمجھنے والوں کو اسوۂ رسول ﷺ کو سامنے رکھنا چاہئے۔

اسلام میں پردہ کا حکم مدینہ میں آ کر کچھ عرصہ کے بعد نازل ہوا اس سے قبل مسلمان اسلام کے مخصوص پردہ سے ہٹ کر معمول کے مطابق اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے گھروں میں خواتین کے سامنے آ جاتے تھے مگر بعد میں اسے منع کر دیا گیا جبکہ بیوت النبی کا یہ تقدس تھا کہ اس میں اجازت کے بغیر داخلہ ممنوع تھا۔ اس وقت خواتین حضور ﷺ سے براہِ راست یا امہات المومنین کے ذریعے اسلامی تعلیمات سیکھنے کے لئے آتی تھیں۔ اس موقع پر حضور ﷺ کا حیا مبارک قابلِ دید وصد ستائش تھا۔

اسلام میں حیا کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے اس لئے حدیث میں فرمادیا گیا جب تو حیا نہیں کرتا تو جو جی چاہے کر۔ نیز فرمایا فحاشی بندے کو عیب دار کر دیتی ہے۔ یہ ارشاداتِ مبارک حضور ﷺ کے طبعی حیا مبارک کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ نے خود لبادۂ حیا کو بلند مقام دیا اور اپنی امت کو اس کا درس دیا۔

حضور ﷺ کی پوری حیات مبارکہ گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی منکوحہ ازواجِ مطہرات کے حقوق زوجیت عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ کوئی بات آپ ﷺ کا بدترین دشمن بھی ثبوت کے طور پر سامنے پیش کر نہ سکا ہے نہ کر سکے گا۔ جہاں تک ان چند غیر مسلم مستشرقین کی غلط بیانی کا تعلق ہے جو انہوں نے حضور ﷺ کے چار سے زیادہ نکاح فرمانے پر غلط تاثر لوگوں کو دیا ہے وہ سراسر غلط ہے اور ان کے الزامات ان کی عقل وشعور کی خرابی کا کھلا ثبوت ہے اور ان کا یہ بکنا کہ نبی آخر الزمان ﷺ پر (نعوذ باللہ) اخیر عمر میں شہوت کا غلبہ ہو گیا تھا تب زیادہ نکاح کیے۔ اگر اس قسم کے لوگ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی ازدواجی حیثیت پر غور کرتے تو انہیں حضور ﷺ کے متعلق اس طرح بیہودہ بات کہنے کی جسارت نہ ہوتی کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے ازواج تھیں۔ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی ازواج ایک سے زیادہ تھیں۔ قرآن کریم اور گزشتہ

الہامی کتب شاہد ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے کئی احکامات امت سے الگ ہیں۔ اسی طرح انہیں عام مسلمانوں کے علاوہ زیادہ ازواج کرنے کی اجازت تھی جبکہ حضور ﷺ نے پچاس برس کی عمر مبارک تک ایک عمر رسیدہ نیک خاتون حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں رکھا جبکہ وصال سے قبل گیارہ ازواج مطہرات حرم نبویؐ میں رہیں۔ ان میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تمام مطلقہ یا بیوہ تھیں جبکہ حضرت میمونہ، حضرت ام سلمہ، حضرت سوداء (رضی اللہ عنہن) عمر رسیدہ تھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شباب کے علاوہ بڑھاپے میں شہوت کا غلبہ ہو۔ پس یہ کہنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کے تمام ازواج مطہرات سے نکاح کے بے شمار دینی و دنیاوی ثمرات ظاہر ہوئے۔ نیز ہمارے پاس جو اس بات کا ثقہ جواب ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی بھی عمل وحی کے خلاف نہیں فرمایا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اختیار دیا تھا کہ اپنی مرضی کے مطابق جس مومن عورت سے چاہیں نکاح فرمالیں۔ آپ ﷺ پر چار ازواج کی پابندی نہ تھی یہ پابندی امت کے لئے ہے۔ اس موضوع پر حضرت پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب ضیاء النبی میں بڑی سیر حاصل ایمان افروز وضاحت فرمائی ہے میں اختصار کے پیشِ نظر اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حضور ﷺ کا مشن تو مخلوق خدا کو عبادت پر لگانا ہے جبکہ عبادت و بندگی باحیاء لوگ ہی کر سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے لذت پانے کی عادت پڑ جائے وہ فحش مناظر کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک فحاشی سوائے غلاظت و تعفن کے کچھ وقعت نہیں رکھتی تو پھر حضور ﷺ کے حیا مبارک کا کیا مقام ہوگا۔ آپ ﷺ کے حیا مبارک کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جبکہ سردارانِ مکہ نے جناب ابوطالب کے ذریعے آپ ﷺ کے سامنے پیغام حق ترک کرنے کے صلہ میں عرب کی خوبصورت عورتوں سے نکاح اور عرب کی سربراہی کی پیشکش کی تو آپ ﷺ نے واضح فرما دیا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیا جائے تو تب بھی اس پیغام معرفتِ پروردگار کو ترک نہ کروں گا گویا آپ ﷺ نے یہ درس دیا کہ

اللہ تعالیٰ کی بندگی کی لذتِ آشنائی کے سامنے اس کی وقعت ہی کیا ہے جو اسے اپنا لوں۔ ایسی تمام پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور تمام عالم کو اپنے حیا مبارک کی اوجِ ثریا سے بھی بلند رفعت سے آگاہ فرمایا۔

۱۔ کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیا مبارک:

حضور ﷺ کے وصفِ حیا کے متعلق صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال بڑی اہمیت کے حامل ہیں جنہیں پڑھنے سے آپ ﷺ کے حیا مبارک کے متعلق قدرے علم حاصل ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشَدُّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِھَا ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی حیا میں بڑھے ہوئے تھے

(بخاری دوم' کتاب الانبیاء' ح ۷۷۴' جلد ۳' کتاب الادب' ح ۱۰۵۱)

بعض اوقات اگر کوئی ایسی بات کرتا جو حیا کے خلاف ہوتی اور اس کے جواب میں فحش بات کے صادر ہونے کا امکان موجود ہوتا تو اس کا بالکل جواب نہ دیتے بلکہ چہرۂ مبارک سے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اور چہرۂ مبارک کے آثار سے لوگ سمجھ جاتے اور اپنے رویہ کو ترک کر دیتے جیسے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا وَ کَانَ اِذَا کَرِہَ شَیْئًا عَرَفْنَاہُ فِیْ وَجْھِہٖ ۔

(شمائل ترمذی' ح ۳۳۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) پردہ میں (بیٹھنے والی) کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا فرماتے تھے اور جب آپ ﷺ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ناپسندیدگی کے آثار آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر ہو جاتے۔

مذکورہ بالا روایات میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا قرار دیا ہے کیونکہ باپردہ کنواری لڑکیوں میں دولت حیا

طبعًا ہوتی ہے اور ان کی نسبت سے حیاءِ رسول ﷺ بیان کرنے کا مقصد تو سرورِ دوعالم ﷺ کے وصفِ حیا کی تفسیر کرنا ہے ورنہ سرکارِ عالمین ﷺ کا حیا مبارک تو ایسا فیض کا سرچشمہ ہے کہ جس سے پوری دنیا کو بالعموم اور مومنوں کو بالخصوص حیا وایمان کی خیرات ملی ہے اور خود کنواری لڑکیوں کو اپنی عصمت کے تحفظ کا سلیقہ ملا ہے۔

۲-انتہائی حیا مبارک کی حدیث:

حضور ﷺ کے وصفِ حیا مبارک کا اندازہ آپ کی شریکِ حیات ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے۔

عـن مولى لعائشة رَضِىَ اللهُ تَعالىٰ عَنهَا قال قَالَتْ عَائِشَةُ مَانَظَرْتُ اِلٰى فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَوْ قَالَتْ مَارَ ايْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَطُّ ۔

(ترمذی، جلد دوم شمائل ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک (آزاد کردہ) غلام سے روایت ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے (کبھی) آنحضرت ﷺ کے ستر کی طرف نظر نہیں کی یا آپ نے فرمایا میں نے (کبھی بھی) آنحضرت ﷺ کے ستر کی طرف نہیں دیکھا۔

۳-چہرۂ مبارک سے حیا کے اثرات کا ظاہر ہونا:

حضور ﷺ لوگوں کی معمولی غلطیوں سے چشم پوشی فرماتے تھے۔ یہ روّیہ بھی حیا کی ذیل میں آتا ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تو اس میں بھی حضور نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حیا فرمانے والے اور سب سے بڑھ کر غضِ بصر یعنی چشم پوشی کرنے والے تھے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۔

بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے (پ۲۲، الاحزاب: ۵۳)

حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بالا سناد مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے تھے۔ جب حضور ﷺ کسی چیز سے کراہت فرماتے تو ہم حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے پہچان جاتے۔ حضور ﷺ کا چہرۂ انور لطیف تھا۔ ظاہری جلد باریک تھی۔ آپ ﷺ حیا کی وجہ سے جس بات کو مکروہ سمجھتے اس سے رودررو (بالمشافہ) کلام نہ کرتے۔ یہ آپ ﷺ کی شریف النفسی تھی

(صحیح بخاری کتاب المناقب، جلد۴، صفحہ ۱۵۱، صحیح مسلم جلد۴، صفحہ ۱۸۰۹، شمائل ترمذی، صفحہ ۲۸۳ بحوالہ شفا شریف)

بعض اوقات ان کو ان کی غلطیوں پر بات چیت کے بجائے چہرۂ مبارک کی ناپسندیدگی ظاہر کر کے منع فرماتے جیسے کہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کسی کی طرف سے کوئی ناگوار اطلاع ملتی تو آپ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ فلاں کا کیا حال ہے، وہ ایسا کہتا ہے بلکہ آپ یہ فرماتے فلاں قوم کیا کرتی ہے یا فلاں قوم کیا کہتی ہے۔ اس سے ان کو خبردار کرتے (شفا شریف)

حضور ﷺ کے نزدیک حیا مبارک کا کتنا بلند مقام تھا اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا اور کوئی غسل نہ دے کیونکہ جو بھی میرے ستر پر نظر ڈالے گا وہ اندھا ہو جائے گا (بزاز جلد۱، صفحہ ۴۰۰، دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد۷، صفحہ ۲۴۴)

۴۔ غیر محرم خواتین کے متعلق حیا مبارک:

حضور ﷺ کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں نے کبھی اس عورت کے ہاتھوں کو نہ چھوا جو آپ ﷺ کی ملک میں نہ ہو (یعنی بیوی یا باندی نہ ہو) (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، جلد۹، صفحہ ۶۶)

باب نمبر ۱۱

حضور نبی کریم ﷺ کا سراپا رحمت

حضور نبی کریم ﷺ سرتاپا مبارک پوری کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کا ہر وصف مبارک بھی اولین وآخرین کے لئے رحمت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چشم مبارک سے حیا کی صفت مبارک ملی اور نورِ ہدایت ملا۔ حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے لوگوں کو حکمت ودانائی کے چشمے عنایت ہوئے اور جس نے حضور ﷺ کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے قیمتی موتیوں کو یاد رکھا وہ زمانے کا استاد بن گیا۔ حضور ﷺ کے سانس مبارک نے دنیا کو جنت کی ایک مہک سے لبریز کیا۔ حضور ﷺ کے کان مبارک نے پروردگارِ عالم کے کلام کو سن کر پوری نوعِ انسانیت کے سامنے پیش کیا جو کہ مومنوں کے لئے شفا ہے۔ حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک و جمالِ مبارک کی زیارت سے زمین کی تمام اشیاء اپنی قسمت پر فخر کرنے لگیں اور آپ ﷺ کے دست کرم سے مخلوقِ خدا کو بے شمار برکتیں ملیں۔ آپ ﷺ کے قدمین مبارک جس زمین پر لگے وہ رشک عرش بن گئی۔ الغرض حضور ﷺ بحثیت مجموعی رحمت ہی رحمت ہیں۔

حضور ﷺ کی خصائل وعاداتِ مبارک نے انسانیت کو کھانے' پینے' پہننے' رہنے سہنے اور آپس میں میل ملاقات کا وہ دستور العمل دیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور بہتر طریقہ نہیں ہوسکتا کہ جس سے کسی بھی کام کو عمدہ طریقے سے کیا جا سکے۔ نوعِ انسانیت کو

کھانے کا وہ طریقہ دیا جس سے کھانا زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے اور ضرر سے بچائے۔ رہنے سہنے کا وہ طریقہ عطا کیا جس سے تسکین بھی ہو اور حفاظت بھی۔ آپس میں میل ملاقات کا ایسا طریقہ دیا کہ جس سے آپس میں محبت ہی محبت پیدا ہو اور نفرت ونخوت کا خاتمہ ہو۔ آپ ﷺ کا اسوۂ مبارک بحیثیتِ کل دنیا کے لئے انتہائی فوائد کے علاوہ آخرت میں اجر وثواب کا ضامن بھی ہے کہ اس سے کسی کو کوئی حقیقی گزند نہ پہنچے گا مگر دونوں جہان کے بے پناہ فوائد ملیں گے۔

حضور ﷺ اپنوں کے لئے کامل وحقیقی رحمت وسکون ہیں کیونکہ محبت کرنے والے ہی آپ ﷺ کے اصل خادم ہیں۔ آپ ﷺ کی قدر کرنے والے آپ ﷺ کے پیروکار اور محبین صادق ہیں۔ وہ دنیا میں سرخرو ہوں گے۔ اگرچہ بعض حالات ومعاملات میں انہیں تکالیف اٹھانا پڑیں گی مگر وہ تمام مصیبتیں ان کے لئے خیر ہی ثابت ہوں گی کیونکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمتوں کے ذریعے اخلاقیات' قانون' سیاست میں بہترین حکمت عملی کا علم ملا جس سے انہیں بحیثیت انسان کائنات کو تسخیر کرنے کا شعور ملا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اقوام کے بڑے بڑے سکالروں نے حضور ﷺ کو دنیا کا بہترین حاکم' عادل' سپہ سالار' بااخلاق رہنما تسلیم کیا اور آپ ﷺ کے اسوۂ مبارک سے علم وعمل کے میدان میں رہنمائی حاصل کی کیونکہ حضور ﷺ عالمگیر رسول ہیں اس لئے آپ ﷺ کی آمد کے بعد تمام نوعِ انسانیت آپ ﷺ کی امت میں حکماً شامل ہے۔ آپ ﷺ ان کے لئے اس لئے بھی رحمت ہیں کہ ان پر پہلی امتوں کی طرح کے عذاب نہیں آئے حالانکہ آپ ﷺ سے قبل تمام نافرمان امتوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی بددعا کے بعد ہلاک کیا گیا۔ ہاں آخرت میں تمام کفار کے لئے حضور ﷺ اور قرآن کریم اتمامِ حجت ہوں گے۔ اس روز رحمت صرف مومنوں کے لئے ہو گی جبکہ کفار ومنافقین حضور ﷺ کی رفاقت اور شفاعت کی صورت میں خصوصی رحمت سے محروم رہیں گے۔

آپ ﷺ کی رحمت عام ہے اور ہر کسی کو صدائے عام ہے کہ وہ آگے بڑھے

اور حضور ﷺ کی غلامی میں آ کر آپ ﷺ کی رحمت کو حاصل کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام جہانوں کی تمام مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر اور رحمت فرمانے کا اختیار دے کر بھیجا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ ۱۷ انبیاء: ۱۰۷/۲۱)
اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

اب بدبخت وہ ہے جو اس رحمت کے خصوصی دھارے سے دور رہے یا اس کا انکار کرے۔ اللہ کا رسول ﷺ اپنے رحمت بھرے "پر" پھیلا کر سب کا انتظار کر رہا ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۔ (الاسراء: ۲۴/۱۷)
اور آپ (ﷺ) ان کے لئے رحمت کے پر پھیلا لیجئے۔

اگر کوئی اپنی شقاوتِ قلبی سے اس درِ اقدس سے رحمت کا سودا طلب نہ کرے بلکہ آپ ﷺ کی رحمت کا ہی انکار کر دے تو یہ اس کی اپنی بدبختی ہے ورنہ بقول شاعر

جدھر جدھر بھی گئے وہ جھولی بھرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ کرم کرتے گئے

۱۔ حضور ﷺ مومنوں کے لئے خصوصی رحمت:

حضور نبی کریم ﷺ کا اہلِ ایمان پر مشفق و نرم خو ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ ہے کیونکہ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت و رحمدلی کی بناء پر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور انہیں ایمان اور تمام جہانوں کی سعادتیں مل گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں بیان کیا۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ط ۔ (التوبۃ: ۶۱)
اور جو تم میں مسلمان ہیں، آپ (ﷺ) ان کے لئے رحمت ہیں

علماء کرام نے رحمت سے مراد تنگی و نحوست کا دور ہونا لیا ہے کیونکہ جب رحمت ہوتی ہے تکلیف دور ہو جاتی ہے خواہ وہ تکلیف بدنی، مالی یا روحانی ہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ

حضور ﷺ ہر پریشانی کی دوا ہیں۔ پس یہ آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت وکرم کرنے پر مامور ہیں۔ دیر تو ہماری طرف سے ہے کہ ہم کب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے پیارے رسول ﷺ سے حاصل کرنے کے لئے اپنے تمام رشتوں، ناطوں سے بڑھ کر آپ ﷺ کو اپنا آقا بنالیں اور آپ ﷺ کے احکامات پر عمل کریں۔ اور اس شعر کے مطابق آپ ﷺ کے سامنے دستِ طلب پھیلا دیں۔

ہم اُن کا کرم، اُن کی عطا مانگ رہے ہیں
جیسا ہے سخی، ویسی عطا مانگ رہے ہیں

۲۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فطرتاً ہر لحاظ سے رحمت بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے احساناً ذکر بھی فرمایا ہے کہ اے میرے محبوب! یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے عطائے رحمت کی خاطر بڑے نرم ہیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۔ (آل عمران:۱۵۹)

اے محبوب ﷺ! یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان کے لئے مشفق ونرم دل ہیں اور اگر آپ ﷺ سخت دل ہوتے تو یہ مسلمان تمہارے پاس پریشان ہو جاتے۔

یعنی اے محبوب ﷺ آپ کا امت کے لئے طبعاً نرم دل ہونا ہمارے بنانے سے ہے تاکہ طبعاً آپ ﷺ لوگوں پر مائل بہ عطا ہوں اور کوئی بھی طالب آپ کی رحمت سے محروم نہ رہے کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کو فضل وکرم کے خزانے دے کر قاسمِ نعمت بنا دیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔

وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۔ (النساء:۱۱۳)

اور اللہ کا آپ (ﷺ) پر عظیم فضل ہے۔

جبکہ حضور ﷺ نے اس فضلِ الٰہی کی یوں خبر دی ہے کہ

اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ ۔ (بخاری جلد۳ کتاب التفسیر ع ۱۸۸)

مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

۳- امت کو غمگین دیکھ کر آپ ﷺ کا غمخوار ہونا:

حضور ﷺ کے علم میں تھا کہ دونوں جہان کی کرم نوازیاں اسے عطا ہوں گی جو میرے ساتھ محبت رکھے گا اور میری سنت کے مطابق زندگی بسر کرے گا اس لئے کفار کے اخروی انجام کو دیکھ کر حضور ﷺ غمناک ہو جاتے تھے اور یہ غم پریشانی کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۞ (الکہف ۱۸/۶)

تو کیا آپ (ﷺ) اپنی جان کو اس غم میں ختم کرلیں گے کہ وہ اس بات یعنی قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔

یعنی اے رسولِ محترم اگر کوئی خود ہی آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے سن کر قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتا اور آپ ﷺ کو بھی نہیں مانتا تو اس وجہ سے آپ پر کوئی حرج نہیں وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

اس آیت میں صرف قرآن پر ایمان ضروری قرار نہیں دیا گیا بلکہ قرآن پر وہی ایمان لائے گا جو صاحبِ قرآن پر ایمان لائے گا اور وہی اللہ تعالیٰ پر ایمان لا سکے گا۔

۴- حضور ﷺ مومنوں پر مہربان و رحم کرنے والے ہیں

حضور ﷺ کے خالق و پروردگار نے خود گواہی دی ہے کہ حضور ﷺ مومنوں کو رنج میں دیکھ کر خود بے تاب ہو جاتے ہیں اور مومنوں پر کمال درجہ کے مہربان ہیں خواہ وہ مہربانی دنیاوی معاملات میں ہو یا اُخروی معاملات میں ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں مگر حضور ﷺ نے مسلسل بارگاہِ خداوندی میں التجا کے ذریعے پانچ تک تخفیف کرائی۔ اسی طرح آپ ﷺ کے وسیلہ سے پانی نہ ملنے کی صورت میں یا بیماری کی صورت میں تیمم کی سہولت ملی۔ ماہِ

رمضان المبارک کے روزوں میں تخفیف ہوئی اور سحری کا کھانا امت مسلمہ کے لئے جائز قرار پایا حالانکہ پہلے کسی امت پر یہ سحری جائز نہ تھی۔ جہاد میں مالِ غنیمت کو جائز کر دیا گیا۔آپ ﷺ کی امت کے لئے نزاع سے پہلے تک توبہ کا دروازہ کھول دیا گیا جو گناہ گار حضور ﷺ کے پاس آ کر اپنے گناہوں پر توبہ کرے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقینی طور پر قبولیت کا مژدہ سنایا گیا اور تا قیامت پوری زمین کسی بھی جگہ پر مسلمان فرد کے لئے آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کو جائز رکھا گیا ہے اور مزید حضور ﷺ اپنے روضۂ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں زائرین میں تقسیم فرما رہے ہیں۔

حضور ﷺ کی مہربانیوں اور عطاؤں کا اس آیت مبارکہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ: ۹/۱۲۸)	بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول تشریف لے آئے ہیں جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا غمناک ہوتا ہے۔ وہ مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

اگر حضور ﷺ کے پاس اپنی امت پر مہربانی اور رحم کرنے کے لئے کچھ اختیار نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ان دو صفات کا ذکر یہاں بیان نہ کرتا۔ پھر رؤف ورحیم کا کیا مطلب ہے جبکہ یہ صفاتی اسمائے مبارک اللہ تعالیٰ کے اسماءِ مبارک میں بھی شامل ہیں۔ اس کا مفہوم صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کو رؤف ورحیم کا اذن دینے والا اللہ تعالیٰ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ خود ذاتی وحقیقی طور پر رؤف ورحیم ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ پر گناہ گاروں کو گناہوں سے پاک ہونے کے لئے بڑا بہترین طریقہ بنایا اور وہ طریقہ آیئے قرآن کے الفاظ میں دیکھیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ	اور اگر وہ (گناہ کی صورت میں) اپنی جانوں پر ظلم کر لیں پھر آپ کے پاس آ

لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:۶۴/۴)

جائیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور اللہ کا رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا انتہائی رحم کرنے والا پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ کرم درِ رسول کریم ﷺ پر تا قیامت جاری وساری ہے کیونکہ قرآن تا قیامت ہے تو یہ حکم بھی تا قیامت نافذ ہے جبکہ حضور ﷺ نے خود بھی فرمایا کہ میں نبی رحمت ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے میرے طریقے پر لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَمِّی لَنَا نَفْسَهٗ اَسْمَآءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّی وَالْحَاشِرُ وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَةِ

حضرت ابواشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے کئی اسمائے گرامی بتاتے ہوئے فرمایا میں محمد، احمد، مقفی، الحاشر نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں (مسلم، مشکوٰۃ جلد ۳، کتاب الفتن، ح ۵۵۲۸)

۵- درِ حبیب کریم ﷺ پر لعنت کا سودا نہیں:

حضور ﷺ عام طور پر مشرکین کے لئے بھی لعنت کی دعا نہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی مشرکین پر لعنت کرنے کے لئے آپ ﷺ سے کہتا تو فرماتے مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً

(مسلم کتاب البر والصلۃ والادب ۷ ح ۶۴۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا، مشرکین کے خلاف دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں معبوث کیا گیا، مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

بعض مقامات پر حضور ﷺ نے مشرکین و کفار پر لعنت بھیجی ہے مثلاً ان لوگوں کے لئے بددعا کی جنہوں نے مکہ میں نماز کے دوران حالتِ سجدہ میں اوجڑی ڈال دی تھی اور ان لوگوں کے لئے ہلاکت کی دعا فرمائی جو دھوکہ سے تبلیغ کی غرض سے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو اپنے ساتھ لے گئے مگر راستے میں انہیں شہید کر دیا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر مشرکین لشکروں کے لئے بددعا کی تھی کیونکہ ایک روز ان سے سخت لڑائی کے باعث حضور ﷺ اور صحابہ کرام (علیہم الرضوان) عصر و مغرب کی نماز ادا نہ کر سکے۔ ان مواقع پر مشرکین کے لئے بددعا یا ہلاکت کی دعا کی وہ بھی اس لئے کہ ان کی شرارتوں سے آپ ﷺ کو بے پناہ تکلیف ہوئی اور انہوں نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو نماز سے روکے رکھا جو کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے۔ اس کے علاوہ طائف، مکہ مکرمہ اور کئی جنگوں میں مشرکین سے تکالیف اٹھانے کے باوجود مذکورہ بالا حدیث کی رو سے بددعا نہ فرمائی۔

۶- سرکارِ دوعالم ﷺ کی رحمت کی وسعت:

حضور ﷺ کی رحمت سے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کو وافر حصہ ملا اور زمین پر آپ ﷺ کی رحمت کا خوان بچھا ہوا ہے جسے اللہ تعالیٰ کا جود و کرم حاصل کرنا ہے وہ حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق کر سکے گا جو حضور ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کر کے آپ ﷺ کی اتباع نہ کرے گا وہ ہمیشہ کی ذلتوں میں پھنس جائے گا۔ اس کے لئے کوئی حمایتی و مددگار نہ ہوگا کیونکہ صراطِ مستقیم بذاتِ خود حضور ﷺ ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث میں یہ بات بڑے احسن انداز میں بیان کی گئی ہے جس کا اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ ضَرَبَ مَثَلاً صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا عَلٰى كَنَفِي الصِّرَاطِ

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی (اور وہ یہ کہ) ایک سیدھا راستہ ہے

ذُوْزَانَ لَهُمَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ عَلَى الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ وَدَاعٍ يَدْعُوْ عَلَى رَاْسِ الصِّرَاطِ وَدَاعٍ يَدْعُوْا فَوْقَهٗ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَالْاَبْوَابُ الَّتِىْ عَلٰى كَنَفِى الصِّرَاطِ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا يَقَعُ اَحَدٌ فِىْ حُدُوْدِ اللّٰهِ حَتّٰى يَكْشِفَ السِّتْرَ وَالَّذِىْ يَدْعُوْ مِنْ فَوْقِهٖ وَاعِظُ رَبِّهٖ۔

(ترمذی جلد دوم' ابواب الامثال' ح ۷۶۹)

اس کے دونوں طرف ایک ایک دیوار ہے' ان دیواروں میں کئی دروازے ہیں جو کھلے ہیں اور ان پر پردے پڑے ہوتے ہیں' راستے کے سرے پر ایک بلانے والا بلا رہا ہے اور ایک بلانے والا اس کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ راستہ کی دونوں طرف جو دروازے ہیں وہ اللہ کی حدیں ہیں اور کوئی بھی ان حدود میں پردہ اٹھائے بغیر داخل نہیں ہوسکتا اور اوپر بلانے والا اپنے رب کا واعظ ہے۔

اس حدیث پاک میں آپ ﷺ کے راستہ کو مستقیم قرار دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کو داعی حق کہا گیا ہے۔

۷- حضرت جبرائیل ومیکائیل علیہم السلام کی گواہی:

اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِىَّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ رَاَيْتُ فِى الْمَنَامِ كَاَنَّ جِبْرَئِيْلَ عِنْدَ رَاْسِىْ وَمِيْكَائِيْلَ عِنْدَ رِجْلِىْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اِضْرِبْ لَهٗ مَثَلًا فَقَالَ اسْمَعْ سَمِعَتْ اُذُنُكَ وَاعْقِلْ عَقَلَ قَلْبُكَ اِنَّمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُ اُمَّتِكَ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت جبرائیل میرے سر کے پاس اور میکائیل میرے پاؤں کے پاس (کھڑے) ہیں۔ ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں ان کی کوئی مثال بیان کرو تو اس نے کہا (یارسول اللہ!) آپ سنیں (اللہ کرے) آپ کے

كَمَثَلِ مَلِكٍ اِتَّخَذَ دَارًا ثُمَّ بَنٰى فِيْهَا بَيْتًا ثُمَّ جَعَلَ فِيْهَا مَائِدَةً ثُمَّ بَعَثَ رَسُوْلًا يَّدْعُوا النَّاسَ اِلٰى طَعَامِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَجَابَ الرَّسُوْلَ وَمِنْهُمْ مَّنْ تَرَكَهٗ فَاللّٰهُ هُوَ الْمَلِكُ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْبَيْتُ الْجَنَّةُ وَاَنْتَ يَا مُحَمَّدُ رَسُوْلٌ فَمَنْ اَجَابَكَ دَخَلَ الْاِسْلَامَ وَمَنْ دَخَلَ الْاِسْلَامَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَكَلَ مَا فِيْهَا هٰذَا ۔

(ترمذی دوم، ابواب الامثال، ح ۷۷۰)

کان سنیں اور سمجھیں (اللہ کرے) آپ کا قلب اقدس سمجھے آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے جس نے ایک حویلی بنائی پھر اس میں ایک مکان بنا کر اس میں دسترخوان چنا پھر ایک قاصد لوگوں کو کھانے پر بلانے کے لئے بھیجا۔ بعض نے قاصد کی بات مان لی جبکہ بعض نے دعوت قبول نہ کی۔ پس اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے۔ حویلی سے مراد اسلام ہے، گھر جنت ہے اور یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے پیغامبر ہیں جس نے آپ کی بات مان لی جنت میں داخل ہوا اور جو جنت میں داخل ہوا اور وہ وہاں کی نعمتوں سے کھائے گا۔

اس حدیث میں حضور ﷺ کے اسوۂ مبارک کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خوان قرار دیا گیا ہے اور مثال بیان کرنے والے بھی جلیل القدر ملائکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی بیان کر رہے ہیں۔ پس آخرت میں حقیقی نعمتیں اسے ملیں گی جو حضور نبی رحمت ﷺ کو کماحقہ تسلیم کر کے آپ ﷺ کی رحمت کا سودا حاصل کرے گا۔

۸- رحمت اور جود کا واقعہ:

ابن شہاب رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ سعید بن میّب نے ہم سے کہا صفوان رضی اللہ عنہ کہتا تھا کہ خدا کی قسم حضور ﷺ نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا حالانکہ میں حضور ﷺ کو مخلوق میں سب سے برا سمجھتا تھا لیکن حضور ﷺ مجھے برابر عنایت فرماتے رہے یہاں تک کہ اب میرا یہ حال ہے کہ مخلوق میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب

مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے آ کر حضور ﷺ سے کچھ مانگا۔ حضور ﷺ نے اس کو عنایت فرمایا اور فرمایا کیا میں نے تم پر احسان کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں اور تم نے

کچھ احسان نہ کیا۔

اس پر مسلمان غضبناک ہوئے اور اس کے مارنے کو کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اشارے سے روک دیا پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے اور اس کی طرف مزید مال بھیجا۔ پھر فرمایا کیا میں نے تم پر احسان کیا؟ اس نے کہا ہاں۔ اللہ عزوجل آپ ﷺ کو اہل وعیال کی جانب سے برکت دے پھر اس سے حضور ﷺ نے فرمایا۔

تو نے مجھ سے جو کہا کہا لیکن میرے صحابہ کے دل میں تیری طرف سے انقباض ہے اگر تو پسند کرے تو تو ان کے سامنے بھی وہی کہہ دے جو تو نے مجھ سے کہا ہے تاکہ تیری طرف سے ان کے دل بھی صاف ہو جائیں۔

اس نے کہا بہت اچھا۔

جب دوسرا دن آیا یا شام آئی تو وہ اعرابی آیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا بیشک یہ وہی دیہاتی ہے۔ اس نے جو کچھ کہ کہا پس میں نے اس کو کچھ اور دیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں راضی ہو گیا' کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ اس دیہاتی نے کہا ہاں اللہ عزوجل آپ ﷺ کو اہل وعیال کی جانب سے برکت دے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا میری اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کی اونٹنی ہو اور وہ بھاگ جائے پھر لوگ اس کے پیچھے دوڑیں مگر وہ اونٹنی قریب ہونے کے بجائے دور ہی بھاگتی جائے۔ اس وقت اس کا مالک ان سے کہے کہ میرے اور اونٹنی کے معاملہ میں تم دخل مت دو۔ میں اس کے لئے تم سے زیادہ نرم ہوں اور وہ خوب جانتی ہے۔ پس وہ اونٹنی کے آگے سے آیا اور زمین پر سبزی دکھا کر اس کو پکڑ لیا اور لوٹا لایا۔ یہاں تک کہ وہ آ گئی اور بیٹھ گئی اور اس کے اوپر کجاوہ باندھ دیا اور اس پر سیدھا بیٹھ گیا اور اگر میں تم کو چھوڑ دیتا جیسا کہ اس نے کہا تھا تو تم اس کو قتل کر دیتے اور وہ جہنم میں جاتا (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶'۱۵' کشف الاستار جلد ۳' صفحہ ۱۶۰'۱۵۹)

حضور ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تم میں سے کوئی میرے

صحابہ کے بارے میں کچھ نہ پہنچائے۔ پس میں اس کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ جب میرا تمہاری طرف سے گزر ہو تو میرا دل صاف ہو (سنن ترمذی، جلد ۵ صفحہ ۳۶۹، سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۱۸۳)

آپ ﷺ کی شفقت ومہربانی اور رحمت

حضور ﷺ اس امت کے لئے انتہائی مشفق ومہربان ہیں اور جب کوئی ان میں سے کسی وجہ سے مشقت میں پڑ جاتا ہے تو حضور ﷺ کو یہ بات غمگین کر دیتی ہے جیسے کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(پ ۱۱، التوبہ: ۱۲۸)

ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحم فرمانے والے۔

۹۔ امت کے بے سہارا افراد پر رحمت:

یہ بات حضور ﷺ کی رحمت سے ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کا اعزاز واکرام فرماتے تھے جو آپ ﷺ سے محبت رکھتے یا آپ ﷺ کے عزیز واقارب تھے۔اس لئے حضور ﷺ ابولہب کی باندی ثوبیہ کو بطور صلہ کھانا اور کپڑا وغیرہ بھی بھجوایا کرتے تھے کیونکہ اس نے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ثوبیہ کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے دریافت کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار باقی ہے؟" لوگوں نے کہا کوئی باقی نہیں ہے۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی انہی مہربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ سے فرمایا:

اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مدارج النبوت جلد اوّل ص ۸۱)

اے میرے سرتاج! آپ کو بشارت ہو۔خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی غمگین نہ کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے یتیموں کا بوجھ اٹھاتے معدوم کا کسب فرماتے۔مہمان کو ٹھہراتے اور حق کی دستگیری فرماتے ہیں۔ ﷺ

۱۰- احکامِ دین کے بارے میں امت پر رحمت:

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو امت پر شفقت، تخفیف اور ان پر آسانی اس قدر منظور تھی کہ بعض وہ باتیں ناپسند فرماتے تھے جس میں یہ خوف ہو کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے۔ جیسا کہ حضور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر امت کے بارے میں مجھے یہ بات شاق نہ ہوتی تو میں ان کو حکم دیتا کہ وہ ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور کریں (صحیح بخاری کتاب الجمعہ جلد۲، صفحہ۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۰) اور رات کی نماز (تہجد) (صحیح بخاری کتاب الوضو جلد۱، صفحہ۴۴، صحیح مسلم جلد۱، صفحہ ۵۴۱) اور صوم وصال (پے درپے روزے رکھنا) (صحیح بخاری کتاب الصوم جلد۳، صفحہ۳۴، صحیح مسلم جلد۲، صفحہ ۷۷۶) سے صحابہ کو منع نہ فرماتا اور عمارت کعبہ میں داخل ہونے کو اس لئے ناپسند فرمایا (سنن ابوداؤد کتاب المناسک جلد۲، صفحہ ۵۲۶، سنن ترمذی کتاب الصلوٰۃ جلد۲، صفحہ ۱۸۰) کہ کہیں امت دشواری میں نہ پڑ جائے اور اللہ عزوجل سے اس کی آرزو کرنا کہ میرا سب اور لعنت کرنا امت کے لئے رحمت کر دے اور حضور ﷺ کا یہ حال مبارک کہ جب کسی بچے کے رونے کی آواز کو نماز میں سنا تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتے (یہ سب حضور ﷺ کی شفقتوں میں سے ہے) (صحیح بخاری کتاب الاذان جلد۱، صفحہ ۱۱۸، صحیح مسلم جلد۱، صفحہ ۳۴۲)

(ب) حضور ﷺ کی وفا مبارک

حضور ﷺ تو وصفِ وفا کا اہتمام کرنے کے لئے تشریف لائے' وفا کو وفا اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اسے رسولِ اکرم ﷺ نے اپنایا۔ حضور ﷺ نے اپنے خونی رشتوں سے وفا کی' اپنے شہر مبارک سے وفا کی' بنی نوعِ انسانیت سے وفا کی کہ انہیں خالقِ کائنات جل شانہ کا پیغام مکمل طور پر بغیر کسی کمی وزیادتی سے بحکمِ الٰہی پہنچا دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تو حضور ﷺ نے اپنے وصف سے لوگوں کو فیض یاب کر کے وفا نبھائی۔ حضور ﷺ کی وفا مبارک سے ان لوگوں کو صحیح معنوں میں دین ودنیا اور عقبیٰ کے فیوض وبرکات ملے جنہوں نے حضور ﷺ کی کسی بھی موقع پر خدمت کی۔ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں ساتھ دیا۔ حضور ﷺ کی جدوجہد میں آپ ﷺ سے تعاون کیا۔ تبلیغِ دین' ہجرت اور جہاد میں حضور ﷺ پر ایمان لاتے ہوئے مصیبتوں کو برداشت کیا۔ ہجرت وجہاد میں اللہ اور رسولِ اکرم ﷺ کی خاطر پریشانیاں اٹھائیں' گہرے زخم کھائے اور کئی لوگوں نے جان کے نذرانے پیش کیے تو حضور ﷺ نے ان تمام حضرات سے ایسی وفا کی کہ انہی کے ساتھ جینا پسند فرمایا' انہی کے سنگ وصال اور حشر کے روز رفاقت کو اختیار فرمایا۔ حضور ﷺ کی وفا مبارک کا اندازہ ان احادیث سے لگایا جا سکتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا اَوْ حَیْثُ کَانُوْا ۔ (مسند امام احمد، جلد ۵، ۲۳۵)

میرا قرب متقی لوگوں کو حاصل رہے گا خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں کے رہنے والے ہوں۔

ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں نے قیامت کے لئے نہ تو زیادہ نفلی نمازیں پڑھی ہیں اور نہ روزے رکھے ہیں اور کہا ''اِلَّآ اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ'' مگر میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت رکھتا ہوں تو سرکار دو عالم ﷺ نے اس سے فرمایا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ۔ (بخاری جلد ۳، کتاب الادب، ح ۱۱۰۳)

قیامت کے دن آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اور تو بھی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔

۱-غربا و مساکین سے وفا:

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنی امت کی بخشش کے لئے دعا کی جو قبول ہوئی۔ اس پر آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پوچھنے پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور میری امت کی مغفرت کی تو شیطان اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا اور چیخنے چلانے لگا تو مجھے اس کے چیخنے چلانے نے ہنسا دیا (ابن ماجہ، جلد ۲، ابواب المناسک، ۲۵) اسی طرح حضور ﷺ نے اپنی مقبول دعاؤں کو امت کے گناہ گاروں کے حق میں قیامت کے روز شفاعت کے لئے محفوظ کر کے اپنی وفا نبھائی۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ فَتَعْجَلُ کُلُّ نَبِیٍّ دَعْوَتَہٗ وَاِنِّیْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے۔ جو ضرور قبول ہوتی ہے۔ تمام انبیاء نے اپنی اپنی دعائیں

شَفَاعَةً لِّاُمَّتِیْ فَھِیَ نَائِلَةٌ مَنْ مَّاتَ مِنْھُمْ لَا یُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا
(ابن ماجہ جلد دوم ابواب الزہد: ۲۱۱۱)

مانگ لی ہیں۔ میں نے اپنی دعا امت کی شفاعت کیلئے اٹھا رکھی ہے اور میری شفاعت ہر اس شخص کیلئے ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ ذرہ برابر بھی اس نے شرک نہ کیا ہو۔

حضور ﷺ کا ضعیفوں سے محبت کرنا اور ان کے ساتھ رہنا بھی آپ کے عظیم صاحبِ وفا ہونے کا ثبوت ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِیْ فِیْ ضِعَفَآئِكُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآءِ كُمْ
(ابوداوٗد' مشکوٰۃ جلد دوم کتاب الرقاق ح ۵۰۱۴)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے اپنے ضعیفوں میں تلاش کیا کرو کیونکہ تم اپنے ضعیفوں کے سبب روزی اور مدد دیئے جاتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْكِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْكِیْنًا وَحْشُرْنِیْ ذُمْرَةَ الْمَسَاكِیْنَ ''اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھنا اور مسکنت کی حالت میں دنیا سے اٹھانا اور مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر کرنا۔''

(ابن ماجہ دوم' ابواب الزھد ح' ۱۹۱۸)

یہ ارشادات حضور ﷺ کی پوری امت سے بالعموم اور غربا و مساکین سے بالخصوص وفا کا کھلا اظہار ہیں۔ نیز ان ارشادات میں بیان کردہ حضور ﷺ کی وفائیں اصل میں قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی تفسیر ہیں۔

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○
(پ ۱۱' توبہ: ۹/۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تم ہی میں سے ہیں اور تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہاری خیر و بھلائی کے بہت حریص ہیں وہ مومنوں

پر مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔

۲- اہلِ محبت سے وفا:

دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کے وعدے ان لوگوں کے لئے ہیں جو حضور ﷺ سے سچی محبت واطاعت کی وفا نبھائیں گے۔ انہی کے لئے دنیا میں فضل وکرم ہے اور آخرت میں شفاعت' جنت میں عزت کا دائمی مقام ہے' انہی لوگوں سے اللہ تعالیٰ بھی وفا فرمائے گا اور اس سے بڑا کوئی وعدہ وفا کرنے والا نہیں ہے نہ ہی کوئی اس سے زیادہ بات کا سچا ہے جیسے کے فرمایا۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (نساء:۸۷/۴) — اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا کون سچا ہوسکتا ہے۔

مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ۔ (توبہ:۱۱۱/۹) — اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون وعدہ وفا ہوسکتا ہے۔

پس جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ محبت واطاعت سے وفا کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی وفا انہیں پہنچے گی دنیا وآخرت میں انہیں بے پناہ انعامات عطا کئے جائیں گے جیسے علامہ اقبال نے اس بات کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اپنوں سے حسنِ وفا کے واقعات:

حضور ﷺ ہمیشہ اپنوں سے حسن سلوک فرماتے تھے' ان کا اکرام فرماتے' ان کی عزت کرتے اور انہیں تحائف عطا کرتے تھے جیسے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

حضور ﷺ ثوبیہ باندی' ابولہب کو اپنے دودھ پلائی کے صلہ میں کپڑے بھیجا کرتے تھے پھر جب وہ فوت ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس کے قرابت داروں کو

دریافت کیا۔ کہا گیا کہ کوئی باقی نہیں ہے (طبقاتِ ابن سعد جلد ا صفحہ ۱۰۹'۱۰۸)

۳۴۔ رضاعی والدہ اور بہن سے حسنِ سلوک:

حضور ﷺ نے اپنے رضاعی والدین اور بہن بھائیوں کا اعزاز اس طرح کیا کہ انہیں لوگوں کے سامنے اپنی چادر بچھا کر عزت کے مقام پر بٹھایا جبکہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے روز اعلیٰ درجات عطا کر کے اپنے رسول کریم ﷺ کی وفا کی تکمیل فرمائے گا۔

ابوالطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا ہے اس وقت میں بچہ تھا کہ اچانک ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی۔ حضور ﷺ نے اس عورت کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی۔ وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے؟ تو صحابہ (کرام علیہم اجمعین) نے کہا یہ وہ عورت ہے جس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ ظاہر ہے کہ حلیمہ سعدیہ ہوں گی اور ابن عبدالبر استیعاب میں کہتے ہیں کہ وہ حلیمہ تھیں اور علماء یہ بھی بیان کرتے ہیں حضور ﷺ کو چونکہ آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا تھا انہیں میں سے کوئی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

عمرو بن سائب بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ایک روز تشریف فرما تھے کہ حضور ﷺ کے رضاعی والد آئے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی وہ اس پر بیٹھے۔ پھر آپ کی رضاعی والدہ آئیں تو چادر شریف کے ایک کونے پر انہیں بٹھا دیا پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں سامنے بٹھایا (مدارج النبوت اول' ص ۸۱)

حضورِ انور ﷺ کی رضاعی بہن جن کا نام شیما تھا اور وہ آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت وتربیت بجالاتی تھیں ان کا ذکر ابن اثیر نے صحابیات میں کیا ہے۔ جب وہ ہوازن کی باندیوں میں حضور ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے حضور سے اپنا رضاعی بہن ہونے کا تعلق بیان کیا' تو

حضور ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی اور فرمایا اگر تم پسند کرو تو ہمارے ساتھ رہو عزت واکرام سے رہو گی اور مال ومنال سے بھی بہرہ مند ہو گی یا اگر تم اپنی قوم کی طرف جانا چاہتی ہو تو کہہ دو انہوں نے اپنی قوم کی طرف جانا پسند کیا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو ساز وسامان کے ساتھ بھیج دیا۔

(مدارج النبوت اول، ص ۸۱، البدایہ والنہایہ جلد ۴، صفحہ ۱۶۳، ۳۴۲)

۴- رضاعی والدہ کا اعزاز واکرام:

عمرو بن السائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے چادر کا تھوڑا حصہ بچھا دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں آپ ﷺ کی (رضاعی) والدہ آ گئیں تو آپ ﷺ نے چادر کا دوسرا حصہ بچھا دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آ گئے تو حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا

(سنن ابوداؤد، جلد ۵، صفحہ ۳۵۴، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵، صفحہ ۲۰۰)

۵- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے وفا:

حضور ﷺ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفاؤں کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ ان کا ذکر احسن انداز میں کیا کرتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان کی سہیلیوں کو تحائف بھیجا کرتے تھے جیسے کہ اس روایت میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک کیا ہے کسی عورت پر اتنا رشک نہ کیا۔ میں نے حضور ﷺ کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے۔ جب بھی آپ ﷺ بکری ذبح فرماتے تو ان کی سہیلیوں کو ضرور ہدیہ ارسال فرماتے۔ آپ ﷺ سے ان کی بہن نے اجازت مانگی تو آپ ﷺ ان کے آنے پر خوش ہوئے (شفا شریف)

ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی۔ آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار

فرمایا اور اچھی طرح خیریت دریافت کی۔ جب وہ چلی گئی تو فرمایا یہ عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں آتی تھیں۔ ایمان کی خوبیوں میں سے حسن سلوک بھی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الفضائل، جلد ۵ صفحہ ۳۲، صحیح مسلم جلد ۴، صفحہ ۱۸۸۸)

۶-قرابت داروں سے وفا:

حضور ﷺ اپنے تمام قرابت داروں کا خیال رکھتے تھے خواہ وہ دور سے قرابت دار ہو یا نزدیک سے لیکن اپنے قرابت داروں میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، ان کے خاوند نامدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے البتہ حضور ﷺ اپنے تمام اقرباء سے صلہ رحمی فرماتے تھے جیسے کہ ان روایات میں آیا ہے۔

بعض علماء نے آپ ﷺ کی یوں تعریف بیان کی ہے کہ آپ ﷺ اپنے قرابت داروں سے ملتے تھے بغیر اس تخصیص کے کہ کون ان میں افضل ہے (یعنی ہر ایک سے ملتے تھے) (شفا شریف)

بے شک حضور ﷺ نے امامہ بنت زینب (نواسی رسول ﷺ) کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر نماز پڑھی ہے۔ پس جب آپ ﷺ سجدہ فرماتے تو ان کو نیچے اتار کر سجدہ کرتے پھر جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے (شفا شریف)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ فلاں کی اولاد میرے ورثاء میں نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان سے قرابت ہے۔ سو اس کی برتری سے ان کو ترجیح دیتا ہوں یعنی ملتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب جلد ۸، صفحہ ۷، صحیح مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۹۸)

۷-حسن عہد:

حضور ﷺ نے ہمیشہ وعدہ پورا کیا، وعدہ کے متعلق آپ ﷺ کا اسوۂ مبارک معجزاتی خوبی رکھتا ہے جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

عبداللہ بن حمساء رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ بعثت یعنی اظہار نبوت

سے قبل میں نے حضور ﷺ سے ایک معاملہ خرید وفروخت کا کیا تھا۔ اس کا کچھ روپیہ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ آ کر آپ ﷺ کو روپیہ ادا کروں گا۔ میں بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے یاد آیا۔ میں آیا اور دیکھا کہ حضور ﷺ ہنوز اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جوان! تو نے مجھے تکلیف دی تین دن سے اسی جگہ تیرا انتظار کر رہا ہوں (سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۲۶۹)

باب نمبر ۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ عبدیت

(الف) عباداتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علماءِ لغت نے بندگی وعبادت کا معنی انتہائی عاجزی کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ذات کی کمال حد تک نفی کرتے ہوئے' بڑی عقیدت و تعظیم کے ساتھ' اسے الٰہ واحد سمجھتے ہوئے عاجزی کرنا عبادت ہے چونکہ نماز کے اندر عاجزی کے اظہار کے ظاہری و باطنی تمام تر ارکان پائے جاتے ہیں اور پھر نماز کی حالت میں بندہ اپنے سب سے معزز عضو پیشانی کو اپنے پروردگار کے سامنے زمین پر رگڑتا ہے اور یہ اقرار کرتا ہے کہ اے میرے الٰہِ برحق ظاہری طور پر میں اپنی پیشانی و تمام جسم کو تیرے حضور جھکاتا ہوں اور باطنی طور پر میرا قلب و روح بھی حالتِ انکساری میں ہے اور میں تیری نعمتوں کا پھر بھی شکر ادا نہیں کر سکتا' سجدہ عبادت کی معراج ہے جبکہ عام لوگوں کا سجدہ صرف ظاہر میں اس تصور سے ہے کہ اپنے پروردگار کو سجدہ کر رہے ہیں جبکہ خواص کا سجدہ اس یقین کے ساتھ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو یقین کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ اخص الخواص کا سجدہ نورِ حق تعالیٰ کی تجلی کو روحانی طور پر دیکھ کر ہوتا ہے اور جہاں امت کے کمال و یقین کے ساتھ عبادت کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے انبیاء کرام کی ابتداء ہے اور جہاں پر انبیاء کرام کی انتہاء ہے وہاں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عباداتِ مبارکہ کا آغاز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات کا اندازہ کرنا ہو تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشادِ پاک پر غور کیجئے۔ فرمایا: "رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ" میں نے اپنے پروردگار کو ایک بہترین صورت میں دیکھا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت میں عاجزی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارے خود وضاحت فرمائی کہ میں اللہ تعالیٰ کے اوصافِ حمیدہ کا تم سب سے زیادہ عالم ہوں اور تم سب سے زیادہ اطاعت گزار ہوں اور ایک فرمانِ پاک میں وضاحت فرمائی کہ جبکہ عبادت کی کثرت کی بناء پر پاؤں مبارک متورم ہو گئے تو فرمایا "اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا" کیا میں سب سے زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں سے سب سے زیادہ عبادت گزار اور شکر گزار ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادات میں اول و منتہیٰ ہیں جیسے کہ "قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" فرما دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور گردن جھکاؤں اور مشرکوں میں سے نہ ہونا (پ ۷: انعام ۱۴) "قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ" تم فرماؤ بالفرض رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی پوجا کرتا (زخرف: ۴۳/۸۱) ان آیات سے علامہ مناوی اور دیگر مفسرین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا مراد لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام بندوں پر تخلیق و عبادت میں بھی اولیت کے وصفِ مبارکہ پر فائز ہیں، اگر کوئی ان آیاتِ مبارکہ کا یہ مفہوم نہ بھی لے تو ملتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلا عبادت گزار ماننے میں کسی کو انکار نہ ہوگا۔

بندے کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کے تحت اظہارِ تشکر ہے، عاجزی ہے، محبت ہے۔ اگر اس نہج سے دیکھیں تو پوری کائنات میں آغاز سے انتہا تک جو انعامات، فضل، برکت، رحمت کا اتمام سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر لحاظ سے ہوا ہے وہ نہ کسی پر پہلے ہوا نہ ہوگا اور جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربِ کریم جل شانہ کے انعامات و احسانات عظیمہ کے شکر کے لئے اس کے حضور،

محبت و خشیت کے ساتھ بندگی کی ہے وہ بھی حضور ﷺ کا ہی خاصہ مبارک ہے۔ حضور ﷺ نے دن رات اس کی اطاعت، تبلیغ، جہاد، اصلاحِ اُمت اور بندگی میں گزار کر بھی ربِّ قدوس جل شانہ کی عظمت و کبریائی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا "مَا عَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ" اے میرے اللہ میرے پروردگار! ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا، حضور ﷺ کا یہ ارشادِ پاک، ذات حق تعالیٰ کی اس عظمت کا برملا اظہار کر رہا ہے جو حضور ﷺ کے رگ و پے میں ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے نیز یہ ارشاد پاک پوری مخلوقات کو ذاتِ حق تعالیٰ کی کبریائی بتا رہا ہے کہ سید الاوّلین و آخرین ذاتِ الٰہ العٰلمین کے سامنے اس قدر اپنی نفی فرما رہے اس کے سامنے سراپۂ عجز ہیں تو اس خالقِ کائنات کی ہیبت و عظمت و کبریائی کا مقام کس قدر بلند ہوگا۔ نیز اس میں اُمتِ محمدیہ ﷺ کے لئے بھی ترغیب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی مکمل اخلاص کے ساتھ کریں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ عبادت کے اندر آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑیاں برسانا اولی العزم نبیاء کرام کا شیوہ مبارک ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی پسندیدہ بھی ہے اور کرامت و بزرگی کا اعلیٰ مقام بھی۔ بارگاہِ ربوبیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کا رونا، ان کے لئے دنیا و مافیہا کے تمام امور سے زیادہ تسکین کا باعث تھا، بارگاہِ خداوندی کی ہیبت و جلال کے سامنے رونا عذاب و غضب نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل ہے اس لئے جدالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام روتے رہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی آہیں بھرنے والے تھے۔ قرآن کریم نے ان کے اس وصفِ مبارک کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا "اِنَّهٗ حَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ" وہ بڑے بردبار، آہیں بھرنے والے اور رجوع لانے والے تھے۔ (ھود ۱۱/۷۵) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا "اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا" بے شک وہ بڑے اللہ کے ہاں مخلص تھے۔ (مریم ۱۹/۵۱) جبکہ میرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہمیں اطلاع دی "قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" فرما دیجئے کہ میری نماز، میرا روزہ، میری قربانی

میری حیاتی و مماتی اللہ رب العلمین کے لئے ہے (الانعام:۶/۱۶۲) کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ رات کے وقت خشیت الٰہی کا ایسا کیف طاری ہو جاتا کہ رات کے اکثر وقت میں چشمانِ مبارک سے اللہ کے حضور آنسو برستے رہتے اور بڑے دردناک لہجہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات کرتے رہے۔

حضور ﷺ کے ارشادات سے یہ بات عیاں ہے کہ عبادت میں جو قرب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں میسر ہے اس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ ہی کوئی مقرب نبی و رسول شامل تھا' جو حضور ﷺ کا اندازِ محبانہ تھا وہ کسی کو حاصل نہ ہوا اور نہ ہی اس تعلقِ باللہ کا راز کسی اور پر کھلا' نہ ہی اس کا کوئی اهل ہے بجز اس کے کہ جتنا یہ آپ ﷺ سے کسی کو عطا ہوا' حضور ﷺ کے ان اوصاف کا حال مسلم شریف کی اس روایت سے ملتا ہے ''اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا مگر تمہارے صاحب رحمٰن کے خلیل ہیں۔'' نیز فرمایا ''مجھ پر قرب کا ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ نبی و رسول آسکتا ہے۔''

حضور ﷺ کی عبادت و بندگی اصل سرچشمہ ہے جس سے پوری کائنات میں ذوقِ عبادت اور وصل الٰہی کا فیض پہنچا۔ حضور ﷺ کی بندگی کتنی مبارک و مفید ہے کہ اس سے جن و انس اور ملائکہ میں عبادت کا ایک انوکھا ذوق شروع ہوا اور پھر اس کی عبادت بارگاہِ ربوبیت میں شرفِ قبولیت پائے گی جو حضور ﷺ پر ایمان رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور اسی طریقہ سے کرے گا جو طریقہ حضور ﷺ نے اپنے پروردگار کے حکم سے سکھایا ہے اور اُمتی کی عبادت اس وقت تک شرفِ قبولیت نہ پائے گی تاوقتیکہ وہ عین عبادت و بندگی میں رسالتِ محمدی ﷺ کی دل و جان سے تصدیق نہ کرے گا۔ پس حضور ﷺ پوری کائنات کی تمام مخلوقات کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں رہنمائے کامل ہیں اور پھر بڑے کرم کی بات یہ ہے کہ مومن کی عبادت کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مل رہا ہے کیونکہ ہر معاملہ میں آپ ﷺ ہی شارع ہیں پس مذکورہ بالا گفتگو کا نتیجہ یہی ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا و کریمنا

ﷺ اپنے پروردگار کی بندگی و اطاعت میں بھی ہر لحاظ سے بے مثل و انتہائی بلند مقام پر فائز ہیں۔

ا- رات کے وقت عبادات:

حضور ﷺ کی عبادات کا یہ حال تھا کہ دن کے وقت جہاد' سفر' وفود سے ملاقات' اُمت کی تعلیم و تربیت' غرباء و مساکین کی خبر گیری فرماتے رہتے اور رات کے وقت نمازِ عشاء کے بعد رات کا زیادہ تر وقت عبادت میں گزار دیتے حتیٰ کہ ایڑیاں مبارک متورم ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ (پ ۲۹: مزمل: ۱ تا ۴/ ۷۳)

اے چادر اوڑھے ہوئے! رات کے کچھ حصہ میں قیام کیا کریں یعنی نصف رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیاد کرلیا کریں۔

یعنی اے نبی محترم ﷺ رات کے وقت آدھی رات یا اس سے بھی کم یا کچھ زیادہ میں عبادت کے لئے قیام فرمائیں باقی وقت استراحت فرمائیں۔ بعض اہل عشق علماء کرام نے یہاں بڑی خوبصورت بات فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں عبادت بھی ایک مشقت ہے جبکہ محبوبوں سے مشقت نہیں کرائی جاتی بلکہ انہیں انعامات مشقت کی بجائے عطائے خاص سے عطا کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے پروردگار عالم نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی عبادت و قیام میں تخفیف فرما دی۔ جبکہ عبادت کے اجر و ثواب میں کمی نہ فرمائی۔ بہر حال آپ ﷺ کی رات کی نماز کا حال ذیل کی حدیث سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

عَنْ يَعْلِى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهٗ سَأَلَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَآءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ صَلٰوتِهٖ فَقَالَتْ مَا لَكُمْ وَصَلٰوتُهٗ كَانَ

سیدنا حضرت یعلی بن مملک رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور سرور کائنات ﷺ کے کلام اللہ پڑھنے اور نماز کے متعلق پوچھا آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں۔ حضور ﷺ جیسی نماز تم نہیں

يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى ثُمَّ يُصَلِّيْ قَدْرَ مَانَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحُ ثُمَّ لَغِتَتْ لَهٗ قِرَآءَ تَهٗ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَآءَ ةً مُّفَسِّرَةً حَرْفًا حَرْفًا

پڑھ سکتے۔ آپ ﷺ نماز پڑھتے پھر سوتے۔ جتنی دیر آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر جتنی دیر سوئے ہوتے نماز پڑھتے۔ (نسائی جلد اوّل باب قیام الیل: ص۵۲۲)

سرکار دو عالم ﷺ کے عبادت مبارک میں شغف کا یہ حال ہے کہ عبادت کرتے ہوئے جب تھک جاتے تو جسمانی آرام کی خاطر سوتے جبکہ قلب مبارک بیدار ہی رہتا کچھ سونے کے بعد دوبارہ بغیر وضو کئے نماز شروع کر فرما دیتے کیونکہ قلب مبارک کی بیداری کی بناء پر وضو نہ فرماتے ہاں اگر کوئی شرعی عذر یا رفع حاجت کا معاملہ پیش آتا تو تازہ وضو فرما لیتے تھے۔

رات دن کثرت سے نماز ادا کرنے سے ایڑیوں مبارک سے خون رسنے لگا تو اس معاملے میں عرض کیا گیا تو سرور کونین ﷺ نے بڑا ہی خوبصورت جواب ارشاد فرمایا۔

الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ اَوْ تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا

(بخاری جلد۳: کتاب الرقاق ح۱۳۹۱)

زیاد بن علاقہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ اتنی نماز پڑھا کرتے کہ آپ ﷺ کے مبارک قدموں پر ورم آجاتا اور سوج جاتے تو آپ ﷺ سے کہا گیا چنانچہ فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حضور ﷺ نے بڑے جامع الفاظ کے ساتھ اپنی عبادت کا مقصد بھی بیان فرما دیا کہ میری عبادت کا مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا ہے۔ یہ بات صوفیاء اولیاء کرام کے لئے بڑی تقویت کا باعث ہے۔

اُمت کے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس لئے قرآن واحادیث میں جہاں حضور ﷺ کے لئے لفظ ذنب یعنی گناہ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد اُمت کے گناہ ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح میں یہ مژدہ بھی سنا دیا کہ آپ ﷺ کے ذریعے آپ ﷺ سے قبل اور بعد والے مومنین کے گناہ معاف کردیئے ہیں نیز حضور ﷺ کی بندگی عروج کی طرف ہی گئی۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ اَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا

(شرح مسلم ج ۷: کتاب صفات المنافقین ۶۹۹۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس قدر نمازیں پڑھیں کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک سوج گئے' آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کردی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

۲- دائمی عبادات مبارک:

حضور ﷺ کا ہر عمل عبادت تھا اور آپ ﷺ نے اپنی تمام حرکات وسکنات میں اپنے پروردگار کی رضا کو پیشِ نظر رکھا' لیکن جو بندگی آپ ﷺ نے لسانی وقلبی و روحانی طور پر فرمائی اس کو سمجھنے سے عقلیں قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ایک زبردست خادم کے طور پر شامل حال رہی۔ اس لئے سرکار عالمین ﷺ کی بندگی میں استقامت وہمیشگی تھی' آپ ﷺ جو عمل بھی فرماتے تو اسے دائمی طور پر قائم رکھتے تھے۔ ایسا کرنا خاصۂ نبوت ہے اور جو عبادت آپ ﷺ نے فرمائی اس طرح کی عبادت کی طاقت آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور میں کہاں اس بات کی گواہی حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا

دے رہی ہیں۔

مِنَ الْاَیَّامِ شَیْئًا قَالَتْ کَانَ عَمَلُهٗ دِیْمَةً وَاَیُّکُمْ یُطِیْقُ مَاکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُطِیْقُ ۔(ترمذی دوم' شمائل ترمذی ح ۲۹۲)

اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا عمل مبارک دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے کون حضور ﷺ کی طرح (عبادت کی) طاقت رکھتا ہے۔

عوام و علماء ظاہر قلبی و روحانی ذکر کی کیفیت کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتے تاوقتیکہ کسی کامل کی نگاہ سے ان پر ذکرِ قلبی کی واردات نہ پڑے' عرفاء و کاملین قلبی ذکر سے واقف ہوتے ہیں کہ یہ ذکر ہمیشہ طور پر جاری رہتا' ہے اس بات کی تصریح صفِ اول کے اولیاء کے مقتداء و مشائخ کے اقوال سے بھی ظاہر ہے کہ عرفان کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب قلب' بیداری و نیند ہر دو حالتوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں زندہ ہو جائے۔ اُمت میں سے خواص اولیاء کرام کو یہ مقام بھی خاتم الرسل ﷺ کے فیضانِ نظر سے عطا ہوتا ہے تو خود حضور ﷺ کے قلبی ذکر کا کیا مقام ہوگا جبکہ آپ ﷺ نے خود فرمادیا کہ نیند کے دوران میں میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے جبکہ قرآن کریم کی گواہی موجود ہے "قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" تو پھر صاف ظاہر ہے قلبِ مصطفیٰ ﷺ کی ہر دھڑکن اپنے پروردگار کے ذکر میں تھی اور ثبوت کے طور پر حدیثِ پاک بھی پیش خدمت ہے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے رمضان المبارک کی نماز کے بارے میں پوچھا۔ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے ان کی عمدگی اور طوالت کے بارے میں مت پوچھ پھر چار رکعتیں پڑھتے وہ بھی نہایت عمدہ اور دراز ہوتی تھیں پھر تین رکعتیں پڑھتے۔

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ) اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ

فَقَالَ یَا عَآئِشَۃُ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا) اِنَّ عَیْنِیْ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ
(ترمذی دوم شمائل ترمذی ح ۲۵۷)

وتر پڑھنے سے قبل آرام فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

۳- رات کے وقت قیام وسجود کا معمول:

حضور ﷺ مغرب کی نماز کے بعد نوافل ادا فرماتے' نوافل کے بعد شام کا کھانا اگر میسر ہوتا تو تناول فرماتے' یا پھر دودھ اور کھجور یا فقط پانی پر قناعت فرماتے۔ کچھ دیر ازواجِ مطہرات کے پاس ٹھہرتے اور ان سے گفتگو فرماتے اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا تھا۔ نمازِ عشاء پڑھانے کے بعد بقیہ نماز ادا فرماتے' اور اس کے بعد نوافل بھی ادا فرماتے' پھر جس زوجہ محترمہ کے پاس ٹھہرنے کی باری ہوتی' وہاں جا کر آرام فرماتے' کچھ دیر سوتے رہتے جبکہ قلبِ مبارک بیدار رہتا تھا پھر اُٹھ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ ہر رکعت میں طویل قیام فرماتے حتیٰ کہ ایک رکعت میں سورہٴ بقرہ جیسی سورتیں پڑھتے' پھر قیام کی طرح لمبا رکوع فرماتے' پھر اسی طرح لمبے لمبے سجدے ہوتے پھر دوسری رکعت' میں پہلی رکعت کی نسبت چھوٹی سورت تلاوت فرماتے تھے بسا اوقات چند رکعتوں میں ہی رات گزر جاتی اور کبھی کچھ دیر نماز ادا فرمانے کے بعد پھر آرام فرما ہوتے پھر آرام فرمانے کے بعد نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے اور نماز کے لئے نیا وضو نہ فرماتے تھے' ہاں اگر شرعی ضرورت ہوتی تو پھر وضو یا غسل فرما لیتے۔ اس طرح پوری رات سلسلہ جاری رہتا۔ آپ ﷺ کے پاس گھر کے افراد آپ ﷺ کے یہ معمولات اکثر دیکھتے تھے جو انہوں نے بعد میں بیان فرمائے اس سلسلے میں ذیل میں چند احادیث درج کی گئی ہیں۔

عَنْ یَعْلَی بْنِ مُمَلَّكٍ اَنَّہٗ سَاَلَ اُمَّ سَلْمَۃَ عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّی

سیدنا حضرت یعلیٰ ابن مملک رضی اللہ عنہ نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور سرور کونین ﷺ کی نماز کے بارے میں

الْعَتَمَةَ ثُمَّ يُسَبِّحُ ثُمَّ يُصَلِّيْ بَعْدَهَا مَا شَآءَ اللّٰهُ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَرْقُدُ مِثْلَ مَا صَلّٰى ثُمَّ يَسْتَيْقِظُ مِنْ نَّوْمِهٖ ذٰلِكَ فَيُصَلِّيْ مِثْلَ مَا نَامَ وَصَلٰوتُهٗ تِلْكَ الْاٰخِرَةُ تَكُوْنَ اِلَى الصُّبْحِ

(نسائی ج:۱ ص۵۲۲)

پوچھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور سرور کونین ﷺ نماز عشاء ادا فرماتے بعد ازاں سنتیں پڑھتے پھر اس کے بعد جتنی دیر اللہ کو منظور ہوتا' آپ ﷺ نماز پڑھتے پھر سوتے جب اللہ کو منظور ہوتا۔ پھر جاگ کر نماز ادا فرماتے اور وہ اتنی دیر تک جتنی دیر حضور سرور کونین ﷺ نے سویا ہوتا اور آخری نماز' نماز فجر ہوتی۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاكُنَّا نَشَآءُ اَنْ نَّرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْنَا وَلَا نَشَاءُ اَنْ نَّرَاهُ قَائِمًا اِلَّا رَاَيْنَاهُ

. (نسائی اول کتاب قیام اللیل: ص۵۲۲)

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم رات کو حضور سرور دو عالم ﷺ کو نماز پڑھتا ہوئے دیکھنا چاہتے تو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اور جب سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو سوتے ہوئے دیکھتے

حضور ﷺ عبادت و اطاعت میں سبقت کے علاوہ تقویٰ میں بھی سب سے بلند مقام پر فائز ہیں جیسے کہ یہ بات بخاری شریف کی روایت میں درج ہوئی ہے۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَتْ عَآئِشَةُ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهٗ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً

مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کام کیا اور لوگوں کو بھی اس کے کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی لیکن لوگوں نے وہ کام نہ کیا۔ جب نبی کریم ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ اس کام

سے بچتے ہیں جو نبی کرتا ہے۔ (بخاری ۳: ادب ح ۱۵۳۴) خدا کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی نسبت زیادہ علم ہے اور میں خدا سے ان کی نسبت زیادہ ڈرتا ہوں۔

۴-عبادات میں مشقت کا حال:

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بے پناہ مشقت فرماتے تھے۔ رات کے وقت آرام کا زیادہ تر حصہ عبادت میں مشغول رہ کر گزارتے حتیٰ کہ پاؤں مبارک سوج جاتے۔ حضور ﷺ کی جملہ عبادات کا حال اس حدیث پاک میں بھی درج ہے۔

''سعد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اُم المومنین! مجھے حضور پُرنور ﷺ کے اخلاق عالیہ کے متعلق ارشاد فرمائیے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کیا تم قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بس حضور ﷺ کے اخلاق مبارک قرآن کے مطابق تھے۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ بعد ازاں مجھے حضور سرور کائنات ﷺ کا رات کو عبادت کرنا یاد آیا۔ تو میں نے عرض کیا اے اُم المومنین! مجھے حضور سرور کائنات ﷺ کی رات کی عبادت کے متعلق ارشاد فرمائیے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا تم نے سورۂ مزمل کی تلاوت نہیں کی؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے رات کی نماز کے بارے فرمایا ''قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً'' تو حضور سرور کونین ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راتوں کو ایک سال تک کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور اللہ نے اس سورۂ مبارکہ کا اختتام بارہ ماہ تک روک رکھا۔ بعد ازاں آخر میں آیتِ تخفیف نازل ہوئی یعنی ''عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنَ مِنْکُمْ مَّرْضٰی'' اس وقت رات کو کھڑا ہونا سنت قرار پایا۔ اس سے قبل فرض تھا بعد ازاں میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو حضور سرور کونین ﷺ کی طاق رکعتوں کے متعلق مجھے یاد آیا۔ میں نے عرض کیا اے اُم المومنین! مجھے حضور سرور کونین ﷺ کے وتروں کے متعلق ارشاد فرمائیے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم آپ ﷺ کو وضو کا پانی اور مسواک پیش کرتے تھے۔

پھر جب اللہ جل جلالہٗ کو منظور ہوتا تو اللہ آپ کو بیدار کرتا۔ آپ ﷺ رات کو اُٹھتے مسواک فرمانے کے بعد وضو فرماتے اور آٹھ رکعتیں پڑھتے ان کے درمیان بیٹھتے۔ بعد ازاں اللہ کا ذکر فرماتے۔ دعا مانگتے اور سلام پھیرتے اتنی آواز سے جو ہمیں سنائی دیتا۔ سلام پھیرنے کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر ادا فرماتے۔ اس کے بعد ایک رکعت پڑھتے اور کل گیارہ رکعتیں ادا فرماتے۔ اے میرے بیٹے جب حضور انور ﷺ کا تن مبارک زیادہ ہوا اور آپ ﷺ ذرا بھاری ہو گئے تو آپ ﷺ وتر کی سات رکعتیں ادا فرماتے اور دو رکعتیں سلام پھیرنے کے بعد ادا فرماتے' کل نو رکعتیں ادا فرمانے لگے۔ اے میرے بیٹے جب بھی حضور نبی کریم ﷺ کوئی نفل نماز پڑھتے تو آپ ﷺ اس کو ہمیشہ پڑھنا چاہتے اور جب رات کو آپ ﷺ نیند' بیماری یا تکلیف کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتے تو آپ ﷺ دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے اور مجھے معلوم نہیں کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے سارا قرآن مجید کبھی ایک رات میں پڑھا ہو یا کبھی ساری رات صبح تک عبادت فرمائی ہو۔ یا رمضان کے علاوہ سارے ماہ کے روزے رکھے ہوں۔ حضرت سعد نے فرمایا کہ میں یہ سن کر جناب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا اور انہیں حدیث شریف بیان کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سچ فرمایا۔ اگر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تو حاضر ہوتا اور آپ کے دہن مبارک سے یہ الفاظ سن سکتا۔ ابوعبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ کتاب میں اسی طرح مذکور ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ کس شخص سے وتروں میں غلطی واقع ہوئی یعنی وتروں کی دو رکعتوں کو بیٹھ کر پڑھنا!'' (سنن نسائی: جلد اول ص ۵۱۲)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْتِیْ قُبَاءً مَّاشِیًا وَّرَاکِبًا زَادَ ابْنُ نُمَیْرٍ وَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ

نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قباء کے لئے آیا کرتے پیدل اور سوار ہو کر۔ ابن نمیر نے یہ بھی کہا اور دو رکعتیں پڑھا کرتے۔

(ابوداؤد: ج دوم: کتاب الحج' ح ۲۷۲)

۵- رات کی نفل عبادات میں قرأت کا حال:

احادیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ رات کے وقت نوافل میں لمبی سورتیں تلاوت فرماتے تھے جس کی بناء پر قیام طویل ہو جاتا تھا پھر رکوع بھی قیام کے برابر طویل فرمادیتے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے مطابق اس میں تسبیح پڑھتے پھر سجدے بھی رکوع کی مقدار کے برابر کرتے اس طرح رات کے نوافل کافی وقت تک ادا فرماتے' نماز میں قرأت اتنی آواز سے فرماتے کہ پاس والا اس کو بخوبی سن سکتا تھا۔ قرأت کے درمیان آیات رحمت تلاوت فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا فرماتے اور جب عذاب کی آیات تلاوت فرماتے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب فرماتے تھے۔ ان باتوں کا ذکر ذیل کی روایت میں ہوا ہے۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ مَعَهُ فَبَدَءَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقْرَةَ فَلَايَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَاَلَ وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهٖ وَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهٖ وَيَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ ثُمَّ قَرَءَ اٰلَ عِمْرَانَ ثُمَّ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر تھا آپ ﷺ نے مسواک کی' وضو فرمایا اور پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے' میں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ کھڑا ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے سورہ فاتحہ اور پھر سورہ بقر کے ساتھ قرأت شروع کی جب آپ ﷺ کسی آیت رحمت پر پہنچتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو پناہ مانگتے پھر آپ ﷺ نے بقدر قیام رکوع فرمایا اور پڑھا ''حکومت' بادشاہت' بڑائی اور عظمت والا (رب) پاک ہے'' پھر آپ ﷺ نے بقدر

سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ۔ رکوع، سجدہ فرمایا اور پڑھا "حکومت، بادشاہت، بڑائی اور عظمت والا (رب) پاک ہے" پھر آپ نے (دوسری رکعت میں) سورہ آل عمران پڑھی پھر (تیسری رکعت میں) سورہَ النساء اور (چوتھی رکعت میں) سورہَ مائدہ پھر (باقی رکعتوں میں) آپ ﷺ اسی طرح کرتے (یعنی پہلی رکعت کی طرح رکوع سجود ہوتا)

(ترمذی ۲: شمائل ترمذی ح ۲۹۵)

حضور ﷺ نماز میں قرأت آہستہ بھی کرتے اور قدرے بلند آواز سے بھی، اس طرح دین کے معاملات میں آسانی پیدا کرتے تھے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَیْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَكَانَ یُسِرُّ بِالْقِرَاْءَةِ اَمْ یَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ یَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ وَ رُبَّمَا جَهَرَ قُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی الْاَمْرِ سَعَةً ۔

(ترمذی دوم، شمائل ترمذی ح ۲۹۹)

حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا آیا آنحضرت ﷺ آہستہ قرأت فرماتے یا بلند آواز سے؟ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ ﷺ دونوں طرح پڑھتے تھے کبھی آپ ﷺ آہستہ پڑھتے اور کبھی بلند آواز سے میں نے کہا اللہ تعالیٰ تعریف کے لائق ہے جس نے دین کے معاملے میں وسعت رکھی ہے۔

۶۔قرأت میں خوش الحانی:

حضور ﷺ کی آواز میں انتہائی سوز و گداز تھا۔ قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حدیث میں یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جتنے غور سے اپنے نبی کی آواز میں قرآن کریم کو سنتا ہے اتنا کسی اور چیز کو نہیں سنتا۔ حضور ﷺ کی خوش الحانی کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول بڑا خوبصورت ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ لَا يُرَجِّعُ .
(ترمذی ۲، شمائل ترمذی ح ۳۰۲)

نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا اور تمہارے نبی ﷺ (بھی) خوب رُو اور خوش آواز تھے۔ اور آپ ﷺ قرأت میں (ہمیشہ) خوش الحانی نہیں فرماتے تھے۔ (یعنی خوش الحانی سے پڑھنا آپ ﷺ کی عادت مبارکہ نہیں تھی بلکہ کبھی کبھی آپ ﷺ اس طرح پڑھتے)۔

۷- دن کے وقت نفلی عبادات:

حضور ﷺ پر نمازِ تہجد فرض تھی۔ نماز تہجد کو اس قدر طویل فرماتے کہ صبح صادق کا وقت ہو جاتا پھر کچھ دیر نماز کی جگہ پر لیٹ جاتے پھر نمازِ فجر کی امامت کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لے آتے، فرض نماز کی ادائیگی کے بعد ضرورت ہوتی تو دینی احکامات کے متعلق گفتگو فرماتے مگر اکثر نمازِ فجر کے بعد پھر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے اور سورج کے سوا نیزہ تک بلند ہونے پر نماز اشراق ادا فرماتے اگر مدینہ منورہ میں ہوتے تو پھر ذکر و دعا کے بعد نمازِ چاشت کے نوافل بھی ادا فرماتے، اس کے علاوہ دیگر امور بھی ادا فرماتے جیسا کہ ان احادیث میں وارد ہوا ہے۔

عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْمِنُ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدْمِنُ هٰذِهِ الْاَرْبَعَ رَكْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتّٰى يُصَلَّى الظُّهْرُ فَاُحِبُّ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ سورج ڈھلنے کے وقت چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ﷺ ہمیشہ زوال شمس کے وقت چار رکعتیں پڑھتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج ڈھلنے کے وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں (یعنی قبولیت کا وقت ہے) اور نماز ظہر

اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَیْرٌ قُلْتُ اَفِیْ كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ فِیْهِنَّ تَسْلِیْمٌ فَاصِلٌ قَالَ لَا

(شمائل ترمذی: ح ۲۷۶)

تک بند نہیں ہوتے (اس لئے) میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میری کوئی بڑی نیکی اوپر کو (خدا کے حضور) چڑھے۔ میں نے عرض کیا' کیا ہر رکعت میں قرأت ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں! پھر میں نے عرض کیا کیا ان کے درمیان سلام ہے (یعنی دو رکعتوں کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

صبح زوال کے بعد کافی دیر تک نوافل ادا فرماتے یا چار نوافل میں کافی دیر فرماتے۔اس کا ذکر اس روایت میں آیا ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ كَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَ ذَكَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَ یَمُدُّ فِیْهَا ۔

(شمائل ترمذی: ح ۲۷۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتے اور فرماتے کہ نبی اکرم ﷺ زوال کے وقت (کے بعد) یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اس میں کافی دیر فرماتے تھے۔

۸-نمازِ چاشت کی ادائیگی:

نمازِ اشراق کے بعد معمولاتِ زندگی ادا فرماتے۔اگر گھر میں تشریف فرما ہوتے تو دوپہر کی نماز چاشت ادا فرماتے' بعض اوقات دیگر امور میں مصروفیت کی بناء پر اسے ترک کردیتے۔جیسے کہ ان احادیث میں آیا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ یُصَلِّی الضُّحٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ چاشت کے وقت چھ رکعتیں ادا فرماتے تھے

(شمائل ترمذی: ح ۲۷۲)

عَنْ یَزِیْدَ الرِّشْكِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ

حضرت یزید رشک سے مروی کہ میں نے

قَالَتْ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ نَعَمْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ نماز چاشت ادا فرماتے تھے۔ آپ (اُم المومنین رضی اللہ عنہا) نے فرمایا ہاں! چار رکعتیں یا جتنی زیادہ اللہ چاہتا' ادا فرماتے۔

۹۔سفر میں نماز چاشت کو ترک فرمانا:

اگر سفر میں ہوتے تو نماز چاشت ترک کردیتے' لیکن جب سفر سے مدینہ منورہ تشریف لے آتے تو دوبارہ نماز چاشت کو اپنے معمولات میں شامل فرما لیتے لیکن بعض اوقات زیادہ مصروفیت کی بناء پر ترک بھی کردیتے تھے جیسے کہ ان احادیث میں آیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَدَعُهَا وَ يَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُصَلِّيْهَا ۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی ح ۲۷۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (کبھی) اس کثرت سے نماز چاشت ادا فرماتے کہ ہم سمجھتے اب کبھی نہیں ترک فرمائیں گے اور (کبھی اس طرح) چھوڑ دیتے کہ ہم سمجھتے (شاید) اب نہیں پڑھیں گے۔

عن عبداللہ بن شفیق رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ يَجِيْءَ مِنْ مَغِيْبِهٖ ۔

(شمائل ترمذی: ح ۲۷۴)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ چاشت کے وقت نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا نہیں (پڑھتے تھے) البتہ جب سفر سے واپس تشریف لائیں (تو پڑھتے تھے)

۱۰۔گھر میں نفل نماز کا معمول:

فرض نمازوں کو مسجد میں ادا فرماتے جبکہ نفل نمازیں مسجد سے متصل حجرۂ مبارک

میں ادا فرماتے اور اُمت کو بھی تلقین فرماتے کہ اپنے گھروں میں نفل نماز ادا کیا کرو اور گھروں کو قبرستان کی طرح سنسان نہ بنا دو بلکہ گھروں میں تلاوتِ قرآن پاک اور ذکر وفکر کرتے رہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِیْ بَيْتِیْ وَالصَّلٰوةِ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰی مَا اَقْرَبَ بَيْتِیْ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَاَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَيْتِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّیَ فِی الْمَسْجِدِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً ۔

(ترمذی ۲: شمائل ترمذی ح ۲۷۹)

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے (اپنے بارے میں) گھر میں اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا (یعنی گھر میں پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں) آپ ﷺ نے فرمایا تم دیکھتے ہو میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے پھر بھی مسجد کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہوں البتہ اگر فرض نماز ہو (یعنی فرض نماز کیلئے مسجد میں جانا ضروری اور نفلی نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے)۔

۱۱۔ دن میں عبادت کے معمولات:

حضور ﷺ کا لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ کے لئے وقف تھا ہر سانس میں رفیق اعلیٰ کی یاد تھی مگر معمول یہ تھا کہ نماز فجر کے بعد لوگوں کو دین کے مسائل ارشاد فرماتے' اس کے بعد ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ نمازِ اشراق ادا فرماتے دیر تک ذکر و دعا میں مشغول رہ کر گھر میں تشریف لے جاتے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر کھانا تناول فرماتے' دن کے پہلے حصے میں لوگ اپنی اپنی حاجات لے کر حاضر ہوتے۔ ہر ایک سے شفقت سے پیش آتے اور ان کی حاجت روائی کرتے' اکثر لوگ دور دراز سے وفود کی شکل میں حاضر خدمت ہوتے' بعض اوقات ان کی تعداد سینکڑوں میں چلی جاتی' ان سے ملاقات فرماتے' ان کی عرض داشتوں کو گوش فرماتے' ان کے لئے مسجدِ نبوی ﷺ یا شہر سے باہر خیمے لگا دیئے جاتے' جتنے دن وہ ٹھہرتے' حضور ﷺ انہیں قرآن کریم سمجھاتے

ان کی تربیت فرماتے جب انہیں دین کی سوجھ بوجھ آ جاتی تو انہیں ان کی قوم میں واپس جانے کی اجازت دے دیتے۔ اس کے علاوہ مسجدِ نبوی شریف میں اصحابِ صفہ بھی موجود رہتے تھے' جو حضور ﷺ سے قرآنِ کریم سمجھتے اور حفظ کرتے تھے۔ ان کی تعداد چار سو تک تھی۔ کافی وقت ان کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت پر صرف ہو جاتا' اگر کوئی صحابی رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں حضور ﷺ کی دعوت کرتا تو آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لے جاتے' دوپہر کے وقت کبھی کبھار کچھ دیر آرام کے لئے اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر ظہر کی نماز ادا فرماتے اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔ بعض اوقات ظہر یا عصر کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے' بعض اہم معاملات کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا جاتا اور انہیں اہم خطبہ ارشاد کیا جاتا' بعض اوقات اہم مقدمات کے فیصلے مسجدِ نبوی ﷺ شریف میں کئے جاتے تھے' اسلامی حدود نافذ کی جاتیں' جہاد کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا جاتا' مختلف علاقوں کی طرف جہاد کے لئے لشکر روانہ کئے جاتے تو اکثر حضور ﷺ انہیں روانہ کرنے کے لئے مدینہ شریف سے باہر تک پیدل چلتے' خصوصی ہدایات دیتے۔ اس طرح حضور ﷺ دن کا سارا وقت لِللّٰہ فی اللہ گزار دیتے اور پھر مغرب کی نماز کے بعد رات کے معمولات شروع ہو جاتے تھے۔

۱۲۔ نفلی روزے:

حضور ﷺ رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ باقی مہینوں میں بھی نفلی روزے رکھتے تھے' عام طور پر مہینہ کے شروع میں تین روزے رکھتے' جمعۃ المبارک کا روزہ رکھتے' کبھی لگاتار روزے رکھتے' پھر بعد میں ترک کر دیتے' شعبان میں باقی مہینوں کی نسبت زیادہ روزے رکھتے' جیسے کہ ان روایات میں آیا ہے۔

عن عبد اللہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ غُرَّۃِ کُلِّ شَھْرٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَ قَلَّ مَا کَانَ یُفْطِرُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہر مہینے کے شروع میں تین روزے رکھا کرتے تھے اور بہت کم جمعۃ المبارک کا روزہ چھوڑتے۔

(شمائل ترمذی: ح ۲۸۵)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَفِيقٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ ۔

(ترمذی ۲: شمائل ترمذی ح ۲۸۰)

حضرت عبداللہ بن شفیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے روزوں کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ (کبھی اس قدر مسلسل) روزے رکھتے کہ ہم خیال کرتے (شاید اب) روزے ہی رکھتے جائیں گے اور کبھی (اس طرح مسلسل) افطار فرماتے کہ ہم سمجھتے شاید اب نہیں رکھیں گے اور نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد رمضان شریف کے علاوہ کبھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِيْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ يَصُوْمُ كُلَّهٗ ۔(شمائل ترمذی: ح ۲۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے بلکہ پورا مہینہ روزے رکھتے (اُم المومنین نے اکثر پر کل کا حکم فرمایا)۔

حضور ﷺ کی للّٰہیت کا یہ حال تھا کہ پیر اور جمعرات کو بھی روزہ رکھتے اور روزے کی غرض و غایت بھی بیان فرمادی کہ میں چاہتا ہوں کہ جب بارگاہِ ربوبیت میں اعمال پیش ہوں تو میرا اس وقت روزہ ہوتا کہ اُمت بھی اس سنت مبارکہ پر عمل کرے اور انہیں معلوم ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں روزہ رکھ کر اس کی بارگاہ میں جانا عظیم صالح عمل ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَ اَنَا صَائِمٌ .

(ترمذی۲: شمائل ترمذی: ح ۲۸۹)

اکرم ﷺ نے فرمایا' پیر اور جمعرات کو اعمال (خداوند تعالیٰ کے حضور) پیش کئے جاتے ہیں پس (اس لئے) میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں نے روزہ رکھا ہوا ہو۔

۸- ہر ماہ میں روزہ کا معمول:

حضور ﷺ ہر ماہ مبارک میں تین روزے رکھتے تھے۔ ایام تشریق میں یا باقی دنوں میں' ہفتے کے تمام دنوں میں روزہ رکھ لیا کرتے تھے' جیسے کہ ان روایات میں آیا ہے۔

عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ اَيِّهٖ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ كَانَ لَا يُبَالِيْ مِنْ اَيِّهٖ صَامَ

(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ۲۸۶)

حضرت معاذہ کہتی ہیں میں نے (اُم المومنین) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی اکرم ﷺ ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا کن دنوں میں؟ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ دنوں کے تعین کی پروا نہیں کرتے تھے (یعنی جن دنوں میں چاہتے رکھ لیتے کوئی دن مقرر نہیں تھے)

اللہ تعالیٰ کے تمام ایام بابرکت ہیں کوئی دن منحوس نہیں اس لئے سرکارِ عالمین ﷺ ہفتہ کے تمام ایام میں روزہ رکھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَ مِنَ الشَّهْرِ الْاٰخِرِ الثَّلَاثَاءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی مہینے' ہفتہ' اتوار کا روزہ رکھتے اور کسی مہینے منگل' بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔

(ترمذی دوم' شمائل ترمذی: ح ۲۹۰)

(ب) خشیتِ الٰہی

تمام مخلوق میں سے انبیاء کرام علیہم السلام' اللہ تعالیٰ کے اوصافِ حمیدہ کے متعلق زیادہ علم والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت' غلبہ' پکڑ اور زبردست و شدید عذاب کے متعلق مشاہدات کروائے اسی لئے تمام انبیاء کرام براہِ راست اللہ تعالیٰ کے احکامات وصول کرنے والے تھے اور جن لوگوں نے ان احکامات کو نہ مانا اور سرکشی کی انہیں مختلف طریقوں سے ہلاک کردیا گیا جبکہ انبیاء کرام کو جسمانی' روحانی و کشفی اور وحی والقیٰ کے ذریعے زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نشانیوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔ پس انہوں نے عین الیقین کی حد تک اللہ تعالیٰ کی زبردست طاقتوں کا عرفان حاصل کرلیا تو ان کا تقویٰ کامل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ ارشاد فرمایا "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" بے شک! اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے درحقیقت اس کے بندوں میں سے علماء ہی ہیں (فاطر: ۲۸/۳۵) کیونکہ اہل علم ہی سب سے قیمتی چیز کے قدردان ہوتے ہیں اور ذات الٰہیہ سے بڑھ کر کوئی چیز قیمتی اور قدر والی نہیں ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ قدردان افراد ہی اس کے سب سے زیادہ قدردان ہوں گے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی کے اہم ارکان میں اس کے حضور عاجزی وانکساری اور خشیت کا اظہار کرنا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کے سامنے اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور کی خشیت کا مظاہرہ فرمایا جبکہ ان کی قوموں میں ایسے سرکش لوگ بھی شامل تھے جو

کلی طور پر اللہ تعالیٰ کا خوف نہ رکھتے تھے بلکہ اللہ کے انبیاء کرام کے ڈرانے پر ڈرنے کی بجائے کھلم کھلا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کرتے تھے اور اپنے اپنے دور کے انبیاء علیہم السلام کو بڑے تکبر سے کہتے' جس عذاب کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں وہ لے آئیں ہم تمہارے رب سے مقابلہ کریں گے جبکہ عذاب کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا امر آتا تو انہیں بے نام ونشان کردیا جاتا گویا سرکشوں کا عمل بغاوت وتکبر ہے اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام کا عمل عاجزی وخشیت ہے۔ اصل میں خشیت دل کی ایک کیفیت ہے۔

جس طرح کوئی ذمہ دار ماتحت اپنے آفیسر سے اپنی ذمہ داری کے مکمل کرنے میں ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں افسر یہ بات نہ پوچھ لے کہیں فلاں کام کے بارے میں نہ پوچھ لے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام پر بڑی ذمہ داری نبوت تھی اور وہ سب سے بڑھ کر ذمہ دار اور فرض شناس تھے اس لئے وہ لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والے تھے وہ اپنے مرتبۂ نبوت کی بناء پر اور اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات کی بناء پر بھی بے پناہ خشیت الٰہی کے حامل تھے۔

قرآن کریم کی رو سے جتنا کوئی زیادہ اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہوگا اسی قدر اسے زیادہ اللہ تعالیٰ کی خشیت کا مقام حاصل ہوگا۔ اس لحاظ سے بھی انبیاء کرام اپنی اپنی اُمتوں سے عبادت میں سبقت رکھنے والے اور زیادہ عبادت گزار تھے۔ اس لئے وہ خشیت الٰہی میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اگر ان تمام باتوں کو مدنظر رکھا جائے تو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی خشیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے' کیونکہ آپ ﷺ تمام مخلوق بشمول انبیاء کرام سے زیادہ علم والے' اللہ تعالیٰ کے اوصافِ حمیدہ کو زیادہ جاننے والے نیز آپ ﷺ پر سب سے زیادہ احسانات کئے گئے' آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ عبادت فرمائی' آپ ﷺ ذاتِ باری تعالیٰ کے سب سے بڑے قدردان ہیں اور اپنی ہر چیز کو اپنے پروردگار پر نچھاور کرنے والے ہیں۔ پس آپ ﷺ ہی وصف' خشیت الٰہی میں بھی سب سے بلند مقام پر فائز ہیں۔ اس کا اظہار حضور ﷺ نے اپنی اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات میں فرمایا ہے جسے پڑھ کر عقلیں

حیران ہو جاتی ہیں۔ ان تمام مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ اگر دیکھنا ہو تو مندرجہ ذیل آیت مبارکہ پر غور کیجئے۔

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا۝ (پ۲۲: احزاب: ۳۳/۳۹)

وہ لوگ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور کا ڈر نہیں رکھتے اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

یہ آیت کریمہ انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوبِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی بین دلیل ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ خشیتِ الٰہی رکھنے والے:

خشیت کا ایک پہلو اطاعتِ الٰہی کرنا ہے خشیت کا یہ مفہوم نہیں کہ ہر وقت رونے دھونے سے کام رکھا جائے' بلکہ جہاں جہاد کا حکم ہو وہاں استقامت سے جہاد کیا جائے اور گھر کے اندر اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش اسلوبی سے زندگی بسر کی جائے' جن کاموں میں اللہ تعالیٰ نے رخصت دی ہو اس سے فائدہ اٹھایا جائے ہاں جب تنہائی کا وقت ہو تو پھر پروردگار عالم کے حضور کمال آہ و زاری کا اظہار کیا جائے اور رو کر رکوع و سجود کئے جائیں' تلاوتِ قرآنِ حکیم انتہائی رقت سے کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی کمال عظمت کو قلب میں بسایا جائے۔ یہ تمام باتیں میرے حضور نبی کریم ﷺ میں کمال حد تک موجود ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی زبانِ صادق سے کئی بار اس کا اظہار بھی فرمایا جیسے کہ اس حدیث میں آیا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَمْرٍ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ نَاسٌ مِّنَ النَّاسِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ حَتّٰی بَانَ الْغَضَبُ فِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کی رخصت دی' بعض لوگوں نے اس کام سے پرہیز کیا' نبی ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ

وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْغَبُوْنَ عَمَّا رُخِّصَ لِيْ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنَا اَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً

(مسلم ۴ کتاب الفضائل ۵۹۹۰)

ﷺ کے چہرۂ انور پر غضب کے آثار ظاہر ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ان چیزوں سے اعراض کرتے ہیں جن میں مجھے رخصت دی گئی ہے، بہ خدا! مجھے ان سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے اور میں اُن سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

سرکارِ عالمین ﷺ کی خشیت مبارک کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ اس کام کے قریب بھی نہ جاتے جس میں گناہ کی ذرہ بھر بھی آمیزش ہوتی۔ یہ سب کچھ فقط ذاتِ الٰہیہ کے لئے تھا۔ آپ ﷺ کے اس وصفِ مبارک کی اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بڑی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا

(بخاری کتاب الانبیاء: ح ۲۷۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت ملی تو آپ ﷺ نے آسان کو اختیار فرمایا جبکہ اس میں گناہ نہ ہو۔ اگر اس میں گناہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے دوسروں کی نسبت زیادہ دور رہتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب کوئی خدا کی حرمت کے خلاف کرتا تو اس سے لوجہ اللہ انتقام لیا کرتے تھے۔

۲۔ حضور ﷺ کی خشیت کا والہانہ انداز:

حضور ﷺ کا سفر مبارک زیادہ تر جہاد کے لئے ہوتا یا عمرہ و حج کے لئے ہوتا اور اس سفر میں ہر آن اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی محبت کا انداز ہوتا۔ جہاد کے وقت چشمانِ

مبارک سے آنسو بہاتے ہوئے بڑی رقّت سے دعا فرماتے اور جب فتح حاصل ہو جاتی تو انتہائی شکر بجا لاتے وہ انداز بھی بڑا رقیق ہوتا اور جب سفر واپسی شروع ہو جاتا اور مدینہ قریب آ جاتا تو بڑے خشیت کے انداز میں زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا فرماتے کہ ہم واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ یہ الفاظ دہراتے ہوئے مدینہ شریف میں داخل ہو جاتے تھے۔ جیسے کہ اس روایت سے معلوم ہوا ہے۔

حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِظَهْرِ الْمَدِیْنَةِ اَوْ قَالَ اَشْرَفُوْا عَلَی الْمَدِیْنَةِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُهَا حَتّٰی دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ

(بخاری: جلد۲ کتاب الجہاد والسیر ح ۳۳۰)

یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے میدان پہنچ گئے یا فرمایا کہ مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ہم واپس لوٹنے والے توبہ کرنیوالے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہو گئے

۳-نماز میں خشیتِ الٰہی کا منظر:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کے اندر اپنے پروردگار کے حضور جس خشیت کا اظہار فرماتے اس سے سوائے پروردگار کے کوئی دوسرا واقف نہ تھا۔ یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت مبارک کا خاصہ تھا اور اس کے بدلے میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار وتجلیات کی بارش ہوتی وہ بیان نہیں ہوسکتیں ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خشوع وخضوع سے اس قدر باخبر ہوتے کہ سینۂ مبارک سے ہانڈی کی طرح جوش کی طرح آواز آتی تھی۔

عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشخير عن ابيه قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ

حضرت مطرف اپنے والد ماجد عبداللہ بن شخیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ ۔ حاضر ہوا آپ ﷺ (اس وقت) نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے سینہ مبارکہ سے ہنڈیاں کے جوش کی طرح رونے کی آواز آرہی تھی۔

(شمائل ترمذی: ح۳۰۴)

اس قلبی و اندرونی جوش میں جو جذبۂ عبدیت پنہا تھا اس کا کیا کہنا اور اس کمال راز و نیاز کی عظمت کا کیا کہنا کہ جس کے سامنے صلحاءِ اُمت نے عجز کا اظہار کیا ہے۔

۴-تلاوتِ قرآن کے دوران خشیتِ الٰہی کا حال:

حضور ﷺ نماز میں تلاوتِ قرآن فرماتے تو ان آیات پر خشیت کا اظہار فرماتے' جن میں گزشتہ امتوں پر عذاب کا ذکر ہوتا۔ اس لیے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود اور اس قسم کی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ جب قیامت میں جلالِ الٰہی سے متعلق آیات تلاوت فرماتے یا کسی دوسرے فرد سے سنتے تو چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت سورہ مائدہ کو نماز میں پڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچے "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ" یعنی اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ "وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" ہیں اگر انہیں بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے (المائدہ: ۱۱۸) حضور ﷺ یہ آیت مبارکہ ساری رات تلاوت فرماتے رہے اور آنکھوں سے خشیتِ الٰہی کے موتی گراتے رہے حتیٰ کہ صبح صادق کا وقت ہو گیا' اسی طرح ایک دوسرے موقع پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے کچھ قرآن کریم سناؤ۔ انہوں نے سنانا شروع کیا جب وہ سورۂ نساء کی اس آیت کریمہ پر پہنچے "وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا" اور آپ ﷺ کو ان انبیاء پر بطور گواہ لایا جائے گا (النساء: ۴۱) تو یہ سن کر چشمانِ مبارک سے آنسو رواں دواں ہو گئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ عَلَيَّ فَقُلْتُ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے (کچھ) قرآن پاک پڑھنے کا حکم فرمایا میں نے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَءُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰی بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تَهْمِلَانِ ۔

(شمائل ترمذی: ح ۳۰۵)

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں آپ ﷺ کے سامنے پڑھوں حالانکہ آپ ﷺ پر قرآن پاک نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں دوسرے آدمی سے سننا چاہتا ہوں۔ پھر میں نے سورۂ نساء پڑھی اور جب میں ''وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا'' پر پہنچا (فرماتے ہیں) تو میں نے آنحضرت ﷺ ! کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھے۔

۵-سورج گرہن کے وقت خشیتِ الٰہی:

حضور ﷺ کی خشیت مبارک' خالص اظہار بندگی ہے یہ کسی بھی لحاظ سے دشواری و دقت کی حالت نہ تھی بلکہ یہ تعلق باللہ کی انتہا اور سراسر رحمت تھی اور ان خشیت کے لمحات میں آپ ﷺ پر تحریر و زبان سے بیان نہ کئے جاسکنے والے رموزِ عبدیت کا نزول فرمایا گیا اسی کی طرف سرکار عالمیان ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا ''لِیْ وَقْتٌ عِنْدَ رَبِّیْ لَایَسْعَنِیْ فِیْ مَلَكٌ مَقَرَّبٌ اَوْنَبِیٌّ مُرْسِلَ'' میرے لئے رب تعالیٰ کے قرب میں ایک وقت ہوتا ہے کہ جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ دخل انداز ہوتا ہے اور نہ کوئی نبی و مرسل۔ پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خشیت کے ساتھ دعائیں کرنا پوری کائنات کے لئے رحمت ثابت ہوا اور ان کی بدولت انسانوں کو پہلی امتوں کی مثل ہلاکتوں سے محفوظ کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کی ایک دعا یوں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد اقدس میں ایک دن سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ رکوع

عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتّٰى لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَ يَبْكِيْ وَ يَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا تُعِذْنِيْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَ اَنَا فِيْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَ نَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتٰنِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَايَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا انْكَسَفَا فَانْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

(ترمذی:۲ شمائل ترمذی: ح ۳۰۷)

کرنے والے معلوم نہ ہوتے نماز پڑھنی شروع کی (اتنا لمبا قیام کیا کہ) آپ ﷺ رکوع کرنے والے نہیں معلوم ہوتے تھے' پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا اور اتنا لمبا رکوع فرمایا گویا کہ آپ ﷺ رکوع سے سرانور نہیں اٹھائیں گے پھر نہایت لمبا قومہ کیا' اور پھر سجدہ فرمایا تو اس میں کافی دیر ٹھہرے رہے۔ دونوں سجدوں کے درمیان نہایت لمبا جلسہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے دوسرا سجدہ فرمایا اور اس میں اتنی دیر ٹھہرے' گویا کہ آپ ﷺ سجدہ سے سر مبارک نہیں اٹھائیں گے۔ سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کراہنے اور رونے لگے اور دعا فرمائی ''اے میرے پروردگار! کیا تو نے یہ وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک میں ان میں ہوں تو ان کو عذاب نہیں دے گا۔ اے میرے پروردگار! کیا تیرا وعدہ نہیں کہ جب تک یہ بخشش مانگتے رہیں گے تو ان کو عذاب نہیں دے گا (اے اللہ!) ہم تجھ سے بخشش کے طلبگار ہیں جب آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادفرمائی تو سورج روشن ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا جب ان کو گرہن لگے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ پناہ چاہو۔

(ج) حضور ﷺ کی شانِ عاجزی وانکساری

حضور ﷺ کے وصفِ انکساری کی کئی جہتیں ہیں۔ اس کی ایک جہت حضور ﷺ کا بارگاہِ خداوندی میں عاجزی و انکساری بجا لانا ہے جو کہ اصل میں انتہائے عبدیت ہے اس کی کچھ وضاحت عباداتِ مصطفیٰ ﷺ کے عنوان کے تحت کردی گئی ہے جبکہ آپ ﷺ کے اس وصفِ مبارک کی ایک جہت طرزِ بودوباش میں انکساری ہے تو اس نہج سے اگر حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو پھر آپ ﷺ کی تمام حیاتِ مبارکہ "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" کہ فقر میرے لئے فخر ہے کی کھلی تفسیر ہے' وہ یہ کہ خاتم المرسلین' امام الانبیاء' حبیب خدا' اولین و آخرین کے سردار ﷺ نے' تمام مخلوق سے زیادہ معزز ہونے کے باوجود انتہائی سادگی کے ساتھ زندگی بسر فرمائی' جب پروردگار عالمین کی طرف سے نبوت کے ہمراہ سلطانی یا فقر میں اختیار دیا گیا تو فقر کو پسند فرمایا' پوری انسانیت کے سردار ہونے کے باوجود' بلال حبشی' سلمان فارسی' صہیب رومی' ابن مسعود' زید بن حارثہ' عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم جیسے غلام نوع سے تعلق رکھنے والوں سے بھائیوں' بیٹوں اور انتہائی عزیز لوگوں کی طرح طرز معاشرت اختیار فرمائی' ان کے ساتھ مجلس اختیار کی' ان کی دعوتیں قبول کیں' انہیں کسی امتیاز کے بغیر ہر مقام پر' مقامِ عزت عطا کیا' ان کے ایمان و بخشش کی تصدیق کی۔ حتیٰ کہ مہاجرین و انصار میں سے ہر ایک سے ہر مقام پر مساوات کا سلوک فرمایا۔ غلاموں' لونڈیوں' یتیموں' بیواؤں کی حاجت روائی میں کوئی عار نہ سمجھی اور نہ خود عام مسلمانوں سے اعلیٰ قسم کی سواری' رہائش ولباس اختیار فرمائی۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کی ہر چیز افضل

ہے مگر یہاں بات سادگی کی ہو رہی ہے۔

حضور ﷺ کی رہائش گاہ سے آپ ﷺ کی انکساری کا اظہار ہوتا ہے۔ نشست و برخاست سے' سواری سے' لوگوں سے میل ملاقات سے' لباس مبارک سے اور گفتگو کے الفاظ و انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مخلوق میں غرباء و مساکین کی دلجوئی کے لئے یہ انداز اختیار فرما رکھا تھا۔ اس لئے ہر مقام پر محتاجوں کا خیال رکھا اور ہر محتاج کو اپنے نزدیک آنے کا پورا موقع عطا فرمایا۔

حضور ﷺ کے وصفِ انکساری کا مفہوم قرآن و احادیث میں مذکورہ بالا دونوں جہتوں سے ہوا ہے اس کی ایک جہت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کا رویہ ظالموں' جابروں اور لوگوں کا استحصال کرنے والوں کے ساتھ یکسر مختلف تھا۔ حضور ﷺ نے کافروں اور ظالموں سے ہمیشہ عدل پر مبنی رویہ اختیار فرمایا اور حق کا بول بالا کیا۔ ظالم سے اس کے ظلم کے مطابق بدلہ لیا' حدودِ الٰہی کے نفاذ کے سلسلہ میں ان کے ساتھ کوئی نرمی نہ فرمائی اور نہ ہی لب و لہجہ میں عجز و انکساری کو اختیار فرمایا' پہلے ان پر اتمامِ حجت کے لئے انہیں پیغامِ حق سنایا' انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قانون' عدل و مساوات کو نافذ فرما دیا' حضور ﷺ نے کبھی بھی تکبر کا اظہار نہ فرمایا۔ حضرت قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کا تواضع کرنا باوجودیکہ آپ ﷺ جلیل المنصب اور رفیع المرتبت ہیں۔ پس لوگوں میں سب سے بڑھ کر متواضع تھے اور تکبر آپ ﷺ سے معدوم تھا۔

اس اعتبار سے صرف یہ حدیث کافی ہے کہ حضور ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ کیا آپ ﷺ نبی بادشاہ ہونا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ؟ تو آپ ﷺ نے نبی بندہ ہونا پسند فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ سے حضرت اسرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی اسی تواضع کی بنا پر اللہ عزوجل قیامت کے دن آپ ﷺ کو تمام اولادِ آدم علیہ السلام کی سرداری مرحمت فرمائے گا اور آپ ﷺ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو شفاعت کریں گے (مسند امام احمد جلد۲ صفحہ ۲۳۱' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد۲ صفحہ ۳۲۹)

۱- اللہ تعالیٰ کی طرف سے تواضع اختیار کرنے کا حکم:

حضور ﷺ زمانۂ امن میں تواضع اختیار فرماتے تھے' اور ہم کلام آدمی کے مقام کا خیال رکھتے' اپنی چال و گفتار میں تواضع کو ملحوظِ خاطر رکھتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھے تواضع کا حکم دیا ہے۔

عَنْ عَيَاضِ بْنِ حِمَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ خَطَبَهُمْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرُ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ (ابن ماجہ جلد دوم الزہد: ۱۹۸۲)

عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ تواضع کیا کرو' یہاں تک کہ کوئی ایک دوسرے پر فخر نہ کرے۔

اس حدیث میں تمام مسلمانوں کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ ایک دوسرے پر خاندانی و مادی طور پر فخر نہ کریں بلکہ تواضع سے پیش آیا کریں تاکہ کسی مقام پر تکبر نظر نہ آئے۔

ذیل کی حدیث میں مسلمانوں کو عاجزی کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے خلاف بغاوت سے بھی روکا گیا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا وَلَا يَبْغِيْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ابن ماجہ جلد دوم ابواب الزہد: ۲۰۱۷)

انس کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے عاجزی سے پیش آئیں اور ایک دوسرے کے خلاف بغاوت نہ کریں۔

ایک دوسرے سے بغاوت کی نوبت تب ہی آئے گی جب ہم اپنے مدمقابل کو کسی بنا پر حقیر جانیں گے۔ اس بات سے بھی منع کر دیا گیا۔

۲- حضور ﷺ کی معاشرتی تواضع:

آپ ﷺ کی معاشرتی زندگی کا یہ حال تھا کہ بیماروں کی عیادت فرماتے'

جنازوں کے ساتھ چلتے، گدھے پر سواری کرتے، غلام کی دعوت قبول کر لیتے اور سواری پر پلان سادہ استعمال کرتے، یہ سب باتیں حضور ﷺ کی تواضع مبارک کو ظاہر کرتی ہیں جیسے کہ اس حدیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِیْ قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيْفٍ عَلَيْهِ اِكَافٌ مِنْ لِيْفٍ ۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ۳۱۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں تشریف لے جاتے دراز گوش پر سوار ہوتے اور غلام کی (بھی) دعوت قبول فرماتے۔ (جنگ) بنی قریظہ کے دن آپ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کی رسی اور پلان کھجور کی مونجھ کے تھے۔

اسی طرح اگر کوئی باندی بھی حاجت کے لئے پکارتی تو اس کی بات سنتے اور جہاں وہ چاہتی اپنے کام کے سلسلے میں حضور ﷺ کو اپنے ہمراہ لے جاتی تھی۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ لِیْ اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ اجْلِسِیْ فِیْ اَیِّ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ شِئْتِ اَجْلِسْ اِلَيْكِ ۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ۳۲۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ!) مجھے آپ ﷺ سے ایک کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تو مدینہ طیبہ کے جس راستہ میں چاہے چل کر بیٹھ میں بھی وہاں بیٹھتا ہوں (یعنی جہاں چاہے مجھے اپنی ضرورت سے آگاہ کردے)۔

۳۔سواری کے سلسلے میں تواضع:

سواری کے سلسلے میں تواضع کا پہلو یہ تھا کہ پیدل بھی چلتے، گدھے، خچر، گھوڑے

اور اونٹ پر بھی سواری فرماتے۔ گدھے اور خچر پر سواری کو کسرِ شان نہ سمجھتے بلکہ فخریہ سواری کو ترک فرما دیتے جیسے کہ اس دور میں ترکی گھوڑا فخر کی علامت تھی اس لئے کبھی بھی اس پر سواری نہ فرمائی۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَآءَ نِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِرَاکِبِ بِغْلٍ وَّلاَ بِرْذَوْنٍ

(ترمذی۲ شمائل ترمذی: ح ۳۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نہ تو خچر پر سوار تھے اور نہ ہی ترکی گھوڑے پر بلکہ پیدل تشریف لائے جو آپ کی تواضع کا واضح ثبوت ہے۔

۴- دعوت میں تواضع کا پہلو:

حضور ﷺ کی تواضع مبارک کا یہ حال تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے جو کی روٹی کے ساتھ دال وسبزی پر بھی دعوت کی جاتی تو اسے قبول فرماتے تھے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُدْعٰی اِلٰی خُبْزِ الشَّعِیْرِ وَالْاِھَالَۃِ السَّنِخَۃِ فَیُجِیْبُ وَلَقَدْ کَانَ لَہٗ دِرْعٌ عِنْدَ یَھُوْدِیٍّ فَمَا وَجَدَ مَا یَکُفُّھَا حَتّٰی مَاتَ

(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ۳۱۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت دی جاتی تو (بھی) قبول فرمالیتے۔ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی لیکن آپ ﷺ نے وصال فرمانے تک اس کو چھڑانے کے لئے کچھ نہ پایا (یہ فقر اختیاری کی شان تھی)

مگر حیرت ان مسلمانوں پر جو غریبوں کی دعوتوں اور جنازوں میں جانے کو اپنے لئے عیب سمجھتے ہیں اور حضور ﷺ کی محبت کا دم بھرنے کے باوجود اس سنت سے محروم رہتے ہیں جبکہ حضور ﷺ مسلمانوں کی ضیافت کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ کُرَاعٌ لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِیْتُ عَلَیْهِ لَاَ جَبْتُ ۔

(ترمذی جلد دوم، شمائل ترمذی)

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر مجھے بکری کا پایہ تحفتاً دیا جائے تو میں قبول کرلوں اور اگر اس کی دعوت (بھی) دی جائے تو (پھر) بھی قبول کرلوں۔

۵-لوگوں کے گھروں میں تواضع کا اہتمام:

جب کسی مسلمان کے گھر قدم رنجہ فرماتے تو اہلِ خانہ سے شفقت سے پیش آتے۔ ان کے جائز مطالبے پورے کردیتے، بچوں سے پیار کرتے اور نوزائیدہ بچوں کے نام تجویز فرماتے تھے۔

عَنْ یُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْسُفَ وَ اَقْعَدَنِیْ فِیْ حَجْرِهٖ وَ مَسَحَ عَلٰی رَاْسِیْ ۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ۳۲۰)

حضرت عبداللہ بن سلام کے صاحبزادے حضرت ویوسف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرا نام یوسف رکھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھا کر میرے سر پر دست اقدس پھیرا (یعنی بچپن میں)۔

۶-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزم میں تواضع:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے حکم پر جانوں کو فدا کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ ان کے لئے زیارتِ مصطفیٰ ﷺ بہت بڑی سعادت تھی۔ حضور ﷺ کے لئے کھڑے ہوکر تعظیم بجالانا چاہتے تو منع فرمادیتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعظیم کے لئے کھڑے ہونا کوئی برا عمل تھا بلکہ خود ہی پسند نہ فرماتے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا (حضرت

وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ ۔
(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ۳۱۷)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر بھی) جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ اسے پسند نہیں فرماتے۔

۷- گھر میں تواضع کا حال:

حضور ﷺ اپنے گھر والوں سے شفقت فرماتے' گھریلو امور میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتے' لباس مبارک دھو لیتے' جوتے مرمت کر لیتے' بکری کا دودھ دوہتے یہ باتیں بھی آپ ﷺ کی کمال تواضع کی علامت ہیں۔

عن عمرة قَالَتْ قِيْلَ لِعَائِشَةَ مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَ يَحْلِبُ شَاتَهٗ وَ يَخْدِمُ نَفْسَهٗ ۔
(ترمذی' شمائل ترمذی ح ۳۲۳)

حضرت عمرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے گھریلو معمولات کے بارے میں پوچھا گیا۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ آپ ﷺ انسانوں میں ایک انسان تھے اپنے کپڑوں میں خود جوئیں دیکھتے' بکری کا دودھ دہتے اور اپنے کام خود کرتے آپ ﷺ نہایت پاکیزہ تھے اس کے باوجود جوئیں دیکھنا اس وجہ سے تھا کہ کہیں سے لگ نہ گئی ہوں۔

۸- حج میں تواضع کا پہلو:

سامان حج میں تواضع کا لحاظ فرماتے۔ معمولی اور پرانے لباس اور کمبل وغیرہ کو استعمال میں لاتے اور اخلاص کے اس مقام پر فائز ہو کر حج ادا فرماتے کہ جسے کوئی نہ سمجھ سکے جبکہ ظاہری لحاظ سے شہرت و نمائش سے کوسوں دور ہوتے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَ قَطِيْفَةٍ كُنَّا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک پرانے پالان پر (جو اونٹنی پر تھا) اور ایک کمبل پر

نَرٰی ثَمَنَهَا اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَالَ لَبَّیْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِیْهَا وَلَا رِیَاءَ

(ترمذی دوم، شمائل ترمذی: ح ۳۲۱)

(جو اس پالان پر تھا) جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم تھی، حج فرمایا جب آپ ﷺ اونٹنی پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا میں ایسے حج کے لئے پکارتا ہوں جو شہرت اور نمائش سے پاک ہے۔

حالانکہ یہ حج آپ ﷺ نے اس وقت کیا تھا جب آپ ﷺ پر زمین کے خزانے کھول دیئے گئے تھے اور اس حج میں سو اونٹ بدی (قربانی) کے لئے ساتھ لے گئے تھے (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی ﷺ جلد ۲ صفحہ ۸۸۲)

۹۔فتح مکہ کے موقع پر عاجزی:

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور آپ ﷺ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کے حضور میں عاجزی و تواضع سے سر کو پالان پر جھکا دیا تھا۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ اس کے اگلے لکڑی کے سرے پر آپ ﷺ کا سر لگ جائے۔ (دلائل للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۶۹۔۶۸ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۷، مسند ابی یعلی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

۱۰۔مرعوب آدمی سے اظہار عجز:

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ حضور ﷺ کے رعب سے اس کے بدن پر رعشہ آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خوفزدہ نہ ہو، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں قریش کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔

(صحیح بخاری باب الکبر، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۸)

۱۱۔وفود سے تواضع کے ساتھ پیش آنا:

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نجاشی (بادشاہ حبش) کی طرف سے ایک وفد بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور ان کی تواضع کی۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ہم حضور ﷺ کی طرف

سے خدمت کے لئے کافی ہیں (شفاء شریف)

۱۲- اہل و عیال و خدام سے تواضع:

آپ ﷺ کی اسی متواضعانہ شان میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنے خادم کو نہ جھڑکتے اور نہ سخت و سست فرماتے بلکہ یہ بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہ کیا اور اہل و عیال کے ساتھ تو آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی مہربان نہ تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کسی کو ہاتھ سے نہ مارا اور آپ ﷺ نے کسی سے دین خدا کے سوا اپنا بدلہ نہ لیا۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے دریافت کیا کہ جب رسولِ خدا ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ ﷺ کی خلوت کی کیا حالت تھی۔ فرمایا: آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم گرفتار اور بہت زیادہ متبسم و خوش اطوار تھے اور کسی نے کبھی بھی آپ ﷺ کو اپنے صحابہ کے درمیان قدم مبارک دراز کرتے نہ دیکھا اور آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی یا آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے کوئی آپ ﷺ کو مخاطب کرتا تو آپ ﷺ لبیک (حاضر ہوں) کہہ کر جواب دیتے۔ (مدارج النبوت اول: ص ۶۴)

۱۳- گھریلو کام کاج میں شانِ عجز:

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حسن اور ابی سعید وغیرہ رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کی تعریف میں مروی ہے اور بعضوں نے کچھ زیادہ بھی کیا ہے کہ حضور ﷺ اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کا کام میں ہاتھ بٹاتے اور اپنے کپڑوں کو صاف فرماتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے' اپنی نعلین گانٹھتے' اپنی خدمت آپ کرتے اور گھر کی صفائی کرتے اور اونٹ کے عقال ڈالتے اور اس کو چارہ دیتے اور خادم کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے اور خادمہ کے ساتھ آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سامان خود لاتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۱۳' شمائل ترمذی صفحہ ۲۷۰' دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸)

۱۴- تعظیم بجالانے والوں کی تربیت:

ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عصاء مبارک پر ٹیک لگائے جب ہم پر تشریف لائے۔ تو ہم آپ ﷺ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عجمیوں کی طرح نہ کھڑے ہو کہ وہ ایک دوسرے کی یونہی تعظیم کرتے اور فرمایا: میں تو ایک بندہ ہوں۔ اس طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح بندہ بیٹھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد جلد ۵ صفحہ ۳۹۸، سنن ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۱)

(د) حضور ﷺ کا توکل علی اللہ

سرورِ کونین ﷺ ہر معاملہ میں ذاتِ حق تعالیٰ پر توکل فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے یہی تعلیم تھی۔ حضور ﷺ سفر و حضر' گھر بار' امن و جنگ میں ہر مقام پر پہلے حتیٰ المقدور مادی وسائل کو استعمال میں لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے اگرچہ مادی وسائل کو کام میں لاتے مگر ان پر بھروسہ نہ فرماتے بلکہ حق تعالیٰ پر بہتر انجام کے لئے توقع رکھتے۔ جب پیغام توحید کا آغاز فرمایا تو چاروں طرف سے لوگ دشمن ہو گئے' جب پیغامِ توحید و رسالت سنانے کے لئے کسی کے پاس ٹھہرتے ابولہب آپ ﷺ کی تکذیب کرتا' اہل طائف نے آپ ﷺ کو شدید زخمی کر دیا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے پیغامِ توحید کو جاری رکھا' پورے عرب میں مخالفانہ طوفان اٹھے مگر سرکارِ عالمیان ﷺ کے توکل میں ذرا فرق نہ پڑا' کفار مکہ نے چالیس طاقتور جنگجوؤں کے ذریعے حضور ﷺ کو قتل کرنے کی ناپاک کوشش کی' آپ ﷺ ان کے درمیان سے اطمینان کے ساتھ گزر گئے' سفرِ ہجرت انتہائی توکل علی اللہ کرتے ہوئے مکمل فرمایا' جب مدینہ میں آئے تو مسلمانوں کو غربت و افلاس کا سامنا کرنا پڑا مگر اس مقام پر توکل و قناعت کا مظاہرہ فرمایا' جب غزوۂ بدر کے لئے نکلے تو اس وقت ۳۱۳ نفوس قدسیہ کے نہتے افراد کو ساتھ لے کر ایک ہزار کے اسلحہ سے لیس لشکر کا مقابلہ فرمایا۔ غزوہ بدر کی صبح کے وقت سجدہ میں سرِ انور رکھ کر انتہائی آہ و زاری کے ساتھ دعا فرمائی اور پھر یا حی یا قیوم کہتے ہوئے کفار سے مقابلہ فرمایا۔

غزوہ اُحد میں کفار کی تعداد پہلے سے بھی زیادہ تھی۔ اس غزوہ میں بہترین حربی

نقشہ تیار فرمایا اور مسلمان مجاہدین کو مختلف مقامات پر تعین فرمایا اور خود ایک بلند مقام پر ٹھہر کر مسلمانوں کی سپہ سالاری فرمائی' اس روز حضور ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں' جب جنگ میں پہلی مرتبہ فتح ہوئی مسلمان مال غنیمت اکٹھا کرنے لگے' اس وقت پہاڑی کے درہ میں مامور تیر انداز بھی اپنی جگہ کو چھوڑ کر سامان اکٹھا کرنے نیچے چلے گئے تو کفار کے لشکر نے پیچھے سے حملہ کر دیا' اچانک حملہ سے مسلمانوں میں انتشار پھیلا۔ اسی دوران حضور ﷺ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کفار کے نرغے میں آ گئے۔ جہاد کرتے ہوئے حضور ﷺ شدید زخمی بھی ہوئے' کفار نے یہ خبر مشہور کر دی کہ حضور ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ کی شجاعت و جرأت اور توکل علی اللہ دیدنی تھا جبکہ آپ ﷺ زوردار آواز میں فرما رہے تھے ''اس میں شک نہیں' میں اللہ کا رسول ہوں' میں سردار عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' اس وقت حضور ﷺ کی بہادری اور توکل مسلمانوں کے لئے مددگار ثابت ہوا۔ پھر انہوں نے قدم جما کر جہاد کیا تو انہیں کامیابی ملی۔ معلوم ہوا کہ جنگ میں حضور ﷺ کا توکل یہ تھا کہ پہلے اس کے لئے رائج الوقت ضروری سامانِ حرب تیار کرتے' بہترین حربی حکمتِ عملی' میں لاتے' پھر پوری شجاعت کے ساتھ لڑتے' مقصود شہادت ہوتی' دورانِ جہاد اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے پھر اسباب کے منقطع ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے جہاد جاری رکھتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام غزوات میں فتح عطا فرمائی۔ اسی طرح مدینہ کے اندر منافقین اور یہود سے نپٹنے کے لئے خدائی اسباب و تدابیر کو استعمال میں لا کر معاملہ کیا' پہلے کامیابی سے یہود کے ساتھ بیرونی دشمنوں کے ساتھ مشترکہ جنگ کا معاہدہ کیا' غزوہ خندق میں تقریباً سات سو مسلمانوں کے مقابلے میں دس ہزار کا مسلح لشکر تھا' جس میں عرب کے اہم قبائل کے علاوہ خیبر کے یہودی بھی شامل تھے ادھر مدینے کے اندر یہود کے قبیلہ بنو قریظہ نے بھی مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کو توڑ دیا تھا۔ مسلمانوں کے اندر منافقین بزدلی پھیلانے کے لئے پھبتیاں کس رہے تھے اس دوران حضور ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کے میدانی علاقہ کی طرف بیس فٹ

گہری اور بیس فٹ چوڑی خندق کھودی' خندق کا کھودنا توکل کے منافی نہ تھا بلکہ ایک بہترین تدبیر تھی' پھر جب کفار حملہ آور ہو گئے اور خندق کے باہر پڑاؤ کر لیا تو اس وقت مدینہ شریف میں سخت بے چینی تھی۔ منافقین طرح طرح کے پریشان کن جملے کس رہے تھے' کمزور دل مسلمان بھی عجیب قسم کی پریشانی کا شکار تھے۔ اس موقع پر مسلمانوں کے پاس غلہ بھی مناسب حد تک جمع نہ تھا' بلکہ کفار کے محاصرہ کے چند دن بعد فاقہ کشیوں کا دور بھی شروع ہو چکا تھا' ان حالات کی سنگینی کا اندازہ قرآنِ کریم کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○ (پ۲۱: احزاب ۱۱-۱۰/۳۳)	جب وہ تم پر اوپر سے اور نیچے سے حملہ آور ہوئے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے یہاں مومنوں کو آزمائش میں ڈالا گیا اور انہیں (مصائب کی چکی میں ڈال کر) خوب ہلایا گیا۔

پہاڑ کے اوپر سے درہ میں سے بنو قریظہ نے حملہ کرنا تھا اور نیچے خندق کی دوسری طرف کفار کا لشکر جرار تھا' اس صورت حال پر غور کرنے سے واقعی آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور دل گلوں تک آ جاتے ہیں ادھر منافق اور ان کے ساتھی مسلمانوں کو طرح طرح کے اذیت ناک جملوں سے تکلیف پہنچا رہے ہیں اس موقع پر منافقین کے رویہ کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ○ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ	اور جب منافق اور وہ لوگ کہہ رہے تھے جن کے دلوں میں مرض تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کیا وعدہ کیا ہے مگر دھوکے کا اور جب منافقوں میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہلِ یثرب (مسلمانوں)

مِّنۡهُمُ النَّبِیَّ یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُیُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ؕ وَمَا هِیَ بِعَوۡرَةٍ ۚ اِنۡ یُّرِیۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ○

(پ۲۲: احزاب ۱۳-۱۲/۳۳)

تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں پس تم واپس لوٹ جاؤ اور ان میں سے ایک گروہ نبی کریم (ﷺ) سے جنگ سے نکلنے کے لئے یہ کہہ کر اجازت طلب کرتا تھا کہ ہمارے گھر کھلے وغیر محفوظ ہیں اور وہ کھلے نہ تھے، مگر وہ تو جنگ سے فرار چاہتے ہیں۔

مسلمانوں میں منافقوں کی یہ حرکتیں ان کے لئے مزید پریشانی کا باعث تھیں مگر انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اس وعدے پر پورا بھروسہ تھا وہ یہ کہ اسلام کا غلبہ ہوگا اس لئے وہ اس پریشانی کی گھڑی میں اللہ تعالیٰ پر توکل کئے ہوئے تھے اور ملاحظہ کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ انتہائی اطمینان سے ان کی قیادت فرما رہے ہیں اور آپ ﷺ کے توکل علی اللہ میں ذرا بھی کمی نہ آئی تھی یہی وہ توکل رسالت مآب ﷺ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور اس توکل نے آئندہ بھی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیا۔ اس موقع پر مومنوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے عطائے فتح کے وعدہ کی تصدیق کی کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ و رسول کریم ﷺ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا یہ رویہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمۡ اِلَّاۤ اِیۡمَانًا وَّتَسۡلِیۡمًا ○ ؕ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ وَمَا

اور جب مومنوں نے کفار کے لشکر دیکھے تو کہنے لگے یہی ہیں وہ جن کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ اور اس کا رسول سچے ہیں اور اس سے ان کے ایمان وتسلیم میں اضافہ ہوگیا۔ مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا ہے جو انہوں نے اللہ

بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۝ (پ۲۲:احزاب:۲۳-۲۲/۳۳)

سے کیا تھا ان میں سے کچھ اپنی نذر پوری کر چکے ہیں اور کچھ اس کا انتظار کر رہے ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

حضور ﷺ نے غزوۂ خیبر اور غزوۂ بنو ہوازن میں بے مثل توکل علی اللہ کا مظاہرہ فرمایا۔ حضور ﷺ جہاد کے معاملے میں استطاعت کے مطابق بہترین سامان حرب تیار رکھتے، مگر جب جہاد فرماتے تو سامان کی قلت و اضافہ پر قناعت نہ فرماتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ رکھتے تھے۔ غزوہ بنو ہوازن میں حضور ﷺ کے ساتھ ہزاروں کا لشکر تھا، کسی فرد نے کہا کہ آج ہم ضرور فتح پالیں گے کیونکہ آج ہم کثیر تعداد میں ہیں۔ حضور ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے اس بات پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا اور آپ ﷺ نے ظاہر فرمایا کہ کثرت افراد پر بھروسہ نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔

۱۔ حضور ﷺ کو توکل علی اللہ کا حکم:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی محترم ﷺ کو حکم صادر فرمایا کہ جب آپ ﷺ کسی کام کا ارادہ کرلیں اور اس کے لئے ضروری سامان بھی تیار کرلیں تو پھر اپنے پروردگار پر بھروسہ کیجئے۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ۝ (پ۴: آل عمران:۱۵۹)۔

پس جب ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ اختیار کریں بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ اے نبی محترم ﷺ بے شک آپ جو کام کر رہے ہیں وہ حق پر مبنی ہیں پس ان امور کے سلسلہ میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھیں۔

فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ۝

پس اللہ پر توکل کیجئے بے شک آپ (ﷺ) واضح طور پر حق پر ہیں (پ۲۰:نمل ۷۹/۲۷)

حضور ﷺ جب کوئی کام کرتے تو اس کے لئے ظاہری وسائل پہلے مہیا کرتے جیسے کہ روایت میں آتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ

لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهٗ عَتَادٌ
(جامع ترمذی جلد دوم: ص ۸۹۳)

آپ ﷺ کے پاس ہر حالت کے لئے مکمل سامان ہوتا تھا۔

اس کے باوجود حضور ﷺ کا توکل رب العرش پر ہوتا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانۂ امن و جنگ کے لئے حتی المقدور مادی وسائل مہیا کرنا توکل کے خلاف نہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝
(پ۱۱: توبہ ۱۲۹)

پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرما دو کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

اہم مواقع پر منافقین کا کردار بڑا گھٹیا ہوتا تھا' وہ اکثر دشمنوں سے مقابلے کے وقت بہانے بنا کر الگ ہو جاتے اور طرح طرح کے منفی مشورے دیتے جو کہ مسلمانوں کے لئے قابلِ عمل نہ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے قطع نظر کر کے توکل علی اللہ کا حکم صادر فرمایا۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝
(پ۵: نساء ۴/۸۱)

اور کہتے ہیں کہ ہم اطاعت کرتے ہیں مگر جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت جو بات انہوں نے کہی تھی اس کے خلاف رات کو منصوبے بناتی ہے اور جو منصوبے وہ بناتے ہیں اللہ انہیں لکھ لیتا ہے آپ (ﷺ) ان سے درگزر فرمائیں اور اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور کافروں اور منافقوں پر نظر نہ کرو اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

(پ۲۲: احزاب ۴۸)

۲- انبیاء کرام کا اللہ تعالیٰ پر توکل:

انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے ادوار میں اللہ کے احکامات کو بروئے کار لانے کے سلسلہ میں ہمیشہ توکل علی اللہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ کئی انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت میں پوری قوم کھڑی ہو گئی۔ انہیں ایذائیں پہنچائیں گئیں' انہیں قتل کی دھمکیاں دی گئیں' ہجرت پر مجبور کیا گیا' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال' گھربار' اہل و عیال کی قربانیاں پیش کیں' حتیٰ کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کے پیغام توحید کی بنا پر شہید کر دیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا لیکن اس کے باوجود ان کے اللہ تعالیٰ پر توکل پر ذرا برابر بھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف ساری قوم متحد ہو گئی تو انہوں نے جو قوم کو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے انتہائی مقام کا اظہار کر رہا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝

(پ۱۱: یونس ۱۰/۷۱)

آپ ان کو حضرت نوح علیہ السلام کی خبر سنا دیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر میرا تم میں رہنا اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سے نصیحت کرنا برا لگتا ہے تو پھر میرا اللہ پر بھروسہ ہے پھر تم نے اپنے شریکوں کے ہمراہ میرے بارے میں جو فیصلہ کرنا ہے کرلو پھر وہ فیصلہ تم پر مخفی نہ رہے پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم بہت طاقتور تھی' انہوں نے برائیوں میں دھت ہو کر

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے اعلانِ جنگ کر دیا اور حضرت ہود علیہ السلام کو جان سے مار دینے کی دھمکی دی، حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کی اس دھمکی کی ذرا بھی پروا نہ فرمائی بلکہ انہیں ارشاد فرمایا میرے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے تم جو میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور اس سلسلے میں مجھے کوئی مہلت نہ دو، مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے تمہاری کچھ پروا نہیں، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراطِ مستقیم پر ہوں ہر چیز اس کے قبضے میں ہے۔

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ (پ۱۲ ہود ۵۵/۱۱)

اس کے سوا تم سب مل کر جو کرنا چاہتے ہو، کرو، مجھے مہلت نہ دو بے شک میں اللہ پر توکل کرتا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

اور زمین پر کوئی ایسا چلنے والا نہیں جس کو اس نے چوٹی سے نہ پکڑ رکھا ہو بے شک میرے رب کا یہ صراطِ مستقیم ہے۔

(پ۱۲: ہود ۵۶-۵۵/۱۱)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان کی اطاعت سے انکار کیا اور کفر و سرکشی کا راستہ اپنا لیا اور انہیں ان الفاظ میں دھمکی دی "لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ" اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہمیں تمہیں سنگسار کر دیتے (ہودؑ) حضرت شعیب علیہ السلام کے پایۂ استقلال میں ذرا بھی کمی نہ آئی آپ علیہ السلام نے کافر قوم کو جواب دیا عقل کرو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے خاندان کا اعزاز کر رہے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر قبضہ ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ○

(پ۱۲: ہود ۹۲/۱۱)

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزت والا ہے اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے بے شک میرا رب جو عمل تم کرتے ہو اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کا ان کی کافر اقوام نے مذاق اڑایا، انہیں گہرے زخم پہنچائے، ان کو

جھٹلایا مگر انہوں نے کبھی بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا' نہ طاقتور کافر قوم سے مرعوب ہوئے' نہ ان کے خوف سے پیغامِ حق کو ترک کیا بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے امر کو بجا لاتے ہوئے برضا و رغبت ان تمام تکالیف پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے مجموعی طرزِ عمل کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ ان الفاظ سے ان کے توکل علی اللہ کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○

(پ۱۳: ابراہیم ۱۴/۱۲)

اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں اور اس نے ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور جو تم اذیتیں دیتے رہے ہو ہم ان پر ضرور صبر کریں گے اور توکل کرنے والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

۳۔ حضور ﷺ کے توکل علی اللہ کی مثالیں:

حالات و واقعات کے تناظر میں دیکھا جائے تو حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ پر توکل تمام انبیاء کرام سے بڑھ کر نظر آتا ہے جیسے کہ اعلانِ نبوت کے بعد قریش مکہ نے دعوت و تبلیغ کے ہر موڑ پر حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے مصائب و الم اور مخالفت کے پہاڑ کھڑے کئے مگر زبانِ رسالت مآب ﷺ کے پُر تاثیر مواعظہ حسنہ سے حضور ﷺ کے جاں نثاروں میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا اور لات و منات' جبل و عزّیٰ کی بے بسی کھل کر سامنے آنے لگی تو قریش کے سرکردہ آدمیوں نے یہ طے کیا کہ اب اس شمعِ توحید کو بزورِ شمشیر بجھا دیا جائے' وہ ایک وفد کی صورت میں جناب ابوطالب کے پاس آئے اور انہیں دوٹوک الفاظ میں کہا کہ

''آپ محمد (ﷺ) کو کارِ تبلیغ سے روکیں' ہمارے خداؤں کی تذلیل سے منع کریں ورنہ ہمارے صبر کی انتہا ہو جائے گی اور ہم مزید برداشت نہ کر سکیں گے' پھر اگر محمد (ﷺ) کو کوئی تکلیف یا اذیت پہنچی تو آپ ہم سے کوئی گلہ نہ کریں''

جناب ابوطالب نے حضور ﷺ سے کہا کہ ''بھتیجے قریش تمہاری دشمنی پر آمادہ

ہیں، انہوں نے مجھے بہت ملامت کی ہے قوم کے لوگوں سے مخالفت مول لینا میرے لئے ممکن نہیں، آپ ﷺ قریش کے معاملہ میں نرمی سے کام لیں، قریش نے مجھ سے یہ بھی درخواست کی ہے کہ اگر محمد (ﷺ) ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں اور ہمارے دین کے بارے میں طعن نہ کریں تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہ ہوگا'' (ابن سحاق ص ۱۹۸)

حضور ﷺ نے قریش کا یہ مطالبہ کسی تامل کے بغیر مسترد کردیا کیونکہ دین اسلام کے کلمۂ توحید کا آغاز ہی تمام باطل معبودوں کو ردّ کر کے خدائے واحد کے اقرار پر مبنی ہے۔ حضور ﷺ کا اعلائے کلمۃ الحق کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا آپ ﷺ نے اس کلمۂ توحید کی اشاعت کے لئے مکمل طور پر اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور ارادہ فرمایا کہ اگر جناب ابوطالب، بنو ہاشم اور دیگر افراد میرا ساتھ نہ بھی دیں تو میں نے پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہوئے اِسے پھیلانا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے ''فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ'' اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ (ﷺ) فرمادیں کہ میرا بھروسہ اللہ پر ہے (توبہ:۱۲۹/۹) پھر آپ ﷺ نے جو جواب جناب ابوطالب کو دیا اسے سن کر جناب ابوطالب و دیگر بنو ہاشم کو بھی حضور ﷺ کے پختہ ارادہ کے متعلق علم ہوگیا اور انہوں نے آپ ﷺ کے ارادہ کو دیکھ کر مکہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا اور دوسرا اس جواب سے حضور ﷺ کی قوتِ ارادہ، توکل علیٰ اللہ، پیغام حق کے ساتھ اخلاص باللہ کا بھی علم ہوتا ہے اور وہ جواب یہ تھا۔

چچا جان! اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر قریش مکہ، سورج لا کر میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند بائیں ہاتھ پر رکھ کر کہیں کہ میں تبلیغ اسلام چھوڑ دوں تو میں ایسا نہ کروں گا یا تو اپنے مقصد اشاعت اسلام میں کامیاب ہو جاؤں گا یا جان اپنے پروردگار پر قربان کردوں گا۔ یہ سن کر جناب ابوطالب نے حضور ﷺ کو بلا کر کہا اب جو جی چاہو کرو جب تک میری جان میں جان ہے میں آپ ﷺ کی حمایت ترک نہ کروں گا میں آپ ﷺ کی رضا میں راضی ہوں۔ (ابن اسحاق اردو: ص ۱۹۸)

۴۔ حضور ﷺ کے توکل کی انفرادیت:

اللہ تعالیٰ کے پیغام کی اشاعت کے سلسلہ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے طرح طرح

کی تکالیف برداشت کیں، اور اپنی اقوام کو ہر طریقہ سے پیغامِ حق سنایا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کا اظہار ہوا مگر انہوں نے ماننے سے انکار کردیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید و اطاعت کو بالکل رد کردیا جب انبیاء علیہم السلام کو یقین ہو جاتا کہ یہ اقوام ایمان نہ لائیں گی تو انہوں نے سرکش اقوام کی ہلاکت کے لئے بددعائیں کیں اور وہ ہلاک کردیئے گئے، جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قول قرآن کریم میں آیا ہے "قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا" عرض کیا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن اور رات دعوت حق دی ہے (نوح: ۵/۷۱) پھر یوں بددعا کی:

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا (پ ۲۹: نوح ۲۶/۷۱)

اور حضرت نوح علیہ السلام نے التجا کی اے میرے رب تو اس سرزمین پر کفار میں سے کوئی بسنے والا نہ رہنے دے۔

اسی طرح قوم عاد و ثمود اور قوم فرعون کو انبیاء علیہم السلام کی بددعاؤں پر اللہ تعالیٰ نے ہلاک کردیا لیکن حضور ﷺ کو دعوت و تبلیغ میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مظالم کا سامنا کرنا پڑا، اہلِ طائف نے حضور ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کردیا حتیٰ کہ حضور ﷺ سے جبرئیلِ امین علیہ السلام نے عرض کیا یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے اگر آپ ﷺ اسے حکم دیں تو یہ اہلِ طائف کو پہاڑوں کے درمیان رکھ کر کچل دے تو اس وقت بھی آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل اختیار کیا اور فرمایا اگر یہ ایمان نہیں لائے تو نہ سہی ممکن ہے ان کی نسلوں سے کوئی مسلمان ہو جائے، اسی طرح کفار مکہ نے اپنے مظالم سے حضور ﷺ کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کردیا لیکن جب مکہ سے باہر نکلے تو مکہ کی طرف منہ کر کے فرمایا:

:"مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مَآ اُذِیْتُ اَوْ كَمَا قَالَ" کسی نبی کو اتنی ایذائیں نہ پہنچائی گئیں جتنی کہ مجھے دی گئیں (مدارج النبوت جلد اول: ص ۵۷)

مگر اس کے باوجود اپنی قوم سے مایوس نہ ہوئے۔ ان پر عذاب کے لئے بددعا نہ کی، بلکہ دلائل و براہین اور حکمت و دانائی سے انہیں ہدایت کی طرف لانے کی کاوش فرماتے

رہے جب کفار مکہ نے بار بار مدینہ پر چڑھائی کا سلسلہ شروع کیا تو پھر بھی کٹھن حالات میں منطقی انداز سے حالات کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے دشمنوں پر غالب آ گئے اوران سے اتنا بہترین سلوک کیا کہ وہ سب اسلام میں داخل ہو گئے اور ہر طرف سے لوگ فوج درفوج دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہونے کے لئے سوئے شہنشاہ مدینہ آنے لگے اور قرآن کریم کی اس آیت کی تعبیر ہونے لگی۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (پ۳۰: نصر۱۱۰/۱،۲)

جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح یابی ہو جائے اور آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیں۔

چمنستان ایمان میں اس مہکِ ایمان کا فروغ، سرورکونین ﷺ کے توکل علی اللہ کا ثمر تھا کہ باغِ ایمان، یقین وعمل کی فضا میں پروان چڑھا اور اس کی بہاریں تا قیامت جاری وساری رہیں گی۔

۵- حفاظتِ جان کے متعلق توکل مبارک:

سرورکونین ﷺ معلم توکل بن کر آئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن اس طرح عبادت کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی نگاہ کبھی مشاہدۂ حق سے ہٹے کیونکہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا لمحہ لمحہ ذاتِ حق تعالیٰ کے لئے وقف تھا اور راتیں حضوریٔ حق تعالیٰ میں گزرتیں کہ جس کا پُرلطف حال یہ ہے کہ "اُبِيْتُ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ" میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ جہاد کے متعلق حضور ﷺ کا مطمعٔ نظر یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر جہاد میں شہید ہو جاؤں۔ مکرر فرماتے جاتے، اس لئے جب ایک مرتبہ ایک دشمن نے درخت کے نیچے سوتے میں آپ ﷺ کی تلوار پکڑ کر للکارا، کہ اے محمد (ﷺ) آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچائے گا جبکہ آپ ﷺ درخت کے نیچے اصحاب سے الگ تنہا، آرام فرما رہے تھے تو اس وقت جانی دشمن کے ہاتھ برہنہ اٹھی ہوئی تلوار کو دیکھ کر، کمال توکل کا اظہار فرمایا، تلوار کے وار سے یا

دشمن کی للکار سے ذرا بھر بھی مرعوب نہ ہوئے' چہرے پر کسی قسم کی گھبراہٹ کا اثر ظاہر نہ ہوا' نہ ہی عام لوگوں کی طرح موت کے ڈر سے واویلا یا معافی طلب کی' بلکہ بڑے سکون اور ٹھہراؤ کے ساتھ فرمایا' مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا' تین مرتبہ اللہ کا نام لیا' تو خونخوار دشمن نہ جانے کیوں خود وحشت زدہ ہو گیا' کانپنے لگا اس دوران اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی' اسی تلوار کو دستِ اقدس میں تھام کر اس وحشت زدہ دشمن سے فرمایا:

قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّىْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلٰثًا وَّلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ

کہ اس نے کہا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ میں نے تین مرتبہ کہا: اللہ۔ آپ (ﷺ) نے اسے کوئی سزا نہیں دی اور وہ بیٹھا تھا (متفق علیہ)

یہ توکل کی بنا پر رعب تھا نہ جانے اللہ تعالیٰ کے لئے غصہ میں جلالِ مبارک کا کیا عالم ہو گا۔

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ کے ایام میں حضور ﷺ اپنے پاس رات کے وقت جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہرہ دار مقرر فرماتے تھے پھر جب اس آیت مبارکہ کا نزول ہوا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ: ٦٧)

اے نبی محترم (ﷺ)! اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائے گا۔

تو حضور ﷺ کی حفاظت کا ذمہ پروردگار عالم نے اٹھا لیا تب سے حضور ﷺ نے کبھی محافظ مقرر نہ فرمائے۔

٦- معاملاتِ جہاد میں توکل:

حضور ﷺ جہاد کے متعلق امت سے مشورہ طلب فرماتے تھے تا کہ انہیں جہاد کے متعلق نظم و ضبط اور دیگر امور کا سلیقہ آ جائے اور انہیں بہتر رائے معلوم ہو جائے کیونکہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے ان معاملات کو سرانجام دینا تھا' اس لئے آپ ﷺ اُمت سے بعض امور میں مشورہ لیتے۔ احکام نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ میں کسی سے کوئی مشورہ نہ لیا گیا' اسی طرح اگر جہاد و دیگر امور میں بھی مشورہ نہ لیتے تو آپ ﷺ کو

اس کا اختیار تھا' لیکن جب حضور ﷺ کسی معاملہ میں فیصلہ فرماتے تو وہ تیر باہدف ہوتا تھا' اس میں اللہ تعالیٰ کے امر کو فوقیت دیتے اور اس کی راہ میں ہر قسم کے نتائج کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے اور اپنے ارادے میں پہاڑ سے زیادہ شدید ہو جاتے تھے جیسے کہ غزوہ بدر کے موقع پر کھلے میدان میں جنگ کرنے کا فیصلہ فرمایا تو منافقین کی مخالفت اور تین سو سے زیادہ منافقین کے لشکرِ اسلام سے نکل کر واپس چلے جانے سے بھی توکل علی اللہ کرتے ہوئے اپنے فیصلے میں تبدیلی نہ فرمائی اور جو کرنا تھا وہ کر گزرے۔

۷- معاملاتِ رزق میں توکل علی اللہ:

اعلانِ نبوت کے بعد سلسلہ روزگار کو بالکل ترک کر دیا اور تبلیغ اسلام کے لئے تمام توانائیاں وقف فرما دیں اور اللہ تعالیٰ پر رزق کے سلسلہ میں توکل کیا جو اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے عنایت فرماتا اس پر قناعت فرماتے۔ فقر و فاقہ سے واسطہ پڑتا تو صبر فرماتے' مکہ میں تین سال تک شعبِ ابی طالب میں فاقہ کشیوں سے واسطہ رہا' درختوں کے پتے کھا کر پیٹ پر پتھر باندھ کر صبر کیا' مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ یہی سلسلہ چلتا رہا' پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ کے یہود کی زمینوں کا وارث بنا دیا' مالِ غنیمت اور مالِ فیٔ کی صورت میں وافر مال عطا فرمایا تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ فرما دیتے کبھی مال و زر کل کے لئے جمع نہ کیا' اپنی بود و باش میں فقر کو اختیار فرمایا۔ روایات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس دور میں حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو ہر سال سو وسق غلہ دیتے تھے' ایک وسق ۲۴۰ کلوگرام کے برابر ہے (بیان القرآن جلد دوم: ص ۴۳۸)

حضور ﷺ کا یہ عمل ذخیرۂ خوراک نہ تھا بلکہ ضرورت کے مطابق اشیاء کو جمع کرنے کے بارے میں مستحسن عمل تھا اور جب مسلمانوں پر تنگ دستی کا دور تھا تو اس وقت ہر چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ فرما دیتے تھے لیکن مال و زر کے بارے میں آپ ﷺ کا آخیر دم تک یہی عمل رہا کہ قرض کے علاوہ سب کچھ راہ للہ تقسیم فرما دیتے تھے جبکہ خوراک کے بارے میں یہ ارشاد آپ ﷺ کی توکل مبارک کے متعلق تعلیمات کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص قربانی کرے تین دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ باقی نہ رہے' اس سے اگلے سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کہ اس سال بھی ہم پچھلے سال کی طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور گوشت کو ذخیرہ کرو کیونکہ اس سال لوگوں میں بھوک تھی' تو میں نے چاہا کہ اس سال تم لوگوں کی مدد کرو (بخاری شریف)

۸- مادی وسائل میں توکل:

حضور ﷺ سفر و حضر' امن و جنگ غرضیکہ ہر حال میں ضرورت کا سامان اپنی استطاعت کے مطابق پاس رکھتے تھے' لیکن ان سے نفع پہنچانے میں اللہ تعالیٰ پر ہی اعتماد رکھتے' ان اسباب سے نفع کو روکنے پر بھی اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے تھے۔ اسی لئے حضور ﷺ جنگ میں زرہ پہنتے تھے اور اپنے خیمے کے باہر محافظوں کا دستہ تعینات فرماتے تھے' معوذتین سے دم فرماتے تھے اور لوگوں کو اونٹنی باندھ کر توکل کا حکم صادر فرماتے تھے جیسے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

حضور ﷺ سب سے بڑے متوکل ہیں آپ ﷺ جنگِ احد میں دو زرہیں پہن کر گئے اور فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے سرِ انور پر خود پہن رکھا تھا اور نبی کریم ﷺ نے ایک مرض میں فصد لگوائی (جامع ترمذی)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھول کر توکل کروں تو فرمایا اس کو باندھ کر توکل کرو (شعب الایمان)

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ارشاد فرمایئے کہ ہم جس دوا سے علاج کرتے ہیں اور جن اوراد سے دم کرتے ہیں اور جس آڑ سے خود کو بچاتے ہیں کیا ان میں سے کوئی چیز اللہ کی تقدیر کو بدل سکتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ چیزیں بھی اللہ کی تقدیر سے ہیں (المستدرک: ج ۴ ص ۱۹۹)

باب نمبر ۱۴

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی سخاوت

سرورِ کونین ﷺ تو ہر آن مائل بہ عطا ہیں سائل چاہے دنیاوی نعمتوں کے متعلق سوال کرے یا اخروی نعمتوں کا' پروردگار عالم نے آپ ﷺ کو تمام کائنات میں جود و کرم کا امین بنایا۔ سب سے بڑھ کر قیمتی چیز ایمان و معرفت اور خاتمہ بالخیر ہے وہ بھی صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو حضور ﷺ پر ایمانِ کامل رکھیں اور آپ ﷺ کے لب مبارک سے نکلنے والے احکامات پر عمل کریں' حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دنیا و آخرت کی نعمتوں کے متعلق سوال پر انہیں کبھی مایوس نہ فرمایا' آپ ﷺ کی فطرت و طینت میں یہ بات داخل تھی کہ آپ ﷺ میں کنجوسی' بخل اور دولت کو دنیاوی غرض سے جمع کرنے کا لالچ بالکل نہ تھا' آپ ﷺ کے پاس جب مال کے ڈھیر بھی موجود پائے گئے تو اس وقت بھی کل کے لئے اس میں سے کچھ بھی جمع نہ فرماتے' سوائے قرض کے اور باقی سارے کا سارا مال اللہ کے نام پر حاجتمندوں میں تقسیم فرما دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے ہی ہدایت' رحمت' دنیا میں کامیابی اور آخرت میں فلاح عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس وقت درِ نبوی سے پانی پلایا جبکہ وہ پیاس سے نڈھال تھے تو اس وقت آپ ﷺ کی انگلیوں مبارک سے پانی کے چشمے جاری فرما دیئے اور ایک سفرِ جہاد سے واپسی کے دوران جب اناج کی قلت ہوگئی تو سرکارِ دو عالم ﷺ کی برکت سے تھوڑے سے اناج کے ساتھ

ہزاروں کی تعداد میں لشکر کو سیر فرما دیا۔ آپ ﷺ کی عطاؤں میں معجزانہ شان و شوکت تھی۔

خاتم المرسلین ﷺ کی عطاؤں میں کمی کیونکر ہو سکتی تھی جبکہ آپ ﷺ کا دستِ مبارک اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ہے۔ اسی لئے ڈھیروں مال تین دن میں خرچ فرما دیا کرتے اور گھر والوں کے لئے چند روز کا خرچہ بھی بچا کر نہ رکھتے۔ آپ ﷺ کی عطاؤں کا ایک اعجاز یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ بعض اوقات نئے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ترغیب دین کی خاطر وافر مال عطا فرما دیتے تھے۔ مگر وہ جلد ہی پہچان جاتے کہ اتنا سخی جھوٹا نہیں ہو سکتا اس لئے وہ آپ ﷺ کی عطاؤں کی بدولت ایمان کی عظیم دولت سے مالا مال ہو جاتے۔ آپ ﷺ مانگنے والوں کے سوال پر خفا نہ ہوتے تھے بلکہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرما دیا تھا کہ تم سائلین کے سوال کے دوران میرے حضور سفارش کیا کرو تمہیں اس پر بھی اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے جو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے یعنی نہ وہاں کمی ہے نہ یہاں کنجوسی و بخل ہے۔ اگر مانگنے والا ہی کم ظرف ہو وہ دنیا کی چند چیزیں مانگے مگر عقبیٰ کی دائمی و قیمتی نعمتیں درِ مصطفیٰ ﷺ سے طلب نہ کرے جبکہ یہ وہ آستانہ مبارک ہے جہاں پر مالک حقیقی رب العزت جل شانہ نے سائل سے ترش روئی کے ساتھ پیش آنے سے منع فرما دیا ہے چاہے وہ جتنی بار بھی عطاؤں کو وصول کرے جیسے کہ فرمایا "وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ" اے محبوب (ﷺ) سائل کو جھڑک نہ پلائیں۔ (الضحیٰ:۱۰)

حضور ﷺ کی عطا تو امیر و غریب کے لئے یکساں ہے مگر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اپنے دامن سخاوت میں پناہ دی جن کا دنیا میں کوئی سہارا نہیں، جنہیں دنیا کے رئیسوں، امیروں اور برہمن زدہ لوگوں نے دھتکار دیا تھا اگرچہ اس درِ پاک سے امراء و رؤسا کے لئے وسیع عطائیں ہیں مگر اچھوت و نیچ ذات قرار دیئے گئے اور غلام بنائے گئے لوگوں کے لئے پناہ، سہارا و عطائے کل یہی درِ مصطفیٰ ﷺ ہے کہ یہاں وہ

مصطفیٰ کریم ﷺ کے رحمت بھرے پروں میں رنج والم سے چھٹکارا پا رہے ہیں جیسے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر یہ عطا ہو رہی ہے کہ وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں' بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اسی عطائے عظیمہ سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا لقب عطا ہوا۔ غرض کہ آپ ﷺ کی عطائیں ہر کس و بے کس کے لئے عام ہیں۔

ا۔ زبانِ مبارک سے کبھی لفظ نہیں نہ فرمایا:

امام الانبیاء ﷺ کی خدمت عالیہ سے کبھی کسی سوالی کو محرومی کا سامنا نہ کرنا پڑا یعنی حاجتمند کو ضرور خیرات ملتی کیونکہ پروردگار عالم جل شانہ نے اس مقام سے اپنے کرم کا اظہار فرمایا اور تمام جہانوں کو حضور ﷺ کے ذریعے اپنی رحمتوں سے نوازا' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جسے پروردگار عالم جل شانہ نے تمام عالمین کے لئے رحمت بنایا ہو اس کے یہاں سے کسی کو کوئی عطا نہ ملے اور جن سائلین کو بظاہر مال و زر کے نہ ہونے کی بناء پر نہ عطا فرمایا' ان کا آپ ﷺ کے آستانۂ مبارک پر آنا ان کے لئے کئی فیوض و برکات کا باعث بنا کیونکہ حضور ﷺ کے کاشانۂ مبارک کی طرف چلنا بھی دونوں جہاں کی برکات کا زینہ ہے۔ آیئے دیکھیں کہ یہاں لفظ نہیں' نہیں ہے۔

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا

(بخاری جلد سوم کتاب الادب: ح ۹۷۱)

محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے جب بھی کوئی سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ نہیں۔

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے ''نہیں'' فرمایا ہو

(مسلم جلد ۳' کتاب الفضائل ح ۵۸۹۸)

کسی نعت خواں نے سخاوتِ نبی کریم ﷺ کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔

نہ ان کے جیسا سخی ہے کوئی نہ ان کے جیسا غنی ہے کوئی
وہ بینواؤں کو ہر جگہ سے نوازتے ہیں بلا بلا کر

۲- درِ نبوی ﷺ میں سائلین کی سفارش پر اجر:

کئی مواقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جب کوئی بندہ حاجت لے کر آئے "اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا" تو تم اس کی سفارش کرو تمہیں اس خیر خواہی کا اجر دیا جائے گا' کیونکہ یہاں سے تو اسے عطا مل ہی جائے گی اگر بظاہر پاس کچھ نہ بھی ہوگا تو یہ اللہ کے رسول ﷺ کا آستانہ ہے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لئے دعا کریں گے یا جو اس کے لئے الفاظ زبان مبارک سے صادر فرمائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں پورا فرما دے گا پھر خود ہی ارشاد فرمایا "وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهٖ نَبِيِّهٖ مَاشَآءَ" اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کی زبان سے جو بات چاہتا ہے پوری فرما دیتا ہے اس کے لئے یہ بھی فرمان ہے "اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْخَزَآئِنِ" مجھے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دی گئی ہیں۔ آیئے اب پوری حدیث پڑھیں۔

عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ بُرَيْدِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْبَرَنِىْ جَدِّىْ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا اِذْ جَآءَ رَجُلٌ يَسْاَلُ اَوْ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ

ابو بردہ نے اپنے والد محترم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے انگشت ہائے مبارک کو آپس میں پیوست کر کے بتایا۔ نبی کریم ﷺ جلوہ افروز تھے کہ ایک آدمی سوال کرنے یا کسی حاجت کا طالب ہو کر آیا تو آپ ﷺ نے چہرۂ انور ہماری طرف

نَبِیِّہٖ مَا شَاءَ

(بخاری جلد۳، کتاب الادب: ح ۹۶۴)

پھیر کر فرمایا: سفارش کرو کہ تمہیں ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو بات چاہتا ہے پوری فرما دیتا ہے۔

جبکہ بخاری شریف کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا اَتَاہُ السَّائِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَۃِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَلْیَقْضِ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِہٖ مَا شَاءَ

(بخاری۳: ادب ح ۹۶۵)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو آپ ﷺ حاضرین سے فرماتے کہ اس کی سفارش کرو تاکہ تمہیں بھی اجر ملے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو بات چاہے پوری فرما دیتا ہے۔

۳۰۔حضور ﷺ کے خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مزید عطائیں:

حضور ﷺ سائلین کو اس وقت بھی عطا فرماتے جب پاس مال نہ ہوتا۔ اس وقت آپ ﷺ کسی سے ادھار لے کر اس کی ضرورت کو پورا کر دیتے۔ حالانکہ اس وقت نہ بھی عطا فرماتے تو سخاوت پر حرف نہ آتا مگر اس بات کو پسند نہ فرماتے کہ کوئی درِ رحمت اللعالمین سے خالی ہاتھ مایوس لوٹ جائے۔ اگر کئی بار بھی سوال کرتا تو اسے عطا فرماتے۔ اس وقت اگر کوئی دیکھنے والا یا مجلس میں موجود شخص یہ عرض کرتا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ نہ بھی عطا فرمائیں تو اس وقت کوئی مضائقہ نہیں مگر آپ ﷺ اس بات کو پسند نہ فرماتے بلکہ ارشاد فرماتے کہ "قَالَ اللّٰہُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْکَ" اللہ فرماتا ہے کہ تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔ یعنی اے نبی محترم ﷺ صاحبِ عرش تمہیں عطا کرتا جائے گا آپ ﷺ کسی بھی فکر کے بغیر خرچ کرتے جائیں۔ آیئے ان احادیث کے مطالعہ سے اپنے ایمانوں کو روشن کریں۔

عن عمر بن الخطاب اَنَّ رَجُلًا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَئَلَهٗ اَنْ يُّعْطِيَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَاعِنْدِیْ شَیْءٍ وَلٰكِنِ ابْتَعْ عَلَیَّ فَاِذَا جَاءَنِیْ شَیْءٌ قَضَيْتُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَعْطَيْتَهٗ فَمَا كَلَّفَ اللّٰهُ مَالَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ فَكَرِهَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفِقْ وَ لَا تَخَفْ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عُرِفَ الْبِشْرُ فِیْ وَجْهِهٖ لِقَوْلِ الْاَنْصَارِیِّ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ ۔

(ترمذی۲: شمائل ترمذی: ج۳۳۶)

ایک آدمی نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر کچھ مانگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اس وقت) میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم میرے نام پر خرید لو۔ جب میرے پاس کچھ آئے گا تو ادا کردوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! (ایک بار) آپ ﷺ اس کو دے چکے ہیں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں بنایا۔ نبی اکرم ﷺ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بات پسند نہ آئی' ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ﷺ خرچ فرمائیں اور عرش والے سے محتاجی کا فکر نہ کریں (اس پر) آنحضرت ﷺ مسکرا پڑے اور انصاری کی اس بات سے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ اللّٰهُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ

(بخاری جلد سوم' کتاب التوحید حدیث: ۲۳۴۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم سب سے آخری ہیں اور قیامت کے روز سب پر سبقت لے جانے والے ہیں اور اسی سند کے ساتھ یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم خرچ کرو' میں تم پر خرچ کروں گا۔

۴- پہاڑ کی مقدار کے برابر سونا خرچ کرنے کی خواہش:

حضور ﷺ کی سخاوت مبارک کی عظمتوں کا کیا کہنا کہ ایک مرتبہ اپنی قلبی کیفیت سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر کہ میں اس بات سے خوشی محسوس نہیں کرتا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور میں اسے تین دن سے زیادہ پاس رکھوں یعنی اتنی مقدار میں سونے کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردوں اور سوائے قرض ادا کرنے کے پاس کچھ نہ رکھوں۔ یہ بات اس روایت میں یوں درج ہے:

قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرَّةِ الْمَدِيْنَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا اُحُدٌ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ عِنْدِيْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ وَّعِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ اِلَّا شَيْئًا اَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ ثُمَّ مَشٰى فَقَالَ اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَقَلِيْلٌ مَا هُمْ ثُمَّ قَالَ لِيْ مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارٰى فَسَمِعْتُ

زید بن وہب کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر نے کہا میں پتھریلی زمین پر کریم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور ہمارے سامنے اُحد پہاڑ تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں فرمایا کہ مجھے اس بات کی کوئی خوشی نہیں کہ میرے پاس کوہ اُحد کے برابر سونا ہو اور تین رات میرے پاس رہے اور اس میں سے ایک دینار بھی بچا رہے البتہ جو قرض ادا کرنے کے لئے رکھ چھوڑوں ورنہ اللہ کے بندوں میں اس طرح خرچ کرتا رہوں یعنی دائیں بائیں اور پیچھے سے۔ پھر چلتے رہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ مال والے قیامت کے روز کم نیکیوں والے ہوں گے مگر جو ایسے ایسے اور ایسے یعنی دائیں بائیں اور پیچھے سے خرچ

صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ فَتَخَوَّفْتُ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرَدْتُ اَنْ اٰتِيَهُ فَذَكَرْتُ قَوْلَهُ لِيْ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى اٰتِيَكَ فَلَمْ اَبْرَحْ حَتّٰى اَتَانِيْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ وَهَلْ سَمِعْتَهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ جِبْرِيْلُ اَتَانِيْ فَقَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ

(بخاری جلد۳: کتاب الادب: ح۱۳۶۴)

کریں مگر ایسے لوگ کم ہیں پھر مجھ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہنا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس واپس آؤں۔ پھر آپ ﷺ اندھیری رات میں چلے گئے یہاں تک کہ اوجھل ہو گئے یہاں تک کہ میں نے اونچی آواز سنی پس میں ڈرا کہ کہیں نبی کریم ﷺ کو تو کچھ پیش نہیں آ گیا۔ میں نے آپ ﷺ کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے ارشاد گرامی یاد آ گیا کہ میرے آنے تک اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ نہ چھوڑی یہاں تک کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایک آواز سنی اور ڈرا لیکن مجھے حضور ﷺ کا ارشاد عالی یاد آ گیا فرمایا کہ کیا تم نے سنی؟ میں عرض گزار ہوا: ہاں۔ فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے میرے پاس آئے اور کہا: جو آپ ﷺ کا امتی اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوا میں نے کہا: خواہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو؟ جواب دیا کہ خواہ اس نے زنا کیا اور چوری کی ہو۔

اس حدیث میں اخلاص کے ساتھ کلمہ اسلام ادا کرنے والے مومن افراد کے لئے شفاعت رسول کریم ﷺ کا مژدہ بھی سنایا گیا ہے اگرچہ اس سے نادانی میں زنا اور چوری جیسے کبیرہ گناہ سرزد ہوئے ہوں اور مرنے سے پہلے ان پر توبہ اور اظہارِ ندامت کرلیا ہو۔

آپ ﷺ کی خدمت میں نوے ہزار درہم آئے۔ آپ ﷺ اس کو بورے پر

رکھ کر کھڑے ہو گئے اوور تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے کسی سائل کو نہ لوٹایا یہاں تک کہ سب تقسیم فرما دیئے (ابوالحسن بن الضحاک فی الشمائل عن الحسن مرسلاً کمافی مناہل الصفاء للسیوطی صفحہ ۶۴)

عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا لَّسَرَّنِيْ اَنْ لَّا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَّعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ اِلَّا شَيْئًا اَرْصُدُهٗ لِدَيْنٍ

(بخاری جلد ۳ کتاب الرقاق: ح ۱۳۶۵)

عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے پاس کوہِ اُحد کے برابر بھی سونا ہو تو یہ بات مجھے پسند نہیں کہ اس پر تین راتیں گزر جائیں اور کچھ بھی اس میں سے میرے پاس رہے مگر جو میں قرض ادا کرنے کے لئے رکھ چھوڑوں۔

بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کل کے لئے کبھی کوئی چیز جمع کر کے نہ رکھتے تھے۔

(سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۱۰ شمائل ترمذی صفحہ ۲۸۰)

۵- ناشائستہ بھکاریوں پر عطائیں:

دنیا نے عاجزی کے ساتھ سوال کرنے والوں پر تو اغنیاء کی عطائیں دیکھی ہوں گی مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہوگا کہ جب کسی سے گردن میں کپڑا ڈال کر ترش روئی کے ساتھ طلب کیا گیا ہو اور اس نے ایسے سائل کو عطا کیا ہو اگر اس قسم کی عطاؤں کا منظر دیکھنا ہو تو وہ بھی تمہیں تاجدارِ مدینہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ملے گا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے سائلین کو بھی عطا فرمایا حالانکہ انہوں نے طلب کے دوران آپ ﷺ کو ایذا بھی دی۔ اس قسم کا ایک واقعہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے یوں نقل کیا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ

اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور

نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهُ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَتَهُ بِرِدَائِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَثَّرَتْ بِهٖ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَاءٍ (بخاری سوم ادب: ح ۱۰۲۲)	آپ ﷺ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی، جس کے حاشیے گہرے تھے۔ ایک اعرابی آپ ﷺ کو ملا جس نے آپ ﷺ کی چادر مبارک کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر دیکھا تو زور سے کھینچنے کے باعث حاشیۂ چادر کے نشانات بن گئے تھے۔ پھر اعرابی نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) اللہ کا جو مال

آپ ﷺ کے پاس ہے مجھے اس میں سے دینے کا حکم فرمایئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی جانب توجہ فرمائی، مسکرائے اور اسے مال دینے کا حکم فرمایا

اس قسم کا ایک اور واقعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں روایت کیا ہے:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهٗ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَهٗ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَائَهٗ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا	حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حنین سے لوٹتے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ بعض اعراب سوال کرتے ہوئے آپ ﷺ سے آچمٹے، یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک کیکر کی طرف مجبور ہوتے چلے گئے۔ آپ ﷺ کی چادر مبارک اٹک گئی تو نبی کریم ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا: میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس ان کانٹوں کے برابر اونٹ ہوتے تب بھی تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم مجھے بخیل، جھوٹا اور

بزدل نہیں پاؤ گے۔ (بخاری، مشکوۃ:۳، کتاب الفتن ح:۵۵۵۸)

۶- اختیار وسخاوت کا انوکھا انداز:

ایک نادار صحابی روزہ توڑ بیٹھا، اب اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا کفارہ واجب تھا۔ جب وہ پشیمان ہوتا ہوا سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے شارع کی حیثیت سے اس کی ناداری کی بنا پر کفارہ ساقط کردیا بلکہ اپنے پاس سے کھجوروں کا ٹوکرا دیا اور فرمایا جاؤ اسے کفارے میں مساکین کو کھلا دو اس نے عرض کیا ان دو وادیوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی نادار نہیں تو پھر آپ ﷺ نے اپنے اختیار مبارک سے تحفہ میں پیش کیا گیا ٹوکرا اسے عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ تم اسے کھاؤ اور اپنے اہل خانہ کو کھلاؤ۔ اس واقعہ سے سخاوت و اختیار مبارک کا اظہار ہوتا ہے۔

عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ وَلِمَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى اَهْلِىْ فِىْ رَمَضَانَ قَالَ فَاَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَيْسَ عِنْدِى قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ فَاَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَاُتِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ فَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ قَالَ هَا اَنَا ذَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ

حمید بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ میں ہلاک ہو گیا۔ رمضان المبارک کے اندر میں اپنی سے صحبت کر بیٹھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک غلام آزاد کردو۔ عرض کی کہ میرے پاس غلام کہاں؟ فرمایا کہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھ لو۔ عرض گزار ہوا کہ اس کی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ عرض کی کہ یہ بھی میسر نہیں۔ پھر ایک ٹوکرا پیش کیا گیا جس کے اندر کھجوریں تھیں۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے

لَا بَيْتَهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهُ قَالَ فَاَنْتُمْ اِذًا

(بخاری سوم کتاب الاداب: ح ۱۰۲۱)

العرق ایک پیمانہ ہے حضور نے فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ انہیں خیرات کر آئے۔ عرض کی' کیا اپنے سے زیادہ غریبوں کو؟ خدا کی قسم ان دونوں وادیوں کے درمیان کوئی گھر ہم سے زیادہ غریب نہیں۔ پس نبی کریم ﷺ تبسم ریز ہو گئے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے اور فرمایا کہ پھر تو تم خود ان کے حق دار ہو۔

۷- تحفہ کے بدلے تحفہ عطا فرمانا:

جو خوش نصیب حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی پھل' اناج وغیرہ کا تحفہ پیش کرتا تو آپ ﷺ اسے شرفِ قبولیت عطا فرماتے اور اس کے بدلے میں اپنے پاس سے کوئی تحفہ عطا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا تحفہ قبول کر لینا ہی تحفہ پیش کرنے والے کے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہے۔ چاہے وہ اب بھی درود و سلام کی صورت میں پیش کیا جائے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ تحفہ قبول فرماتے اور اس کے بدلہ عنایت فرماتے تھے (شمائل ترمذی: ح ۳۳۸)

۸- حضور ﷺ کی شانِ غنیٰ

حضور ﷺ اس قدر غنی تھے اگر وافر مقدار میں بھی مال اور غلہ وغیرہ مالِ غنیمت کی صورت میں پاس ہوتا' تو اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ فرما دیتے جب مدینہ و خیبر کے یہودیوں کا مال پیش خدمت ہوا تو اسے لوگوں میں تقسیم فرما دیا اور مفتوحہ علاقوں سے محاصل وغیرہ کی مد میں آنے والے مال کو بھی فوری طور پر تقسیم فرما دیتے اور اس مال میں سے کبھی کچھ بھی کل کے لئے جمع نہ فرماتے۔ اس بات کی گواہی حضرت انس بن مالک

رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کل کے لئے کوئی چیز جمع کر کے نہیں رکھتے تھے

(ترمذی، دوم شمائل ترمذی: ح ۳۴۴)

۹- تحفہ کے پھل کے بدلے زیورات کی عطا:

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کچھ تازہ کھجوریں اور خربوزے لے کر گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے مٹھی بھر زیورات اور سونا عطا فرمایا۔ قربان جائیں اس درِ مصطفیٰ ﷺ پر کہ جہاں تحفہ کے پھل کے بدلے میں لاکھوں روپے کا سونا عطا کر دیا جاتا ہے۔

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَآءَ قَالَتْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُطَبٍ وَّاَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِيْ مِلْاَ كَفِّهٖ حُلِيًّا وَّذَهَبًا

(شمائل ترمذی: ح ۳۲۷)

حضرت معوذ بن عفراء کی صاحبزادی حضرت ربیع (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں، میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تازہ کھجوروں اور چھوٹے چھوٹے بالوں والے خربوزوں کا ایک تھال لے کر حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے مٹھی بھر کر زیورات اور سونا دیا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال کیا تو اس آپ ﷺ نے نصف وسق یعنی تیس صاع عطا فرمائے۔ ایک اور شخص نے آ کر تقاضہ کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو ایک وسق یعنی ساٹھ صاع دیئے اور فرمایا: نصف تیرے قرضہ میں اور نصف تم کو بخشش میں (شفا شریف)

۱۰- رمضان المبارک میں شانِ سخاوت:

وہ بھی کتنا مبارک زمانہ تھا کہ جب مدینہ شریف میں رمضان المبارک آتا تھا تو

آسمان سے رب قدوس کی رحمتوں کی خوب برسات ہوتی تھی اور ادھر تاجدارِ مدینہ اپنی شانِ رحمتہ اللعالمینی کے ساتھ تیز آندھی سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے اور وہ بھی کتنے خوش نصیب لوگ تھے جن پر پروردگار عالم کی کرم نوازیاں اور سیدِ عالم ﷺ کی عطائیں ہوتی تھیں اور مسجدِ نبوی شریف میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے حضور ﷺ دورہَ قرآن فرماتے تھے تو غلامانِ مصطفیٰ ﷺ پر تیز بارش لانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ سخاوت ہوتی تھی خواہ وہ مال و دولت کی صورت میں یا دنیاوی و اخروی نعمتوں کی صورت میں ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامَ كَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھلائی میں سب سے بڑھ کر سخی تھے' اور آپ ﷺ کی یہ سخاوت رمضان کے مہینے میں پہلے سے زیادہ ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کے پاس (رمضان شریف میں) حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوتے اور آپ ﷺ ان کو قرآن پاک سناتے' جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کے وقت آپ ﷺ تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے (ترمذی وشمائل ترمذی: ح ۳۴۴)

(شرح مسلم جلد ۶ کتاب الفضائل ح ۵۸۹۰: بخاری کتاب الانبیاء ح ۶۶ ۷ وکتاب بدء الخلق ح ۴۵۳)

۱۱-خزانوں کے مالک وسخی:

یاد رکھیں حضور ﷺ کا خواب بھی وحی تھا جو خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی وہ حقیقت میں عطا ہوئی۔ حضور ﷺ کو خواب کے عالم میں خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں اس سے مراد ظاہر میں خزانوں کی عطا ہے۔ اُمت کو بھی ان خزانوں سے

حصہ ملا جیسے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالمِ برزخ میں جانے کے بعد اے اہلِ اسلام تم ان خزانوں کو تصرف میں لا رہے ہو جو کہ بلادِ عالم کے فتح ہونے کی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اُتِیتُ بِمَفَاتِیحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِی قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَقَدْ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ تَلْغَثُوْنَهَا اَوْ تَرْغَثُوْنَهَا اَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا

(بخاری جلد۳' کتاب الاعتصام: ح ۲۱۳۵)

سعید بن میسّبؒ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جامع کلمات کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے' رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تو چلے گئے اور تم ان خزانوں کو تصرف میں لا رہے ہو یا ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہو یا اسی طرح کا کوئی اور لفظ ارشاد فرمایا۔

۱۲- اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے سخی:

اس بات کی وضاحت خود سرورِ کونین ﷺ نے یوں فرمائی ہے۔

اَللّٰهُ اَجْوَدُ جُوْدًا ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِیْ آدَمَ وَاَجْوَدُهُمْ مِّنْ بَعْدِیْ رَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا وَنَشَرَهٗ

(مدارج النبوت: جلد اول: ۷۲)

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا جواد ہے پھر میں بنی آدم میں سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد بنی آدم میں وہ مرد جو علم کو سکھائے اور اسے پھیلائے۔

۱۳- دشمنوں کو عطائے کثیر سے محبِّ صادق بنانا:

صفوان بن امیہ' حضور ﷺ کا دیرینہ دشمن تھا۔ جنگِ حنین سے پہلے وہ آپ

ﷺ سے دلی بیر رکھتا تھا' لیکن جب سرکار دو عالم ﷺ نے اسے تین سو اونٹ عطا کیئے تو اس کی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتر گئی اور دل میں غیض و غضب کی جگہ حضور ﷺ کی محبت سما گئی' اس کے قلب نے یہ گواہی دی کوئی عام انسان اس قدر سخاوت نہیں کر سکتا' یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ ہیں' اس لئے اس کے دل میں تمام لوگوں سے زیادہ محبت و وقار سرکار دو عالم ﷺ کے لئے پیدا ہو گیا۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاقْتَتَلُوْا بِحُنَيْنٍ فَنَصَرَ اللّٰهُ دِيْنَهُ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ مِائَةً مِنَ النَّعَمِ ثُمَّ مِائَةً ثُمَّ مِائَةً قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ صَفْوَانَ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْطَانِيْ وَاِنَّهُ لَاَبْغَضُ النَّاسِ اِلَيَّ فَمَا بَرِحَ يُعْطِيْنِيْ حَتّٰى اِنَّهُ لَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ

(شرح مسلم جلد ۶ کتاب الفضائل: ح ۵۹۰۲)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ فتح میں' فتح مکہ کے لئے جہاد کیا' پھر رسول اللہ ﷺ مسلمان ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور حنین میں جنگ کی' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین کو اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی' اس دن رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے پھر سو اونٹ دیئے' پھر سو اونٹ دیئے' ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن مسیّب نے یہ بیان کیا کہ صفوان نے یہ کہا کہ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا' جو بھی عطا فرمایا' آپ ﷺ میری نظر میں تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے' آپ ﷺ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے' حتیٰ کہ آپ ﷺ میری نظر میں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

۱۴- آپ ﷺ کے وعدے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عطا فرمانا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اعلان کیا کہ جس کے ساتھ بھی حضور ﷺ نے مال عطا کرنے کا کوئی وعدہ کیا ہے وہ میرے پاس آجائے تاکہ اسے عطا کردیا جائے۔ اس قسم کا واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا وہ اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَائَنَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَقَالَ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا فَقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَجِيْءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ فَقَدِمَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ بَعْدَهٗ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَتْ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِ فَقُمْتُ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قَدْ جَائَنَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَحَثٰى اَبُوْ بَكْرٍ مَرَّةً ثُمَّ قَالَ لِيْ عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ فَقَالَ فَخُذْ مِثْلَيْهَا

(شرح مسلم جلد ۶ کتاب الفضائل: ۵۹۰۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آئے گا تو میں تمہیں اتنا، اتنا، اتنا دوں گا آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا، پھر بحرین کا مال آنے سے پہلے نبی ﷺ کا وصال ہو گیا، اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس وہ مال آیا، پھر ایک منادی نے یہ ندا کی، کہ جس شخص سے نبی ﷺ نے کوئی وعدہ کیا ہو، یا جس کا آپ ﷺ پر کوئی قرض ہو وہ آکر لے لے میں گیا اور میں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا کہ میں تمہیں اتنا، اتنا اور اتنا دوں گا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک بار مٹھی بھر دی اور فرمایا اس کو گنو میں گنا تو وہ پانچ سو تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی دو مثل اور لے لے۔

۱۵-خزانوں کو تقسیم کرنے والے:

تاجدارِ انبیاء حضور ﷺ کا تو یہ وصفِ مبارک ہے کہ آپ ﷺ زبان مبارک سے وحی کے مطابق بات فرماتے ہیں اور اپنی خواہش سے کوئی کلام نہیں فرماتے اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَمَا اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" اور جو تمہیں رسول (ﷺ) عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں رک جاؤ (الحشر: ۷/۵۹) جبکہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود بھی فرمایا "اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ" میں اللہ کی طرف سے تقسیم کرنے والا ہوں جہاں جس چیز کے رکھنے کا حکم ہوتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں نیز فرمایا "بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ" مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اپنی نعمتیں تقسیم کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آیئے یہ روایات مکمل حوالہ کے ساتھ پڑھیں۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ

(بخاری جلد دوم کتاب الجہاد السیر ح:۳۵۹)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نہ ذاتی طور پر تمہیں کچھ دیتا ہوں اور نہ کوئی چیز لینے سے تمہیں روکتا ہوں بلکہ میں تو (خدا کی طرف سے) بانٹنے والا ہوں۔ جہاں جس چیز کے رکھنے کا حکم ہوتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ شُعْبَةُ فِىْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اِنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهُ عَلٰى عُنُقِىْ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِىْ حَدِيْثِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی انصاری کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو ارادہ ہوا کہ اس کا نام محمد رکھ دیا جائے۔ شعبہ نے منصور کی روایت میں کہا ہے کہ انصاری نے بتایا: میں اس لڑکے کو اپنی گود میں لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ سلیمان کی روایت میں ہے کہ اس کے

سُلَيْمَانَ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَأَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ سَمُّوا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنِّيْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ حُصَيْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ قَالَ عَمْرٌو اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ اَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ

(بخاری کتاب الجہاد والیسرح:۳۵۶)

گھر لڑکا پیدا ہوا تو ارادہ ہوا کہ اس کا نام محمد رکھ دیں۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا' میرا نام رکھ لو' لیکن میری کنیت (ابو القاسم) نہ رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی نعمتیں تمہارے درمیان تقسیم کرنے کے لئے قاسم بنایا ہے۔ حصین کی روایت میں ہے کہ: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اپنی نعمتیں تقسیم کرنے کے لئے قاسم بنا کر مبعوث فرمایا ہے'' حضرت جابر کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ: کہ ان کا ارادہ ہوا کہ بچے کا نام قاسم رکھ لیں تو نبی کریم نے فرمایا کہ میرا نام رکھ لو لیکن میری کنیت نہ رکھنا۔

ان احادیث کے بعد بھی اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ کچھ نہیں دے سکتے تو اس کا یہ کہنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی وقتِ دوپہر سورج کا انکار کردے کہ جس سے سورج کا تو کچھ نہ بگڑے گا مگر انکار کرنے والے کو ضرور لوگ خالی از عقل کہیں گے۔

۱۶- عطائے بے پناہ سے دل موہ لینا:

حضور ﷺ کی سخاوتِ بے پناہ کا کئی مرتبہ اظہار ہوا کہ جب آپ ﷺ نے ان گنت دیا اور کبھی اس پر پشیمانی کا اظہار نہ فرمایا نہ فقر کا اندیشہ رکھا پس شانِ بے نیازی سے عطا کیا جو عطا کیا خواہ یہ عطا دو پہاڑوں کے درمیان پھیلی ہوئی بکریوں کی صورت میں ہو یا کسی اور جنس کی شکل میں' یہی وہ دریا دلی ہے جو خاصۂ نبوت ہے اس کی مثال کسی اور میں نہیں پائی گئی۔ آیئے دیکھیں ایسی عطا وصول کرنے والا کس طرح مدح سرائی کر رہا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ فَاَتٰی قَوْمَہٗ فَقَالَ اَیْ قَوْمِ اَسْلِمُوا فَوَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَیُعْطِی عَطَاءً مَا یَخَافُ الْفَقْرَ فَقَالَ اَنَسٌ اِنْ کَانَ الرَّجُلُ لَیُسْلِمُ مَا یُرِیْدُ اِلَّا الدُّنْیَا فَمَا یُسْلِمُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا

(شرح مسلم ج ٦ کتاب الفضائل: ح ۵۹۰۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں' آپ ﷺ نے اس کو وہ بکریاں عطا کر دیں' پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے میری قوم! اسلام لے آؤ' کیونکہ خدا کی قسم! بے شک محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ فقر کا خدشہ نہیں رہتا' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی صرف دنیا کی وجہ سے مسلمان ہوتا تھا' پھر اسلام لانے کے بعد اس کو اسلام دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہو جاتا تھا۔

۱۷- عطائے حافظہ وعلم:

حضور ﷺ نے سائلینِ اُمت کو معجزانہ عطاؤں سے نوازا' حضور ﷺ کی عطاؤں سے اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں کا اظہار ہوا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق فرمایا "اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ" بے شک ہم نے آپ ﷺ کو ہر طرح کی خیرِ کثیر عطا فرمائی' اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے آنکھوں کی بینائی بھی طلب کرتے' کٹے ہوئے بازوؤں کو درست کرواتے' کھاری کنویں میٹھے کرواتے اور جسے حافظہ کی ضرورت ہوتی وہ حافظہ کے لئے سوال کرتا تھا جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْکَ حَدِیْثًا کَثِیْرًا اَنْسَاہُ قَالَ ابْسُطْ رِدَائَکَ فَبَسَطْتُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کی بہت ساری حدیثیں سنی ہیں لیکن یاد کچھ بھی نہیں رہتا۔ فرمایا:

فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ

(بخاری کتاب الانبیاء: ح ۸۴۹)

اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دی۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اس میں لپ بھر کر ڈالی اور فرمایا کہ اسے اپنے جسم سے لگا لو۔ پس میں نے لگالی' تو اس کے بعد میں کبھی کسی حدیث کو نہیں بھولا۔

اس حدیث پر غور کیا جائے تو آپ ﷺ کے قاسمِ نعمت ہونے کی صفت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حافظہ مانگا سرکار دو عالم ﷺ نے ایک چلو بھر حافظہ ان کے دامن میں ڈالا جس کے بعد وہ کبھی بھی حدیث نہ بھولے۔ حضور ﷺ کی یہ عطائیں آج بھی اہلِ محبت کے لئے جاری و ساری ہیں۔ ہر سال اور ہر روز ہزاروں' لاکھوں محبانِ مصطفیٰ ﷺ گنبدِ خضریٰ پر حاضری کے دوران یہ فیوض و برکات و عطائیں پا رہے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

۱۸-مختلف عطائیں:

بندۂ مسکین یعنی شیخ محقق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ثبتہ اللہ علی طریق الحق الیقین کہتا ہے کہ حضور ﷺ کا جود و سخا حد و شمار اور اندازہ و قیاس سے باہر تھا اور جو کچھ موجود تھا اسی پر آپ ﷺ کی جود و سخا منحصر نہ تھی لاکھ در لاکھ گنا بھی ہوتا تو بھی ان کا یہی حال ہوتا۔

حقیقت جود و سخا اور کرم و عطا کے محقق ہونے کے لئے بالفعل صفت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ صفت ذاتی' طبعی اور پیدائشی ہے اور اس کے اثر کا ظہور اور ہے جو کچھ ہاتھ میں آتا عطا فرما دیتے اور اس شان سے عطا کرتے کہ فقر اور مال نہ رہنے کا خوف کرتے اور نہ اندیشہ رکھتے۔

جب حضور ﷺ کسی ضرورت مند محتاج کو ملاحظہ فرماتے تو اپنا کھانا پینا تک اٹھا کر عنایت فرما دیتے۔ حالانکہ اس کی آپ ﷺ کو بھی ضرورت ہوتی۔ آپ ﷺ عطا و تصدق میں تنوع فرمایا کرتے۔ کسی کو ہبہ فرماتے کسی کو حق دیتے' کسی کو بار قرض

سے چھڑاتے' کسی کو صدقہ دیتے' کسی کو ہدیہ فرماتے اور کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت اذا کر کے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے اور کبھی قرض لیتے اور مبلغ سے زیادہ عطا فرمادیتے اور کبھی کپڑا خرید کر اس کی قیمت سے زیادہ رقم عنایت فرمادیتے اور کبھی ہدیہ قبول فرماتے اور اس سے کئی گنا انعام عطا فرمادیتے (مدارج النبوت اول: ص ۷۵)

۱۹-غزوۂ ہوازن کے موقع پر عطائیں:

حضور ﷺ نے ہوازن پر ان کی چھ ہزار باندیاں واپس کردیں۔ اس غزوہ میں غنیمتوں کا مجموعہ یہ ہے چھ ہزار آدمی تقریباً چوبیس ہزار اونٹ تقریباً چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ایک اُوقیہ کا وزن چالیس درہم ہے۔(اور ایک درہم کا وزن ساڑھے تین ماشہ یا سوا چار ماشے کا ہوتا ہے) صاحب مواہب لدنیہ نے حساب لگایا ہے کہ حنین کے دنوں میں حضور ﷺ نے جن لوگوں کو مال عطا فرمایا ان کی تعداد تقریباً پانچ ہزار تھی (مدارج النبوت اول: ص ۷۵)

۲۰-حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر عطا:

آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا دیا کہ وہ اس کو اٹھانے کی طاقت نہ رکھتے تھے (صحیح بخاری باب الصلوٰۃ: جلد ۱/صفحہ ۷۶)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ''بحرین'' سے کچھ مال لایا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مسجد میں پھیلا دو' پھر آپ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور اس مال کی طرف نظر تک نہ ڈالی اور جب واپس تشریف لائے تو نماز سے فارغ ہو کر مال کے نزدیک تشریف فرما ہوئے اور ہر کسی کو وہ مال عطا ہوا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی اس میں سے عنایت فرمایئے۔ کیونکہ میں نے اپنا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا فدیہ دیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کی چادر میں اتنا بھر دیا کہ وہ اٹھا نہ سکتے تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کسی کو فرمایئے کہ اسے میرے لئے اٹھا کر لے

چلے فرمایا: نہیں اے چچا: جتنا تم اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے طمع کے مادہ کو فنا کرنے اور ان کی تہذیب و تادیب کے لئے تھا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے کندھے پر اٹھا کر چل دیئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھتے رہے اور ان کے حرص پر تعجب فرماتے رہے۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ رہا تھا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ یہ ایک لاکھ درہم تھے جسے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا مال تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تھا۔ (مدارج النبوت اول: ص ۷۴)

باب نمبر ۱۴

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر و صبر

(الف) فقرِ مصطفٰی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقر کا مطلب غربت و حالتِ مسکینی ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ ایک فقر وہ ہے جو کسی پر قدرتی طور پر طاری کر دیا گیا ہو اور بندہ اس کے سامنے لاچار و مجبور ہو' کوشش کے باوجود حالات بہتر نہ ہوں' اس قسم کا فقر ان لوگوں کے لئے بڑا مفید ہے جو شکر گزار ہوں' مگر بے صبری اور ناشکری کرنے والوں کے لئے عذاب ہے۔ اس قسم کے اضطراری فقر سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ طلب فرمائی ہے۔ دوسری قسم کا فقر وہ ہے کہ بندہ سب کچھ پاس موجود ہونے کے باوجود اس پر بھروسہ نہ کرے اور تعیّشانہ زندگی نہ گزارے اور جو کچھ ملے وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کر دے اور فقر اختیاری کے ساتھ زندگی بسر کرے اور فقر اور فراوانی دونوں حالتوں میں توکل اختیار کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقرِ مبارک بھی اختیاری تھا' اضطراری نہیں تھا۔ فقر اضطراری دائمی طور پر نقص و لاچاری کا پہلو رکھتا ہے اس لئے تقریر و تحریر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فقر اضطراری ثابت کرنا گستاخی کے زمرے میں آتا ہے۔ سیرت و حدیث کی کتب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقرِ اختیاری کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ فقر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرۂ امتیاز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی کاروباری

مشاغل کو ترک فرما دیا تھا اس وقت آپ ﷺ کا شمار چند متمول لوگوں میں ہوتا تھا' مگر جب عمر مبارک چالیس سال کے قریب پہنچی تو آپ ﷺ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتی گئی حتیٰ کہ پہلی وحی کے آغاز کے بعد حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تمام دولت اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر خرچ کردی' تبلیغِ دین کے دوران حضور ﷺ نے کوئی روزی کمانے کا سلسلہ نہیں فرمایا بلکہ اس دوران فقرِ حقیقی کو اختیار فرمایا۔ مکۃ المکرّمہ میں حیاتِ مبارکہ کا طویل عرصہ مصائب والم میں گزرا۔ اس دور میں کئی کئی دن لِلّٰہ فِی اللّٰہ بھوک پیاس کو برداشت فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ درختوں کے پتے اور گھاس کھا کر گزارہ کیا' تین سال تک شعب ابی طالب میں ساری قوم کے بائیکاٹ کے دوران پیٹ پر پتھر باندھ کر گزارہ کیا۔ لیکن کبھی زبانِ مبارک پر بددلی و شکایت کے الفاظ ظاہر نہ ہوئے بلکہ اس دورِ ابتلا اور مشکلات و فقر کی واردات کی سختی کے ایام میں جو صبر و شکر میں اندرونی و روحانی کیف و سرور پایا' اور دن اور شب کے لحاب میں للّٰہیت سے روحانی لطف حاصل کیا اس کے بیان سے قلم قاصر ہے۔

مدینۃ المنورہ میں آ کر بھی چند سال تک ظاہری طور پر عسرت حالی سے واسطہ پڑا مگر جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو کئی مواقع پر مسجدِ نبوی شریف کا صحن درہم و دینار' سونا چاندی اور غلہ و سامان سے بھر جاتا تھا اس دور میں بھی اپنے لئے کشادگی کو پسند نہ فرمایا اور جب تک یہ سامان حاجتمندوں میں تقسیم نہ فرماتے اس وقت تک آپ ﷺ مسجد سے گھر آنا پسند نہ فرماتے تھے۔ ان دنوں میں بھی ازواجِ مطہرات کے ہاں وہی فاقہ مستیوں کا دور دورہ تھا حالانکہ عام مسلمانوں کو گھروں میں ہر طرح کی آسائشیں حاصل ہوگئی تھیں۔ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ اور خیبر میں ذاتی زمینیں رکھنے کے باوجود فقر کو اختیار فرمایا اور ان زمینوں کی آمدن کو غرباء میں تقسیم فرما دیتے۔ جب تقریباً تمام عرب پر سرور عالم ﷺ کی حکومت قائم ہوگئی تو زندگی کی بود و باش کا طریقہ فقیرانہ ہی رکھا۔

یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو رب قدوس کی طرف سے

سونے کے پہاڑوں کی پیشکش کی گئی مگر آپ ﷺ نے فقرِ صادق کو اختیار فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی و بادشاہ اور نبی و بندہ میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے نبی و بندہ ہونے کو اختیار فرمایا۔

حضور ﷺ کا فقر مبارک اعجاز کے لحاظ سے خاصۂ نبوت ہے اس قسم کا فقر مبارک صرف آپ ﷺ کے لئے مخصوص ہے گویا آپ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے قرب وخلت کے درمیان دنیاوی مال ومتاع کو حائل کرنا پسند نہ فرمایا بلکہ ہر آن اپنی نگاہ میں اپنے رب تعالیٰ کو ہی بسایا اور جو کچھ مال ومتاع آیا وہ بھی اپنے پروردگار جل اعلیٰ کی رضا پر فدا کر دیا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ پروردگار کی رضا میں بسر کیا۔ اگر حضور ﷺ کے فقر مبارک کی ایک جھلک دیکھنی ہوتو رب قدوس و برتر کے اس ارشاد پر نظر ڈالئے۔

"قُلْ اِنَّ الصَّلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"

فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میرا روزہ اور میری زندگی اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ، رب العالمین کے لئے ہیں۔ (الانعام:۱۶۲)

۱- دنیاوی مال ومتاع میں فقر:

حضور ﷺ کا فقر مبارک شانِ بندگی کا وہ مقام ہے جسے کما حقہ، کوئی نہیں جان سکتا۔ اس لئے حضور ﷺ نے اپنے وصفِ فقر مبارک پر فخر کا اظہار فرمایا اور اسے اپنے اہل وعیال کے لئے پسند فرمایا۔ دنیا وآخرت میں ایسے لوگوں کو اپنی صحبت کے لئے پسند فرمایا جو فقیرانہ زندگی گزار رہے ہوں، ان سے دو قسم کے لوگ مراد ہیں ایک تو وہ جو غریب اور شکر گزار بندے ہوں اور دوسرے وہ لوگ جنہیں فقر محمدی ﷺ میں سے کوئی ذرہ عطا ہوا ہو اور ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی محبت کے چراغ ہوں اور دنیا کی محبت سے خالی ہوں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے مسکین زندہ رکھنا اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھانا اور مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر کرنا۔ یہ بات اس روایت سے ثابت ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَحِبُّوا الْمَسَاکِیْنَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ دُعَائِہٖ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ

ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسکینوں سے پیار کیا کرو، کیوں کہ حضور ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ تعالیٰ مجھے مسکین زندہ رکھنا اور مسکنت کی حالت میں دنیا سے اٹھانا اور مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر کرنا۔

(ابن ماجہ ابواب ازہد: ۱۹۲۸)

حضور ﷺ نے اپنی آل کے لئے فقر کو پسند فرمایا اور ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ اٰلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا (بخاری ۳: الرقاق ح ۱۳۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! آلِ محمد ﷺ کو اتنی روزی دے جس سے اس کی زندگی قائم رہ سکے۔

حضور ﷺ اور اہل خانہ کے ساتھ اکثر اوقات کھجور، پانی یا روٹی پر گزارہ فرماتے کئی کئی روز گھر میں کھانا نہ پکتا تھا۔

عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ. مَا اَکَلَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْلَتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ اِلَّا اِحْدَاھُمَا تَمْرٌ (بخاری ۳: الرقاق ح ۱۳۷۵)

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: محمد ﷺ کی آل نے دو کھانے کبھی نہیں کھائے مگر ان میں سے ایک کھانا کھجوریں ہوتیں۔

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت کے کھانے کا انتظام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تحائف و ہدایا کے ذریعے بھی فرما دیتا تھا وگرنہ صبر سے کام لیا جاتا۔

عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ یَاْتِیْ عَلَیْنَا الشَّھْرُ مَا تُوْقَدُ

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم پر ایسا مہینہ بھی

فِيهِ نَارًا اِنَّمَا هُوَالتَّمْرُ وَالْمَآءُ اِلَّا اَنْ نُؤْتٰى بِاللَّحْمِ

(بخاری۳: الرقاق ح ۱۴۷۸)

آجاتا جس کے اندر (ہمارے گھر میں) آگ نہ جلائی گئی ہو جبکہ کھجوریں اور پانی پر ہی خوراک کا دارومدار ہوتا ماسوائے اس گوشت کے جو ہمیں دیا جاتا۔

۲-فقرِ مصطفیٰ ﷺ کا ایک عملی پہلو:

حضور ﷺ نے مکی زندگی کے کٹھن حالات میں اور پھر مدینۃ المنورہ میں مسلسل دس برس تک جنگ' سفر اور امن کے عالم میں جس اولی العزمی کے ساتھ فقر کو عملی طور پر اپنایا وہ بذاتِ خود بہت بڑا معجزہ ہے جو زندگی میں درپیش حالات میں طرزِ عمل اپنایا وہ اصل میں امت اسلامیہ کے لئے ایک عملی نمونہ ہے کہ سخت حالات میں جینا سیکھو' مادہ پرستوں کے آگے نہ جھکو بلکہ حق کے لئے پیٹ پر پتھر بھی باندھنے پڑیں تو ایسا کر گزرو اور جب تم اس مشقِ فقر میں کامیاب ہو جاؤں گے تو تمہیں دنیا کا پیشوا بنا دیا جائے گا اور پھر ہر قسم کی آسائش وخوشحالی بھی تمہیں فقیرانہ جذب و مستی سے دور نہ کر سکے گی۔

حضور ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے بعض ایام میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ پیٹ کو پتھر باندھ کر بھی سہارا دیا جبکہ قلب وجگر میں سوزِ الٰہی تھا ان حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باوفا جاں نثار ہونے کا ثبوت دیا اگر بالفرض وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آسمان سے من وسلویٰ کے لئے مطالبہ پیش کرتے تو پروردگار عالم اپنے محبوب ﷺ کی دعا کو قبول کرتا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حالاتِ فقر کو تسلیم کیا اور خوب نبی کریم ﷺ کی سنگت میں فقرِ صادق کی لذتِ آشنائی سے اپنے عشق کی آبیاری کی۔ آیئے پیٹ پر پتھر باندھے فقرِ صادق کے متوالوں کا حال پڑھیں۔

عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِىْ طَلْحَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ سے بھوک کی

الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَيْنِ

(ترمذی۲ شمائل ترمذی: ح ۳۵۱)

شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر باندھے ہوئے ایک ایک پتھر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے شکم انور سے کپڑا اٹھا کر دو پتھر (باندھے ہوئے) دکھائے۔

حضور ﷺ نے گھر کے اندر شاذ و نادر ہی پُرتکلف عمدہ کھانا تناول فرمایا ہاں جب کوئی ضیافت کا موقع آتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ خود بھی تناول فرما لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی کھانے میں نقص نہ نکالا' اگر کسی کھانے کو پسند نہ فرمایا تو اسے چھوڑ دیا ورنہ معمول یہ تھا جو حلال وطیب رزق ملتا وہ تناول فرما لیتے تھے۔ اس طرح کی کچھ باتوں کا ذکر اس حدیث پاک میں آیا ہے۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَاشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ قَالَ مَالِكٌ سَاَلْتُ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ مَاالضَّفَفُ فَقَالَ اَنْ يَّتَنَا وَلَ مَعَ النَّاسِ .

(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ٦٦)

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی روٹی یا گوشت پیٹ بھر کر نہیں کھایا البتہ ضغف (جماعت کے ساتھ) کی حالت میں (ایسا کرتے) حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک دیہاتی سے پوچھا ضغف کیا ہے؟ تو اس نے کہا لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا۔

۳- حالت فقر میں شان بے نیازی:

آقائے نامدار ﷺ نے جب پیغام حق دینا شروع کیا تو چاروں طرف سے لوگ مخالف ہو گئے۔ آپ ﷺ اور چند جاں نثاروں پر بے انتہا سختیاں کیں۔ سماجی و معاشی بائیکاٹ کر دیا مگر اس وقت بھی بھوک پیاس اور مال و متاع کے نہ ہونے پر کسی سے شکوہ نہ کیا بلکہ ظاہری وضع داری کو قائم رکھا اور اس وقت بعض درختوں کے پتے کھا کر بھی گزارہ کیا مگر آپ ﷺ کے استقلال مبارک میں ذرا بھی بے ثباتی دیکھنے میں

نہ آئی حالانکہ پتے کھانے سے مسوڑھے سوجھ جاتے تھے۔ جیسے کہ اس روایت میں آیا ہے۔

عَنْ غَزْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ نَّاْكُلُهُ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا

(ابن ماجہ جلد دوم ابواب الزہد: ۱۹۵۸)

عتبہ بن غزوان نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا میں ان میں سات آدمیوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضور کے ساتھ پتے کھا کھا کر گزارہ کیا تھا اور ہمارے پاس کھانے کو نہ تھا اور پتے کھانے سے ہمارے مسوڑھے سوج گئے تھے

اس مشکل دور میں بعض انسانی جسم کے لئے ضروری غذائیں ترک کرنا پڑی تھیں جیسے کہ چکنائی و گوشت جبکہ گزارہ صرف درخت کے پتوں پر ہوتا تھا۔ اس دور میں رفع حاجت کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پاخانہ بکریوں کی مینگنیوں کی طرح تھا جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَاَيْتُنَا نَغْزُوْ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ وَهٰذَا السَّمَرُ وَاِنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَا لَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ سَعْيِيْ

(بخاری جلد سوم کتاب الرزاق: ح ۱۳۷۳)

قیس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں وہ پہلا عربی ہوں جس نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چلایا اور ہم نے اپنے آپ کو اس وقت جہاد کرتے دیکھا جبکہ حبلہ کے پتوں اور اس سمر درخت کے سوا ہمیں کوئی اور خوراک میسر نہ تھی ہم میں سے کسی کو حاجت ہوتی تو بکری کی مینگنیوں کی طرح ہوتی' جس میں تری کا نشان تک نہ ہوتا۔ پھر بنو اسد مجھے اسلام پر ملامت کرنے بیٹھے ہیں اگر صورت حال یہی ہے تو میں بدنصیب ہوا اور میری تمام

کوششیں رائیگاں ہیں۔

۴۔فقر وفاقہ میں طمانیت:

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کئی مرتبہ تین دن تک بھی فاقہ کیا اور کھانا تناول کیے بغیر صبر ہی فرمایا مگر پھر بھی پیشانی پر گھبراہٹ، شکست کے اثرات ظاہر نہ ہوئے بلکہ کمال حوصلے سے اس مرحلہ سے گزر گئے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَثْنَا ثَلَاثَ لَيَالٍ لَّا نَقْدِرُ اَوْ لَا يَقْدِرُ عَلٰى طَعَامٍ

سلیمان بن صرد فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہمیں تین دن تک کھانا میسر نہ آیا اور آپ ﷺ بھوکے رہے۔

(ابن ماجہ جلد دوم ابواب الزہد: ۱۹۵۱)

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ

(بخاری ۳: کتاب الرقاق ح ۱۳۷۴)

اسود کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل نے مدینہ منورہ میں آ کر حضور ﷺ کے وصال تک گندم کی روٹیاں متواتر تین دن تک کبھی نہیں کھائیں۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے وصال مبارک تک (کبھی) دو دن متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی

(ترمذی دوم شمائل: ح ۱۴۰)

احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے گندم کے آٹے کی پتلی چپاتیاں شاذ ونادر ہی تناول فرمائیں اس لئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فراوانی وخوشحالی کے دنوں میں بھی ایسی چیزوں کے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے تھے جیسے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَخَبَّازُهٗ قَائِمٌ قَالَ كُلُوْا فَمَا اَعْلَمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَغِيفًا مُّرَقَّقًا حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰهِ وَلَا رَاٰی شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهٖ قَطُّ

(بخاری ۳: ارقاق ح ۱۳۷۷)

قتادہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کا نانبائی بھی کھڑا تھا اور فرمایا کہ تم کھاؤ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی پتلی چپاتی کھائی ہو۔ یہاں تک کہ بارگاہ خداوندی میں جا پہنچے اور نہ میں نے یہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو آنکھوں سے دیکھا بھی ہو۔

۵۔ حضور ﷺ کے گھروں میں فقر کا سماں:

حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی فقیرانہ زندگی بسر فرماتی تھیں اور ان کا دنیاوی تفکرات سے کوئی علاقہ نہ تھا' امہات المؤمنین اپنے اپنے گھروں میں پروردگار کے حکم سے عبادت و اطاعت میں مصروف تھیں۔ نہ انہیں آنے والے کل میں سامانِ دنیا کی فکر تھی اور مال جمع کرنے کا کوئی طمع تھا۔ اور نہ موجودہ دن میں تین ماہ تک بھی چولہا نہ جلتا تھا اور گھر کا نظام کھجوروں یا تحائف یا ہدیتاً بھیجی گئی کھانے کی اشیاء پر چلتا تھا جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ اُخْتِی اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَی الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ اَهِلَّةٍ فِیْ شَهْرَيْنِ وَمَا اُوقِدَتْ فِیْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ فَقُلْتُ يَا خَالَةُ مَا كَانَ يُعِيشُكُمْ قَالَتِ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنَّهٗ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر سے فرمایا: اے بھانجے! ہم چاند دیکھتے یہاں تک کہ دو مہینوں میں تین چاند دیکھ لیتے لیکن رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت نہ آئی ہوتی میں (عروہ بن زبیر) عرض گزار ہوا کہ پھر آپ کی گزر اوقات کس چیز پر ہوتی تھی؟ فرمایا کہ دو سیاہ چیزوں پر یعنی کھجوریں اور پانی ماسوائے اس کے کہ

جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَّنَائِحُ وَكَانُوْا يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَا (بخاری۳: الرقاق ح ۱۳۷۹)

رسول اللہ ﷺ کے چند انصاری ہمسائے تھے جن کے ریوڑ تھے' وہ اپنے گھروں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ پیش کیا کرتے تو آپ ﷺ ہمیں پلا دیا کرتے تھے۔

اس سے حضور ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات کے صبر وشکر کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کمال تسلیم ورضا کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی معیت میں فقرِ صادق میں اپنی زندگیاں بسر فرمائیں اور کبھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ سے پُر آسائش کھانوں' لباس ورہائش کا مطالبہ نہ کیا بلکہ جب شام کا کھانا مل جاتا تو صبح کی فکر نہ ہوتی اور اگر صبح کا کھانا مل جاتا تو شام کے کھانے کی فکر نہ ہوتی۔ ان کا تمام وقت اطاعتِ رسول ﷺ میں گزرتا تھا جیسے کہ اس روایت میں آیا ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے گھر والوں نے (کبھی) دو دن متواتر پیٹ بھر کر جو کی روٹی (بھی) نہیں کھائی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا (ترمذی ۲: شمائل ترمذی ح ۱۳۴)

حضور ﷺ کھانا اعلیٰ ونفیس قسم کے برتنوں میں ڈال کر تناول کرنا پسند نہ کرتے تھے بلکہ ایک چمڑے کے دسترخوان پر رکھ کر کھاتے تھے جو کہ زمین پر بچھایا جاتا تھا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا اَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا فِيْ سُكُرَّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلٰى مَا كَانُوْا يَاْكُلُوْنَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے نہ تو چوکی پر رکھ کر (کھانا) کھایا' نہ چھوٹی پیالی میں کھایا اور نہ ہی آپ ﷺ کے لئے چپاتی پکائی گئی راوی کہتے ہیں میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ

فَقَالَ عَلٰى هٰذِهِ السُّفَرِ

(شمائل ترمذی: ح ۱۴۸)

سے پوچھا (تو پھر) تم کھانا کس پر رکھ کر کھاتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا اس (چمڑے کے) دسترخوان پر۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضور ﷺ کی معیت میں فقرِ صادق سے اس قدر لذتِ وصل حاصل کرنے کے عادی ہو چکے تھے کہ اس کے بعد جب دورِ فراوانی آیا تو عمدہ نعمتوں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے اور زمانۂ رسالت کی فقیرانہ بودوباش کو رہ رہ کر یاد کرتے۔

عَنْ نَوْفَلِ بْنِ اَيَاسٍ نِ الْهُذَلِيِّ قَالَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيْسًا وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيْسُ وَ اِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَ دَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَ اُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيْهَا خُبْزٌ وَلَحْمٌ فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهُ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَاَهْلُ بَيْتِهِ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَلَا اُرَانَا اُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّنَا

(ترمذی ۲: شمائل ترمذی: ح ۳۵۷)

حضرت نوفل بن ایاس ہزلی کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) ہمارے ہم مجلس تھے اور یہ بہترین ہم نشین تھے ایک دن وہ ہمیں اپنے ساتھ لے آئے جب گھر میں داخل ہو لئے، غسل کیا اور پھر باہر تشریف لائے۔ پھر ہمارے پاس گوشت اور روٹی کا (ملا ہوا) بڑا پیالہ لایا گیا۔ جب پیالہ رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رو پڑے میں نے کہا اے ابومحمد! آپ کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا! آنحضرت ﷺ نے اس حالت میں جو کی (روٹی) (بھی) پیٹ بھر کر نہیں کھائی پس میں میں نہیں خیال کرتا کہ ہم جس (خوش حالی) کے لئے پیچھے چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے لئے بہتر ہے۔

۶۔ مہینہ بھر گھر میں چولہے کا نہ جلنا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ يَاْتِيْ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آل محمد پر ایک ایک مہینہ ایسا گزر جاتا کہ ان کے کسی

وَسَلَّمَ الشَّهْرُ مَا يُرٰى فِىْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِهِ الدُّخَانُ قُلْتُ فَمَا كَانَ طَعَامُهُمْ قَالَتِ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَآءُ غَيْرَ اَنَّهٗ كَانَ لَنَا جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ جِيْرَانُ صِدْقٍ وَّكَانَتْ لَهُمْ رَبَائِبُ فَكَانُوْا يَبْعَثُوْنَ اِلَيْهِ اَلْبَانَهَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَّكَانُوْا تِسْعَةَ اَبْيَاتٍ

(ابن ماجہ ج ۲: ابواب الزہد ۱۹۷۴)

گھر میں دھواں تک نظر نہ آتا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں میں نے پوچھا پھر کھاتے کیا تھے انہوں نے فرمایا کھجور اور پانی لیکن ہمارے پڑوسی انصار بہت نیک دل لوگ تھے ان کے ہاں بکریاں پلی ہوئی تھیں اس لئے وہ حضور ﷺ کے لئے ان کا دودھ بھیجتے اور اس وقت آل محمد ﷺ کے نو گھر تھے۔

اصل میں انصار و مہاجرین تو یہ جانتے تھے کہ ہمیں دنیا جہان کی تمام نعمتیں اسی گھر کی بدولت ملی ہیں اس لئے یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ ہمارا کوئی ہدیہ قبول فرما لیتے ہیں اور ہمیں اس پر دونوں جہان کی سعادتیں میسر آجاتی ہیں۔

حضور ﷺ کے فیضان سے آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا یہ حال تھا کہ انہیں آنے والی صبح و شام کی کوئی فکر نہ تھی اکثر اوقات نو ازواج مطہرات کے پاس چند کلو گرام غلہ بھی موجود نہ ہوتا تھا۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِرَارًا وَّالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَصْبَحَ عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ حَبٍّ وَّلَا صَاعُ تَمْرٍ وَّاِنَّ لَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعَ نِسْوَةٍ

(ابن ماجہ جلد دوم ابواب الزہد ۱۹۴۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بار بار فرماتے سنا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ آل محمد ﷺ نے کبھی اس حال میں صبح نہیں کی کہ ان کے پاس ایک صاع غلہ یا کھجور ہوتی حالانکہ اس وقت حضور ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔

حضور ﷺ کے فقر مبارک کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے خوشحالی کے دور میں بھی مشعل راہ بنایا ہوا تھا جیسے کہ اس روایت میں آیا ہے۔

عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان بن بشير (رضی الله عنهما) يقول لَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَ شَرَابٍ مَاشِئْتُمْ لَقَدْ رَاَیْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا یَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا یَمْلَأُ بَطْنَهٗ ۔

(شمائل ترمذی: ح ۳۴۹)

حضرت سماک بن حرب کہتے ہیں میں نے حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہما) کو فرماتے ہوئے سنا (اے لوگو!) کیا تم اپنی پسند کے مطابق کھانے اور پینے کی چیزیں نہیں حاصل کرتے ہو۔ بیشک میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس اتنی ردی کھجوریں بھی نہیں تھیں جن سے آپ سیر ہو جاتے (آنحضرت ﷺ کا فقر اختیاری تھا) اضطراری نہ تھا

۷-سونے کے پہاڑوں کو اللہ کے نام خرچ کرنے والا فقر:

حضور ﷺ کے فقر مبارک کا یہ حال ہے کہ جو چیز بھی پاس ہوتی اسے اپنے رب قدوس کے نام پر خرچ کر دیتے تھے اور اس کے ساتھ اس خواہش مبارک کا بھی اظہار فرما رہے ہیں کہ اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا میرے پاس ہو تو اسے میں تین دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پر وار دوں اور اس میں سے سوائے قرض ادا کرنے کے اپنے پاس کچھ نہ رکھوں۔ یعنی اس مال و دولت سے آسائش دنیا کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اس کثیر مقدار میں مال کو خدائے واحد کے نام پر خرچ کر کے پھر فاقہ کشی سے لطفِ دروں حاصل کرنے میں لگ جاؤں۔ میرے اور میرے پروردگار کے درمیان کوئی سامانِ دنیا حائل نہ ہو تا کہ زر و دینار کی مصروفیت نہ ہو بلکہ مصروفیت اللہ تعالیٰ کی خشیت اور سوز و گداز کیلئے ہو نگاہ اس کی ذات پر ہو زبان و قلب پر اس کا ذکر اور مشاہدہ کا یہ عالم ہو کہ کوئی جن و انس و ملک اس کا راز نہ پا سکے۔ سبحان اللہ کیا سہانا فقر مصطفیٰ ﷺ ہے اور کیا ہی سہانا یہ ارشاد ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّ اُحُدًا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے یہ اچھا معلوم

عِنْدِیْ ذَهَبًا فَتَاْتِیْ عَلَیَّ ثَالِثَةٌ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا شَیْءٌ اَرْصُدُهٗ فِیْ قَضَاءِ دَیْنٍ

(ابن ماجہ ابواب الزہد:۱۹۳۴)

ہوتا ہے کہ میرے پاس اُحد کے برابر سونا ہو اور تین دن گزرنے کے بعد اس میں سے میرے پاس کوئی چیز باقی نہ رہ جائے ہاں قرض کی ادائیگی رکھ چھوڑوں تو وہ دوسری بات ہے۔

۸- حج کے دوران فقرِ مصطفٰے ﷺ:

حج اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے۔ حضور ﷺ نے حج کے دوران وہ طرزِ عمل اختیار فرمایا جس میں سے فقرِ صادق کی خوشبو آتی ہے۔ لازماً حضور ﷺ نے پروردگارِ عالم کی خصوصیات و تجلیات کو دیکھ کر بیت اللہ شریف کا طواف مبارک کیا۔ للّٰہیت و اخلاص میں حضور ﷺ کا حج تمام اولین و آخرین سے بلند تر تھا مگر ظاہری طور پر ساز و سامان میں بے حد سادہ تھا' کوئی لمبا چوڑا سامانِ حج ساتھ نہیں اور نہ ہی قیمتی قسم کا لباس ہے بلکہ سواری پر پرانا پالان ہے اور کمبل جسم اقدس پر تھا وہ قیمت کے لحاظ سے چار درہم کا بھی نہ تھا پھر حضور ﷺ اخلاص کے اعلیٰ مقام پر یہ دعا کر رہے ہیں اور اپنے رب کو راضی فرما رہے ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَحْلٍ رَثٍّ وَعَلَیْهِ قَطِیْفَةٌ لَا تُسَاوِیْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِیَاءَ فِیْهِ وَلَا سُمْعَةَ ۔

(ترمذی جلد۲ شمائل ترمذی:ص ۸۹۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک پرانے پالان پر (جس پر ایک کمبل پڑا ہوا تھا) حج فرمایا' اس کمبل کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی "اے اللہ! اس کو ایسا حج بنا دے جس میں ریاکاری اور نمائش نہ ہو۔

۹- نبی اکرم ﷺ کے اہلِ بیت کا فقر:

رضائے الٰہی کے لیے بھوک پیاس برداشت کرنا پھر انتہائی راز و نیاز میں للّٰہیت

سے کیف و سرور حاصل کرنا نبی کریم ﷺ کے بچوں کی عادت تھی کیونکہ یہ فقرِ حقیقی، اہلِ بیت اطہار کے لئے ابدی راحت وسکون کا میٹھا میوہ ہے۔ اس لئے حسنین کریمین رضی اللہ عنہم بچپن ہی میں اس کے اتنے خوگر ہو چکے تھے کہ انہیں کم عمری میں بھی تین دن کا روزہ اپنی والدۂ محترمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور باپ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی پرورش میں رکھنے اور اسے فقط پانی کے ساتھ افطار کرنے سے بھی کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ بلکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو فقرِ صادق کا سودا، سرورِ کونین ﷺ سے وراثت میں ملا اور انہوں نے برضا ورغبت اسے قبول کیا تو پھر شفقتِ رسول ﷺ اور دعائے رسول ﷺ سے اس نسلِ پاک میں فقرِ صادق کے وارث افراد پیدا ہوئے جنہوں نے عشق وفقر پر قائم رہتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کو نورٌ علیٰ نور کر دیا۔ اس گھرانہ کے گھر کا سامان دیکھیں، شادی کے موقع پر ان کی گزر بسر دیکھیں، کئی مواقع پر لگاتار صبح یا شام کا کھانا کھائے بغیر شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مگن ہو کر انتہائی طمانیتِ قلب سے گزار رہے ہیں۔ دولت جمع کرنے کا طمع نہیں، کل کی فکر نہیں اور جو پاس جسمانی طاقت ہے اس کو بھی مالکِ حقیقی پر وقف کر رہے ہیں۔ ہمیں اہلِ بیت اطہار کا فقر معجزاتی پہلو لئے ہوئے نظر آتا ہے۔ حالانکہ وہ منطقی و دنیا کے سامنے عملی پہلو رکھتا ہے۔ آیئے چند احادیث کو پڑھیں جس میں اہلِ بیت اطہار کی معیشت اور گھر کے مال و متاع کا ذکر موجود ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتِ ابْنَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيَّ فَمَا كَانَ فِرَاشُنَا لَيْلَةَ اُهْدِيَتْ اِلَّا مَسْكَ كَبْشٍ (ابن ماجہ جلد دوم ابواب الزہد: ۱۹۵۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس دن فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی صاحبزادی رخصت ہو کر میرے گھر آئی ہیں تو اس وقت ہمارا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا۔

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَهُمَا فِيْ خَمِيْلٍ لَهُمَا وَالْخَمِيْلُ الْقَطِيفَةُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فاطمہ ایک سفید چادر اوڑھے

اَلْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوفِ قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَّزَهُمَا بِهَا وَوِسَادَةٍ مَّحْشُوَّةٍ اِذْخِرًا وَّقِرْبَةٍ

ہوئے تھیں جو حضور ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں دی تھی ایک تکیہ تھا جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی اور ایک مشک تھی

(ابن ماجہ جلد دوم ابواب الزہد: ۱۹۵۴)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اٰدَمٍ وَّحَشْوُهُ مِنْ لِيْفٍ (بخاری ۳: الرقاق ح ۱۳۷۶)

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا ہوتا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی۔

اہلِ بیت کے گھر میں چند کھانے کے ضروری برتن ہیں جو کہ زیادہ تر مٹی کے تھے اور بستر ایسا تھا کہ جس میں روئی کی بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ شاید ایک یا دو چارپائیاں ہیں ایک چکی اور ایک مشکیزہ ہے' اوڑھنے کی ایک چادر ہے مگر پرسکون اتنے ہیں کہ کسی بادشاہ کو بھی اپنے محل میں اس قدر سکون نہیں اور گھر میں اس قدر اللہ تعالیٰ کی برکات کا نزول ہے کہ جس کا شاید کوئی اندازہ بھی نہ کر سکے اور اللہ کا پیارا رسول ﷺ اس گھر اور اہلِ گھر پر اتنا خوش ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور ان کا اپنا یہ تقویٰ ہے جو کچھ پاس ہے وہ سب کچھ اور اپنی زندگیاں اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر نثار کر رہے ہیں اور خوشی کے ساتھ اس گھر کا چشم و چراغ تلواروں کے سائے تلے بھی نماز ادا کر رہا ہے اور جب اللہ کے نام پر گردن کاٹی جاتی ہے تو یہ اس کے حضور اسی کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یہی وہ فقرِ محمدی ﷺ کا حقیقی پہلو ہے جو اہلِ بیت نے اپنایا۔ مزید اس حدیث سے اندازہ لگائیے۔

عن سليم بن عامر قال سمعت ابا امامة الباهلي رضي الله عنهما يقول مَا كَانَ يَفْضِلُ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے جو کی روٹی بھی نہیں بچا کرتی

خُبْزُ الشَّعِيْرِ (شمائل ترمذی: ح ۱۳۵)

تھی۔ (یعنی روٹی کم ہوتی تھی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَاَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت کئی راتیں متواتر بھوکے گزارتے تھے (اور) شام کا کھانا نہ پاتے اور عام طور پر آپ کے ہاں جو کی روٹی ہوتی تھی۔

(شمائل ترمذی: ح ۱۳۶)

۱۰۔ فقرِ محمدی ﷺ کا ایک منظر:

حضور ﷺ نے گھر کے اندر بڑی سادہ زندگی بسر فرمائی' گھر میں صرف چند اہم ضرورت کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ حجرہ مبارک میں اکثر فرش پر چٹائی بچھا کر لیٹ کر آرام فرماتے تھے۔ گرمیوں کے موسم میں قمیض مبارک اتار کر چٹائی پر آرام فرماتے تو پہلوئے اقدس پر چٹائی کے نشانات پڑ جاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا کہ خاتم الرسل ﷺ اس قدر فقر والی زندگی بسر کر رہے ہیں تو وہ بلا اختیار رو پڑے اور عرض کیا یہ قیصر و کسریٰ تو محلات اور باغات میں آرام کر رہے ہیں جبکہ آپ ﷺ کا یہ حال ہے تو اس پر جو سرور کائنات ﷺ نے جواب دیا وہ آپ ﷺ کے مقامِ فقر کی بلندیوں کو ظاہر کر رہا ہے۔

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى حَصِيْرٍ قَالَ فَجَلَسْتُ فَاِذَا عَلَيْهِ اِزَارٌ وَّلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ وَاِذَا الْحَصِيْرُ قَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ وَاِذَا اَنَا بِقَبْضَةٍ مِّنْ شَعِيْرٍ نَحْوِ الصَّاعِ وَقَرَظٍ فِيْ نَاحِيَةٍ فِي الْغُرْفَةِ وَاِذَا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کے بدن پر ایک تہمد کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ کے پہلوئے اقدس پر چٹائی کے نشان

اِهَابٌ مُعَلَّقٌ فَابْتَدَرَتْ عَيْنَایَ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَمَالِیَ لَا اَبْكِیْ وَهٰذَا الْحَصِيْرُ قَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِكَ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ لَا اَرٰی فِيْهَا اِلَّا مَا اَرٰی وَذٰلِكَ كِسْرٰی وَقَيْصَرُ فِی الثِّمَارِ وَالْاَنْهَارِ وَاَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَصَفْوَتُهٗ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ قَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ لَنَا الْاٰخِرَةُ وَلَهُمُ الدُّنْيَا قُلْتُ بَلٰی

(ابن ماجہ ج ۲ ابواب الزہد ۱۹۳۵)

پڑے ہوئے تھے ایک صاع کے قریب جو رکھے ہوئے تھے اور ایک کونے میں چمڑا صاف کرنے کا مسالہ رکھا تھا اور ایک کھال لٹکی ہوئی تھی میں حضور ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیوں نہ روؤں اس چٹائی نے آپ ﷺ کے جسم اطہر پر نشان ڈال دیئے ہیں اور یہ کل آپ ﷺ کا خزانہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں اور یہ قیصر و کسریٰ ہیں جو باغات اور محلات میں آرام کر رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے نبی اور اس کے برگزیدہ رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابن الخطاب کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کیلئے دنیا ہو میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔

۱۱۔ فقرِ محمدی ﷺ اور ملتِ اسلامیہ:

فقر مصطفےٰ ﷺ سے جہاں ایک طرف حقیقت محمدی ﷺ کا اظہار ہوتا ہے وہاں اُمت اسلامیہ کو یہ بھی درس ملتا ہے ایسے کھانے سے فاقہ کشی بہتر ہے جس سے دولت ایمان کو نقصان پہنچے۔ اس کھانے سے پیٹ پر پتھر باندھنا ہی بہتر ہے جو کھانا حرام و ناجائز ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو گویا فقر محمدی ﷺ اُمت کے لئے عزت نفس اور خود شناسی کا درس ہے کہ جس سے سر فخر سے بلند تو ہوتا ہے مگر اندرونی و بیرونی شکست و رسوائی سے واسطہ نہیں پڑتا' اس لئے حضور ﷺ کا فقر صرف ایک بے جان نظریہ نہیں بلکہ عملی دستورِ حیات ہے کہ کس طرح فقر صادق چاروں طرف سے ظالموں میں گر کر بھی ان پر فتح حاصل کر سکتا ہے۔ اور کس طرح یہ فقر جب عرب کے بدوؤں میں

راسخ ہوتا ہے اور انہیں بہترین حاکم بنا دیتا ہے اور کس طرح پوری دنیا کے ظالموں کے ہاتھوں بنے ہوئے اُچھوت و نیچ ذات لوگ' معاشرے کے سر کردہ افراد بن سکتے ہیں اور نحوست سے نکل کر برکت تک پہنچ سکتے ہیں۔ گویا فقرِ محمدی ﷺ علماء' اولیاء' اتقیاء کے لئے کامل نمونہ ہے اور عوام و خواص اور غرباء و مساکین کے لئے حوصلے کا سامان ہے۔

۱۲۔حضور ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فقر:

دورِ حاضر میں اگر کسی نمازی پر مشکل وقت آ جائے تو وہ طرح طرح کے وسواس کا شکار ہو جاتا ہے کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں' روزے رکھتا ہوں پھر بھی تنگدست ہوں حالانکہ اسے تین وقت کا کھانا بھی میسر ہوتا ہے اور دیگر سہولتیں بھی رکھتا ہے پھر بھی اندرونی شک میں پھنس جاتا ہے اور اپنی ذات کو فقر کی کٹھالی میں ڈال کر خالص کرنے سے گھبراتا ہے تو پھر وہ کیسے فقرِ صادق کی مٹھاس سے روشناس ہو سکتا ہے اور مومن ہونے کا مزہ تب ہی ہے کہ ایسے حالات میں بھی اپنے آقا ﷺ کی روش کو اپنائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو مشعلِ راہ بنائے۔

عَنْ اَبِیْ بَرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ قَالَ یَا بُنَیَّ لَوْرَاَیْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصَابَتْنَا السَّمَآءُ وَلَحَسِبْتَ اَنَّ رِیْحَا رِیْحُ الضَّانِ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ ۔ وَمَعْنٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّهٗ کَانَ ثِیَابُهُمُ الصُّوْفَ فَکَانَ اِذَا اَصَابُهُمُ الْمَطَرُ یَجِیْئُ مِنْ ثِیَابِهِمْ رِیْحُ الضَّانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا اے بیٹے! اگر تم لوگ ہمیں رسول کریم ﷺ کے ساتھ دیکھتے کہ ہم پر بارش برستی تو ہماری بو کو بھیڑ کی بو سمجھتے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کپڑے اونی ہوتے تھے اور جب بارش ہوتی تو ان سے بھیڑوں کی سی بو آتی۔

(ترمذی جلد ۲ ابواب صفۃ القیامۃ ۲۷۰)

مسلسل خشک روٹی کے ٹکڑے اور درختوں کے پتے چبا چبا کر انتڑیاں خشک ہو چکی

تھیں اور پاخانہ بکری کی مینگنیوں کی طرح آتا تھا مگر پھر بھی راضی برضا تھے۔

قیس بن ابی حازم قال سمعت سعد بن ابی وقاص (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا) یقول اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ اهْرَاقُ دَمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَغْزُوْ فِی الْعِصَابَةِ مِنْ اَصْحٰبِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَاْکُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةَ حَتّٰی تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِیْرُ وَاَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ یُعَزِّرُوْنَنِیْ فِی الدِّیْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَ ضَلَّ عَمَلِیْ۔

(ترمذی دوم شمائل ترمذی: ح ۳۵۳)

حضرت قیس بن ابوحازم روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں (اس اُمت میں) پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں (کسی کافر کا) خون بہایا اور اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چلانے والا (بھی) میں ہوں۔ میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں جہاد کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں ہم صرف درختوں کے پتے اور خاردار درختوں کے پھل کھاتے تھے یہاں تک کہ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے اور جب ہم سے کوئی ایک قضائے حاجت کرتا تو بکری اور اونٹ کی طرح مینگنیاں باہر آتیں (اس کے باوجود) اب قبیلہ بنو اسد مجھ کو دین کے معاملے میں طعنہ دیتے ہیں (اگر ایسا ہے) تو پھر میں ضرور ہی نقصان میں ہوں اور میرے اعمال ضائع ہو گئے (حالانکہ یہ ممکن نہیں)

۱۳- سفر میں فاقہ کشی کا حال:

عن خالد بن عمیر و شویسا ابا الرقاد قالا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ وَقَالَ انْطَلِقْ اَنْتَ وَ مَنْ مَعَكَ حَتّٰی اِذَا

حضرت خالد بن عمیر اور شویس (ابو قادر) (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو (لشکر کا سردار بنا کر) بھیجا اور فرمایا تم اور

كُنْتُمْ فِي اَقْصٰى اَرْضِ الْعَرَبِ وَاَدْنٰى بِلَادِ الْعَجَمِ فَاقْبَلُوا حَتّٰى اِذَا كَانُوْ بِالْمِرْبَدِ وَ جَدُوْا هٰذَا الْكَذَّانَ فَقَالُوْا مَاهٰذِهِ قَالُوْ هٰذِهِ الْبَصْرَةُ فَسَارُوا حَتّٰى اِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجَسْرِ الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا هٰهُنَا اُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ عَزْوَانَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقَ الشَّجْرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُّ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِي وَ بَيْنَ سَعْدٍ فَمَا مِنَّا مِنْ اُولٰئِكَ السَّبْعَةِ اَحَدٌ اِلَّا وَهُوَ اَمِيْرُ مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ وَسَتُجَرِّبُوْنَ الْاُمَرَاءَ بَعْدَنَا ۔

(شمائل ترمذی: ح ۳۵۴)

تمہارے ساتھی جاؤ اور جب سرزمین عرب کے آخر اور عجمی شہروں کے قریب پہنچو (تو وہاں قیام کرو) پھر وہ تمام روانہ ہوئے اور جب مربد (جہاں اب بصرے کی بیرونی آبادی ہے) کے مقام پر پہنچے تو وہاں انہوں نے نرم وسفید پتھر پائے (وہاں کے لوگوں سے) پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ بصرہ (نامی پتھر) ہیں اور جب (دجلہ کے) چھوٹے پُل کے برابر پہنچے تو (آپس میں) کہنے لگے تمہیں اسی جگہ کا حکم دیا گیا ہے پھر وہاں اتر گئے (پھر راوی نے سارا واقعہ بیان کیا) راوی کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے بیان کیا کہ میں اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ دیکھا اس وقت میں (پہلے) سات (مسلمانوں) میں سے ایک تھا۔ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے پھر مجھے ایک (گری ہوئی) چادر ملی جسے میں نے اپنے اور حضرت سعد کے درمیان تقسیم کر دیا (اور اب) ہم ساتوں کسی نہ کسی شہر کے حاکم ہیں اور ہمارے بعد آنے والے حاکموں کا تم تجربہ کرلو گے۔

۱۴۔حضور ﷺ کی دعوت کا واقعہ:

عن ابی هريرة قال خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيْهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيْهَا اَحَدٌ فَاَتَاهُ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا اَبَابَكْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ اَلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَاَنْظُرُ فِيْ وَجْهِهٖ وَالتَّسْلِيْمُ عَلَيْهِ فَلَمْ

يَلْبَثْ اَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ مَاجَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ قَالَ الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوْا اِلٰى مَنْزِلِ اَبِيْ الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرًا النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَالشَّاةِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَالُوْا لِاِمْرَاَتِهِ اَيْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتِ انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ فَلَمْ يَلْبَثُوْا اَنْ جَاءَ اَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ يُفَدِّيْهِ بِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ اِلٰى حديْقَتِهٖ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ اِلَى النَّخْلَةِ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرَدْتُّ اَنْ تَخْتَارُوْا اَوْ تَخَيَّرُوْا مِنْ رُطَبِهٖ وَ بُسْرِهٖ فَاَكَلُوْا وَ شَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِيْ تُسْئَلُوْنَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَ رُطَبٌ طَيِّبٌ وَ مَاءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ اَبُوْ الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحَنَّ لَنَا ذَاتَ دَرٍّ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا اَوْجَدْيًا فَاَتَهُمْ بِهَا فَاَكَلُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْيٌ فَاْتِنَا فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَاَتَاهُ اَبُوالْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْلِيْ فَقَالَ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّيْ رَاَيْتُهُ يُصَلِّيْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا فَانْطَلَقَ ابُو الْهَيْثَمِ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَاَتُهُ مَااَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ تَعْتِقَهُ قَالَ فَهُوَ عَتِيْقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيْفَةً اِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَا تَاْلُوْهُ خَبَالًا وَ مَنْ يُوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِيَ ۔(ترمذی دوم ابواب شمائل ترمذی: ح ۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت آپ ﷺ نہ تو باہر تشریف لایا کرتے تھے اور نہ ہی کوئی

آپ ﷺ سے ملاقات کرتا تھا۔ (یعنی معمول نہیں تھا) (اسی اثناء میں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیوں آئے ہو؟ عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ!) آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں اور (اس لئے تاکہ) آپ ﷺ کی زیارت کروں اور سلام عرض کروں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے ان سے بھی آنے کا سبب پوچھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) بھوک کی وجہ سے آیا ہوں نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں نے بھی کچھ کچھ (بھوک) محسوس کی ہے پھر (تینوں حضرات) حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوالہیثم، بہت سی کھجوروں درختوں اور بکریوں کے مالک تھے (لیکن) آپ کے ہاں کوئی خادم نہیں تھا۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ (اس وقت) گھر پر نہیں تھے چنانچہ ان کے بارے میں ان کی زوجہ محترمہ سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، آپ کے پاس ایک مشک تھی جس کو آپ نے بمشکل اٹھایا ہوا تھا۔ آتے ہی (پانی رکھ کر) نبی اکرم ﷺ سے لپٹ گئے اور عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ پھر ان (تینوں حضرات) کو اپنے باغ میں لے گئے، ان کے لئے فرش (کوئی کمبل وغیرہ) بچھایا پھر گئے اور کھجور کا ایک پورا خوشہ لاکر حاضر کر دیا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہمارے لئے پختہ کھجوریں کیوں نہیں چن کر لایا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے چاہا کہ آپ ﷺ خود حسب مرضی پختہ یا کچی کھجوریں منتخب فرما لیں پھر ان تمام حضرات نے کھجوریں کھائیں اور اس پانی میں سے پیا (جو وہ لائے تھے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم بخدا! یہ ٹھنڈا سایہ، تازہ وعمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا پھر حضرت ابوالہیثم (گھر) تشریف لے جانے لگے تاکہ کھانا تیار کر کے لائیں تو (اس وقت) آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے دودھ والی بکری ہرگز نہ ذبح کرنا چنانچہ انہوں

نے بکری کا بچہ ذبح کیا (نر یا مادہ) پھر مہمانوں نے کھایا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمہارے پاس خادم ہے؟ عرض کیا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو حاضر ہونا (پھر کچھ عرصہ بعد) آنحضرت ﷺ کے پاس صرف دو غلام آئے جن کے ساتھ تیسرا نہیں تھا۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک پسند کرلو۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! (ﷺ) آپ ﷺ خود ہی منتخب فرمالیں (اس پر) نبی پاک ﷺ نے فرمایا بیشک جس آدمی سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہی ہوتا۔ تو اس (غلام) کو لے جا کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور میں تجھے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے گھر جا کر اپنی زوجہ کو آنحضرت ﷺ کا ارشاد پاک سنایا تو آپ کی بیوی نے کہا کہ نبی پاک ﷺ نے اس کے بارے جو حقوق پورا کرنے کا حکم دیا ہے تم ہرگز پورے نہیں کرسکتے البتہ تم اسے آزاد کردو (اس پر) حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ آزاد ہے (یعنی آزاد کردیا) نبی پاک ﷺ نے (خبر ملنے پر) فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور ہر خلیفہ کے لئے دو باطنی مشیر مقرر کیے ہیں ایک (باطنی) مشیر اس کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ایک (باطنی) مشیر تیار کرنے میں کمی نہیں کرتا (اس لئے) جو شخص برے مشیر سے بچایا گیا وہ (ہر قسم کی برائیوں سے) محفوظ رکھا گیا۔

(ب) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر مبارک

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دنیا میں ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کرنا اور ان پر واویلا نہ کرنا' نہ ہی کسی کے سامنے شکوہ وشکایت کرنا' تمام مشکلات' مصائب اور بیماریوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان کر اللہ تعالیٰ پر قناعت کرنا اور بے ہمتی سے رک جانا صبر کہلاتا ہے۔ دنیا میں صالح بندوں پر ان کے مقام کے لحاظ سے مصیبتیں آتی ہیں۔ انبیاء کرام مقام ومرتبہ کے لحاظ سے دیگر لوگوں سے بہت بلند ہوتے ہیں اس لئے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام لوگوں کی نسبت دکھ وتکالیف' آزمائشیں زیادہ بھیجی گئیں جن پر انہوں نے صبر کیا جبکہ آقائے نامدار حضور ﷺ پر گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت زیادہ مصائب والم آئے۔ آپ ﷺ نے ان پر خصوصی طور پر استقامت وصبر کا اظہار فرمایا۔

ولادت سے اعلانِ نبوت تک کی حیات مبارکہ میں بھی بے شمار مواقع پر بے پناہ صبر فرمایا۔ ولادت سے قبل والد ماجد کی رحلت پھر بچپن ہی میں والدہ کی وفات' اس کے بعد مشفق دادا عبدالمطلب کی وفات پر بچپن میں بھی صبر فرمایا پھر چچا جناب ابو طالب کی کفالت میں کئی مواقع پر صبر سے واسطہ پڑا پھر آپ ﷺ نے اپنی مونس وغمخوار زوجہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر فرمایا۔ اسلام کے پیغامِ حق تبلیغ کے سلسلہ میں بے شمار تکالیف پر صبر فرمایا۔ کفار مکہ نے طعنہ زنیوں اور بے جا مخالفت کے ذریعے بے حد اذیتیں پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب' صادق وامین' پاک ومطہر رسول کریم ﷺ کو کاہن' جادوگر مجنون جیسے دل دکھانے والے الفاظ سے ذہنی

وروحانی اذیت دی۔ تبلیغ کے دوران شور کیا جاتا' آپ ﷺ کے پیغامِ حق کو جھٹلایا جاتا۔ قریبی وخونی رشتہ داروں نے حدودِ بیت اللہ شریف میں زد وکوب کیا' نماز کے دوران جسم اطہر پر اونٹ کی بدبودار اوجڑی ڈال دی۔ آیاتِ توحید کا انکار کیا۔ کئی دفعہ کفار مکہ' یہود ومنافقین کی طرف سے تکالیف پہنچائیں گئیں۔ دورانِ جہاد پہنچنے والے شدید زخموں پر صبر فرمایا۔ خیبر کے موقع پر یہودن کے زہر دینے پر صبر کیا۔ مکہ کے جانی دشمنوں کو بدر اور احد میں قیدی ہونے کی صورت میں جسمانی تکلیف نہ دی۔ پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر صبر فرمایا' کئی جان نثاروں کی شہادتوں پر صبر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات وعبادات بجالانے کے دوران مشقت پر صبر فرمایا' سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں مجاہدہ فرمایا۔ احکام دین کی بجا آوری کے دوران درپیش مسائل پر صبر فرمایا اور بے مثل استقامت کا اظہار فرمایا۔

ا۔صبر بحکمِ الٰہی:

آپ ﷺ کا صبر مبارک اپنے پروردگار کی رضا کے لئے تھا جس پر پروردگار عالم کی طرف سے اجر عظیم کا مژدہ سنایا گیا اور کہ یہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے اور اب اسے ہی اجر ملے گا جو آپ ﷺ کی نہج پر صبر کرے گا۔

حضور ﷺ کے وصف صبرِ مبارک کی رفعت کا اندازہ ان آیات قرآنیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ	پس صبر کیجئے جیسے کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا(پ ۲۶' الاحقاف: ۳۵)

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کے صبر مبارک کو ہمت وعزم والے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ج وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ○	اور اس وحی کی پیروی کریں جو وحی آپ ﷺ پر اترتی ہے اور صبر کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے اور وہ

(پ ۱۱ یونس: ۱۰۹) — سب سے بہتر حکم والا ہے۔

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○
اور صبر کرو کہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (پ ۱۲ ھود: ۱۱۵)

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○ (پ ۱۴ نحل: ۱۲۷)
اور تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کرو اور ان کے فریبوں سے دل میں تنگی نہ آئے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ (پ ۲۴ مومن: ۵۵)
اے محبوب (ﷺ)! تم صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی بخشش طلب کرو اور اپنے پروردگار کی پاکی بیان کرتے ہوئے صبح وشام تسبیح پڑھو۔

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سرکارِ عالمین ﷺ کا صبر مبارک قرآن حکیم کی عملی شکل ہے۔ اس کا انجام سب سے بہتر اور اس کا اجر عظیم ہے اور یہ صبر اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رضا بار بار نچھاور ہوئی۔ کفار نے حضور ﷺ کو کبھی شاعر اور کبھی کاہن کہہ کر بے پناہ اذیت پہنچائی۔ آپ ﷺ برحق خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ ﷺ کو ان الزامات پر بہت رنج ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینۂ اقدس کے اس رنج کو ان الفاظ کے ساتھ کافور کیا۔

''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ''

''ہم نے آپ کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ آپ کی شان کے لائق ہے مگر وہ تو نصیحت اور قرآن مبین ہے'' (یٰسین: ۶۹)

''فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ'' (الطور: ۲۹)

''اے نبیٔ محترم نصیحت کرو کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون''۔

۲- مکہ میں بے مثل صبر مبارک:

حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا پورا مکی دور مبارک صبر کی داستانوں سے لبریز ہے۔ خاندان کے قریبی رشتہ داروں نے اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کے مومن ساتھیوں کو دہکتے کوئلوں اور تپتی ریتوں پر لٹایا گیا۔ ذہن کو مفلوج کر دینے والی ذہنی وجسمانی تکالیف پہنچائیں۔ حتیٰ کہ ان پر تکالیف پہنچانے کی حد کر دی گئی مگر انہوں نے حضور ﷺ کی معیت میں صبر واستقامت سے کام لیا جس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم شکایت کے طور پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ چادر اوڑھے ہوئے کعبے کے زیرِ سایہ جلوہ گر تھے۔ ہم عرض گزار ہوئے کہ

اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهٗ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ وَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَّمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ

(بخاری دوم' کتاب الانبیاء' ح ۸۱۷)

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟ ارشاد فرمایا تم سے پہلے اگر کسی آدمی کے لئے گڑھا کھودا جاتا پھر اس میں کھڑا کر کے اس کے سر پر آرہ رکھ دیا جاتا' پھر چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تو یہ سلوک اسے دین سے نہیں ہٹاتا تھا اور لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت سے ہڈیوں تک پار کی جاتی تھیں لیکن یہ اذیت بھی انہیں دین سے نہیں ہٹاتی تھی۔ خدا کی قسم یہ دین مکمل ہو کر رہے گا یہاں تک کہ اگر کوئی سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا تو

اسے خدا کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا اور نہ اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف ہوگا لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔

۳۔ بھوک پیاس میں بے انتہا صبر مبارک:

حضور ﷺ نے پوری حیاتِ مبارکہ میں فقرِ حقیقی کو اپنایا اور اس حالتِ فقر کو پسند فرمایا۔ کئی کئی دن کھانا نہ کھانے کے باوجود صبر فرمایا۔ کبھی شاذ ونادر ہی دو وقت لگاتار سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جہاد کے دوران بھی بھوک پیاس سے واسطہ پڑتا' مسلمانوں کی حالت بہت پتلی تھی اس پر بھی صبر فرماتے۔ حضور ﷺ کے صبر مبارک کی جھلک ذیل کی روایات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى اِنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا يَضَعُ الْبَعِيْرُ اَوِ الشَّاةُ مَا لَهُ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُو اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰى عُمَرَ قَالُوْا لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ

(بخاری دوم' المناقب' ح ۹۲۱)

قیس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں عرب کا وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلا تیر چلایا۔ ہم نبی کریم ﷺ کی معیت میں جہاد کرتے تو کھانے کو کچھ میسر نہ آتا تو درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرتے۔ یہاں تک کہ ہمارا فضلہ بھی اونٹوں اور بکریوں کے فضلے کی طرح بالکل سخت ہوتا پھر بھی بنی اسد میری مسلمانی پر نکتہ چینی کرتے ہیں' اگر ایسا ہوتا تو میں بڑا بدنصیب ہوتا اور میرے تمام اعمال ضائع ہو جاتے چنانچہ انہوں نے حضرت عمر سے میری شکایت کی ہے کہ یہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھا سکتے۔

۴۔ صاحبزادے کے وصال پر صبر:

حضور ﷺ نے اپنی اولادِ نرینہ کے وصال پر بے مثال صبر فرمایا۔ اس غم کے

سانحے پر صبرِ جمیل کو راہِ حق عطا فرمائی۔ اس مقام پر جو رویہ اختیار فرمایا وہ قابلِ صد ستائش ہے۔ اس موقع پر حضور ﷺ کا صبر مبارک پوری امت کیلئے رہنمائی کامل نمونہ ہے۔ درج ذیل روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ مُسْتَرْضِعًا لَهٗ فِيْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَاِنَّهٗ لَيُدَّخَنُ وَكَانَ ظِئْرُهٗ قَيْنًا فَيَاْخُذُهٗ فَيُقَبِّلُهٗ ثُمَّ يَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِيْ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَيْنِ

(مسلم۳، کتاب الفضائل، ح۵۹۰۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے۔ آپ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے درآں حالیکہ وہاں دھواں ہوتا کیونکہ اس دایہ کا خاوند لوہار تھا، آپ ﷺ بچہ کو بوسہ دیتے اور پھر لوٹ آتے، جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے ایام میں فوت ہو گیا، اور اس کے لئے دو دودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں مدت رضاعت تک اس کو دودھ پلائیں گی۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهٗ بِاسْمِ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ دَفَعَهٗ اِلٰى اُمِّ سَيْفٍ امْرَاَةِ قَيْنٍ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ سَيْفٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے پھر آپ ﷺ نے اس صاحبزادے کو

فَانْطَلَقَ يَأْتِيهِ وَاتَّبَعْتُهُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى أَبِي سَيْفٍ وَّهُوَ يَنْفُخُ بِكِيْرِهِ قَدِ امْتَلَأَ الْبَيْتُ دُخَانًا فَأَسْرَعْتُ الْمَشْيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا أَبَا سَيْفٍ أَمْسِكْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمْسَكَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّبِيِّ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُوْلَ فَقَالَ أَنَسٌ لَقَدْ رَأَيْتُهُ وَهُوَ يَكِيْدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَاللّٰهِ يَا إِبْرَاهِيْمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ

(مسلم۲، کتاب الفضائل، ح ۵۹۰۵)

لوہار کی بیوی ام سیف کو دے دیا' اس لوہار کا نام ابوسیف تھا' ایک روز آپ ﷺ اس کے پاس گئے' میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا' جب ہم ابوسیف کے پاس گئے تو وہ بھٹی دھونک رہا تھا اور اس سے کہا اے ابو سیف! ذرا ٹھہر جاؤ' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں' وہ ٹھہر گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے بچہ کو منگوایا' اور اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ فرمایا' حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس بچہ کو دیکھ رہا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جان دے رہا تھا' رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' آپ ﷺ نے فرمایا آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے' بہ خدا! اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غمزدہ ہیں۔

۵- اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف پر صبر:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ تکلیفوں' پریشانیوں اور اذیتوں پر حضور ﷺ نے صبر فرمایا۔ حضور ﷺ کو طویل عرصہ تک کفار کی طرف سے ڈرایا اور ستایا گیا کہ اس قدر کسی اور کو نہ ڈرایا گیا نہ ستایا گیا۔ اس بات کا ذکر حضور ﷺ نے خود یوں بیان کیا ہے۔

عَنْ انس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَ مَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَايُوْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ وَمَالِيْ وَلِبَلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بَلَالٍ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) .

(ترمذی دوم، شمائل ترمذی، ح ۳۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا ڈرایا اور ستایا گیا جتنا کسی دوسرے کو نہیں ڈرایا اور ستایا گیا اور بے شک مجھ پر (ایک دفعہ) تیس دن اور رات ایسے بھی گزرے کہ میرے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھانے کو کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی جاندار کھائے، صرف اتنی چیز جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بغل میں آ جائے (یعنی تھوڑی سی چیز)

۶۔ اللہ کی راہ میں پہنچنے والے زخموں پر صبر:

حضور ﷺ کو غزوۂ احد میں کفار نے چاروں طرف سے اپنے نرغے میں لے لیا۔ تلواروں اور نیزوں سے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ پر حملہ کر دیا۔ حضور ﷺ کو چہرۂ انور پر گہرے زخم لگائے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے کمال صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا اور ان کے لئے کوئی بددعا نہ فرمائی۔ ایک مرتبہ مدینہ کے یہودیوں نے مذاکرات کے بہانے سے سرکار عالمین ﷺ کو بلایا مگر قلعے کے اوپر سے بھاری پتھر گرا کر شہید کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح خیبر کے مقام پر ایک یہودن نے حضور ﷺ کی ضیافت کی اور کھانے میں ہلاکت آمیز زہر ملا دیا۔ کھانے کے دوران دو صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ نے بھی کھانا کھا لیا تھا مگر اس وقت اس کا اثر نہ ہوا بعد میں اس کی وجہ سے طبیعت پر اثر عود کر آتا تھا۔ جب اس یہودن سے زہر ملا کھانا کھلانے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے اس لئے ایسا کیا تھا اگر آپ ﷺ سچے نبی ہوں گے تو زہر اثر نہ کرے گا۔ اگر جھوٹے نبی ہوں گے تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ اس یہودن کے اس قدر دشمنانہ فعل پر بھی صبر فرمایا اور اسے کچھ نہ کہا۔ اسی

طرح فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان جیسے بدترین دشمن کو معاف فرما دیا۔ نیز عکرمہ بن ابو جہل کو بھی معاف فرما دیا۔ پس ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے جانی دشمنوں کی جان لیوا تکالیف پر صبر فرمایا۔ ذیل میں غزوۂ اُحد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِاَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِالْمَاءِ فِيْ تُرْسِهِ وَكَانَتْ يَعْنِيْ فَاطِمَةَ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهِ وَاُخِذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ ثُمَّ حُشِيَ بِهِ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری دوم٬ الجہاد والسیر٬ ح ۲۸۵)

حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے زخم پر کون سی دوا لگائی گئی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بات کا اب مجھ سے زیادہ واقف کوئی موجود نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لاتے تھے اور خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چہرۂ مبارک سے خون دھو رہی تھیں۔ پھر ٹاٹ کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ نبی کریم ﷺ کے زخم میں بھری گئی تھی۔

۷۔ حضور ﷺ کا انتہائی صبر:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی اور لوگوں کی کج روی پر صبر اور انہیں معاف کر دینے کا یوں حکم دیا:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا (الانعام: ۶/۳۴)

بیشک آپ سے پہلے تمام رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے ان کے کذب وایذا پر صبر فرمایا۔

نیز ارشاد باری ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف: ۳۵)

تو آپ بھی اولوالعزم رسولوں کی مانند صبر فرمایئے۔

اور ارشاد ربانی ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ (المائدہ:۱۳/۵) — تو آپ انہیں معاف فرمائیں اور درگزر فرمائیں۔

صبر کی خوبی تمام طاعات وعبادات کی جائے صدور اور تمام خیرات وحسنات کا منبع ہے کیونکہ ہر نیکی میں جب تک اس کے غیر وضد پر صبر نہ کرے اس وقت تک وجود میں نہیں آتی۔ اسی بنا پر صبر کو پورا ایمان کہا گیا ہے اور جس جگہ صبر کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ وہاں صبر سے معاصی کو چھوڑنا اور اس سے اجتناب کرنا مراد ہے کیونکہ اقتضائے ایمان کا نصف حصہ معاصی سے اجتناب اور دوسرا نصف حصہ طاعات بجالانا ہے اور اس جگہ صبر سے مراد لوگوں کے ایذاء پر صبر اور ان کے ظلم وجفا کو برداشت کرنا ہے اور سید الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم کا بلا وایذا پر صبر فرمانا ان سب سے بڑھ کر زیادہ اور سخت تر تھا چنانچہ فرمایا:

مَـا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَآ اُوْذِیْتُ اَوْکَمَا قَالَ — کسی نبی کو اتنی ایذا نہ پہنچائی گئی جتنی مجھے دی گئی۔

یہ اس لیے کہ حضور ﷺ امت کے اسلام لانے پر سب سے بڑھ کر خواہش مند تھے۔ اسی بناء پر ان کی ایذا رسانی ان کے کفر سے زیادہ تر تھی۔ (مدارج النبوۃ اوّل ص ۵۷)

مروی ہے کہ جب آیت کریمہ معاف کرنے' امر بالمعروف اور جاہلوں سے درگزر کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تو حضورِ اکرم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے اس کی توضیح دریافت کی۔ انہوں نے کہا جب تک میں رب العزت عزاسمہ سے دریافت نہ کرلوں عرض نہیں کرسکتا۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام گئے اور آئے اور کہا: اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو آپ سے دور ہو اس سے قریب ہوں اور جو آپ کو محروم رکھے اسے عنایت فرمائیں اور جو آپ پر ظلم وستم کرے اسے معاف فرمائیں۔ (مدارج النبوۃ اوّل ص ۵۷)

۸۔ منافقین کے رویہ پر صبر:

اس سلسلے میں حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

اب رہا وہ معاملہ جو منافقوں کے ساتھ حضور ﷺ کا تھا کہ پیٹھ پیچھے میں وہ آپ کو

ایذا پہنچاتے اور جب حاضر ہوتے تو خوشامد وچاپلوسی کرتے۔ منافقوں کی یہ حرکت ایسی ہے جس سے ہر انسان کا دل نفرت کرتا ہے مگر جسے تائید ربانی حاصل ہے۔ اگرچہ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر شدت وتغلیظ کا ارشاد آ چکا تھا چنانچہ فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ	اے نبی! کفار ومنافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر شدت برتیے۔ (التوبۃ: ۹/۷۳)

مگر حضور ﷺ نے ان کے لیے عفوو رحمت اور استغفار کا دروازہ کھلا رکھا اور ان کے لیے دعائیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (المنافقون: ۶۳/۶)	اے محبوب! آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا۔

پھر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مختار رکھا ہے اب میں استغفار کو اختیار کرتا ہوں اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً (التوبہ ۹/۸۰)	اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو......

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ ان کی بخشش کی درخواست کروں گا آپ ﷺ کی یہ عادت کریمہ ان کے جرم وایذارسانی سے چشم پوشی اور عفوودرگزر کی بے مثل مثال ہے۔ قطع نظر اس کے کہ آیۂ کریمہ کی عبارت سے تکثیر ومبالغہ کا مفہوم بھی نکلتا ہے نہ کہ کسی خاص شمار کی تحدید وتعین، لیکن حضور سیّد عالم ﷺ نے آیۂ کریمہ کو غایت عفوودرگزر کی بنیاد پر ظاہر الفاظ پر ہی محمول فرمایا۔ یہاں تک کہ حضورِ اکرم ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے لڑکے کو جو کہ مخلص مسلمان تھے اپنے باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم فرمایا اور جب وہ مر گیا تو حضور ﷺ نے اپنا پیرہن مبارک جسمِ اطہر سے اتار کر اس کو کفن بنایا اور نمازِ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا دامن اقدس پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ ایسے منافق پر نماز پڑھ رہے ہیں جو تمام منافقوں کا سردار تھا اس پر حضور نے اپنا دامن مبارک چھڑا کر فرمایا

اے عمر رضی اللہ عنہ! تم دور رہو۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبۃ:۸۴/۹)

اے محبوب! آپ کسی منافق کی موت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس وقت حضور ﷺ نے یہ ارادہ ترک فرمایا۔ یہ آپ کا انتہائی صبر وحلم اور شفقت ومہربانی امت پر تھی لیکن جب بارگاہِ الٰہی سے ہی ممانعت آ جائے تو کیا کریں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ اس کے لڑکے کی دلدہی کے لیے تھا کیونکہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ کے مخلص وصالح صحابی تھے اور انہوں نے درخواست کی تھی جس کی پذیرائی فرمائی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی منافق کو قمیص مبارک پہنانا اس بنا پر تھا کہ اس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس وقت قمیص پہنائی تھی جب کہ وہ بدر کے قیدیوں میں برہنہ اسیر ہوئے تھے اور ان کے جسم پر طویل القامت ہونے کی وجہ سے کوئی قمیص نہ آتی تھی۔

غرض کہ اس بیان میں حضورِ اکرم ﷺ کے مکارمِ اخلاق کی عظمت کا اظہار ہے باوجود یکہ منافقین ہمیشہ آپ کو برا جانتے اور اذیتیں پہنچاتے تھے مگر اس کے مقابلہ میں حضور ﷺ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک ہی فرماتے تھے تو اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مخلص مسلمانوں کے ساتھ حضور ﷺ کا کیا حال ہوگا؟ (مدارج النبوۃ اوّل ص ۶۰)

باب ۱۵

صداقتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور ﷺ وصف سچائی کے کمال حد تک پیکر ہیں۔ آپ ﷺ سچ بولنے میں' سچی راہ اختیار کرنے میں' سچ کا ساتھ دینے میں' سچائی کا پرچار کرنے میں' کسی کو درست مشورہ دینے میں ہر لحاظ سے کامل ہیں۔ آپ ﷺ نے پوری دنیا کے سرکش وظالم افراد سے حق وسچ بات پر مقابلہ کیا۔ اعلانِ نبوت سے قبل بھی کبھی کسی سے جھوٹ نہ بولا' نہ کبھی وعدہ خلافی کی' نہ کاروبار میں کبھی دغا وفریب سے کام لیا' نہ کسی کا حق دبایا اور نہ کبھی سردارانِ مکہ کی جھوٹ میں حمایت کی بلکہ جس معاشرے میں شراب' جوا اور زنا جیسے گناہ لوگ اپنے لئے اعزاز سمجھتے' اور غرباء ومساکین اور غلاموں کو منحوس سمجھنا ان کا طرہ تھا۔ برائی و بے حیائی پر فخر شرافت تھی۔ اس معاشرے میں حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے چالیس برس مکمل فرمائے مگر پھر بھی ان تمام برائیوں کی طرف کبھی لحہ بھر کے لئے بھی نہ جھکے بلکہ ہر جھوٹ وشر کے مقام پر عملاً صداقت کا پرچار کیا حتیٰ کہ اہلِ مکہ کے قلوب میں یہ بات گھر کر چکی تھی محمد ﷺ صادق وصداقت کی حمایت کرنے والے اور نہتے لوگوں کا سہارا بننے والے ہیں۔

جب حضور ﷺ نے جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! اگر میں کہوں کہ پہاڑ کی دوسری طرف سے دشمن حملہ آور ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے تو انہوں نے جواب دیا ہاں کیونکہ آپ ﷺ نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ حضور ﷺ اس دور میں مشرکین مکہ کے نزدیک سچ کی کسوٹی تھے۔ اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کی مگر جب آپ ﷺ نے فرمایا

کہ کہو لا الٰہ الا اللہ تو وہ اپنی بات پر قائم نہ رہ سکے۔ گویا حضور ﷺ نے کلمہ توحید کی صداقت کی دلیل کے لئے اپنی گزشتہ عمر کی سچائی کو پیش کیا۔

اسی طرح جب ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ مدعی نبوت نے کیا کبھی جھوٹ بولا تھا تو ابوسفیان نے باوجود اس کے کہ اس نے حضور ﷺ کے خلاف ہر معرکہ میں حصہ لیا تھا یہ جواب دیا کہ ''حضرت محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا''

تو اس وقت ہرقل نے کہا کہ جو لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیسے افتراء باندھ سکتا ہے۔ وہ سچے ہیں اور عنقریب ہماری اس جگہ پر بھی ان کی حکمرانی ہوگی (بخاری)

حضور ﷺ خود بھی سچے ہیں اور خالقِ حقیقی نے آپ ﷺ کو قرآن کی صورت میں حق دے کر بھیجا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی توحید میں شرک کی جھوٹی آمیزش کو دور فرما دیا۔ جوا، شراب، ناچ گانا، بداخلاقی، شرک، توہم پرستی، اونچ نیچ چھوت چھات جیسی جھوٹی اقدار کو نابود فرمایا اور اس کی جگہ خالص توحید، حق پر مبنی اعتقادات، عبادات، اخلاقیات، عدل و مساوات، اخوت و بھائی چارہ جیسی سچی اقدار کو فروغ دیا جن پر عمل پیرا ہونے سے جھوٹ مٹ گیا۔

حضور ﷺ کے قلب مبارک میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو سراسر حق ہے گویا حضور ﷺ حق لے کر آئے، حق پر قائم رہے۔ آپ ﷺ کا راستہ سیدھا ہے، اسی راستے پر رب تعالیٰ ملتا ہے جو آپ ﷺ کا ساتھ دیتا ہے وہ بھی سچائی پر قائم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کثیر مخلوق کو حضور ﷺ کے ذریعے اپنی پہچان کرائی۔ یہ فریضہ ازل سے ہی آپ ﷺ کے سپرد کیا اور عالمِ ارواح میں پانچ جلیل القدر انبیاء کرام کے ساتھ، سچ اختیار کرنے والوں کے لئے اجر، اس کا انکار کرنے والوں کے لئے عذاب کا وعدہ لیا اور حضور ﷺ نے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کے ساتھ اس کی تصدیق فرمائی جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ	اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا
وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ	وعدہ لیا اور تجھ سے، اور نوح سے، اور ابراہیم

وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝
(پ۲۱' احزاب: ۸'۷/۳۳)

سے' موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے پختہ وعدہ لیا تاکہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں پوچھا جائے اور منکروں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے زمین پر آنے سے بہت پہلے انسانوں پر سچائی کا معیار مقرر کیا تو عالم ارواح میں سچائی کے متعلق لوگوں سے پوچھنے' اس پر انعام واکرام دینے' سچائی ترک کرنے کے لئے عذاب مقرر کیا اور اس بات کا میثاق پانچ بزرگ انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا تو اس جگہ بھی حضور ﷺ کا ذکر منک کہہ کر پہلے کیا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مخلوق کی تقدیر تحریر کرنے سے قبل بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں صادق الامین تھے۔ نیز معلوم ہوا کہ حضور ﷺ زمین پر انسانی طبائع تخلیق ہونے سے قبل بھی سچے تھے۔

۱- ایسے صادق جو کبھی نہ بھکے:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو طبعاً صادق پیدا فرمایا اور کائنات کی سب سے بڑی سچائی توحید کی معرفت کے لئے حضور ﷺ کو چن لیا۔ حضور ﷺ کی پوری زندگی سچائی کا کامل نمونہ ہے۔ پوری حیاتِ کاملہ کے غمی وخوشی' جنگ وامن' فقر وامارت' بیماری وتندرستی' سنجیدگی ومزاح کے لمحات میں کبھی ذرہ بھر جھوٹی بات نہ فرمائی۔ دنیا کی تمام اہم شخصیات میں سے حضور ﷺ کی زندگی کا سب سے محفوظ ریکارڈ کتب سیرت وتاریخ میں ملتا ہے مگر کوئی بھی بدترین دشمن حضور ﷺ کی کسی بات میں سے جھوٹ کا عنصر ثابت نہیں کر سکا اور نہ کوئی ایسا کر سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی سچائی اور بھکنے سے برأت کی تصدیق فرمادی ہے۔

''مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى''

''تمہارے صاحب نے بھکے نہ بے راہ چلے'' (النجم: ۲/۵۳)

پس جب اللہ تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ تمہارے صاحب و نبی مختار نہ کبھی بہکے' نہ بھولے' نہ گمراہ ہوئے' نہ اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم سے ہٹے تو پھر حضور ﷺ کیسے سچ کو ترک کر سکتے ہیں بلکہ سچ بھی اس وقت سچ ہو گا جب میرے مصطفیٰ کریم ﷺ اس کی تصدیق فرما دیں۔

حضور ﷺ کا کوئی چیز تقسیم کرنا صداقت و عدالت کے اعلیٰ مقام پر تھا اس پر اعتراض کرنے والا سوائے منافق و کافر کے دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا اس لئے جب ایک منافق نے حضور ﷺ کی تقسیم کو نہ انصافی کہا تو آپ ﷺ نے اس پر افسوس کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

''اگر میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا' اگر میں عدل نہ کروں تو میں نقصان و خسارہ میں ہوں'' (شمائل ترمذی)

جبکہ وہ فردِ محترم گواہی دے رہے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی آغوش میں ہوش سنبھالا' جوانی گزاری اور درِنبوی کی خدمات کیلئے خود کو وقف کر دیا تھا وہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں ''کَانَ اَصْدَقَ النَّاسِ لِهْجَةً '' کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑھ کر راست گو تھے (ترمذی جلد۲' شمائل ترمذی' ح۶)

۲۔حضور ﷺ کا حق لانا اور سچوں کی تصدیق کرنا:

حضور ﷺ نے حق و سچ کا اس وقت بھی اقرار کیا اور تصدیق فرمائی جب انسانوں میں ابھی اس کا زمین پر اظہار بھی نہ ہوا تھا۔ جب حضور ﷺ کو زمین پر بھیجا گیا تو حق دے کر اور حق پر قائم بھیجا اور آپ ﷺ جب تمام انبیاء کرام کے بعد تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سب سے بڑے گروہ صدیقین یعنی رسولوں کی صداقت کی گواہی دی اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اس وصف مبارک کا یوں ذکر کیا ہے۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ (الصافات: ۳۷)	بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی ہے

حضور ﷺ سراپۂ حق وصداقت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سے حق کا علم لے کر آئے ہیں۔ کسی فرد کا اس حق کو تسلیم کر لینا بھی دراصل اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہی ہے۔ ایسا بندہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں سے فلاح ونجات کا مقام حاصل کرے گا۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝
(پ۲۴، الزمر:۳۹/۳۳)

اور وہ جو صداقت لے کر آئے اور جو اس سچ کی تصدیق کرے تو وہی متقیوں میں سے ہے۔

اگرچہ مفسرین کے نزدیک اس آیت کریمہ کے اول مصداق حضور ﷺ کی معراج کی تصدیق کرنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں مگر عام معنوں میں اس آیت کا فیضان ہر اس مومن فرد کو پہنچے گا جو حضور ﷺ کی صداقت کی گواہی دل وجان سے دے گا۔

۴۔غمی وخوشی میں حق کے امین:

حضور ﷺ کی زبانِ اقدس اللہ تعالیٰ کی وحی کی ترجمان ہے۔ اس زبانِ مبارک سے غمی وخوشی کے ہر مقام پر حق ہی نکلتا ہے۔ ہر حالت میں حق کے علاوہ اس زبانِ پاک سے کوئی ایک لفظ یا کلمہ صادر ہی نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے حکماء، اہل علم گھریلو ناچاکیوں میں زبان سے گالی غلوت نکالتے ہیں اور اپنے ماتحتوں پر ناحق غیض وغضب کا اظہار کرنے میں ان کا دامن پاک نہیں رہتا مگر ایسے مقامات پر بھی حضور ﷺ نے حق کے سوا کچھ نہ فرمایا۔

صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں سے پڑھے لکھے حضرات حضور ﷺ کی ہر حالت میں فرمائی ہوئی بات کو لکھ لیتے تھے۔ انہیں دیکھ کر بعض دیگر حضرات کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور ﷺ بھی انسانوں میں سے ہیں، غم وفرحت کی حالت میں ہوتے ہیں شاید اس حالت میں حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ نہ لکھنی چاہئیں مگر جب لکھاری صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے نبی کریم ﷺ سے ہر حالت میں زبانِ اقدس سے جاری ہونے والی احادیث کے لکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے

وضاحت فرما دی کہ میری زبانِ مبارک میں سے حق بات کے علاوہ کچھ اور نکلتا ہی نہیں۔

حاکم نے صحیح بتا کر بطریق عمرو بن شعیب ان کے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اجازت عطا فرماتے ہیں کہ جو میں آپ (ﷺ) سے سنوں اسے لکھ لیا کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں لکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کیا خوشی و رضا اور غضب کی ہر بات کو۔ فرمایا ہاں؟ کیونکہ یہ مناسب نہیں ہے کہ میں رضا و غضب میں حق کے سوا کوئی بات کہوں (الخصائص الکبریٰ جلد دوم، ص ۴۰۴)

ابن عساکر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حق کے سوا فرماتا ہی نہیں۔ بعض اصحاب نے عرض کیا آپ تو ہم سے ظرافت بھی فرماتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت بھی میں حق کے سوا کچھ نہیں فرماتا (الخصائص الکبریٰ دوم، ص ۴۰۴)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ اَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ اَسْمَعُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْدُ حِفْظَهُ فَنَهَتْنِيْ وَقَالُوْا اَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَاَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابَةِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَوْمَاَ بِاِصْبَعِهِ اِلٰى فِيْهِ فَقَالَ اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں یاد کرنے کے ارادے سے ہر اس بات کو لکھ ایا کرتا جو نبی کریم ﷺ سے سنتا۔ پس دگوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر اس بات کو لکھ لیتے ہیں جو کہ سنتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی بشر ہیں جو ناراضگی اور رضامندی میں بھی کلام فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے انگشت مبارک سے دہن

اِلَّا حَقٌّ ۔ اقدس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، لکھتے رہو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس (ابوداؤد جلد سوم کتاب العلم ۲۵۰) کے قبضے میں میری جان ہے۔اس سے کوئی بات نہیں نکلتی۔مگر حق۔

۴-ایسی بات کا امین جو صراطِ مستقیم ہو:

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی حقانیت کا سانچہ ہیں۔حضور ﷺ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی وحی مبارک کا علمبردار ہے۔حضور ﷺ کی ہر بات ہدایت کا چراغ ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چراغِ نور کہہ کر پکارا۔پس اب اپنی صداقت کا حقیقی فائدہ اسے بھی ہوگا جو حضور ﷺ کی سچائی پر ایمان رکھے گا اور حضور ﷺ سے محبت رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے حق وصداقت کی روشنی حاصل کرے گا۔حضور ﷺ کا رب تعالیٰ تو پوری کائنات کے سامنے حضور ﷺ کی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔

''اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ٥''

''بے شک تم روشن حق پر ہو۔'' (النمل:۷۹)

اے اہل جہان! کہیں شیطانی ونفسانی وسواس میں مبتلا ہو کر ہمارے نبی محترم ﷺ کی حقانیت پر شک میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جانا دیکھو غور کرو۔

''اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ٥''

''بے شک آپ (ﷺ) ہدایت والی سیدھی راہ پر ہیں'' (الحج:۶۷/۲۲)

یعنی جس راہ پر ہدایت ملتی ہے وہ آقائے کریم ﷺ کا سراپا ہے تم اس کو مضبوطی سے تھام لو تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب مل جائے گا۔

۵-حضور ﷺ صراطِ مستقیم کی دعوت دینے والے ہیں:

حضور ﷺ ہدایت لے کر آئے'ہدایت آپ ﷺ کا شعائر ہے اور میٹھے میٹھے ارشادات کے ساتھ راہِ حق کی طرف بلانے والے ہیں۔حضور ﷺ کا دعوت الی اللہ دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ومقبول عمل ہے۔اللہ تعالیٰ اہل جہان کو مفید مشورے دے

رہا ہے۔ ارے تم جو اپنا بھلا چاہتے ہو تو ہمارے اس مشورہ کو صدقِ دل سے قبول کر لو۔

''وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ''

''اور بے شک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو'' (المومنون: ۲۳/۷۳)

کیونکہ جس منزل کی طرف ہمارا محبوب بلاتا ہے وہ راہِ نجات ہے اور آپ صراطِ مستقیم کی منازل میں آنے والے تمام خطرات سے محفوظ طور پر گزار کر تمہیں حق تعالیٰ کے حضور سلامتی کے ساتھ کھڑا کرنے والے ہیں جیسا کہ پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا۔

''وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ''

''اور بے شک آپ (ﷺ) سیدھے راہ کی ہدایت دینے والے ہیں'' (الشوریٰ: ۴۲/۵۲)

اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ کسی کو فائدہ نہیں دے سکتے اس کا یہ کہنا اصل میں ان روشن آیات سے روح گردانی ہوگا۔

۶- اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شاعری نہیں سکھائی:

زبانِ رسالت مآب ﷺ سے جب کفار مکہ نے قرآن کی روشن آیات سنیں تو سب کچھ جانتے ہوئے آپ ﷺ کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے آپ کو شاعر کہنا شروع کر دیا۔ ان کا یہ الزام اتنا ناپاک تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے الزام کی تردید کی اور حضور ﷺ کے منصب نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے فرمایا کافر کتنے احمق ہیں جو ''اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ'' کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے (الطور: ۵۲/۳۰)

کفار کے حضور ﷺ کے لئے حوادث زمانہ کے انتظار کرنے کا قرآنِ کریم میں جواب کئی طرح سے دیا گیا۔ انہیں فرمایا حوادثِ زمانہ تم پر ہی پڑیں گے جبکہ ہمارے محبوب ﷺ کے لئے تو ہمارا یہ مژدہ ہے ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى'' کہ ہر بعد میں آنے والا لمحہ آپ ﷺ کے لئے بہتر ہے۔ (الضحیٰ: ۹۳/۴) اس میں ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' اور ہم نے آپ (ﷺ) کا ذکر آپ کے لئے بلند کر دیا ہے اور فرمایا

کافر خود فریبی میں مبتلا ہیں ہم نے تو انہیں نہ شعر کہنا سکھایا ہے اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہیں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ۔ (یٰسین:۶۹)
اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

کیونکہ شعر وشاعری میں جھوٹ کی آمیزش آسانی سے ہو سکتی ہے جبکہ ہمارے محبوب ﷺ سچائی کے امین ہیں اس لئے قرآن وحدیث شاعر کی بات نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۔(الحاقۃ:۶۹/۴۱)
اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں

حضور ﷺ کا وحیٔ الٰہی پر مبنی پیغامِ توحید حق ہے جبکہ قریشِ مکہ نے اسے سمجھ بھی لیا۔ اس کی حقانیت بھی ان پر ظاہر ہوگئی۔ ان کے بلند پایہ شعرا نے بھی گواہی دے دی تو انہوں نے حضور ﷺ کو خود جہالت ودیوانی کے عالم میں شاعر ومجنون کہا حالانکہ ہر ذی شعور جانتا ہے جو شاعر ہو وہ مجنون نہیں ہوتا اور جو پاگل ہو وہ شاعر نہیں ہوسکتا۔ اصل میں ان کا اپنا حال بے عقلوں والا تھا اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا جملہ یوں بیان فرمایا۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ (الصافات:۳۶/۳۷)
اور کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے خداؤں کو دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں۔

کفار کے اس اعتراض کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم ﷺ کی حقانیت کا دفاع یوں فرمایا۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ (الصّٰفّٰت:۳۷/۳۷)
بلکہ وہ تو حق لے کر آئے ہیں اور اپنے سے پہلے رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں۔

فرمایا نہ صرف ہمارے نبی محترم سچے ہیں بلکہ رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں اور جو کافروں میں سے اس وضاحت کے باوجود بھی حضور ﷺ کی تکذیب سے باز نہ آیا اس کی اس تکذیب کے بدلے میں دردناک عذاب ہوگا اس کی خبر یوں دی۔

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابَ الْاَلِيْمِ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔
(الصافات: ۳۸'۳۹)

بلاشبہ تم دردناک عذاب کا مزہ چکھو گے، تمہیں صرف انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔

۷۔حضور ﷺ کو جنون سے کوئی واسطہ نہیں:

جنون کے عالم میں آدمی اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے اور منہ سے ہر قسم کی واہی تباہی بکتا ہے۔ اسے اپنی بات کا معنی اور اس کے نتائج کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ نہ وہ مدمقابل کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھتا ہے جبکہ آقائے کریم ﷺ نے ایسی علم وحکمت کی گرہیں کھولیں کہ خود علم وحکمت کو بھی آپ ﷺ پر ناز ہے۔ آپ ﷺ نے منشائے وحی کو اس طرح کھول کر بیان کر دیا کہ گمراہی میں بھٹکنے والوں کے لئے سوائے ہٹ دھرمی کے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ناپاک اعتراضِ جنون کی بھی حضور ﷺ سے نفی فرما دی اور فرمایا:

"اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ"

"کیا سوچتے نہیں کہ ان کے صاحب کو جنون سے کچھ واسطہ نہیں وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں" (الاعراف: ۱۸۴)

۸۔حضور ﷺ کاہن نہیں:

کفارِ مکہ نے حضور ﷺ کی تکذیب کے لئے کاہن ہونے کا بھی الزام لگایا۔ کاہنوں کے کلام میں زیادہ جھوٹ اور شیطانی وسواس کی آمیزش ہوتی ہے اور وہ لوگوں کو اپنی طرف سے شیطانی القی کے ذریعے غلط خبریں دیتے ہیں۔ اس الزام کا بھی حضور ﷺ سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا کیونکہ حضور ﷺ نے جو بھی اولین وآخرین کی خبریں دیں وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کے ساتھ دیں۔ وہ سب بعینہٖ درست ہیں۔ ایسی خبریں کاہن ومجنون قسم کے لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ بہرحال کفار کے طعن وتشنیع سے حضور ﷺ کی طبعِ مبارک پر مغموما نہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ میں تو انہیں

ہمیشہ سعادت مندی کی طرف بلاتا ہوں اور حقانیت پر مبنی خبریں دیتا ہوں مگر یہ لوگ الٹا مجھے ہی طعنہ زنی سے رنجیدہ خاطر کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی طبع مبارک کے بوجھ کو آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے کافور کر دیا اور فرمایا۔

''فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ''

''تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون (الطور: ۵۲/۲۹)

یعنی اے محبوب آپ ﷺ تو سچے ہیں۔ آپ ان کے طعنوں کو نہ دیکھیں بلکہ ہمارے حکم سے انہیں حق کی طرف بلاتے رہیں کیونکہ آپ کاہن نہیں ہیں۔

''وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ''

''اور نہ (قرآن) کسی کاہن کی بات ہے'' (الحاقۃ: ۶۹/۴۲)

۹- ابوجہل کا اقرارِ صداقت:

حضور ﷺ کا بڑا دشمن بھی یہ اقرار کرتا تھا کہ حضور ﷺ نے کبھی پہلے جھوٹ بولا ہے اور نہ اب لیکن اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا اور اس نے حضور ﷺ کے دین کو ہٹ دھرمی کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا۔ اس طرح اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رب العالمین کا انکار کر دیا کیونکہ جو حضور ﷺ کا کماحقہ اقرار نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے مان سکتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ ابوجہل لعین، حضور ﷺ سے کہتا تھا ہم نہ تو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور نہ آپ کو دروغ گو جانتے ہیں اور نہ آپ ﷺ ہم میں جھوٹ بولتے ہیں لیکن ہم اسے جھٹلاتے ہیں۔ جو دین کی باتیں آپ لے کر آئے ہیں یعنی اس کی یہ بات کتنی لغو نامعقول اور گھٹیا ہے۔ اس لئے کہ جب تم آپ کو صادق وراست جانتے ہو تو جو کچھ وہ فرمائیں تم اس کی تصدیق کرو پھر یہ عناد و تکبر کیسا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ بے شک یہ اے محبوب! تمہاری

الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۔ (الانعام:۳۳)

تکذیب نہیں کرتے لیکن یہ ظالم لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ کی اور بھی تفسیر ہے مطلب یہ کہ اے محبوب! تم فارغ ہو اس کا غم نہ کھاؤ یہ تو مجھ پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ میں ہی ان کو سزا دوں گا جس طرح کوئی جماعت کسی کے غلام کو ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائے پھر آقا اپنے غلام سے کہے کہ یہ لوگ تمہیں آزار نہیں پہنچاتے۔ یہ مجھے ایذا پہنچاتے ہیں میں جانوں، میں ہی ان سے نمٹوں گا۔ (مدارج النبوت اوّل، ص۸۲)

اس قسم کی روایت حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں نقل فرمائی ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے کفار نے بھی کہا کہ ہم آپ ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے اور نہ ہم میں آپ ﷺ جھوٹے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اخنس بن شریق، ابو جہل سے بدر کے دن ملا اس نے کہا اے ابوالحکم! اس وقت میرے اور تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے جو ہماری باتوں کو سنے مجھے بتلاؤ کہ کیا محمد (ﷺ) سچے ہیں یا جھوٹے؟ ابوجہل نے جواب دیا کہ خدا کی قسم بلاشبہ محمد (ﷺ) بالکل سچے ہیں اور انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا (تفسیر ابن جریر، جلد ۷، صفحہ ۱۱۶، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲، صفحہ ۲۰۷، ۲۰۶)

۱۰۔ حضور ﷺ کو سچا ماننے والوں کے مقام:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھنے میں سچائی یہ ہے کہ ان کے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہ ہو۔ سب انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق یہ پختہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ سب سچے تھے۔ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور آپ ﷺ کی شریعتِ مطہرہ کو بالکل درست تسلیم کریں۔ ان کے احکامات پر پورے یقین کے ساتھ عمل کریں اور خلوص کے ساتھ دعا کرتے رہیں۔ اے میرے پروردگار مجھے شک وشبہ سے بالاتر ایمان وعملِ صالح کی توفیق عطا کر اور تیری رحمت سے اس میں کبھی نقص پیدا نہ ہو، نہ ہی اعتقاد میں کمی آئے نہ شوق وعمل میں سستی پیدا ہو، جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس قسم کے ایمان وعملِ صالح پر خاتمہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ایسے خوش نصیب افراد کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں سچے اور بارگاہِ الٰہی میں شہداء کے مقام پر فائز کئے جائیں گے۔ ان کے لئے بے پناہ اجر اور نور بھی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (حدید: ۵۷/۱۹)

اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں وہ اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق وشہداء ہیں' ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں۔

مگر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا بالکل انکار کریں گے ان کے لئے آگ کا عذاب ہوگا جبکہ جو ایمان لانے کے باوجود سچائی پر قائم نہ رہے بلکہ جھوٹی اور شیطانی اقتدار کو اپنایا' سچوں کے ساتھ تعلقِ ایمان قائم کرنے کے بعد جھوٹ بولتے رہے' جھوٹ کے ذریعے لوگوں کو ناحق اذیت دیتے رہے' ہر بات میں جھوٹ کی آمیزش کرتے رہے انہیں بھی اس آیت کریمہ کی وعید سے ڈرنا چاہئے۔

یہ آیت شانِ مصطفیٰ ﷺ کا اظہار کر رہی ہے وہ یہ کہ جو اللہ اور حضور ﷺ کی صداقت پر ایمان رکھے گا اسے قیامت کے روز حضور ﷺ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ساتھ نصیب ہوگا اور جب قیامت کے روز سورج و چاند کو بے نور کر دیا جائے گا تو اس وقت انہیں نور عطا کیا جائے گا اور اللہ کے دربار سے اجرِ عظیم عطا کیا جائے گا جیسے کہ ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء: ۶۹/۴)

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم کیا یعنی انبیاءؑ سچے لوگ اور شہدا اور صالح لوگ اور ان لوگوں کا ساتھ بہت اچھا ہے۔

اطاعت وہی قبول ہوگی جو ایمانِ غیر متزلزل کے ساتھ ادا کی جائے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی سچائی پر ایمان رکھتے ہوئے سچائی پر قائم رہتے ہوئے' ان کا ساتھ چاہتے ہوئے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا تو اسے نیکوں' صدیقوں' شہیدوں اور صالحین کا ساتھ نصیب ہوگا۔

۱۱۔تسلیمِ صداقتِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے اہم شرط:

حضور ﷺ کی صداقت کو تسلیم کرنا ایمان کا بنیادی جزو ہے۔اس کے بغیر ایمان ایمان ہی نہیں ہے۔اس میں اس بات کا اقرار بھی اہم شرط ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور اس شخص کو کذاب و لعین سمجھنا بھی ایمان کا حصہ ہے جس نے گزشتہ دور میں ظلی' ذیلی یا بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا یا آئندہ زمانے میں کوئی شخص یہ لعنت پر مبنی دعویٰ کرے اگرچہ اس کے ماننے والے دنیاوی لحاظ سے باثر' تعلیم یافتہ یا متاثر کن شخصیت کے حامل ہوں چاہے ان کی تعداد کتنی ہی ہو' چاہے وہ ظالم ہوں یا مظلوم' ان کا رد کرنا اور اہل اسلام کے ساتھ رہنا بھی ایمان کی شرط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سچا ہے۔اس نے فرمایا ''وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ '' حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں (احزاب: ۳۳/۴۰) حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میرے بعد تیس کے قریب جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے گا۔پس معلوم ہوا کہ ان سے بیزاری ایمان کا جزو ہے۔

۱۲۔مزاح میں بھی سچی بات فرمانا:

حضور ﷺ تو زمین پر مسکینوں' لاچاروں' بے کسوں' بے سہارا اور غم زدہ لوگوں کو مسکرانے کے لئے آئے۔کوئی بھی دکھی اور مغموم سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا' آپ ﷺ اس کے ساتھ اس طرح نرم و محبت بھرے الفاظ کے ساتھ مسکراہٹ کے ساتھ معاملہ فرماتے کہ اس کا غم فوری طور پر کافور ہو جاتا تھا۔ وہ ہنستا

مسکراتا لوٹ جاتا تھا۔ روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو صاحبِ مسکراہٹ نہیں دیکھا گیا۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب، امام الانبیاء کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود اپنے جان نثاروں کو مانوس کرنے کے لئے اور فضا کو خوشیوں سے معطر فرمانے کے لئے مزاح فرماتے تھے یعنی اپنی زبان مبارک سے ایسے میٹھے اور لطیف جملے نکالتے جن سے مسکراہٹوں کی فضا پیدا ہو جاتی اور ہر چہرہ ہشاشت و بشاشت سے چمکنے لگتا تھا مگر اس پُر بہار طبیعت میں بھی سراسر حق پر مبنی پُر مسرت بات کرتے کہ جب اس کے معنی سامعین پر ظاہر ہوتے تو ان کے دل باغ باغ ہو جاتے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے اس اندازِ تکلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا تُدَاعِبُنَا یَعْنِیْ تُمَازِحُنَا ۔

(ترمذی، شمائل ترمذی، ح ۲۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ﷺ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں سچی بات ہی تو کہتا ہوں (یعنی باوجود مزاح کے جھوٹی بات نہیں کہتا)۔

ایک اور روایت ہے جو نیچے درج ہے جو محبت کے انداز میں یوں بیان کی جا سکتی ہے۔ ایک شخص نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اونٹ طلب کیا۔ حضور ﷺ نے بڑے سنجیدہ و پُر لطیف انداز میں فرمایا ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ سواری کے لئے عطا کریں گے۔ اس نے حیران ہو کر عرض کیا میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا تو پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے یہ کہہ کر خوش کر دیا ارے تم کیوں گھبراتے ہو اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

عن انس ابن مالك اَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سواری مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرتا ہوں

مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هَلْ تِلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ ۔ (ترمذی دوم شمائل ترمذی، ح ۲۲۸)	اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا اونٹ، اونٹنی ہی سے تو پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک بوڑھی صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! کیا بوڑھی عورتیں جنت میں داخل ہوں گی تو فرمایا بوڑھی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی تو وہ بات کی اصلیت کو سمجھ نہ سکی اور رونے لگی کہ اب میرا کیا بنے گا، میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضور ﷺ کی رفاقت کو کیسے پاؤں گی۔ اس پر سرکارِ عالمیان ﷺ نے اس خاتون کو دو خوشخبریاں سنا کر انتہائی مسرور کر دیا۔ وہ یہ کہ جب وہ جنت میں جائے گی تو جوانی کے عالم میں جائے گی یعنی اسے بڑھاپے کے عذاب سے نجات مل جائے گی اور پھر وہ جنت میں جائے گی۔ اسی طرح نہ جانے کتنی خوشی اس سعادت مند خاتون کو حاصل ہوئی ہوگی۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مزاح کے دوران بھی زبانِ اقدس سے سچی بات فرماتے تھے۔

۱۳- کفار ومخالفین کا اقرارِ صداقتِ مصطفیٰ ﷺ:

حضور ﷺ کی کمال سچائی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے وہ لوگ جنہوں نے چراغِ مصطفوی ﷺ کو بجھانے کی ہر کوشش اور ہر داؤ استعمال کیا جب آپس میں تنہا ہوتے تو ان میں سے کسی کی زبان سے یہ الفاظ نکل جاتے کہ وہ تم میں سے صادق ترین اور دیانت وامانت میں اعلیٰ ترین ہیں۔ وہ دین کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں۔ دوسرے اس بات کو بظاہر تو تسلیم کرتے تھے مگر ہٹ دھرمی سے پھر بھی باز نہ رہتے تھے۔ اس قسم کی گواہی نضر بن حارث نے قریش کے سامنے دی تھی۔

نضر بن حارث نے قریش سے کہا کہ محمد ﷺ تمہارے سامنے ہی خوردسال سے جوان ہوئے۔ تمہارے سب کاموں میں تمہارے محبوب و پسندیدہ، قول وقرار میں تم

سب سے زیادہ صادق اور دیانت دار اور امانت میں تم سب سے زیادہ عظیم ترین ہیں اور اب جب کہ تم ان کی کنپٹیوں کے بالوں میں آثار پیری دیکھ رہے ہو اور تمہارے پاس دین وملت کی باتیں لے کر تشریف لائے ہیں تو تم انہیں جادوگر (ساحر) کہتے ہو۔ نہیں خدا کی قسم! وہ ساحر نہیں ہیں۔ یہ نضر بن حارث کافر تھا اور اس کے دل پر پردہ پڑا ہوا تھا لیکن سمجھدار تھا اور انصاف رکھتا تھا لیکن دوسروں کے اوپر غلیظ پردے پڑے ہوئے تھے۔ جب کبھی یہ پردے اٹھ بھی جاتے تھے تو پہلے سے زیادہ غلیظ پردے پھر پڑ جاتے تھے (مدارج النبوت' اول' ص ۲۸' دلائل النبوہ دوم' ص ۲۰۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی صداقت کا اقرار آپ ﷺ کے خونخوار دشمن بھی کرتے تھے۔

(ب) حضور ﷺ کی امانت داری

امین اسے کہا جاتا ہے جو امانت کو پورا پورا لوٹا دے' حضور ﷺ اس وصف میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ جتنا بڑا کوئی امین ہو گا اتنا ہی صاحبِ مقام ہو گا۔ حضور ﷺ کو پوری کائنات کے لئے امین بنایا گیا۔ حضور ﷺ کو پوری بنی نوعِ انسانیت کے لئے رسول ﷺ' راہِ ہدایت دکھانے والا' ڈر سنانے والا' خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام جن وانس کے لئے عالمگیر ضابطہ حیات وحیٔ القیٰ والہام کے ذریعے حضور ﷺ کے قلب مبارک پر اتارا۔ حضور ﷺ کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ کے پیغامِ رسالت اور معرفتِ الٰہیہ کا بے مثل خزینہ وامین ہے۔ اس کی خبر صرف حضور ﷺ کو تھی۔ حضور ﷺ نے کمال ایمانداری سے اس امانت کو لوگوں تک اسی طرح مکمل طور پر پہنچایا اور اس کے ابلاغ کے لئے ہر قسم کے جانی ومالی نقصان کی پرواہ نہ فرمائی۔ دشمنوں کی طرف سے دکھ' تکلیف' گہرے زخم' ٹھٹھہ ومذاق پر صبر فرمایا۔ اپنے اور بیگانے خفا ہوئے مگر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل وحی اور اس کے تشریحی احکامات کامل ایمانداری سے لوگوں تک پہنچا دیئے اور قرآن کریم کو تحریری شکل میں بھی لکھوا دیا۔

اکثر سیرت نگاروں نے حضور ﷺ کے ایامِ بچپن' جوانی اور پختہ عمر کے اہم واقعات میں آپ ﷺ کی امانت ودیانت کا ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ کو جب عالمِ شیرخوارگی میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی رضاعی والدہ

محبت کی بناء پر دونوں طرف کا دودھ پیش کرتیں مگر حضور ﷺ صرف اپنے حصے کا دودھ نوش فرماتے۔ یہ بھی آپ ﷺ کی ایمانداری تھی پھر جب بکریاں چرانے کے لئے باہر جاتے تو اپنے کام سے انصاف فرماتے اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی شکایت کا موقع نہ ملا پھر جب مکے میں واپس آ گئے جناب ابو طالب کے ہاں پرورش فرمائی تو ان کے بچوں کے ساتھ کبھی اپنے حصے میں زیادہ چیز لینے میں شکوہ وشکایت نہ فرمایا۔ جب جوانی میں اہل مکہ کے اجرت پر اونٹ چرائے تو عام چرواہوں کی طرح کبھی ان کا دودھ باہر نہ دھویا اور نہ اسے باہر استعمال کیا اور نہ کبھی اپنے کام سے خیانت کی پھر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال لے کر شام کی طرف گئے تو اس قدر امانت داری کا معاملہ فرمایا کہ اس مال میں پہلے سے کئی گنا زیادہ منافع حاصل ہوا جو آپ ﷺ نے اسی حالت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی امانتداری سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے نکاح کرنے کا ارادہ کر لیا پھر ازدواجی زندگی میں بھی کبھی زوجہ محترمہ کو شکایت کا موقع نہ دیا اور مکۃ المکرّمہ کی معاشرتی زندگی میں ہر کوئی حضور ﷺ کو ''محمد امین'' کہہ کر پکارتا تھا اور لوگ اپنی قیمتی چیزیں آپ ﷺ کے ہاں امانت کے طور پر رکھتے تھے جو انہیں عندالطلب ویسے ہی لوٹا دی جاتی تھیں۔ حضور ﷺ کی امانتداری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابوجہل بھی تنہائی میں بعض افراد کے سامنے حضور ﷺ کی امانت داری وصداقت کا اقرار کرتا تھا۔

اس امت کو امانت پہنچانے والے اور امانت کا مفہوم سمجھانے والے اور اس کا درس دینے والے سب سے بڑے داعی حق، پیغمبر آخر الزماں ﷺ ہیں۔ امانت داری حضور ﷺ کی اقتداء میں بہت بڑا صالح عمل بھی ہے۔ حضور ﷺ نے اُمت کو بھی امانت داری سے اپنے فرائض سرانجام دینے کا حکم دیا ہے۔

ا۔ حضور ﷺ وحیٔ الٰہی کے انوکھے امین:

پروردگار عالمین کی طرف سے وحی لانے والے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہیں۔ وہ

تمام گزشتہ انبیاء رسل کی طرف کر وحی آئے اور پیغامِ حق میں کبھی بھی کوئی کمی بیشی اپنی طرف سے نہ فرمائی۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) نے بھی اس کے پہنچانے میں کمی بیشی نہ کی۔ اس امت کے لئے حضور ﷺ کا قلبِ مبارک امین ہے وحی کو یاد کرنے کی مشقت بھی آپ ﷺ پر نہ ڈالی گئی بلکہ وحی اللہ تعالیٰ کے امر سے آپ ﷺ کے قلب انور میں محفوظ ہو جاتی تھی اور اس مبارک جگہ سے دیگر قلوب اور صفحہ قرطاس پر منتقل ہوتی گئی جیسے فرمان الٰہی ہے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○

(پ ۱۹ شعراء: ۱۹۳، ۱۹۲/۲۶)

اور بے شک آپ کا رب غلبے والا اور رحم کرنے والا ہے اور بے شک یہ قرآن رب العٰلمین کی طرف سے نازل ہوا ہے جسے روح الامین کے ذریعے آپ کے قلب پر اتارا گیا ہے تاکہ آپ ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ اے محبوب ﷺ مخالفین کی قوت اور دشمن پر نگاہ نہ فرمائیں بلکہ اپنی نگاہ پروردگار پر رکھیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تمام دشمنوں سے حفاظت میں رکھے گا اور جو پھر بھی آپ ﷺ کی مخالفت کرے گا اس پر ہدایت کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تاکہ اپنی مخالفت کا مزہ آخرت میں عذاب کی صورت میں چکھے۔ اس سلسلے میں فرمانِ الٰہی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○

(پ ۶، مائدہ: ۶۷/۵)

اے رسول (ﷺ)! جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دو اگر ایسا نہ کیا تو رسالت کا فریضہ تبلیغ ادا نہ ہو گا اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ فرمائے گا بے شک اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دکھاتا۔

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کی ترسیل جیسی عظیم امانت داری کو پوری طرح ادا فرمایا حالانکہ کفارِ مکہ نے مکی دورِ حیات میں کئی مرتبہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی، ہجرت پر مجبور کیا، غزوۂ بدر، اُحد اور خندق میں لشکرِ جرار لے کر اللہ تعالیٰ کی شمعِ حق ﷺ کو بجھانے کی سرتوڑ کوشش کی، کئی دفعہ یہودیوں نے یہ سازش کی نیز حضور ﷺ کو زہر پلایا گیا مگر حضور ﷺ نے کمال دیانتداری سے پورے انہماک سے پیغامِ حق ادا کیا اور توحید کی کیاریوں میں آیاتِ قرآن کی صورت میں آبِ رحمت دیا تو اس سے ہزاروں کی تعداد میں شجرِ ایمان تیار ہو گئے اور خطبہ حجۃ الوداع میں ان سب کو میدانِ عرفات میں پوچھا گیا اے لوگو! کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے تو سب نے یک زبان ہو کر اقرار کیا ہاں تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ حضور ﷺ انبیاء کرام کے اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے خود یہ تعریف بیان کی ہے۔

اَلَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیۡبًا ۝ (پ۲۲، احزاب: ۳۹/۳۳)

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اسی سے خشیت رکھتے ہیں اور اس کے سواء کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب کے لئے کافی ہے۔

یعنی حضور ﷺ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے امام و مقتداء ہیں۔ آپ ﷺ کی صفت اس آیت کریمہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہ آیت کریمہ بھی حضور ﷺ کے امین ہونے کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ حقیقت میں امین وہی ہو گا جو پیغامِ حق کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے باقی انبیاء کرام علیہم السلام مخصوص اقوام و بلاد کی طرف بھیجے گئے ان پر اپنی قوم کے علاوہ دیگر اقوام کو تبلیغ کرنا لازم نہ تھا جبکہ حضور ﷺ زمین کے تمام بلاد، بستیوں اور خیموں کی طرف تشریف لائے۔ اس بات کی تصدیق اس آیت کریمہ میں کی گئی ہے:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کو

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (پ۲۲، سباء: ۲۸/۳۴)
بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یہ آیت کریمہ بھی اعلان کر رہی ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین پر سب سے بڑے امین ہیں۔

۲-گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امانت داری:

گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام امین تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو نہایت امانت داری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا دیا۔ جب ان کی اقوام نے ان سے دوری اختیار کی اور بغض و عناد کا راستہ اختیار کیا ان کی مخالفت کی انتہا کر دی تو ان انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اقوام سے بڑے دردمندانہ لہجہ میں فرمایا لوگو! تم حق بات سے دوری کیوں اختیار کرتے ہو ہم تو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں اور پوری امانت داری و سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہے ہیں جیسے کہ حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ (پ۸، اعراف: ۶۸/۷)
میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے نصیحت کرنے والا امین ہوں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے باغی افراد سے یہی فرمایا کہ تم حق قبول کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کیوں نہیں ڈرتے حالانکہ میں تمہاری طرف اللہ کی جانب سے امین اور رسول ہوں۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ○ (پ۱۹، شعراء: ۱۷۸/۲۶)
جب حضرت شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام دینی و دنیاوی معاملات میں امین بن کر آئے اور حضور ﷺ پوری کائنات کے لئے امین ہیں۔ آپ ﷺ نے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امانت داری کی تصدیق بھی فرما دی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ غایت درجہ عادل وامانت دار اور سب سے زیادہ مہربان اور راست گو تھے جس کا اعتراف آپ ﷺ کے اظہارِ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے دشمن وبیگانے سب ہی کرتے تھے اور وہ آپ کو ''محمد الامین'' کہا کرتے تھے۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کا اسم گرامی ''امین'' اسی بنا پر رکھا گیا کہ آپ ﷺ میں تمام اخلاق صالح جمع کر دیئے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ'' وہاں اس کی پیروی کی جاتی ہے جو امین ہے(التوبہ:۱۸/۸۱) کی تفسیر میں بیشتر مفسرین اسی طرف گئے ہیں۔ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ ایسا ہی شفا میں کہا گیا ہے(مدارج النبوت اول' ص۸۱)

۳۔حضور ﷺ کی امانت داری پر اعتراض منافقت ہے:

نبی آخر الزمان ﷺ کو سراج منیرا بنا کر آسمانِ نبوت پر ضیاپاشیاں کرتے ہوئے بھی دیکھ کر منافقوں کے قلوب سے کفر کے تالے نہ ٹوٹے۔ انہوں نے اس ہستی مبارک کو لاتعداد فیوض وبرکات نچھاور کرتے ہوئے دیکھ کر بھی آپ ﷺ کی امانت داری کو تسلیم نہ کیا۔ الٹا آپ ﷺ کی امانت داری وعدل پر اعتراض کیا تو بارگاہِ ایزدی سے راندہ دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ایسے منافقوں کی گمراہیوں سے مسلمانوں کو بچائے۔ اس منافق کا اعتراض اور حضور ﷺ کا اپنے وصف امانت داری کی تصدیق فرمانے کا ذکر ذیل کی حدیث میں آیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُہْلِکَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ ۔ قَالَ قَالَ بْنُ کَثِیْرٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ ابْنِ اَبِیْ نَعَمٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری مدد مشرقی ہوا کے ساتھ فرمائی گئی ہے اور قوم عاد مغربی ہوا سے ہلاک کی گئی تھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم

اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْاَرْبَعَةِ الْاَقْرِعِ بْنِ حَابِسَ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمَجَاشِعِيِّ وَعُيَيْنَةَ بْنِ بُدْرِ الْفَزَارِيِّ وَزَيْدِ نِ الطَّائِيِّ ثُمَّ اَحَدَبَنِيْ نُبْهَانَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ اَحَدَ بَنِيْ كَلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ قَالُوْا يُعْطِيْ صَنَادِيْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَ عُنَاقَالَ اِنَّمَا اَتَأَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفِ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِيْ الْجَبِيْنِ كَثٌّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ يَامُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ اَيَامَنُنِيْ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَاتَا مَنُوْنِيْ فَسَاَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ اَحْسِبُهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا اَوْفِيْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمٌ يَّقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلِ

ﷺ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا۔ آپ ﷺ نے وہ چار آدمیوں میں تقسیم کردیا یعنی اقرع بن حابس حنظلی پھر مجاشی، عینیہ بن بدرالفزاری، زید طائی جو بعد میں بنو نبہان میں شامل ہوگئے۔ علقمہ بن علاثہ عامری جو پھر بنو کلاب میں جا کر شامل ہوئے کو دیا۔ یہ بات قریش (مہاجرین) و انصار پر گراں گزری کہ نجد کے سرداروں کو مال دیا گیا اور ہمیں چھوڑ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں انہیں تالیفِ قلوب کیلئے دیتا ہوں۔ پھر ایک آدمی آگے بڑھا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، رخسار لٹکے ہوئے تھے، پیشانی آگے نکلی ہوئی، داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ! اللہ سے ڈرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر میں خدا کی نافرمانی کرتا ہوں تو اس کی اطاعت کون کررہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو اہلِ زمین کی امانت میرے سپرد فرمائی ہے لیکن تم مجھے امین ہی نہیں سمجھتے۔ ایک شخص نے اسے قتل کردینے کی اجازت طلب کی۔ میرا خیال ہے شاید وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے منع

اَلْاِسْلَامِ وَ یَدْعُوْنَ اَھْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَکْتُھُمْ لَاَقْتُلَنَّھُمْ قَتْلَ عَادٍ ۔
(بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء: ۵۶۹)

فرما دیا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی نسل میں یا اس کے پیچھے ایسی جماعت ہے جو قرآن کریم کو خوب پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کیا کریں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے۔ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کردوں۔

۴۔ امانتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی تصدیق:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآنِ حکیم میں اس بات کی تصدیق فرما دی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی تبلیغ سے کوئی چیز بھی اپنی اقوام سے نہ چھپائی بلکہ ہر بات کو من وعن اسی طرح بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام (علیہم السلام) کی ان الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ
(پ۴ عمران: ۳/۱۶۱)

اور کسی نبی کے لئے روا نہیں کہ وہ حق چھپائے رکھے اور جو کوئی چھپائے رکھے وہ قیامت کے روز چھپائی ہوئی چیز کو لے آئے گا پھر ہر جان کو اس کی کمائی کا پورا حصہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ گواہ ہے خود قرآن کریم نے بھی کئی مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام کے ابلاغِ حق کا ذکر فرمایا ہے۔ پس تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اپنی امتوں تک پہنچا کر حقِ رسالت ادا کر دیا۔

حضور ﷺ کو قبل از بعثت پورے مکہ میں صادق وامین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور جب کبھی کوئی نزاعی معاملہ رونما ہوتا تو حضور ﷺ کے فیصلے کو اس لئے فریقین قبول کر لیتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ صادق وامین ہیں جیسے کہ اس واقعہ

سے معلوم ہوتا ہے۔

جب قریش کے چار قبیلوں میں تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے میں اختلاف رونما ہوا تو سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ کل علی الصبح جو سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو وہ جو کچھ حکم کرے اس پر ہم سب راضی ہوں گے۔ تو اس وقت سب سے پہلے حضور ﷺ داخل ہوئے۔ اس پر وہ سب کہنے لگے یہ تو محمد ﷺ ہیں یہ امین ہیں (ﷺ) یہ جو کچھ فرمائیں گے ہم سب کو منظور ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے چادر منگوائی اور اس کے درمیان حجر اسود کو رکھا اور چادر کے چار کونوں کو چاروں قبائل کے سرداروں کو تھما دیا اور خود اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ نصب فرما دیا۔ یہ واقعہ اظہار نبوت سے پہلے اور حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تولد کے سال کا ہے۔ زمانہ اسلام سے پہلے قریش حضورِ اکرم ﷺ کو اپنا حاکم اور ثالث بناتے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے: ''وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَمِیْنٌ فِی السَّمَآءِ وَاَمِیْنٌ فِی الْاَرْضِ '' خدا کی قسم! میں یقیناً آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں (ﷺ) (مدارج النبوت اول، ص ۸۲)

باب نمبر ۱۶

حضور ﷺ کے فضلات کی خصوصیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کے جسم مبارک میں ہر لحاظ سے با کمال اوصاف پیدا فرمائے۔ حضور ﷺ ساری کائنات کے لئے رحمت خداوندی ہیں۔ حضور ﷺ کا سینہ مبارک خزینۂ وحی ہے تمام ملائکہ کے سردار اور وصفِ نورانیت ولطافت میں ملائکہ کے امام حضرت جبرائیلِ امین علیہ السلام بھی حضور ﷺ کے محبین میں سے ہیں۔ جب بھی حاضر خدمت ہوئے بڑے احترام و تعظیم سے حاضرِ خدمت ہوئے۔ دیگر مقرب ملائکہ بھی اسی طرح نورِ مجسم ﷺ کی خدمت میں باادب حاضر ہوئے۔ یہ ملائکہ نفاستِ طبع میں اس قدر مطہر ہیں کہ کسی ایسی جگہ نہیں آسکتے جہاں کوئی نجاست یا تعفن کا پہلو موجود ہو۔ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس ﷺ کے جسم اطہر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نجاست و تعفن کا پہلو نہ رکھا کہ جس سے کوئی کراہت ونفرت کا اظہار کرے کیونکہ جب کوئی بھی بندہ رفع حاجت کرتا ہے تو اس کے فضلا سے کراہت کی بناء پر اس سے دوری اختیار کی جاتی ہے اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات سے تعفن کے بجائے خوشبو آتی تھی تا کہ کسی بھی حالت میں ان سے نفرت کا جذبہ پیدا نہ ہو کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام سے کسی بھی حالت میں کراہت' ایمان کے سراسر منافی ہے اور اس پر یہ روایت بھی گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کرام ہیں' ہمارے اجسام کو اہلِ جنت کی ارواح کی مثل بنایا گیا ہے ان سے جو کچھ بھی خارج ہوتا ہے زمین

اسے نگل لیتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب حضور ﷺ رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء میں جاتے تو بعد میں جانے والا وہاں سے خوشبو کی مہک پاتا تھا۔

حضور اقدس ﷺ کا جسم مبارک تمام اشیاء سے زیادہ مبارک ومطہر ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کا اندرونی ماحول بھی پاکیزہ ومطہر ہے۔ وہ پاکیزہ وخوشبودار غذا کو ہضم کرنے کے بعد بدبودار نہیں کرتا تھا بلکہ غذا حضور ﷺ کے جسم اطہر کے عمل سے مزید خوشبو والی ہو جاتی تھی تبھی پاخانہ کی جگہ سے خوشبو اٹھتی تھی اور زمین اسے نگل جاتی تھی۔

امت مسلمہ کے جید علماء کرام کی کثیر تعداد نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضور ﷺ کے بول وبراز پاک تھے۔ ان سے تعفن یا بدبو نہ اٹھتی تھی۔ سیرت کی تمام معتبر کتب میں دو صحابیات کے واقعات درج ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے بول مبارک کو نوش کیا تھا۔ ایک کا نام حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جبکہ دوسری کا نام برکہ اُمِ یوسف تھا' اگر بدن مبارک سے بدبو آتی تو وہ انجانے میں قطعاً نوش نہ کرتیں کیونکہ کوئی مومن صحابیہ کسی بدبودار بدذائقہ بول کو نہ پی سکتی تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بدن مبارک میں کسی قسم کا تعفن وناپاکی کا شائبہ تک نہ تھا اور اس بول مبارک میں پیٹ کی تمام بیماریوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی تاثیر تھی جس کے متعلق حدیث میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ ہیں:

''اے ام ایمن آج کے بعد تیرے پیٹ میں کوئی بیماری لاحق نہ ہوگی''

اہلسنّت علماء کرام نے یہاں بڑی خوبصورت بات کہی ہے وہ کہ حضور ﷺ کے فضلات امت کے حق میں طاہر تھے جبکہ آپ ﷺ کے لئے باعث حدث تھے۔ اس لئے حضور ﷺ یوں بول وبراز کے بعد وضو فرماتے تھے اور اپنی ازواج کے ساتھ جماع کے بعد غسلِ واجب کرتے تھے جبکہ حضور ﷺ کی نیند نواقضِ وضو نہ تھی اس لئے نماز پڑھتے پڑھتے سو جاتے تو اٹھنے کے بعد بغیر وضو نماز ادا فرماتے تھے۔

عام انسان کے جب پیٹ میں صاف وپاک غذا جاتی ہے تو نظامِ انہضام کے

اندرونی عمل اور پیٹ، جگر، لبلبہ کی رطوبتوں کے شامل ہونے سے بدبودار ونجس ہو جاتی ہے جبکہ حضور ﷺ کے بدن مبارک کا اندرونی نظام بیرونی ماحول اور غذا سے بھی زیادہ پاکیزہ ومصفیٰ تھا اس لئے خوراک کے ہضم ہونے کے بعد حضور ﷺ کے بول وبراز سے مہک آتی تھی۔ یہ بات شہد کی مکھی کی مثال سے بھی سمجھی جاسکتی ہے وہ یہ کہ شہد کی مکھی کڑوے اور میٹھے ہر قسم کے پھولوں کا رس چوستی ہے پھر اس کا پیٹ اسے میٹھے لذیز اور باعث شفا شہد میں تبدیل کر دیتا ہے جب یہ وصف ایک شہد کی مکھی میں ہے تو حضور ﷺ کی نفاست کا کیا عالم ہوگا۔ اسی طرح ریشم کا کیڑا ہر قسم کی خوراک کھانے کے بعد اپنے پیٹ سے فضلہ کی صورت میں ریشم خارج کرتا ہے جس سے پاکیزہ ریشمی کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حکماء بعض حلال بلند پرواز کرنے والے پرندوں کی بیٹھ دوائیوں میں استعمال کرتے ہیں اور ان کے استعمال سے شفامل جاتی ہے حالانکہ ان کی بیٹھ نجاست خفیفہ میں شمار ہوتی ہے تو پھر حضور ﷺ کے بول وبراز کا اذباً عمداً وخطاً استعمال سے شفایابی کا ملنا بدرجہ اولیٰ معتبر ہے۔

جس طرح مختلف پھلدار درخت گوبر وغیرہ کی صورت میں کھاد کو جذب کر کے نفیس وعمدہ پھل دیتے ہیں اور گوبر وغیرہ کا پھلوں میں کوئی اثر نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ جب نباتات ناپاک چیز کو جذب کر کے پاکیزہ اور خوش ذائقہ پھل مہیا کرتے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سرورِ کونین ﷺ کے بطن مبارک کا پاکیزہ ماحول پاک، خوش ذائقہ خوراک کو نجس وبدبودار کر دے اس دلیل سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے بول وبراز پاک وخوشبودار تھے۔

۱- پسینہ مبارک کا خوشبودار ہونا:

اسی کتاب میں خوشبوئے بدنِ سرکار کے عنوان کے تحت کئی مستند روایات درج کر دی گئی ہیں کہ حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے مشک اور کستوری سے عمدہ مہک آتی تھی اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پسینہ مبارک کو شیشی میں اکٹھا کیا اور حضور ﷺ کے سامنے عرض کیا کہ ہم اس سے اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید

رکھتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا گمان درست ہے نیز آپ ﷺ کی بدنی خوشبو سے مسجد نبوی کا سارا ماحول مہک اٹھتا جس راستے سے گزرتے وہاں سے خوشبو آنے لگتی۔ جب پسینہ مبارک کا یہ حال ہے تو پھر حضور ﷺ کے بول و براز سے خوشبو کا اٹھنا محال نہیں۔

۲۔حضور ﷺ کے تھوک مبارک کے متعلق صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے رویہ سے استدلال:

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نہ صرف حضور ﷺ کے تھوک مبارک کو پاکیزہ خیال کرتے تھے بلکہ وہ حضور ﷺ کے تھوک مبارک کو اپنے چہروں پر ملتے تھے اور وضو کے استعمال شدہ پانی سے برکت حاصل کرنے کے لئے اسے زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ اپنے ہاتھوں پر ملتے تھے اور اسے پیتے تھے یعنی صحابہ کرام (علیہم الرضوان) حضور ﷺ کے عشق ومحبت میں اس مقام پر فائز ہو چکے تھے کہ انہیں حضور ﷺ کے تھوک مبارک، وضو کے استعمال شدہ سے ذرہ بھر کراہت نہ آتی تھی بلکہ وہ اسے بڑی کوشش سے حاصل کرتے اور اپنے چہروں کو اس سے مزین کرتے تھے کیونکہ وہ حضور ﷺ کے لعابِ دہن کی معجزاتی برکات سے واقف تھے۔ انہوں نے لعابِ دہن کے ایک قطرہ سے کھاری کنویں کو میٹھا اور مہکتا دیکھا تھا۔ دکھتی پھوٹی ہوئی آنکھ کا درست ہونا ملاحظہ کیا تھا۔ کٹے ہوئے بازوؤں کو جڑتے ہوئے دیکھا تھا اور انہوں نے حضور ﷺ کے ان ارشادات کو سنا تھا۔

لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ ۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

(بخاری جلد دوم' کتاب الصوم ح ۱۸۲۲)

نیز فرمایا:

اِنِّی لَسْتُ مِثْلُكُمْ ۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(مسلم جلد دوم' کتاب الصوم ح ۱۱۰۴)

صحابہ کرام (علیہم الرضوان) سے یہ ارشادات اس وقت فرمائے گئے جب انہوں

نے حضور ﷺ کو دیکھ کر لگاتار بغیر افطار کیے صیامِ وصال رکھنا شروع کر دیئے تو ان کے جسم کمزور پڑ گئے جبکہ حضور ﷺ پر کمزوری کے کوئی اثرات نہ ظاہر ہوئے بلکہ حضور ﷺ نے انہیں حقیقت حال سے بھی واقف کر دیا اور فرمایا:

''اِنِّی اُبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ'' (بخاری کتاب الاعتصام)

''میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ عالمِ لاہوت میں اپنے پروردگار کے قرب میں عبادت گزار ہوتے اور وہاں سے نورانی تجلیات کی روحانی غذا سے توانائی حاصل کرتے تھے جو کہ حضور ﷺ کا ہی خاصہ ہے اس لئے کوئی فرد ظاہری' جسمانی وروحانی اور قربِ الٰہی کے اعتبار سے حضور ﷺ کی مثل نہیں ہے۔

جس مسلمان کو حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ سے کراہت یا گھن آتی ہے دراصل اس کی نظر اپنے فضلات پر ہے اس لئے وہ اس مرض میں مبتلا ہے جبکہ ہمارے سامنے حدیبیہ کے موقع پر سینکڑوں صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کا یہ عمل ہے کہ وہ حضور ﷺ کے تھوک اور وضو کا پانی لے کر اپنے جسم اور چہروں پر مل رہے تھے۔ اس حدیث کا راوی اگرچہ اس وقت مشرک تھا مگر اس تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ کے مظہر کو دیکھ کر مکہ میں واپس لوٹا۔ اہل مکہ کو حضور ﷺ سے ہونے والی بات چیت سے آگاہ کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ وہ فرماتے ہیں میں اسی وقت حضور ﷺ کے سامنے اسلام قبول کر لیتا اگر میں کفار مکہ کا نمائندہ بن کر نہ گیا ہوتا۔ امام بخاری نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

فَقَالَ اَیْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَی الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُّ عَلٰی قَیْصَرَ وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَّاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی	اے قوم واللہ! میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا وَاللّٰهِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَ اِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْهَا

(بخاری جلد اوّل کتاب الشروط)

کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعابِ دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے جب کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ، وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہوجائیں گے۔ وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔ انہوں نے تمہارے سامنے عمدہ تجویز رکھی ہے پس اسے قبول کرلو۔

۳- ایک واقعہ سے استدلال:

عشق عقل کا امام ہے عقل تو یہی کہے گی کہ آدمی کی خوشبو گدھے کے نتھنوں کی بو سے بہتر ہے لیکن جب معاملہ محبوب کے گدھے کا ہو تو عشق کہتا ہے کہ محبوب کے گدھے کی بو بھی، محبوب کے منکر کی خوشبو سے بہتر ہے۔ قارئین کرام اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک باوفا محبّ صحابیِ رسول کا عمل وعقیدہ مسلم شریف کی صحیح روایت سے جان سکتے ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَتَيْتَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ قَالَ فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ وَرَكِبَ حِمَارًا وَّانْطَلَقَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ کاش آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس (دعوت اسلام کیلئے) تشریف لے

الْمُسْلِمُوْنَ وَهِيَ اَرْضٌ سَبِخَةٌ فَلَمَّا اَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ اٰذَانِيْ نَتْنُ حِمَارِكَ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبُ رِيْحًا مِّنْكَ قَالَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهٖ قَالَ فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَصْحَابُهُ قَالَ فَكَانَ بَيْنَهُمْ ضَرْبٌ بِالْجَرِيْدِ وَبِالْاَيْدِيْ وَ بِالنِّعَالِ قَالَ فَبَلَغَنَا اَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْهِم وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿اقْتَتَلُوْا فَاَصلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾

(مسلم ۵ ج کتاب الجہاد: ۴۵۴۶)

جائیں۔ نبی کریم ﷺ دراز گوش پر سوار ہوکر اس کی طرف گئے اور مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ گئے۔ وہ زمین شور والی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ اس کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگے ایک طرف ہٹو۔ بخدا تمہارے گدھے کی بو سے مجھے اذیت ہورہی ہے۔ ایک انصاری نے کہا بخدا رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بو تم سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس پر عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص غضبناک ہوگیا، پھر ہر طرف کے لوگ غصہ میں آ گئے اور وہ ہاتھوں، چھڑیوں اور جوتوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ''اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔''

جس صحابی نے اپنے محبوب حضور ﷺ کے گدھے کی بو کو رئیس المنافقین ابن ابی کی خوشبو سے بہتر قرار دیا تھا اس نے مزید اس نعرے پر لڑنے سے بھی دریغ نہ کیا اور نبی کریم ﷺ نے اس بات پر کوئی تنقید بھی نہ فرمائی۔ اگر اس روش کو دیکھا جائے تو حضور ﷺ کے فضلات کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے ولادت سے وصال تک کوئی ناپاک ونجس چیز برآمد نہ ہوئی جیسے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں حدیث مروی ہے کہ میں نے نبی

کریم ﷺ کو غسل دیا۔ پس میں دیکھنے لگا کہ کوئی ایسی چیز تو نہیں نکلی جو میت میں سے نکلتی ہے۔ میں نے وہاں کچھ نہ پایا۔ تب میں نے کہا (یارسول اللہ ﷺ) آپ کی زندگی بھی طیب و طاہر اور آپ کی ممات (بعدِ وصال) بھی پاک و صاف۔ فرماتے ہیں کہ بدن اقدس سے ایسی خوشبو نکلی کہ میں نے اس سے قبل کبھی نہ پائی تھی۔

(سنن ابن ماجہ، جلد۱، صفحہ ۴۸، حاکم جلد۳، صفحہ ۳۶۳)

فضلاتِ مبارکہ کی طہارت کے متعلق روایات

اس موضوع پر کئی روایات کتب حدیث میں درج ہیں۔ اگرچہ بعض اہلِ علم نے ان روایات کی اسناد پر تنقید کی ہے مگر اس کے باوجود تمام علماءِ احناف اور شوافع نے ان روایات کی بناء پر حضور ﷺ کے فضلات کے متعلق پاک ہونے کا گمان رکھا ہے اس لئے یہ عقیدہ ظنّیہ ہے کیونکہ اس کی بنیاد نصِ قطعی پر نہیں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے واپس آنے پر جب کبھی میں اندر جاتی ہوں تو

''فَلَا اَرٰی شَیْئًا اِلَّا اِنِّیْ کُنْتُ اَشَمُّ رَائِحَۃَ الطِّیْبِ''

''مجھے وہاں (فضلات میں سے) کچھ بھی نظر نہیں آتا، میں وہاں صرف خوشبو کی مہک پاتی ہوں''

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان أجسادنا تنبت علی الرواح اهل الجنة، وماخرج منها ابتلعته الارض''

''ہمارے (انبیاء علیہم السلام) اجسام اہلِ جنت کی ارواح کی مانند بنائے گئے ہیں ان سے جو کچھ بھی خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے''

(البدایہ والنہایہ از ابن کثیر، الاصابہ از العسقلانی رقم ۱۱۷۲۹)

حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تم کو معلوم نہیں کہ زمین ان فضلات کو نگل جاتی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے نکلتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی ایسی چیز ہرگز نہ دیکھوگی (حاکم جلد۴، صفحہ ۷۲)

قاضی عیاض اس حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

یہ حدیث اگرچہ مشہور نہیں ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کے بول و براز پاکیزہ ہیں۔

علامہ خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

''نَفِی الْمُصَنِّفِ عَنْهُ الشُّهْرَةِ دُوْنَ الصِّحَةِ، فَلَا وَجْهَ لِلْاِعْتَرَاضِ عَلَيْهِ بِاَنَّهٗ لَا يَلْزِمُ مِنْ نَّفِی الشُّهْرَةِ نَفِی الصِّحَةِ''

''مصنف (قاضی عیاض) نے اس حدیث کی شہرت کی نفی کی ہے صحت کی نہیں، پس اس پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں کہ شہرت کی نفی سے صحت کی نفی لازم نہیں آتی'' (شرح الشفاء از خفاجی، جلد۲، ص۲۱)

۵- استنجا کے ڈھیلوں کا خوشبودار ہونا:

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے موقع پر حضور ﷺ رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کے بعد وہ صحابی داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بول و براز کا نشان تک نہیں تھا اس کے بعد وہ صحابی فرماتے ہیں۔

وَرَاَيْتُ فِیْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ ثَلَاثَةَ اِحْجَارُ اللّٰاتِی اسْتَنْجٰی بِهِنَّ فَاَخَذْتُهُنَّ فَاِذَا بِهِنَّ يَفُوْحُ مِنْهُنَّ رَوَائِحُ الْمِسْكِ فَكُنْتُ اِذَا جِئْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الْمَسْجِدِ اَخَذْتُهُنَّ فِیْ كَمِیْ فَتَغْلِبُ رَائِحَتُهُنَّ رَوَائِحَ

ہاں میں نے وہاں تین ایسے پتھر پائے جن کو آپ ﷺ نے استعمال فرمایا تھا۔ میں نے ان کو اٹھایا تو ان سے کستوری کی طرح خوشبو آ رہی تھی۔ میں انہیں جمعہ کے دن مسجد میں اپنی جیب میں لے کر آتا ان کی خوشبو ان تمام خوشبوؤں اور عطروں

مِنْ تَطِيْبِ وَتَعَطُّرِ . پر غالب آ جاتی جو دوسرے لوگ لگا کر آئے ہوتے۔ (زرقانی' ۴' ۲۲۸)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے۔

''فَالْمَعْنٰی وَجَدْتُّهُنَّ عِطْرًا أَیْ: کَالعِطْرِ مُّبَالِغَةً' کَاَنَّ عَیْنُهُنَّ انْقَلَبَتْ مِنَ الْحِجَرِيَّةِ اِلَی الْعِطْرِيَّةِ''

''مطلب یہ کہ میں نے انہیں عطر پایا' یعنی عطر کی طرح اس میں مبالغہ ہے' گویا پتھر اپنی ماہیت بدل کر عطر کی ماہیت اختیار کر چکے تھے''

۶-حضرت قاضی عیاض کی تصریح:

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیکن اہل علم کا ایک طبقہ یہ ضرور مانتا ہے کہ حضور ﷺ کا بول و براز پاک تھا اور یہی بعض شوافع کا قول ہے جس کو امام ابونصر بن صباح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''شامل'' میں نقل فرمایا اور دونوں قولوں کو علماء سے نقل کر کے ابوبکر بن سابق المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''البدیع فی فروع المالکیہ'' اور اس سے قبل میں ان کی تخریج کو بھی بیان کیا جن مسائل میں مذہب مالکی پر شوافع کی تفریعات نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے وجود اقدس میں کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو مکروہ ناپسندیدہ ہو (شفا اوّل' ص ۸۸)

۷-بول مبارک نوش کرنے کے واقعات:

مشہور صحابیہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ نے ایک برتن میں پیشاب فرمایا مجھے پیاس محسوس ہوئی' میں اٹھی

فَشَرِبْتُ مَا فِيْهَا وَاَنَا لَا اَشْعَرُ اَنَّهٗ بَوْلٌ لِطِيْبِ رَائِحَتِهٖ . میں نے اس پیشاب کو پانی سمجھ کر پی لیا وہ اپنی پیاری پیاری مہک کی وجہ سے مجھے پیشاب محسوس نہ ہوا۔ (المذاہب مع الزرقانی' ۲۲۱)

صبح حضور ﷺ نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ فلاں برتن میں پیشاب ہے۔ اسے باہر

انڈیل دو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اسے میں نے پانی سمجھ کر پی لیا ہے۔

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نُوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَيْجَعَنَّ بَطْنُكَ اَبَدًا۔

(اشرف الوسائل الی منہم الشمائل ۷۷)

یہ سن کر رسالت مآب ﷺ اتنے مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں اور پھر فرمایا اے ام ایمن آج کے بعد تیرے پیٹ کو بیماری لاحق نہ ہوگی۔

اسی طرح ایک عورت کے بارے میں مروی ہے کہ اس نے حضور ﷺ کا بول مبارک (پیشاب) پی لیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا ''لَنْ تَشْتَكِيْ وَجْعَ بَطْنِكَ اَبَدًا''یعنی کبھی تجھ کو پیٹ کی بیماری نہ ہوگی اوران میں سے کسی کو بھی حضور ﷺ نے منہ دھونے کا حکم نہ فرمایا نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا اور وہ حدیث جس میں عورت نے حضور ﷺ کا بول مبارک پی لیا تھا صحیح ہے۔

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم و بخاری رحمہما اللہ کی طرح صحت میں التزام کیا ہے اور اس عورت کا نام ''برکتہ'' ہے اس کے حسب ونسب میں اختلاف ہے (شفا اوّل ص۸۹)

۸- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز تبصرہ:

امام بیہقی کا یہ تبصرہ براز کے متعلق تھا اور پیشاب کا تو بہت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے۔ آپ کی خادمہ ام ایمن نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا اور حضرت ام حبیبہ کی خادمہ برکہ ام یوسف نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا۔ آپ ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس میں پیشاب کرتے تھے اور دوسری برکہ نے اس کو پی لیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اے ام یوسف تم تندرست ہوگئیں اور وہ مرض موت کے سوا پھر کبھی بیمار نہیں ہوئیں اور پہلی برکہ سے یہ روایت ہے کہ رات کو رسول اللہ ﷺ نے گھر کی ایک جانب رکھے ہوئے ٹھیکرے میں پیشاب کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں رات کو پیاس سے اٹھی اور جو کچھ اس ٹھیکرے میں موجود تھا میں نے اس کو پی لیا اور مجھ کو پتہ نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) صبح کو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن جو کچھ اس ٹھیکرے میں ہے اس کو پھینک دو میں نے کہا بہ خدا! جو کچھ اس میں تھا میں نے پی لیا پھر حضور ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا سنو خدا کی قسم تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔ علامہ ابن حجر نے کہا ہمارے آئمہ متقدین اور دوسرے آئمہ کی ایک جماعت نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کے فضلات طاہر ہیں اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے اور طہارت فضلات پر بکثرت دلائل ہیں اور آئمہ نے اس کو آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے۔

(فتح الباری' ج ۱' ص ۲۸۲' مطبوعہ لاہور بحوالہ شرح مسلم جلد ۲' ص ۷۸۹)

۹- خون مبارک کو ادباً و تعظیماً پینے کے واقعات:

چند صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے حضور ﷺ کے زخموں سے بہنے والے خون کو چوسا تھا جیسے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے چوسا تھا۔ اس کی برکت سے ان کے جسم سے خوشبو آنے لگی تھی۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا نیز ابو طیبہ حجام نے حضور ﷺ کے فصد کا خون تعظیماً نوش کر لیا۔ اس بنا پر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگ سے نجات کا مژدہ دیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ یوں ہے کہ مالک ابن سنان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ اُحد میں (آپ ﷺ کے زخم سے) خون پی لیا تھا اور اس کو چوسا تھا اور اس کو حضور ﷺ نے ان کے لئے جائز قرار رکھتے ہوئے فرمایا اس کو آگ ہرگز نہ پہنچے گی (طبرانی اوسط بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۸' صفحہ ۲۸۰)

اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے پچھنے (حجامت' سینگی) کا خون پی لیا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ نے ان سے فرمایا ''وَيْلٌ مِّنَ النَّاسِ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّنْكَ'' افسوس ہے لوگوں پر تم سے اور افسوس ہے تم پر لوگوں سے اور اس پر انکار نہ فرمایا (حاکم جلد ۳' صفحہ ۵۵۴' بزار جلد ۳' صفحہ ۱۴۵)

اسی طرح حضور ﷺ کا خون پینے کے بھی متعدد واقعات ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی ﷺ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا۔ ان میں

ابو طیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں اور قریش کا ایک لڑکا ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو فصد لگائی تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ کا خون پیا۔ یہ روایات بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا۔

(شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض، ا،ص ۳۶۱)

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

حضرت ابوطیبہ حجام نے رسول اللہ ﷺ کا خون پیا اور آپ ﷺ نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ حضرت ام ایمن نے حضور ﷺ کا پیشاب پیا اور آپ نے ان پر انکار نہیں کیا بلکہ فرمایا تمہارا پیٹ آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کا خون پیا۔ ان احادیث کو بطور دوا پینے پر محمول کیا گیا۔

(سالم) رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرِبَ دَمَ الْمَحْجَمِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الدَّمَ كُلُّهٗ حَرَامٌ .

سالم ایک صحابی ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کے فصد لگائی اور فصد کا خون پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ یہ خون حرام ہے (شرح صحیح مسلم جلد ۱۳ص ۷۸۸)

۱۰۔ حضرت علامہ غلام رسول سعیدی کی ایمان افروز وضاحت:

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فصد لگانے والے سے فرمایا دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے (واضح رہے کہ حرام ہونا نجس ہونے کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ انسان بھی حرام ہے لیکن اس کی حرمت کرامت کی بناء پر ہے نہ کہ نجاست کی بناء پر اور رسول اللہ ﷺ کے خون کا حرام ہونا بدرجہ اولیٰ کرامت کی بناء پر ہے...... سعیدی غفرلہ) علامہ نووی نے کہا کہ پیشاب پینے والی حدیث صحیح حسن ہے اور یہ طہارت پر استدلال کے لئے کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس فعل پر انکار نہیں کیا، منہ دھونے کا حکم دیا اور نہ دوبارہ پینے سے منع کیا۔ قاضی حسین نے کہا کہ تمام فضلات کی طہارت کا

قول زیادہ صحیح ہے اور یہی کثیر متاخرین کا مختار ہے اور بطور دوا پینے کا جواب یہ ہے کہ (یہ ملا علی قاری کے اعتراض کا بھی جواب ہے) یہ احتمال اس حدیث سے مردود ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا حرام چیزوں میں نہیں رکھی'' اور اس کا نکتہ یہ ہے کہ فرشتوں نے آپ ﷺ کے پیٹ کو دھو کر پاک کر دیا تھا اس باب میں بہت زیادہ احادیث ہیں جیسے حضرت ابن الزبیر کا خون پینا اور حضرت ام ایمن کا رات کو تخت کے نیچے رکھے ہوئے پیالہ سے پیشاب پینا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی ﷺ میں کوئی چیز ناپسندیدہ اور ناپاک نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے۔ آپ ﷺ کے فضلات کریمہ کے طاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت کے لئے طاہر ہیں۔ باقی آپ ﷺ کے حق میں ان کا خروج موجب حدث ہے۔ اسی وجہ سے آپ استنجاء، وضو اور غسل فرماتے تھے۔ امت کے لئے ان کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ کئی صحابہ اور صحابیات نے آپ ﷺ کا پیشاب اور خون پیا اور آپ ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

(شرح صحیح مسلم، جلد سادس، ص ۷۸۴)

۱۱- بعد میں آنے والے علماء کی عقیدت کا حال:

ہر دور کے اہل محبت وعقیدت علماء ومحبین نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ہمیں حضور ﷺ کے بول وبراز مل جائیں تو ہم محبت سے انہیں کھا کر فیوض وبرکات حاصل کریں جیسے کہ امت کے عظیم محدث حافظ ابن حجر کے استاد شیخ الاسلام سراج البلقینی کے بارے میں امام عبدالوہاب شعرانی بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ سے محبت وعقیدت کا اظہار ان کلمات سے کرتے۔

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُ شَيْئًا مِّنْ بَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَائِطُهُ لَاَ كَلْتُهُ وَشَرِبْتُهُ ۔	اللہ تعالیٰ کی قسم! کاش مجھے آپ کا بول وبراز نصیب ہو جائے تو میں اسے محبت سے کھاؤں اور پیوں۔

(الیواقیت والجواہر فی لیان عقائد الاکابر، ۲، ۶۱)

امام ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْوُہٗ طَاہِرَانِ ۔ — حضور ﷺ کا مبارک بول اور براز طاہر ہیں۔

امام عینی دوسری جگہ اس حوالے سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں''وَھُوَ یَقُوْلُ بِطَھَارَۃِ بَوْلِہٖ وَسَائِرُ فُضَلَاتُہٗ''

''وہ آپ ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں''

احناف کی کثیر تعداد طہارت فضلات کی قائل ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں

''اِخْتَارَ کَثِیْرُوْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا طَھَارَۃِ فُضَلَاتُہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ''

''ہمارے کثیر احناف کا موقف ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے تمام فضلات پاک ہیں'' (الفتح الباری جلد ا' ص ۲۷۲)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ بَوْلَہٗ وَدَمُہٗ وَسَائِرُ فُضُلَاتِہٖ طَاھِرَۃِ ۔ — آپ ﷺ کا بول مبارک' خون اور باقی تمام فضلات پاک ہیں۔

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر بول و براز پاک ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو وضو کی حاجیت کیوں ہوتی ہے؟ لکھتے ہیں وضو کی ضرورت اس لئے پیش نہیں آتی تھی کہ یہ ناپاک ہیں بلکہ وہ تو پاک ہیں بلکہ وہ ایسے طیب ہیں کہ ان کا کھانا اور پینا دونوں ہمارے لئے حلال ہیں جیسے کہ اس پر احادیث شاہد ہیں ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بول و براز ان انبیاء علیہم السلام کی رفعت شان اور پاکیزگی کمال وطہارت کی وجہ سے ان کے حق میں ناپاک مقصود ہوں گے ہمارے نزدیک پسندیدہ رائے یہی ہے۔ قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی صواب کا درجہ پا جائے (شاہکار ربوبیت' ص ۴۸۳)

نبی کریم ﷺ کے محاسن بدنی و اخلاقی اور اوصافِ عبدیت پر مشتمل

اوصافِ رسول ﷺ

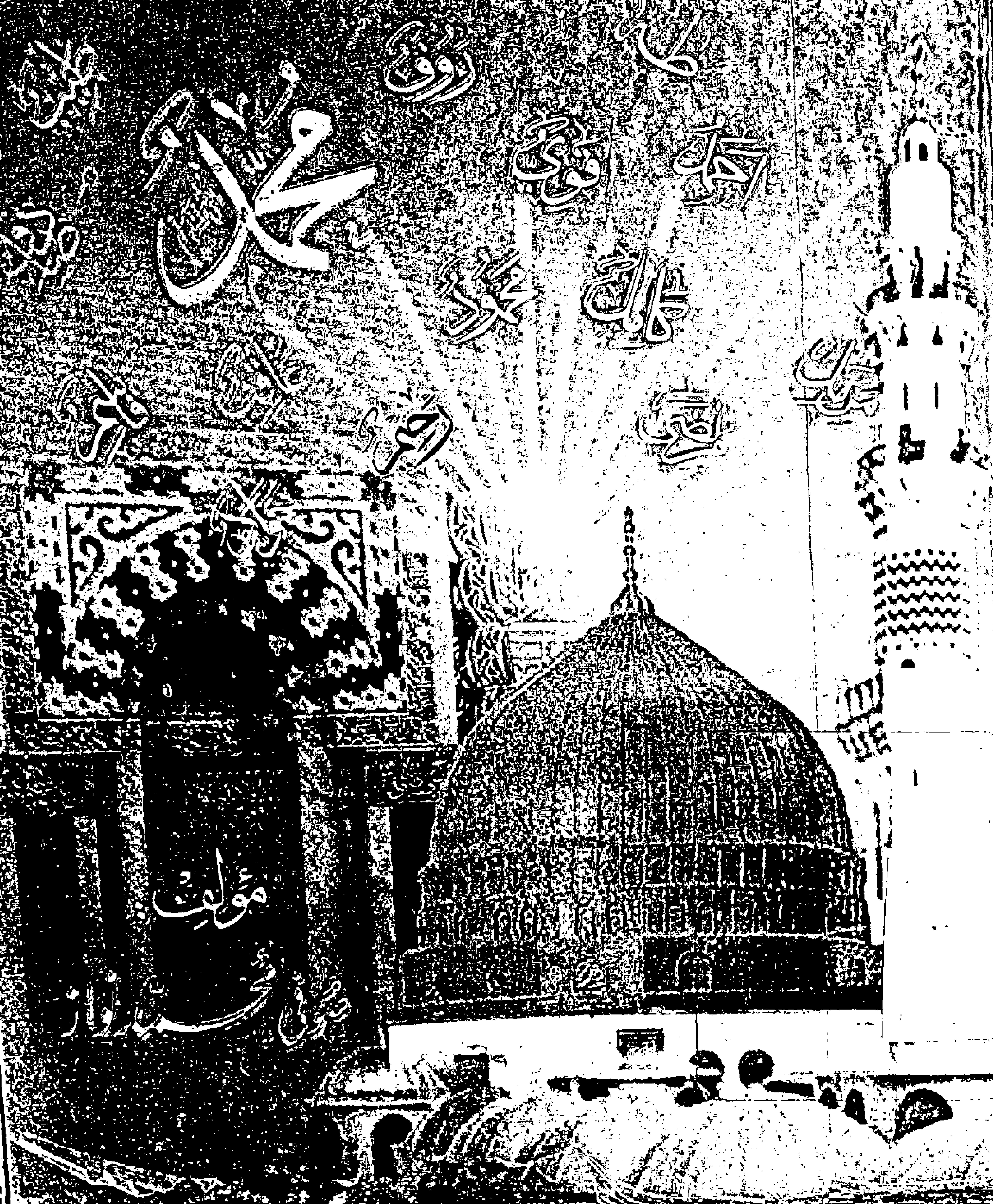

مؤلف

صوفی محمد نواز